تحذیر الناس کے ردّ میں لاجواب علمی دلائل

ختمِ نبوّت

اور

تحذیرُ النّاس

سید بادشاہ تبسم بخاری

(ایم اے (اردو)، بی۔ایڈ)

ادارہ اشاعت العلوم

وسن پورہ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

نام کتاب	______	ختم نبوت اور تحذیر الناس
تصنیف	______	سید بادشاہ تبسم بخاری
اشاعت باراول	______	دسمبر 2011ء
کمپوزنگ	______	ظفر سلطان/محمد عرفان شاہ/غلام یٰسین
صفحات	______	508
ناشر	______	ادارہ اشاعت العلوم، وسن پورہ، لاہور
تعداد	______	1100
قیمت	______	روپے

ملنے کے پتے

(۱) مسلم کتابوی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور

(۲) مکتبہ ضیائیہ اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی

(۳) احمد بُک کارپوریشن (بیسمنٹ) اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی

(۴) اسلامک بُک کارپوریشن (بیسمنٹ) اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی

(۵) مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ، لاہور

انتساب

اُس بلند مرتبہ ہستی کے نام

جس نے تحفظِ ختمِ نبوت کے لئے مجاہدِ اوّل کا کردار ادا کیا

یعنی

خلیفۂ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

فہرست

❀❀❀

کتاب ہذا کے ناشرین کے حق میں خصوصی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے وسیلۂ جلیلہ سے انہیں دین و دنیا میں سرفرازی عطا فرمائے، عزت و توقیر بخشے اور اُخروی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

کنز العلماء، متکلم الاسلام حضرت علّامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
بانی ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ وَ عَلٰی آلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ اَوْفُوْا عَهْدَهٗ۔

سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی شانِ ختم نبوت امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے اور اس پر پوری امت کا ہمیشہ سے اتفاق ہے۔

یہ عقیدہ اپنے تمام تر پہلوؤں کے لحاظ سے پورے دین کے گرد حفاظت کا ایک حصار ہے۔

اس میں رخنہ اندازی پورے دین پر حملہ کرنے کے مترادف ہے۔

جس طرح ختم نبوت اجماعی عقیدہ ہے ایسے ہی اس کے اس معنی پر بھی اجماع ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ زمانے کے لحاظ سے آخری نبی ﷺ ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ مگر بانی دارالعلوم دیوبند محمد قاسم نانوتوی نے ختم نبوت سے متعلق امت کی اجماعی فکر کے برعکس ختم نبوت کی بیگانہ تشریح کی جس پر مجدد دین و ملّت، امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی دینی ذمہ داری کے لحاظ سے شیخ دیوبند کی اس گستاخانہ عبارت کا شرعی حکم بیان کیا اور اس کی تکفیر کی۔ مکتب دیوبند کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ممنون و مشکور ہونا چاہیے کہ آپ نے ایک حساس دینی معاملہ میں جس کا تعلق براہِ راست رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کے آداب کے بارے میں ہے مُتنبہ کیا ہے مگر ان لوگوں نے الزامات اور اتہامات کی توپوں کے دھانے اعلیٰ حضرت رحمۃ

اللہ تعالیٰ کی طرف کھول دیے۔انہیں سوچنا چاہیے تھا کہ آپ نے ان کے شیخ کو کافر بنایا نہیں بلکہ کافر بتایا ہے ان کے شیخ کو اس کے مبلغ علم اور منہجِ قلم نے کفر کی طرف دھکیلا ہے۔ پھندے پر جھول جانے والے کے رشتہ داروں کو خبر دینے والے پر ایف، آئی، آر کٹوانے کی بات ہر ذی شعور اور صاحبِ عقلِ سلیم کے نزدیک ناگوار ہے۔حضرت پیر سید بادشاہ تبسم بخاری نے قلم اٹھانے اور پھر چلانے اور ''تحذیر الناس کا تنقیدی اور تحقیقی جائزہ'' مرتب کرنے میں بھی یہی جذبہ کارفرما ہے۔اتنی سنگین غلطی کرنے والے کو کوسنے کی بجائے الٹا غلطی بتانے والے پر حملہ کیوں کیا گیا۔حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مقام مصطفیٰ ﷺ کے دفاع میں تحذیر الناس کی گستاخانہ عبارت کے بارے میں جو کچھ لکھا شاہ صاحب نے اس کے دفاع میں قلم اٹھا کر عشق رسول ﷺ کا ثبوت دیا ہے۔

شاہ صاحب نے عقیدہ ختم نبوت کے مباحث کو اتنی عمدگی سے بیان کیا ہے کہ شکوک وشبہات کے چھاپہ ماروں کی وادیِ حقائق میں در اندازی کو روک دیا ہے۔اہل سنت وجماعت کے نہایت سنجیدہ صاحبِ قلم سیّد زادے نے ناموس رسالت پر پہرا دیتے ہوئے روشنی پر حملہ آور ہونے والی سیاہی کے تمام دھوکے دھو، کے رکھ دیے ہیں۔اور ختمِ نبوت کے اجماعی معنیٰ ومفہوم سے متصادم مطلب بتانے والوں اور سراہنے والوں پر حق واضح کر دیا ہے۔

شاہ صاحب نے اس کتاب میں محض ''تحذیر الناس'' کا جائزہ ہی نہیں لیا بلکہ اس کے ضمن میں برصغیر پاک وہند میں سنی، وہابی اختلافات کا پس منظر بھی بڑے تحقیقی انداز میں بیان کیا ہے۔وحدتِ اُمّت کی بنیانٌ مرصوص پر افتراق وانتشار کے ہتھوڑے چلانے والوں کے بارے میں بھی قوم کو مطلع کیا ہے۔شاہ صاحب نے بڑے سلیس انداز میں یہ سمجھانے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ کس طرح شرک خفی کو شرک جلی قرار دے کر اُمّت کی عظمت کو داغدار کرنے کی کوشش کی گئی۔اور کیسے ابن عبد الوہاب کی اختراعات کو اسماعیل دھلوی نے برصغیر میں لانچ کر کے فتنہ وفساد کی ایک طویل داستان رقم کی۔

میں شاہ صاحب کی کتاب کے مسوّدہ کا بالاستیعاب مطالعہ تو نہیں کر سکا مگر چیدہ چیدہ مقامات کے دیکھنے سے مجھے اس بات کا اندازہ ہوا ہے شاہ صاحب نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے جہاں قرآن وسنت سے دلائل پیش کیے اور ائمہ دین کی تشریحات پیش کی ہیں وہاں آپ نے بڑی عرق ریزی سے اپنے دعویٰ کی حمایت میں فریق مخالف کے گھر کے کئی بھیدی بھی کھڑے کر دیے ہیں۔جنہیں عدالت سے گھر لے جانا مخالفین کے بس میں نہیں ہے۔شاہ صاحب نے نوکِ قلم سے کئی اُلجھے سُلجھائے ہیں اور کئی برج الٹائے ہیں۔شاہ صاحب کی اس کوشش سے عام قاری پر بھی واضح ہو جائے گا کہ پراپیگنڈے اور پیسے کے زور سے حقائق پر زیادہ دیر تک پردہ نہیں ڈالا جا سکتا اور دجل وکذب کو حق وصدق کے پردے میں زیادہ دیر تک چھپایا بھی نہیں جا سکتا۔

میری رب ذو الجلال سے دعا ہے۔اے میرے رب سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت کا صدقہ شاہ صاحب کی اس تحریر سے اھل حق کے دماغوں کو مزید نور اور دلوں کو مزید سرور عطا فرما اور انکار وشک کے مریضوں کو صحت عطا فرما۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

محمد اشرف آصف جلالی
۱۴؍ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
۲۰ مارچ ۲۰۱۱ء

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ شَانُہٗ رَحْمَۃُ الْعَالَمِیْنَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٍ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

تمام تعریفیں اللہ رب العزت کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا خالق و مالک اور پالنے والا ہے۔ وہ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے، نہ اُس کی کوئی اولاد اور نہ وہ خود کسی کی اولاد، اور نہ ہی کوئی اس کی برابری کرنے والا ہے۔ وہ بے مثل ہے، بے مثال ہے، وہی وحدہٗ لاشریک، جس کے سوا کوئی واجب الوجود اور مستحقِ عبادت نہیں۔ بعد حمدِ خدا تعالیٰ بے حد و حساب درود اس ستودہ صفات، خلاصۂ موجودات، شاہِ لولاک، رسولِ پاک، سیّد الابرار، محبوبِ پروردگار حضرت محمد ﷺ پر جو باعثِ تخلیق کون و مکاں، شہنشاہِ دوجہاں، سرورِ عالم اور فخرِ بنی آدم ہیں۔ جن کو رب تعالیٰ نے رؤف و رحیم، سمیع و بصیر، اوّل و آخر اور ظاہر و باطن جیسی صفاتِ جلیلہ سے نوازا۔ جو قیامت تک تمام مخلوق کی طرف آخری نبی بنا کر مبعوث فرمائے گئے۔ اس کے بعد ہزاروں لاکھوں درود اور سلام اور رحمتیں ہوں حضور نبی کریم ﷺ کی پاک آل پر اور آپ کے محبوب اصحاب پر۔

تحذیر الناس کا ردّ جس طرح کیا جانا چاہیے تھا، نہیں ہوا۔ جبکہ تحذیر الناس کی صفائی میں اُبھی تک ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی اور اپنی علمی کم مائیگی کے باوجود اس کا تفصیلی اور بھرپور ردّ کیا۔ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اسے سوچ سمجھ کر پڑھیں گے تو انشاء اللہ العزیز گوہرِ مقصود پالیں گے۔ یہ مضمون دقیق مضمون ہے، توجّہ، یکسوئی، دلجمعی اور غور و فکر مانگتا ہے۔ اس پر طائرانہ نظر ڈالنے سے گریز

کریں۔ اس کا سرسری مطالعہ نہ کریں بلکہ اس کے لفظ لفظ سمجھ کر آگے بڑھیں۔ میں نے اس میں کہیں بھی شدت نہیں برتی، لہجہ کھردرا نہیں کیا، اخلاقی حدود پامال نہیں کیں۔ صبر و تحمل اور اعتدال و توازن برقرار رکھا۔ البتہ ہلکی پھلکی چوٹیں ضرور کی ہیں اور عبارت سے جو نتیجہ اچھا یا بُرا مرتب ہوتا تھا اُسے بیان ضرور کیا ہے، اور یہ ہر مصنف کا بنیادی حق ہوتا ہے۔ یہاں تو معاملہ ہی عقیدے کا ہے۔ میرے دلائل دیکھ پڑھ کر اگر کوئی راہِ راست پہ آجاتا ہے تو میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگ گئی۔

عرصہ دراز سے اس مضمون کے متعلق چھان پھٹک رہی مگر حالات کی ناسازگاریاں، معاشی مجبوریاں اور گھریلو ذمہ داریاں سدِّ راہ بنی رہیں۔ اس دوران بے شمار لوگوں سے بحث و تکرار رہی، وہ لوگ جن کا کام ان عبارات کو سمجھنا نہیں بلکہ اپنے اکابر کے گیت گانا اور قصیدے پڑھنا تھا۔ ہم نہیں کہتے کہ وہ اپنے اکابر کی تعریف نہ کریں، کریں، مگر دیکھ بھال کر، اگر وہ واقعی تعریف کے لائق ہوں اُن سے کوئی ایسی بھاری غلطی نہیں ہوئی جس نے اُن کے سب کئے کرائے پر پانی پھیر دیا ہو۔ جیسے مولانا محمد قاسم نانوتوی کہ دارالعلوم دیوبند کے مدرّس یا بانی بھی ہوئے اور بڑا نام کمایا مگر تحذیر الناس لکھ کر ختم نبوت زمانی کا انکار کر ڈالا، کاش ایسا نہ ہوتا، نہ ملتِ اسلامیہ دو حصوں میں بٹتی اور نہ بدبخت مرزا قادیانی کو جھوٹی نبوت کے دعوے کا موقعہ ملتا۔

بقول تھانوی صاحب، پورے ہندوستان کے علماء اہل سُنّت نے اُن کی موافقت نہ کی، مناظرے ہوئے، ردّ میں کتابیں لکھی گئیں مگر شومئ قسمت کہ توبہ کی توفیق میسر نہ آسکی۔ لہٰذا اب ان کی اندھا دُھند تعریف اپنی بربادی کا دوسرا نام ہے۔ اکابرین علمائے دیوبند کے شیدائی تو شاید کسی اندھی عقیدت کے باعث میری بات پہ توجہ نہ دیں مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ ان متنازعہ عبارات کے بعد دو چیزوں نے مجھے حضراتِ دیوبند سے حد درجہ نفرت دلائی۔ ایک یہ کہ جب بھی کسی آیت یا حدیث کے حوالے سے حضور ﷺ کے علم، اختیار، قدرت، سماعت اور عظمت و شان کی بات ہوئی، ان لوگوں نے یا تو مکمل نفی کی کوشش

کی یا پھر اُسے گھٹانے اور کم کرنے پر بھر پور زور لگایا۔ توحید کی آڑ میں تنقیصِ رسالت کلمہ پڑھنے والے کو زیب نہیں دیتی۔ بُتوں کے حق میں اُتری ہوئی آیات کو انبیاء واولیاء پر چسپاں کرنا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ قرآن کو لے کر بیٹھیں گے تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر وہ آیات تلاش کریں گے جہاں سے بظاہر اپنے نبی کے علم کی نفی یا کم کرسکیں، اُن کے اختیارات وتصرفات کو گھٹا سکیں اور ان کے بلند مقام ومرتبے کو گرا کر عام درجے کے آدمی تک لاسکیں۔ امام الانبیاء، محمد مصطفےٰ ﷺ سے یہ سلوک حد درجہ لائقِ نفرین اور ناقابلِ برداشت ہے۔ دوسری چیز جو بہت زیادہ وجہ نفرت بنی وہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر دیوبندی علماء کے جھوٹے الزامات ہیں۔ عین دوپہر کے اُجالے میں جب سورج سر پر پُوری آب وتاب سے چمک رہا ہو، اس وقت کو اندھیری رات بتایا جائے تو کون بھلے مانس یقین کرے گا۔ اگر کوئی چھوٹا موٹا مولوی، ان پڑھ، کم علم، گنوار وغیرہ ایسا کہہ بھی دے تو شاید نظر انداز بھی کر دیا جائے مگر جب پی ایچ-ڈی ڈگری کا مالک یا اپنے طبقے کا امام کہلانے والا مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی پولیس سپرنٹنڈنٹ مرزا غلام قادر گورداسپوری کو امام احمد رضا بریلوی کا استاد بتائے تو یہ سفید جھوٹ ہوگا یا نہیں؟ مکر وفریب اور بُغض وحسد کا نام دیا جائے گا یا نہیں؟ یہ کھلا بہتان نہیں تو اور کیا ہے۔ ایسا تہمت باز اور بہتان تراش لائقِ محبت ہوتا ہے یا لائقِ نفرت؟ کیا صاف پتہ نہیں چل رہا کہ مقصد صرف ایک سچے، کھرّے مسلمان اور عاشقِ رسول ﷺ سے نفرت دلانا ہے۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ یہ بہتان طرازیاں کرنے والے کیا صراطِ مستقیم دکھانے کے اہل ہیں جبکہ حضرت مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ علیہ بریلی شریف کے رہنے والے تھے جنھوں نے امام احمد رضا بریلوی کو ابتدائی طور پر کچھ کتابیں پڑھائیں۔ مرزا غلام قادر بیگ بریلوی، حکیم مرزا حسن جان بیگ کے صاحبزادے تھے۔ جو پہلے لکھنؤ میں رہتے تھے پھر ہجرت فرما کر بریلی شریف آگئے۔ آپ کا رہائشی مکان بریلی شریف میں اب بھی موجود ہے۔ مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ علیہ کے دو فرزند تھے، مرزا عبدالعزیز بیگ اور مرزا عبدالحمید بیگ، علاوہ ازیں دو دختران تھیں۔ مرزا غلام قادر بیگ

رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی کا نام مرزا مطیع اللہ بیگ تھا، جن کے پوتے مرزا عبدالوحید بیگ آج بھی بریلی شریف میں موجود ہیں۔ (اسی سلسلے میں مرزا عبدالوحید بیگ کا خط (فوٹو کاپی) اس وقت بھی راقم کے پاس موجود ہے جو ڈاکٹر نوشاد عالم صاحب (انڈیا) جبکہ وہ اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد میں زیرِ تعلیم تھے، نے مجھے عنایت فرمایا تھا)۔ خود دیوبندی مؤرخ پروفیسر محمد ایوب قادری (کراچی) لکھتے ہیں۔ ''مولانا محمد احسن (نانوتوی) نے بریلی کے اکابر وعمائد کے مشورے اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاریخی ''مصباح التہذیب'' ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۲ء میں قائم کیا............اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے''۔ (کتاب ''مولانا محمد احسن نانوتوی'' صفحہ ۸۲)

بتایئے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے رشتہ دار مولانا محمد احسن نانوتوی نے (جن کے استفتاء پر نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس لکھی) اپنے مدرسہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی کو مہتمم بنایا تھا؟ اگر علمائے دیوبند کی ''تہمت'' سچ ہے تو پھر یہ الزام مولانا محمد احسن نانوتوی (گویا دیوبندی) پر جا عائد ہوا۔ دوسری جانب مرزائیوں کی کتابوں اور خود علمائے دیوبند (قاضی زاہد الحسینی خلیفہ مجاز مولانا حسین احمد ٹانڈوی اور ابوالقاسم رفیق دلاوری وغیرہ) کی کتابوں میں صراحت سے لکھا ہے کہ مرزے قادیانی کا بھائی مرزا غلام قادر بیگ مرزا غلام مرتضیٰ کا بیٹا تھا جو گورداسپور میں پولیس کی ملازمت کرتا رہا بلکہ پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی نے اپنی دوسری کتاب میں لکھا ہے کہ مرزا غلام مرتضیٰ اور مرزا غلام قادر بیگ، دونوں باپ بیٹا سرکارِ برطانیہ کی نمایاں خدمات انجام دیتے رہے۔

(جنگ آزادی ۱۸۵۷ء صفحہ ۵۰۸، ۵۰۹)

مولانا مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۹۱۷ء میں ہوا اور انگریزوں کا نمک خوار، معزول تھانیدار مرزا غلام قادر قادیانی ۱۸۸۳ء میں فوت ہوا۔ یہاں ایسی باتوں کے دلائل پیش کرنا مقصود نہیں، غرض صرف یہ بتانا ہے کہ کس طرح ہمارے ان مخالفین نے کذب بیانی کے ریکارڈ توڑے اور کس بیدردی سے دیانت وراستبازی کے پرخچے اُڑا کر رکھ

دیئے۔ یہی حال تمام الزامات واتہامات کا ہے۔ پی ایچ-ڈی ڈگری ہولڈر نے جس طرح قلم کی عظمت وآبرو گنوائی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۔(القلم، پارہ ۲۹)

یہ آیت اور چند پچھلی آیات کریمہ ولید بن مغیرہ کے حق میں اُتریں جو حضور ﷺ کا بدترین گستاخ تھا۔ ان آیات میں اُس گستاخِ رسول کے عیب ظاہر کردیئے گئے۔ چونکہ معاملہ ناموسِ رسالت کا آپڑا تھا اس لئے اُس ستار العیوب رب نے پردہ رکھنے کی بجائے گستاخ کے تمام عیبوں سے پردہ اٹھادیا اور قیامت تک کے غلامانِ مصطفےٰ ﷺ کو نصِ صریح تھمادی کہ گستاخ کی عیب جوئی بُرائی نہیں، سنتِ الٰہیہ ہے۔ مذکورہ آیت کریمہ کا ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد نے یہ کیا ہے: ''اور ان سب (عیوب) کے علاوہ بداصل بھی ہے''۔ مودودی صاحب نے بھی یہی ترجمہ کیا اور حاشیے میں لکھا کہ ''اصل میں لفظ زنیم کا استعمال ہوا ہے، کلامِ عرب میں یہ لفظ اُس ولد الزنا کے لئے بولا جاتا ہے جو دراصل ایک خاندان کا فرد نہ ہو مگر اس میں شامل ہوگیا ہو''۔ (تفہیم القرآن جلد ششم)۔ علامہ شبیر احمد عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں: ''زنیم کے معنی بعض سلف کے نزدیک ولد الزنا اور حرام زادے کے ہیں، جس کافر کی نسبت یہ آیتیں نازل ہوئیں وہ ایسا ہی تھا'' (تفسیر عثمانی) دیوبندیوں کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا ترجمہ یہ ہے۔ ''ان (سب) کے علاوہ حرام زادہ (بھی) ہو''۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے اس کا ترجمہ ''اس کے علاوہ بدنسب بھی ہے'' کیا۔ اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی ترجمہ وتشریح میں فرماتے ہیں: سوائے ان سب عیبوں کے حرام زادہ ہے یعنی تحقیق نہیں کہ اس کا باپ کون ہے؟ (موضح القرآن) یہ تمام تشریح و ترجمے ڈاکٹر خالد محمود صاحب دیوبندی مانچسٹروی کی نگاہ میں تھے مگر چونکہ کام دجل و تلبیس اور مکروفریب سے لینا تھا اور امام احمد رضا بریلوی پر ناحق الزام تراشی کرنا تھی تاکہ اپنی ملت کو اس عاشقِ صادق سے بدظن کیا جاسکے۔ اس لئے اُن کے ترجمے پر اعتراض جڑ دیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرّہ العزیز نے اس کا ترجمہ یہ فرمایا: ''اس سب پر

طرّہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا'' (کنز الایمان) ڈاکٹر صاحب نے یہ ترجمہ نقل کیا اور لکھا کہ ''اصل میں خطا سے مراد یہ ہے کہ وہ حرامی ہے۔ کسی کی اصل میں خطا ہو بھی تو یہ اُس کا اپنا گناہ نہیں، اس کے ماں باپ کا گناہ ہوتا ہے، یہاں ان بدکرداروں کے اپنے عیب ذکر کئے جارہے ہیں۔ کسی کو حرام زادہ کہنا گالی تو ہوسکتا ہے لیکن اُسے اُس کے کسی قصور کے طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن پاک گالی سے یقیناً پاک ہے، اس شخص کے لئے جو کسی قوم میں ویسے ہی آکر مل جائے، زنیم کا لفظ کتنا مناسب ہے۔ اس کا معنیٰ حرامی یا حرام زادہ ہرگز نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے ایک گندا معنیٰ نکال کر کس گستاخی سے اسے متنِ قرآن کی طرف نسبت کردیا ہے''۔ (مطالعہ بریلویت، جلد دوم، صفحہ ۱۳۶)۔ ڈاکٹر خالد محمود صاحب زنیم کا نتیجہ نکالتے ہوئے دوسرے مقام پر یوں گُل افشانی فرماتے ہیں:

''وہ شخص جو کسی اور قوم سے ہوکر کسی دوسری قوم میں شامل ہوجائے۔ خاندان اور نسب بدلنے والا بھی بے شک زنیم ہے لیکن اُسے حرامی نہیں کہا جاسکتا۔ نہ یہ کہ اُس کی اصل میں خطا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہ نہایت گندا معنیٰ کیا ہے، علمائے اسلام جب قادیانیوں کو الزام دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اپنے مخالفین کو گالیاں دی ہیں اور اُنہیں حرام زادہ کہا ہے سوان اخلاق کا آدمی ایک شریف انسان کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم نے بھی تو ایک شخص (ولید بن مغیرہ) کو حرام زادہ کہا ہے۔ ہم نے بارہا کہا کہ قرآن کریم نے ہرگز کسی شخص کو حرام زادہ نہیں کہا۔ نہ زنیم کے معنی حرام زادہ کے ہیں۔ تو وہ جھٹ مولانا احمد رضا خان کا ترجمہ کنز الایمان پیش کردیتے ہیں کہ اس میں زنیم کے معنی یہ لکھے گئے ہیں ''جس کی اصل میں خطا ہو''۔ سو ہمیں جواباً کہنا پڑتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بھی عہدِ انگریزی میں دوسرے درجے کے مجدد ہی تھے نا، اول مرزا غلام احمد، دوم مولانا احمد رضا خاں...... کاش مولانا احمد رضا خاں کا یہ ترجمہ نہ چھپتا اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑتا''۔ (مطالعہ بریلویت، جلد دوم، صفحہ ۱۳۷)

اس کا تفصیلی جواب بندۂ ناچیز ۱۹۹۳ء میں دے چکا ہے۔ جو ماہنامہ ''القول

السدید" لاہور میں پانچ قسطوں میں شائع ہوا۔ دوبارہ ماہنامہ "معارف رضا" کراچی، جشنِ صد سالہ کنزالایمان ۲۰۱۰ء میں چھپا۔ ۲۰۱۰ء ہی میں تیسری بار یہ مضمون ماہنامہ "انوارِ رضا" جوہر آباد سے "انوارِ کنزالایمان نمبر" میں شائع کیا گیا۔ اس کے علاوہ بھارت میں بھی اس کی اشاعت ہو چکی ہے۔ علمائے دیوبند کے ترجمے آپ نے پڑھ لئے۔ دیگر مشہور تفاسیر بھی ملاحظہ فرمائیں، ولید بن مغیرہ کو بدنسب اور بداصل ہی نہیں بلکہ حرامی اور حرام زادہ بھی کہا گیا ہے۔ شانِ نزول بھی لکھ کر یہی بتایا گیا کہ زنیم کے معنی حرام زادہ کے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر خالد صاحب کو چونکہ خدا واسطے کا بیر تھا اس لئے آنکھیں بند کر کے امام احمد رضا خاں کو خوب متہم کیا اور ان کے ڈانڈے بزعم خویش مرزا غلام احمد قادیانی سے جا ملائے تاکہ تحذیر الناس پر فتوے کے جواب میں آخرت کے لئے بھی کچھ توشہ اور سامان کر لیا جائے، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اپنے طبقے میں ڈاکٹر صاحب اس سامان کی فراہمی میں سرِ فہرست ہیں ڈاکٹر صاحب کو یہ یاد دلایا جائے کہ تحذیر الناس پر فتوے کے "مجرم" مولانا احمد رضا خان اکیلے نہیں، بلکہ پورے ہندوستان کے سُنی علماء اور علمائے حرمین شریفین بھی شامل ہیں۔ اپنے متذکرہ مضمون میں بندہ نے ایک جملہ یہ بھی لکھا تھا کہ "مجھے کہنے دیجئے کہ یہ امام احمد رضا بریلوی کی کھلی کرامت ہے کہ اُن سے دشمنی کرنے والا ولید بن مغیرہ کی حمایت میں لگ گیا"۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ:

"اگر ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہنے پر امام احمد رضا بریلوی انگریزوں کے ایجنٹ ہو گئے تو آنے والے دلائل کے بعد ڈاکٹر صاحب کس کس کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیں گے اور کس کس کے سر گستاخ ہونے کی تہمت رکھیں گے"۔

جن متقدمین ومتاخرین علمائے مفسرین نے ولید بن مغیرہ کو حرام زادہ کہا اور جن علمائے دیوبند نے ترجمہ وتفسیر میں اُسے حرامی کہا، ڈاکٹر صاحب کی نگاہِ بے راہ میں وہ بھی ایک گندا معنی نکال کر گستاخی سے متنِ قرآن کی طرف نسبت کرنے والے ہوئے یا نہ؟ کیا یہ سب بھی عہدِ انگریزی کے دوسرے درجے کے مجدد تھے؟ کیا ان کے ترجمے اور تفسیریں

پیش کر کے قادیانیوں کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا پڑتا؟ کیا ان کے بارے میں بھی ڈاکٹر صاحب نے لکھا کہ "کاش ان حضرات کے یہ ترجمے اور یہ تفسیریں نہ چھپتیں؟"

صرف ایک امام احمد رضا خان بریلوی پر الزامات کی بوچھاڑ کس لئے، حالانکہ انہوں نے لفظ "حرام زادہ" بھی نہیں لکھا بلکہ "اصل میں خطا" کے الفاظ لکھے۔ معنیٰ اگرچہ وہی ہے مگر الفاظ میں سختی اور درشتی نہیں پائی جاتی۔ ان دلائل کی روشنی میں بتایئے کہ اگر ڈاکٹر خالد محمود صاحب مانچسٹروی کی دیانت وانصاف کا یہ حال ہے تو دوسروں کی دیانتداری کا عالم کیا ہوگا۔ جب ان لوگوں کو امام احمد رضا خان بریلوی کی کتابوں میں کچھ ہاتھ نہ آیا تو دیدہ دانستہ دجل وفریب سے کام لینا شروع کر دیا تاکہ جھوٹ بول بول کر اتنا بدنام کر دیا جائے کہ اُن کے اکابر کی اصل متنازعہ عبارات کی جانب کوئی توجہ ہی نہ کر سکے۔

امام احمد رضا بریلوی کو انگریزوں کا ایجنٹ قرار دیا گیا (معاذ اللہ) اور دلیل ایک بھی نہیں۔ بس کہہ دیا گیا کہ دیکھو انہوں نے ہندوستان کو دارالاسلام کہہ دیا۔ دوسری جانب حنفی مسلک کے مطابق ہندوستان دارالحرب بنتا تھا یا نہیں، وہ شرائط پائی جاتی تھیں یا نہیں، اس حقیقت سے آنکھیں موڑ لی گئیں اور اس بات کو بھی پسِ پشت ڈال دیا گیا کہ خود ان کے اکابرین میں سے خود گنگوہی اور تھانوی صاحبان نے بھی ہندوستان کو دارالاسلام ہی کہا۔ مگر جہاں دیانت وانصاف کے جنازے نکال دیئے گئے ہوں وہاں خوفِ خدا اور خوفِ آخرت کس طرح پیدا ہو۔ ان کے بڑے بڑوں نے بھی امام احمد رضا کی عداوت میں آنکھیں بند کر کے غلط حوالوں سے اُنہیں بدنام کرنے میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی اور وہ زبان استعمال کی کہ الامان والحفیظ۔ مولانا حسین احمد مدنی کو یہ لوگ شیخ الاسلام کا لقب دیتے ہیں اور اُن کے خلیفہ ہونے کو بہت بڑا اعزاز سمجھتے ہیں۔ ایسی ہی ایک کاروائی پر اُن کے متعلق مناظرِ دیوبند مولانا منظور احمد نعمانی اپنے ایک خط میں جو مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کو لکھا گیا، رقمطراز ہیں:

"الشہاب الثاقب" اپنے مواد کے لحاظ سے بڑی قیمتی کتاب تھی۔ "رجوم

المدنیین'' کے ابتدائی واقعاتی حصہ کے علاوہ آگے جوابی حصہ میں ہمارے بزرگوں کے جو واقعات اور قصائد وغیرہ نقل کئے ہیں وہ مقصد کے لئے بہت مفید ہیں لیکن اس کی زبان اور حضرت مولانا (حسین احمد مدنی) کی غیر معمولی مزاجی شدّت کی وجہ سے اس سے زیادہ فائدہ نہیں ہو سکا، اس کے علاوہ اس میں ایک خاص کمزوری یہ ہے کہ اس میں ''سیف النقی'' کے اعتماد پر ۲ حوالے غلط دے دیئے گئے ہیں۔۔۔۔ (یہ ''سیف النقی''، حسام الحرمین کے جواب میں اسی زمانے میں شائع ہوئی تھی۔ اس میں مولوی احمد رضا خان کے باپ، دادا، پیر، دادا پیر، حتیٰ کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کتابیں گڑھ گڑھ کے ان کے صفحات اور مطابع کے ساتھ حوالے دیئے گئے تھے۔ (اور یہ سب حوالے بالکل بے اصل تھے) یہ کتاب کسی نے لکھ کر دیوبند بھیجی تھی اور اسی زمانہ میں (غالباً حضرت میاں صاحب کے کتب خانہ کی طرف سے) چھپ کر شائع ہوئی تھی، بعد میں جب مولوی احمد رضا خان نے گرفت کی اور حوالوں کو چیلنج کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی دشمن کی حرکت تھی، اس کا مصنف (محمد نقی اجمیری) نامعلوم تھا۔ جب وہ چھپی تھی تو ہمارے حلقہ میں ہاتھوں ہاتھ لی گئی اور اسی زمانہ میں حضرت مولانا مدنی نے جب ''الشہاب الثاقب'' لکھی تو اس کے اعتماد پر ۲ حوالے دے دیئے۔ اس غلطی نے ''الشہاب الثاقب'' کی افادیت کو بہت نقصان پہنچایا (مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کا خیال تھا کہ یہ غالباً بریلی ہی سے پھینکا ہوا جال تھا، ناواقفی سے ہمارے حضرات اس میں پھنس گئے)۔

(نقوش رفتگاں، صفحہ ۳۹۹، ۴۰۰، از مفتی محمد تقی عثمانی۔ مکتبہ معارف القرآن کراچی)

یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی شان میں توہین آمیز عبارات اور تحقیر آمیز لب ولہجہ دیکھ کر ہمارے مخالفین پر جوں تک نہیں رینگتی مگر جونہی شاہ اسماعیل دہلوی اور نانوتوی و گنگوہی صاحبان کا نام لے کر گرفت کی جائے تو یہ حضرات آتش بداماں ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

''مشتے نمونہ از خروارے''

خوب سمجھ لیجئے کہ سب الزامات واتہامات کی حقیقت ایسی ہی ہے اور یہ الزامات بھی محض فروعات میں سے ہیں، لیکن علمائے دیوبند سے ہم اہل سنت وجماعت کا اختلاف فروعی نہیں، اصولی ہے۔ میں نے جب ان الزامات کو پڑھا اور تحقیق کے طور پر امام احمد رضا کی کتابیں دیکھیں تو ان کے مکر وفریب کا سارا پردہ چاک ہو گیا۔ ایک منصف مزاج آدمی کو ان کی کذب بیانیاں خود ہی ان سے متنفر کر دیتی ہیں، مگر اس میں انصاف شرط ہے۔

یاد رکھئے کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار عقائد صحیحہ پر ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ ہم اہل سُنت پر تکفیر کا کوئی فتویٰ نہیں۔ اس فتوے کی زد میں اگر ہیں تو علمائے دیوبند ہیں۔ کتابیں موجود ہیں، عبارتیں واضح طور پر لکھی ہوئی ہیں۔ جو ان کی تحقیق نہیں کر سکتا محض خوش عقیدگی کی بناء پر ان سے وابستہ ہے، کل قیامت کو اگر وکیلانِ تحذیر الناس، براہینِ قاطعہ وحفظ الایمان وغیرہ کی تاویلات باطلہ کی حقیقت کھل گئی تو ایسا شخص کہاں جائے گا، کیا جواب دے گا۔ آج ہی اُس جماعت سے وابستہ کیوں نہیں ہو جاتا جو ولیوں، غوثوں اور قطبوں کی جماعت ہے۔ جن پر کوئی فتویٰ نہیں، جو اللہ تعالیٰ کو وَحْدَہٗ لَاشَرِیک، مانتی ہے، فقط اسے ہی واجب الوجود اور مستحقِ عبادت جانتی ہے اور جس کا عقیدہ ہے کہ اُسی رب نے ہی اپنے نبیوں، رسولوں اور ولیوں کو کمالات وتصرفات عطا فرمائے ہیں۔ وہ ربّ جس کی ذات و صفات کا مظہرِ اتم حضور ﷺ کی ذاتِ مقدسہ ہے۔

کچھ جملوں کی بار بار تکرار شاید قارئین پر ناگوار گزرے مگر تفہیم کی خاطر یہ تکرار ناگزیر تھی۔ بغیر لکھے بات سمجھنا مشکل ہو جاتا۔ آنکھیں لگا کر پلکیں چھوڑ دی جائیں تو کیسا لگے گا؟ جہاں تک تحذیر الناس کی صفائی میں علمائے دیوبند کی عبارات مجھے دستیاب ہو سکیں، لے کر احقر نے سب کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی نئی بات سامنے آئی تو ان شاء اللہ اُس کا ردّ بھی اگلے ایڈیشن میں کر دیا جائے گا۔

نہایت دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ پیر محمد کرم شاہ صاحب بھیروی الازہری بھی تحذیر الناس کے حمایتی ہیں، چونکہ اُن کے ردّ میں احقر اُن کی زندگی ہی

میں ایک مضمون لکھ چکا ہے جو ماہنامہ ''کنز الایمان'' لاہور ستمبر ۱۹۹۷ء میں شائع ہوا۔ پھر دوبارہ مولانا محمد ہارون نے اپنی کتاب ''تنقیدی جائزہ'' میں شائع کیا اور اب ۲۰۱۱ء میں تیسری بار پھر علامہ مفتی ظہور احمد جلالی مدظلہ نے لاہور سے شائع فرمادیا ہے لہٰذا دلچسپی رکھنے والے حضرات اُس مضمون کی طرف رجوع فرمائیں۔ جن احباب نے اس مضمون کے مرتب کرنے کے دوران بندۂ ناچیز سے بھرپور تعاون فرمایا، میں فرداً فرداً سب کا ممنون ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر اور اجرِ عظیم عطا فرمائے۔

علمائے دیوبند کے نام کے ساتھ ''مولانا'' کا لفظ عرفِ عام کے پیش نظر لکھا گیا ہے۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ بندہ خطا کا پُتلا ہے۔ اگر تحریر میں کوئی غلطی دیکھیں تو بغرضِ اصلاح مطلع فرمائیں۔ اس میں جو درست ہے وہ میرے پروردگار کا کرم ہے، حضور ﷺ کی شفقت و عنایت ہے، اولیائے کرام کا فیض اور احباب کی دُعاؤں کا نتیجہ ہے اور جو اس میں کوئی غلطی ہے وہ میرے اپنے نفس کا قصور ہے، وہ میری جانب سے ہے، میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اُس کی معافی اور بخشش طلب کرتا ہوں۔

احقر العباد: سید بادشاہ تبسم بخاری عفی عنہ

۱۶-محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

۱۲-دسمبر ۲۰۱۱ء

نوٹ: کمپوزنگ کی غلطی مصنف کی غلطی شمار نہیں کی جائے گی۔

ختمِ نبوت اور تحذیر الناس

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کو آخری نبی بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ کے بعد قیامت تک کسی قسم کا کوئی نبی اور رسول نہیں آسکتا۔ قیامت تک آپ ہی کی نبوت جاری و ساری ہے۔ ''محمد رسول اللہ'' کے معنی ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ معنی آپ کے آخری نبی اور رسول ہونے کے بھی غماز ہیں جو کوئی آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا یا اُس کی تائید کرے گا یا اُس کو ادنیٰ مسلمان بھی سمجھے گا، ہر کوئی اس عقیدے سے کافر ہوتا چلا جائے گا۔ اسی طرح جو کوئی خاتم کے معنی میں تبدیلی کرے گا، مسلمان نہ رہے گا۔ قرآن حکیم نے جب خاتم النبیین فرمادیا تو یہ آیت آپ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہوگئی۔ آخری نبی کا معنی خود حضور ﷺ نے بتایا۔ صحابہ کرام، تابعین اور تمام اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا عقیدہ و ایمان اسی پر رہا اور اسی پر رہے گا۔ جملہ ائمہ کرام، مفسرین و محدثین نے قرآن و حدیث کی روشنی میں یہی بتایا کہ خاتم بمعنی ''آخری نبی'' ہے، اسی پر اجماع اور اسی پر تواتر ثابت ہے۔ اس معنی میں نہ کوئی تاویل مانی جائے گی نہ کوئی تخصیص بلکہ تاویل و تخصیص کرنے والا بھی خارج از اسلام ہوگا۔ اور سمجھ بوجھ کر بھی ایسے کافر کے کفر میں شک کرنے والا اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کا قطعی اور بنیادی عقیدہ ہے، یہ ضروریات دین میں سے ہے لہٰذا جس نے اس مسئلہ میں گڑبڑ پیدا کی، کوئی بھی اپنے نبی کا نام لیوا اُس سے سمجھوتہ نہیں کرسکتا چاہے اُس کی شہرت بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ البتہ حسد، ضد، تعصب اور بے جا ہٹ دھرمی انسان کے عقل پر دبیز پردے ڈال دیتی ہے۔ پھر انسان کو کچھ بجھائی نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے ہر مسلمان کو محفوظ و مامون رکھے۔

برصغیر میں اختلافات کب سے شروع ہوئے؟ کیوں شروع ہوئے؟ مرزا غلام احمد قادیانی نے کس کے اشارے اور کس مذہبی ماحول کی تحریک پر خود ساختہ نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، اُس دور کی مذہبی صورت حال کیا تھی؟ عقائد میں انتشار و خلفشار کس نے پیدا کیا، حضور ﷺ کی حرمت و عزت پر کون لوگ حملہ آور ہو کر اُسے مجروح کر رہے تھے؟ کس طبقے کی کتابوں نے غلامان مصطفےٰ ﷺ کے اذہان و قلوب میں آگ لگا رکھی تھی؟ ہندوستان بھر کے سنی حنفی علماء نے تکفیر کا شرعی فریضہ کیوں کرادا کیا؟ مسلمانوں کے اندر فتنہ و فساد کی یہ فضا کس گروہ نے پیدا کی؟ ان سب کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ''تحذیر الناس'' کی شر انگیزی کا مکمل پتہ چل سکے جو ۱۸۷۲ء میں لکھی گئی اور جس کے مصنف مولانا محمد قاسم نانوتوی ہیں۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ اس کتاب نے قادیانیت کی بنیاد رکھنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ یہ کتاب ۱۸۷۲ء میں لکھی گئی جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت کا دعویٰ ۲۹ سال بعد ۱۹۰۱ء میں کیا۔

اختلافات کا نقطہ آغاز:

انگریز کل بھی ہمارا دشمن تھا، آج بھی ہمارا دشمن ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعویٰ نبوت سے پہلے انگریز بہادر نے اس مقصد کے لیے حالات کافی حد تک سازگار کیے۔ عقل بھی اسی بات کو تسلیم کرتی ہے۔ کوئی کاشتکار بنجر زمین میں بیج نہیں بویا کرتا۔ وہ محنت کر کے پہلے زمین کو بیج بونے کے قابل بناتا ہے پھر بیج ڈالتا ہے اور ہری بھری فصل کاٹتا ہے۔ عیار مگر دور اندیش انگریز نے برصغیر کے مسلمانوں کو کمزور کرنے کے لیے جب فتنہ و فساد کا بیج بونا چاہا کہ انہیں لڑا بھڑا کر تقسیم کرو اور حکومت کرو تو پہلے اُس نے مسلمانوں کی نفسیات کا مطالعہ کیا، اُن کے عقیدہ و ایمان کا جائزہ لیا، جذبہ اخوت کو جانچا پرکھا اور بالخصوص مسلمانوں کے پیغمبر اعظم ﷺ سے اُن کی والہانہ محبت و عقیدت کا اندازہ کیا۔ نتیجۃً یہ آخری بات اُس کے دل میں بیٹھ گئی کہ کسی طرح ان میں سے ایک طبقہ کی اُن کے پیغمبر اعظم ﷺ سے ادب و احترام کے رشتے کو کاٹ دیا جائے کہ ظاہری صورت اسلام

کی بھی باقی رہے اور اپنا مطلب بھی اُن سے بخوبی حاصل ہو جائے یعنی ڈھانچہ باقی رہے اور اندر سے کھوکھلا کر دیا جائے۔ انگریز کی مراد پوری ہو گئی، ہمفرے نے یہی کردار حجاز مقدس میں ادا کیا۔ (دلچسپی رکھنے والے کتاب ''ہمفرے کی کہانی'' ملاحظہ فرمائیں)

اُس وقت برصغیر میں خاندان ولی اللّٰہی کی علمی شہرت عروج پر تھی۔ کہتے ہیں کہ میٹھے پھلوں میں کڑوا بھی نکل آتا ہے۔ مسلمانوں میں فتنہ و فساد کی بنیاد اسی شہرت یافتہ علمی خانوادے کے ایک فرد مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کے ہاتھوں پڑی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حکومت انگریزوں کی تھی مگر انھوں نے کمال عیاری سے یہ کام حکومت کے زور پر نہیں، حکمت کے زور پر نکالا۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے نوجوان بھتیجے کی حرکتوں پر ویسے بھی ناخوش رہتے، رہی سہی کسر مکار انگریز نے پوری کر دی مولانا شاہ اسماعیل دہلوی نے ابتدا ہی سے گل کھلانے شروع کر دیئے تھے۔ ایک بار عرب سے کوئی قافلہ ہندوستان آیا، انہوں نے نماز میں رفع یدین کیا، شاہ اسماعیل اُن سے اتنے متاثر ہوئے کہ لوگوں کو نماز میں رفع یدین شروع کرادیا۔ آباؤ اجداد کے طریقے میں جدت پیدا کر لی۔ چنانچہ مساجد میں اختلاف کے باعث مسلمانوں میں جھگڑے کھڑے ہو گئے اور وہ ایک دوسرے پر ہاتھ اُٹھانے لگے چونکہ رفع یدین کا مطلب بھی ہاتھ اُٹھانا ہے اس لیے خود علمائے دیو بند نے شاہ عبدالعزیز کے حوالے سے لکھا ہے کہ وہ از راہِ مذاق کہا کرتے ''شاہ اسماعیل نے تو واقعی رفع یدین کرادیا''۔ شاہ اسماعیل نے ایک ''رسالہ یکروزی'' میں لکھا ''ہم نہیں مانتے کہ خدا کا جھوٹ بولنا محال ہے کیونکہ اس طرح قدرت خداوندی آدمی سے کم ہو جاتی ہے'' ایک اور مسئلہ یہ نکالا کہ حضور ﷺ کی نظیر ممکن ہے، اس عقیدے سے بھی ختم نبوت پر زد پڑتی تھی حالانکہ تمام اَجِلّہ اور مُتَبَحِّر علماء کے نزدیک آپ کی نظیر ممکن نہیں۔ اس کا رد تحریک آزادی کے بے مثال مجاہد مولانا فضل حق خیر آبادی نے فرمایا۔ پھر شاہ اسماعیل دہلوی نے اپنے مرشد سید احمد رائے بریلی کے ساتھ مل کر ''صراط مستقیم'' لکھی۔ اس کتاب میں بھی توہین رسالت کا شدید ارتکاب پایا جاتا ہے۔ اس میں یہ سخت ترین جملہ لکھا کہ نماز میں حضور ﷺ

کا خیال اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہو جانے سے بھی بدتر ہے (والعیاذ باللہ) آخرتان "تقویۃ الایمان" نامی کتاب پر جا کر ٹوٹی۔ برصغیر کے مسلمانوں میں فتنہ و فساد کا دروازہ اسی کتاب نے کھولا اور انتشار و افتراق کی آگ اسی کتاب کی عبارات نے بھڑکائی۔ اس کتاب کی وجہ سے باہمی خانہ جنگی اور لڑائی بھڑائی کے خدشات کا اعتراف خود شاہ اسماعیل دہلوی کو بھی تھا۔ (ارواح ثلاثہ از مولانا اشرف علی تھانوی)

تلمیذ انور شاہ کشمیری مولانا سید احمد رضا بجنوری دیوبندی تقویۃ الایمان کے متعلق لکھتے ہیں:

"افسوس ہے کہ اس کتاب کی وجہ سے مسلمانان ہندو پاک جن کی تعداد بیس کروڑ سے زیادہ ہے اور تقریباً نوے فیصدی حنفی المسلک ہیں، دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایسے اختلاف کی نظیر دنیائے اسلام کے کسی خطہ میں بھی ایک امام اور ایک مسلک کے ماننے والوں میں موجود نہیں ہے" (انوار الباری ج ۱۳ ص ۱۱۳ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

شاہ اسماعیل دہلوی نے اس طرح کی کتابیں لکھیں اور ان پر ہونے والے معقول اعتراضات کی بوچھاڑ کا دفاع علمائے دیوبند نے اپنے ذمے لیا اور اب تک یہ "فریضہ" وہ نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ کچھ ادارے "تقویۃ الایمان" کی توہین آمیز عبارات کو تبدیل کر کے شائع کر رہے ہیں جو اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ وہ عبارات واقعی توہین آمیز اور مسلمانوں کی دل آزاری کا باعث ہیں۔ مگر جو تقویۃ الایمانی رنگ میں رنگے اور تنقیصی ماحول میں ڈھلے ہوئے ہیں انہیں عبارات کی تلخی محسوس ہی نہیں ہوتی۔ بیماری کے باعث مریض کے منہ کا ذائقہ بدل جائے تو اس کی زبان تلخ و شیریں کی تمیز بھول جاتی ہے۔

کچھ تقویۃ الایمان کے متعلق:

تحذیر الناس کو سمجھنے کے لئے پس منظر کا جاننا بہت ضروری ہے۔ بالخصوص

"تقویۃ الایمان" کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب "تقویۃ الایمان"، جس کو اُن کے چچا زاد بھائی "تفویۃ الایمان" (یعنی ایمان کو ختم کر دینے والی) کہتے تھے۔ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تصنیف "کتاب التوحید" کا چربہ ہے۔ دونوں میں بے دھڑک شرک کے من گھڑت فتوے عائد کیے گئے ہیں۔ بتوں کے حق میں اُتری ہوئی آیات چن چن کر اور دل کھول کر انبیاء و اولیاء پر چسپاں کر کے صحیح بخاری شریف کی اس حدیث کا مصداق ٹھہرے۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارُ خَلْقِ اللهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ انْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ: اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ خارجیوں کو بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرمایا کہ انھوں نے جو آیتیں کفار کے حق میں نازل ہوئیں انہیں اہل ایمان پر چسپاں کر دیا۔
(صحیح بخاری شریف ج ۳ کتاب استتابۃ المرتدین باب قتل الخوارج والملحدین)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف فرماتے ہیں:

"الحاصل بتوں اور کاملین کے ارواح میں فرق واضح ہے اور امتیاز غالب ہے۔ پس جو آیات بتوں کے متعلق وارد ہیں اُن کو انبیاء و اولیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم پر حمل کرنا یہ قرآن مجید کی تحریف ہے جو قبیح تحریف ہے اور یہ دین کی بہت بری تخریب ہے جیسا کہ تقویۃ الایمان کی عبارتوں میں ہے"۔ (بلفظہ اعلاءُ کلمۃ اللہ ص ۱۱۳)

دیوبند کے معتبر عالم سید انور شاہ کشمیری بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے!

"اور میں تقویۃ الایمان سے زیادہ راضی نہیں ہوں..... میں اس لیے راضی نہیں ہوں کہ محض ان عبارات کی وجہ سے بہت سے جھگڑے ہو گئے ہیں"۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۰۴)

اسی صفحہ پر درج ہے کہ

تقویۃ الایمان کے مضامین پر غور وفکر کرنے کے لیے پانچ اشخاص کے سپرد یہ کام کیا گیا اور عبارات وغیرہ بدلنے کا اختیار بھی دیا گیا مگر یہ جماعت دو دھڑوں میں تقسیم ہوگئی جس کے باعث اس کتاب کی تیز کلامی اور شدت میں کمی واقع نہ ہوسکی۔ (ملفوظات محدث کشمیری)

یہی تیز کلامی اور شدت توہینِ انبیاء واولیاء پر منتج ہوتی ہے۔

شاہ صاحب کشمیری کے حوالے سے لکھا ہے کہ

''حضرت کے سامنے اس رسالہ کی محدثانہ نقطہ نظر سے بھی خامیاں ضرور رہی ہوں گی''۔ (ایضاً ص۲۰۴)

آگے لکھا ہے کہ

''نانوتوی صاحب بھی اس رسالہ کے مندرجات سے راضی نہیں تھے۔'' (ص۲۰۵)

اسی صفحہ پر مولانا حسین احمد مدنی دیوبندی کی یہ رائے درج ہے:

''آپ فرماتے تھے کہ رسالہ تقویۃ الایمان میں حذف والحاق ہوا ہے (یعنی کچھ عبارات مٹادی گئیں اور کچھ بڑھادی گئیں) اس لیے اس کی نسبت حضرت شہید (اسماعیل دہلوی) کی طرف صحیح نہیں ہے''۔

(صفحہ۲۰۵ ملفوظات محدث کشمیری)

مگر یار لوگ سیاہی کو سفیدی میں تبدیل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

مولانا حسین احمد مدنی کہتے ہیں کہ

''مصنف ''التحقیق الجدید علی تصنیف الشہید'' (مولانا عبدالشکور دیوبندی مرزاپوری) نے ناقابل انکار دلائل علمی سے ثابت کردیا کہ جن عبارتوں پر تکفیر کی بنیاد قائم کی گئی ہے وہ (عبارات) سرے سے حضرت شہید کی ہیں ہی نہیں، ان میں تقویۃ الایمان نامی کتاب کو جو

شہرت ہے وہ محتاج بیان نہیں''۔

(مکتوبات شیخ الاسلام حصہ دوم ص۱۷۹ مطبوعہ مدنی کتب خانہ اردو بازار گوجرانوالہ)

مدنی صاحب کے اس بیان سے یہ تو ثابت ہوا کہ عبارات واقعی کفریہ ہیں البتہ مولانا مدنی اسکا انکار کرتے ہیں کہ وہ عبارات مولانا اسماعیل صاحب کی ہیں۔ یہ تفصیلات مکتوبات حصہ دوم ص۱۷۸ تا ۱۸۱ تک پھیلی ہوئی ہیں جس میں وہ کہتے ہیں کہ

''رسالہ تقویۃ الایمان کے دو حصے ہیں حصہ اول عربی جس کا اصلی نام 'رد الاشراک ہے'، حصہ دوم اردو ہے اور حقیقت میں اسی کا نام تقویۃ الایمان ہے.....اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا شہید نے بے شک ردشرک میں رسالہ لکھا تھا مگر اس میں نہ تمہید تھی نہ ترجمہ تھا، نہ فوائد تھے اور نہ وہ اردو میں تھا۔ نہ اسکا نام تقویۃ الایمان تھا بلکہ وہ عربی میں تھا اور اسکا نام 'ردّالاشراک' تھا''۔ (ایضاً حصہ دوم صفحہ۱۷۹)

ساری بحث کے خاتمے بعد پھر کہا گیا کہ

''خلاصہ یہ کہ تقویۃ الایمان مولانا شہید.....کی نہیں ہے اور صراط مستقیم بھی.....مولانا مدنی کا رجحان بھی اسی جانب ہے اور دوسرے اکابر بھی یہی رائے رکھتے ہیں''۔ (صفحہ۱۸۲ مکتوبات حصہ دوم)

مکتوبات شیخ الاسلام ج سوم میں بھی کہا گیا کہ

''بقیہ تقویۃ الایمان کی طرح بقیہ ''ایضاح الحق'' کے مصنف بھی کوئی اور صاحب ہیں جن کا نام سلطان محمد خاں ہے''۔

(حاشیہ صفحہ۶۲ مطبوعہ مجلس یادگار شیخ الاسلام غازی منزل کراچی)

اسکے برعکس مولانا یوسف بنوری نے ایضاح الحق کی صحت پر زمین وآسمان کے قلابے ملادیئے ہیں۔ ملاحظہ ہو اردو ایضاح الحق الصریح۔ بہرحال کوئی ان کتابوں کو محرف و مشکوک قرار دیتا ہے اور کوئی مولانا اسماعیل کی تصانیف بتاتا ہے بھانت بھانت کی بولیاں

ہیں، لیکن عبارتوں کی صحت پر سب متفق ہیں۔

اسی ''ملفوظات محدث کشمیری'' کے جامع سید احمد رضا بجنوری دیوبندی لکھتے ہیں:

''اس پر احقر نے انوار الباری جلد ۱۳ صفحہ ۱۱۳ ر میں عرض کیا تھا کہ میں اس نسبت میں اس لیے بھی متردد ہوں کہ یہ کتاب عقائد میں ہے جن کے لیے قطعیات کی ضرورت ہے جبکہ اس میں حدیثِ اطیط بھی مذکور ہے جو شاذ و منکر ہے اگرچہ ابوداؤد کی ہے.... اگر یہ پوری تصنیف حضرت شہید (دہلوی) کی ہوتی تو وہ ایسی ضعیف حدیث سے عقائد کے لیے استدلال نہ کرتے جس سے عقائد تو کیا احکام بھی ثابت نہیں ہو سکتے''۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۰۵)

مولانا عبد الشکور دیوبندی مرزاپوری نے بھی اپنی کتاب ''التحقیق الجدید علی تصنیف الشہید''، مطبع مجیدی کانپور صفحہ ۷ پر لکھا:

''صراط مستقیم، تنویر العین، ایضاح الحق خصوصاً تقویۃ الایمان وہ کتابیں ہیں جن کے متعلق شبہات ہیں۔''

نوٹ: زیر بحث حدیث ضعیف و منکر ابوداؤد کی ہے، جس میں ہے کہ خدائے تعالیٰ کی وجہ سے اس کا عرش بوجھل بوجھل کجاوہ کی طرح چرچر بولتا ہے''۔ (ایضاً ۲۰۷ ملفوظات)

شاہ اسماعیل دہلوی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں جو کریہہ اور سخت الفاظ کیساتھ متشدد لب ولہجہ اپنایا، اسکے متعلق اُن کے ایک دیوبندی وکیل صفائی مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب نے اس کو قرآنی اسلوب کی پیروی قرار دیا ہے، لکھتے ہیں:

''مولانا (اسماعیل) کے سامنے خداوند قدوس کی اُلوہیت (ذاتِ خداوندی) کا جو مذاق اڑایا جارہا تھا، یہ شدت اُسی کا ردعمل تھی اور اسلوب قرآنی کی پیروی تھی''۔

(شاہ اسماعیل شہید اور انکے ناقد ص ۱۰۵ ناشر ذوالنورین اکیڈمی لاہور)

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے شرک کے ردعمل میں کہیں بھی اپنے نیک اور محبوب بندوں کی تحقیر نہیں فرمائی اور نہ انہیں کہیں حقارت آمیز لہجے سے خطاب فرمایا۔ جبکہ شاہ اسماعیل دہلوی نے جگہ جگہ حضور ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں تحقیر آمیز لہجہ اختیار کیا۔ اس بات کا شاہ اسماعیل دہلوی کو خود بھی احساس تھا مگر ذات کی ''بڑائی'' شاید آڑے آگئی ہوگی، صرف اتنا ہی کہہ سکے:

''میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں ہی جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے.... گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہو جائیں گے۔''

(ارواح ثلاثہ ص ۹۸ از مولانا تھانوی)

صد افسوس کہ شرک خفی وجلی کی شورش تو مٹ جاتی مگر شاہ اسماعیل نے جو حرمت رسول کو مجروح کیا ہے اور حضور ﷺ کی شان میں جو گھٹیا الفاظ استعمال کیے ہیں یہ ہر مومن کے سینہ میں آج تک نیزے کی طرح پیوست ہیں۔ اس تحقیر و تضحیک کی کسک مرتے دم تک کم نہیں ہوسکتی۔ کاش شاہ اسماعیل کے بے باک قلم کا رخ انبیاء و اولیاء کی جانب نہ ہوتا۔ تقویۃ الایمان کے انداز بیان نے ہندوستانی مسلمانوں کے دل و دماغ ہلا کر رکھ دیئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد بھی کہہ اٹھے کہ

''تقویۃ الایمان کا ملک میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی''۔

(مولانا آزاد کی کہانی مرتبہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی ص ۷۹)

محترم جناب رائے محمد کمال اپنی کتاب ''سازشوں کا دیباچہ'' میں تقویۃ الایمان گے چند چونکا دینے والے اقتباسات درج فرما کر لکھتے ہیں:

''شاہ (اسماعیل) صاحب کی رد شرک و بدعت کا انداز بھی بالکل انوکھا تھا۔ دعوتِ توحید یوں دیتے کہ قلوب واذہان میں رسول اور رسالت کی قدر و منزلت ختم ہو کر رہ

جاتی۔ ''شفاعتِ وجاہت ممکن نہیں'' کے عنوان میں مختصر تمہید کے بعد (شاہ اسماعیل) نہایت بے باکی سے تحریر فرماتے ہیں:

''اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی، جن اور فرشتے، جبرائیل اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے۔'' (تقویۃ الایمان ص ۵۵،۵۶ المکتبۃ السلفیہ)

قادر مطلق کی شان وعظمت ظاہر کرنے کا یہ رنگ نہ صرف غیر مفید ہے بلکہ لرزہ خیز بھی ہے اس پردے میں مقام نبوت اور محبوب خدا کی ذات اقدس کو نشانہ بنانے سے کئی نئے موضوعات پیدا ہو گئے اس میں سے ایک مسئلہ امکان النظیر کا تھا۔ شکوک وشبہات کی اتنی تیز آندھیاں اُٹھیں کہ لوگ پریشان ہو کر پوچھنے لگے، کیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے برابر کوئی اور بھی آسکتا ہے؟ کیا خداوند کریم کوئی اور پیغمبر بھی بھیجے گا؟ امکان النظیر کا موضوع چھڑا تو اظہارِ صداقت کے لیے مولانا فضل حق خیر آبادی (انہوں نے ہی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ صادر فرمایا تھا) نے ''امتناع النظیر'' ایک کتاب لکھی اور قرآن وحدیث کی روشنی میں بھرپور استدلال کیساتھ اس باطل نظریے کا رد کیا.... پھر محمد بن عبدالوہاب کا رسالہ ''ردالاشراک'' شاہ اسماعیل صاحب کی نظر سے گزرا اور اس سے متاثر ہو کر انہوں نے تقویۃ الایمان لکھی اس کتاب (تقویۃ الایمان) سے دینی موضوعات میں بے باکی اور آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔ صد حیف عقیدۂ توحید کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم وتوقیر میں بے ادبیاں بھی شروع ہو گئیں۔ اس رسالے کا سن تالیف ۱۲۴۰ھ ہے۔ تب سے آج تک معاملہ ہاتھ سے نکلتا ہی جا رہا ہے۔ الغرض مولانا فضل حق خیر آبادی کی تحریک سے تمام جلیل القدر علماء کی دہلی کی جامع مسجد میں مشاورت ہوئی اور اجتماع میں بالاتفاق اس کتاب کا رد کیا۔ شہید آزادی مولانا فضل حق خیر آبادی کی دوسری بلند پایہ کتاب ''تحقیق الفتویٰ'' ہے۔ مولانا فضل رسول بدایونی نے المعتقد المنتقد رقم فرمائی۔ بنا بریں (اس بنیاد پر) شاہ صاحب کے مذکورہ رسالہ کی تردید میں بیسیوں چھوٹی

بڑی کتابیں تالیف ہوئیں.... قرطاس وقلم کا وہ بے دریغ استعمال ہوا کہ نتیجتاً دو مکاتیبِ فکر وجود میں آ گئے۔ جن لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے منسوب غیر مستند قول سے تقویۃ الایمان اور تحذیر الناس کا دفاع کیا وہ آگے چل کر دیوبندی کہلائے اور جن لوگوں نے مولانا فضل حق خیر آبادی کا ہمنوا بن کر (اپنے خیال میں) شان خداوندی اور مقام نبوت کا تحفظ کیا، انہوں نے بریلوی نام پایا۔ اس لیے کہ موخر الذکر طبقے کے نمائندے قصبہ بریلی کے ایک عالم دین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان تھے۔ آمد برسر مطلب، تقویۃ الایمان صراط مستقیم اور تحذیر الناس وغیرہم کی رعایت سے ایک مذہبی مزاج تشکیل پا چکا تھا۔ یہ رنگ قادیانی طالع آزما (ابن الوقت) کے بہت کام آیا..... اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ہندوستانی مسلمانوں میں فرقہ واریت اور بغض وعناد کا سب سے اہم سبب تقویۃ الایمان کی تالیف و اشاعت ہے تو یقیناً کچھ غلط نہ ہو گا۔ شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے خدا جانے کس خیال سے سادہ لوح کلمہ گوؤں کو تذبذب میں ڈالا اور سرکار مدینہ ﷺ کی ذات بابرکات سے جذباتی وابستگیوں کو حتیٰ المقدور کمزور کیا۔ بہرحال ایک بات واضح ہے کہ شہید صاحب شیخ محمد (بن) عبدالوہاب سے بہت متاثر تھے اور اپنا یہ رسالہ انہوں نے کتاب التوحید سے بلاواسطہ استفادہ کر کے ترتیب دیا تھا۔ شاہ صاحب کے افکار وعقائد بھی ان سے معکوس (اُلٹے) ہیں۔ (سازشوں کا دیباچہ ص ۱۳۱، از رائے محمد کمال، تقسیم کار کرم پبلی کیشنز لاہور)

مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی لکھتے ہیں:

''انگریزوں نے وہ ہنگامے دیکھے جو ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۵ء میں دلی کی جامع مسجد میں (تقویۃ الایمان کی وجہ سے) ہوئے اور پھر دیکھا کہ کس طرح مسلمان فرقوں اور ٹولیوں میں بٹے اور یہ سب کچھ اس کتاب (تقویۃ الایمان) کی وجہ سے ہوا، لہٰذا اس کتاب کو ہندوستان کے گوشے گوشے تک پہنچایا جائے تاکہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں۔ وہ آپس میں لڑیں اور انگریز سکون سے حکومت

کرے''۔ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۵۱)

مولانا زید فاروقی نے یہ بھی لکھا ہے:

''پروفیسر محمد شجاع الدین صدر شعبہ تاریخ دیال سنگھ کالج لاہور نے۔ جن کی وفات ۱۹۶۵ء میں ہوئی ہے، اپنے ایک خط میں پروفیسر خالد بزمی لاہور کو لکھا ہے اور اس کا اعتراف کیا ہے کہ انگریزوں نے کتاب تقویۃ الایمان بغیر قیمت کے تقسیم کی ہے''۔ (ایضاً ص ۱۵)

محترم جناب رائے محمد کمال نے علامہ اقبال کا ایک فکر انگیز حوالہ نقل فرمانے سے قبل لکھا:

''تاریخی شہادت یہی ہے کہ کم از کم ہندوستان کی فضا کسی بھی کذاب و مدعی کے لیے بڑی حد تک سازگار ہو چکی تھی۔ اسکا حقیقی سبب مسئلہ امکان النظیر سے جڑا ہوا ہے، یہ اہم راز دانائے راز کی نگاہ میں تھا۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اپنے ایک تاریخی و تحقیقی مضمون ''اسلام اور احمدیت'' میں اس جانب واضح اشارہ فرما گئے ہیں: ''پس قارئین کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اسلام کے رخساروں پر اس وقت احمدیت کی جو زردی نظر آ رہی ہے وہ مسلمانان ہند کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں کوئی ناگہانی واقعہ نہیں ہے، وہ خیالات جو بالآخر اس تحریک میں رونما ہوئے، ہیں بانیِ احمدیت کی ولادت سے پہلے دینیاتی مباحث میں نمایاں رہ چکے ہیں''۔ (اقبال اور قادیانی، مؤلف نعیم آسی دیوبندی ص ۱۲۳)

یہ وہی دینیاتی مباحث اور جھگڑے تھے جو تقویۃ الایمان اور مسئلہ امکان النظیر پر ہندوستان کے شہر شہر اور گاؤں گاؤں شروع ہو چکے تھے۔ پھر تحذیر الناس نے ان شعلوں کو اور ہوا دی۔ قادیانیت کی راہ سے نہ صرف کانٹے ہٹا دیئے بلکہ گلپاشی کے لیے پھولوں کے ڈھیر بھی اکٹھے کر دیئے۔ آج جب کوئی قادیانی کسی دیوبندی عالم کی کوئی کتاب تحذیر الناس

کے دفاع میں لکھی ہوئی دیکھتا ہے تو اسکی مسکراہٹیں لبوں سے نکل کر رخساروں تک پھیل جاتی ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی تک پوری منصوبہ بندی کیساتھ جو ماحول پروان چڑھایا گیا اُس میں ایک تو مسلمانوں کے اندر غلط مذہبی خیالات پیدا کر کے ان کو متعدد فرقوں میں تقسیم کرنا تھا دوسرے بشارتوں اور الہامات کو رواج دینا تھا تا کہ مسلمان ہر قسم کی بشارتوں اور الہامات سے مانوس ہو کر ایک نئی بشارت والہام کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جائیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے عہد قریب میں عجیب قسم کے دعوے سامنے آئے۔ ان دعویداروں کے متبعین آج بھی بڑی عقیدت سے اُن کے دعوے کتابوں میں لکھتے چلے آتے ہیں۔ فتنہ انگیز کتابیں بھی اسی مخصوص طبقے کی ہیں جو آگے جا کر دیوبندی کہلائے اور بشارات والہامات بھی انہی کے بزرگوں کا کرشمہ ہیں۔ خیال رہے کہ وحی والہام اور بشارات ورؤیا کو صحیح طور پر سمجھنا اور سمجھانا علمائے حق کے ساتھ مخصوص ہے۔ عوامی ذوق اور عام پڑھا لکھا طبقہ ان چیزوں کے فرق وتمیز سے عموماً بے بہرہ ہی رہا۔ اگر آپ ان دعاوی کی تفصیل دیکھنا چاہیں تو ''مکتوبات سید احمد شہید'' حیات سید احمد شہید'' اور ''سوانح احمدی'' کا مطالعہ فرمائیں۔ سید صاحب مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کے پیر و مرشد تھے۔ جناب اسماعیل صاحب اپنے مرشد کے بارے میں یہ بشارت دیتے ہیں:

''آپ کی ذات والا صفات ابتداء فطرت سے جناب رسالت مآب کی کمال شباہت پر پیدا کی گئی تھی''۔ (صراط مستقیم ص ۳ مطبع احمدی لاہور)

جبکہ ''اسلامی اکادمی لاہور'' سے شائع ہونے والی صراط مستقیم کی عبارت یہ ہے:

''آپ کی ذات والا صفات ابتداء فطرت سے جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوات والتسلیمات کی کمال مشابہت پر پیدا کی گئی تھی''۔

(ص ۱۵)

اس خبر میں شاہ اسماعیل صاحب نے بڑی عجیب مماثلت بیان کی ہے۔ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"پس ان بزرگوں اور انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں فرق صرف اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اُمتوں کی طرف مبعوث ہوتے ہیں اور یہ بزرگ مظان حکم کو قائم کرتے ہیں اور ان کو انبیاء سے وہی نسبت ہوتی ہے جو چھوٹے بھائیوں کو بڑے بھائیوں سے یا بڑے بیٹوں کو اپنے باپ سے نسبت ہوا کرتی ہے"۔ (صراط مستقیم ص ۷۳،۷۴)

تھانوی صاحب کے مواعظ وملفوظات "قصص الاکابر" میں لکھا ہے:

"مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے.... "حضرت سید احمد صاحب کے مولانا اسماعیل صاحب شہید جیسے شخص معتقد تھے جو کہ تمام دنیا میں کسی کے معتقد نہ تھے۔ ص ۳۰ م ۸۱ حسن العزیز جلد دوم"۔

(قصص الاکابر صفحہ ۱۰، ادارہ اشرف الامداد لاہور)

معاملہ تھوڑا سا اور آگے بڑھتا ہے۔ دہلوی صاحب اپنے مرشد کا خواب بیان کرتے ہیں کہ! حضور ﷺ اپنے ہاتھ مبارک سے تین عدد چھوہارے سید احمد صاحب کے منہ میں ایک ایک کر کے ڈالتے اور کھلاتے ہیں۔ پھر ایک دن خواب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو غسل دیا اور جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے نہایت عمدہ اور نفیس قیمتی لباس اپنے مبارک ہاتھوں سے آپ کو پہنایا اور پے در پے معاملات اور بے شمار واقعات وقوع میں آئے۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت حق جل وعلا (یعنی اللہ تعالیٰ) نے آپ کا داہنا ہاتھ خاص اپنے دست قدرت میں پکڑ لیا اور کوئی چیز امور قدسیہ سے جو کہ نہایت رفیع اور بدیع (نوایجاد) تھی آپ کے سامنے کر کے فرمایا کہ ہم نے تجھے ایسی چیز عطا کی ہے اور ایسی اور چیزیں بھی عطا کریں گے۔ (ص ۳۱۵، ۳۱۶) اسی سے متصل آگے ایک شخص کے بیعت کی درخواست کا قصہ درج ہے۔ اسمٰعیل صاحب اپنے مرشد کے بارے میں رقمطراز ہیں جو اپنے رب سے مخاطب ہیں:

"ایک بندہ اس امر کی درخواست کرتا ہے کہ مجھ سے بیعت کرے اور

آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہوا ہے.... پس اس معاملہ میں کیا منظور ہے؟ اس طرف سے حکم ہوا کہ جو شخص تیرے ہاتھ پر بیعت کرے گا اگر چہ وہ لکھو کھہا ہی کیوں نہ ہو ہم ہر ایک کو کفایت کریں گے"۔

(صراط مستقیم ص ۳۱۶)

تھانوی صاحب کی ملفوظات "قصص الاکابر" میں لکھا ہے کہ کچھ فنی علماء جو صَرف ونحو اور معقولات کے علم میں یکتا تھے، آئے اور سید احمد بریلوی سے سوالات کرنے لگے۔ سید صاحب نے اہلِ علم کی طرز پر ایسے جوابات دیئے کہ مریدین حیران رہ گئے۔ آگے لکھا ہے "جب مجلس ختم ہوئی تو بعض لوگوں نے پوچھا۔ فرمایا کہ جب یہ لوگ آئے تو میں نے حق تعالیٰ سے دُعا کی، اے اللہ! مجھ کو رُسوا نہ کیجیو۔ حق تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بُوعلی رحمتہ اللہ علیہ کی رُوح کو حکم دیا کہ جواب میں اعانت کرو۔ چنانچہ امام صاحب کی رُوح میرے داہنے طرف تھی اور شیخ کی بائیں طرف۔ جو وہ کہتے تھے میں کہہ دیتا تھا"۔

(قصص الاکابر صفحہ ۱۶)

اس پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر اس شعر پہ اکتفا کیا جاتا ہے جو اسی لمحے موزوں ہوا:

تصرّفات کی دنیا میں جب بھی جھانکتے ہیں
زمیں پہ پھول فلک پہ ستارے ٹانکتے ہیں

سید احمد کی سوانح عمریوں میں شاہ اسماعیل وغیرہ کو بمنزلہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور یار غار وغیرہ لکھا گیا ہے۔ نیز سید صاحب کو مرتبہ امامت پر فائز کر کے منکرین امامت کو باغی اور واجب القتل قرار دیا گیا ہے۔ شاہ اسماعیل صاحب کی زبان سے یہ بیان ملاحظہ فرمائیں:

"ہم ان فتنہ پردازوں کو فی الحقیقت مرتدوں بلکہ اصل کافروں میں شمار کرتے ہیں اور ان کو اہل کتاب کافروں کے مثل جانتے ہیں"۔

(مکتوبات سید احمد شہید ص ۲۴۱)

مسلمانوں کے بارے میں آپ نے یہ بیان پڑھ لیا۔ اب دو بیان سید احمد صاحب کے یہ بھی دیکھ لیں، فرماتے ہیں:

''میرے مخالفین جنہوں نے میرے اس منصب کا انکار کیا ہے ہلاکت اور ذلت میں ڈالے جائیں گے''۔

''میرا ساتھی بے شک محمدیوں میں سے ہے اور میرے مخالف کا ساتھ بلاشبہ کفار میں سے''۔ (مکاتیب سید احمد شہید ص ۱۰۸-۱۴۹)

خدا ہی جانتا ہے کہ یہ جہاد ہو رہا تھا یا منصب امامت اور امیر المومنین ہونا منوایا جا رہا تھا۔

اسماعیل دہلوی یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں:

''آنجناب (سید احمد) کی اطاعت تمام مسلمین پر واجب ہو گئی۔ جس کسی نے آنجناب کی امامت ابتداءً قبول نہ کی یا قبول کرنے سے انکار کیا پس وہی ہے باغی جس کا خون حلال ہے اور جس کا قتل مثل قتل کفار، عین جہاد ہے اور اس کی ہلاکت تمام اہل فساد کی ہلاکت کہ اس طرح رب العباد کی مرضی ہے، چونکہ ایسے اشخاص کی مثال حدیث متواترہ کے موجب جہنم کے کتوں اور ملعون شریروں جیسی ہے۔ یہ اس ضعیف کا مذہب ہے پس اس ضعیف کے نزدیک اعتراض کرنے والوں کے اعتراض کا جواب تلوار کی ضرب ہے''۔

(مکاتیب سید احمد شہید ص ۷۴، ۷۵)

شاہ اسماعیل دہلوی کو سرحدی مسلمانوں سے شدید خطرہ تھا کیونکہ وہ ان کی ''حقیقت جہاد'' کو خوب جانتے تھے لہٰذا اُنکے لیے بھی فتوے صادر فرمائے گئے کہ! ''اثبات امامت کے بعد حکم امام سے سرتابی سخت گناہ اور قبیح جرم ہے۔۔۔۔امام کا حکم بزور مخالفوں پر نافذ کریں اس معرکہ میں لشکر امام سے جو شخص قتل ہو گا وہ شہید و نجات یافتہ سمجھا جائے اور لشکر

مخالف کے مقتولین مردود ناری متصور ہوں گے''۔ (سید احمد شہید از مولانا غلام رسول مہر ص ۴۶۳)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اسی قسم کے دعاوی کی پیروی کی اور ایسے ہی نادر شاہی فتوے صادر کیے۔ مشائخ عظام اور علمائے کرام کے خلاف ایسے دعوے دیوبندی کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں جو مرزا بڑی شدومد سے کرتا رہا، پورا ایک بھی نہ ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی بننے کی کیوں سوجھی؟ اس کے لیے جعفر تھانیسری کا یہ بیان پڑھیے:

''جب مولانا (شاہ اسماعیل) شہید کی پہلی نظر چہرہ مبارک سید (احمد) صاحب پر پڑی تو فرمایا کہ اگر یہ بزرگ اپنے مہدی ہونے کا دعویٰ کرے تو میں بلا تامل اسکے ہاتھ پر بیعت کرلوں گا''۔

(سوانح احمدی ص ۳۰۱)

مرزا حیرت دہلوی نے بھی لکھا ہے کہ شاہ اسماعیل نے اپنے پیر کے لقب مہدیت کو خود بھی قبول کر لیا تھا اور چاہتے تھے کہ لوگوں سے بھی منوائیں''۔ (حیات طیبہ ص ۲۰۹)

ایک ذمہ دار مؤرخ شیخ محمد اکرام تصدیق کے طور پر لکھتے ہیں:

''سید صاحب کے بعض معتقدین جو انہیں مہدی موعود سمجھتے تھے، یہ خیال کرتے رہے کہ سید صاحب غائب ہو گئے ہیں''۔ (موج کوثر ص ۳۳)

ان کتابوں میں درج ہے کہ لوگوں کو سید صاحب کے بارے میں باقاعدہ تلقین کی جاتی تھی کہ سید صاحب کا ظہور قریب ہے وہ امام وقت ہیں، یہ بھی لکھا ہے کہ سید صاحب نے جہاد پر جاتے وقت اپنی بہن کو تسلی دی کہ جب تک ہندوستان کا شرک، ایران کا رفض، چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے مٹ کر ہر سنت زندہ نہیں ہو جائے گی، اللہ رب العزت مجھے نہیں اٹھائے گا۔ (دیکھئے سوانح احمدی) افسوس کہ سید صاحب کا نہ تو دوبارہ ظہور ہوا کہ لوگوں کے دعوے سچے ہوتے اور نہ ہندوستان سے شرک، ایران سے رفض اور چین سے کفر مٹا کہ سید صاحب کی پیشنگوئی پوری ہوتی۔

محترم جناب رائے محمد کمال لکھتے ہیں:

''کاش! اپنے اپنے علماء و مشائخ کو ذات رسول اقدس ﷺ کا بدل نہ سمجھ لیا جاتا۔ اگر لوگ اس بنیادی نکتہ کا ادراک رکھتے کہ ہمارے لیے نبی آخری الزماں کے علاوہ اور کوئی حجت نہیں ہے تو جگ ہنسائی کا ایسا سامان نہ ہوتا۔ الغرض مذکورہ علماء گرامی جس رجحان کو پروان چڑھا رہے تھے اس سے عوام میں شدید گمراہی و بدعقیدگی پھیلی اور امر دلچسپی یہ ہے کہ آگے چل کر زیادہ تر انہی کے افکار سے ڈسے ہوئے افراد، مرزا غلام احمد قادیانی کے فریب میں آئے''۔ (سازشوں کا دیباچہ ص ۴۰،۴۱)

سید احمد رائے بریلوی کا ایک بیان اور بھی ملاحظہ فرمائیں:

''میں اللہ کا وہ بندہ ہوں جس کے لیے مچھلیاں پانی میں اور چیونٹیاں سوراخوں میں دعا کرتی ہیں اور جس طرف کو میں نکل جاتا ہوں وہاں کے درخت اور جانور تک مجھے پہچانتے اور سلام کرتے ہیں''۔

(ارواح ثلاثہ ص ۱۵۱ از مولانا اشرف علی تھانوی)

قارئین کے ذہن میں وہ حدیث ضرور ہوگی جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ! میں آج بھی اُس پتھر کو جانتا ہوں جو میرے اعلان نبوت سے قبل مجھ پر سلام پڑھتا تھا۔ اسی طرح جانوروں کا آکر پہچان کر قدموں پہ سر رکھ کر اپنے مالک کا شکوہ کرنا اور درختوں کا حکم ماننا وغیرہ حضور ﷺ کے لیے مخصوص تھا کیونکہ وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں۔ اس بیان میں درختوں اور جانوروں کا سلام کرنا بڑی عجیب بات ہے۔ اس بات میں تو کوئی شک وشبہ نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کا ایک خود کاشتہ پودا تھا مگر دیکھنا یہ بھی ہے کہ اُسے اُس وقت کس قسم کا مذہبی ماحول اور دینی لٹریچر میسر آیا کہ وہ کبھی مہدی بنا، کبھی مسیح اور آخر میں محمد رسول اللہ ﷺ کا ظلی اور بروزی نبی بن بیٹھا۔ آخر وہ کیا اسباب تھے کہ لوگ اُس کی خانہ ساز نبوت کے پھندے میں گرفتار ہوتے چلے گئے۔ اور کون سا گمراہ کن مواد تھا جو اُسے بھی برباد کر گیا۔ اس جائزے میں ایک تو ابھی آپ نے شاہ اسماعیل اور سید احمد کے حالات

و واقعات ملاحظہ فرمائے۔ آپ یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ شاہ اسماعیل اور مولانا فضل حق خیر آبادی فریقین کے نمائندہ حضرات تھے۔ شاہ اسماعیل کی تقویۃ الایمان اور مسئلہ امکان النظیر کا رد مولانا فضل حق خیر آبادی نے فرمایا۔ یہاں سے دو گروہ ہوئے۔ آگے چل کر جو مولانا شاہ اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان کے محبّ و عقیدتمند تھے وہ دیوبندی کہلائے اور مولانا فضل حق خیر آبادی کی ان مسائل میں پیروی کرنے والے بریلوی ہوئے۔ یعنی یہ دیوبندی بریلوی نسبت مقامی حدوں سے نکل کر نظریاتی حدوں تک پہنچ گئی۔ رائے محمد کمال لکھتے ہیں:

''اس بات پر اتفاق کامل موجود نہیں ہے کہ تحریک احمدیہ، علمائے دیوبند کی بازگشت تھی یا دیوبندی مسلک وہابیوں کے خمیر سے اُٹھا اور جماعت اسلامی، نیچریت، چکڑالویت ودہریت انہی کا ثمر ہے۔ تاہم حقائق واقعی سے اتنا ضرور مترشح ہوتا ہے کہ ملت مرزائیہ نے حلقہ بریلویت وشیعیت میں کوئی خاص فروغ نہیں پایا۔ اہل تشیع میں امام زماں کی غیوبت اور نظریہ امامت درجہ نبوت تک جا پہنچا لیکن وہ پھر بھی جماعت احمدیہ کے مکر وفریب سے بڑی حد تک محفوظ رہے شاید انکی عصبیت (مضبوطی) کام آئی۔ ''بریلوی عوام میں کم علمی[1] کے باوجود قادیانیت کا مرض نہیں پھیلا''۔ غالبًا اسکا سبب رسول پاک ﷺ سے جذباتی واحساساتی رشتے کی شدت ٹھہری۔ یہ وبا سب سے زیادہ اہل حدیث مکتبہ فکر میں پھوٹی۔ یہاں وابستگان دیوبند کا تذکرہ غیر ضروری ہے کہ ان کی صف سے نکلنے والے (پہلے) وہابیت اپناتے اور پھر ہر قسم کے شکاریوں کے پھندہ میں آجاتے ہیں''۔

(سازشوں کا دیباچہ ص ۵۴)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''حقائق یہی بتاتے ہیں کہ مولانا بریلوی اُن ایام میں بھی ڈنکے کی

(۱) کم علمی کا قول، رائے کمال صاحب کی رائے ہے اگر چہ ہم اس سے متفق نہیں

چوٹ پر قادیانی دجال کے کفر وارتداد کا فتویٰ صادر کر رہے تھے جب دوسرے مکاتیب فکر کے علماء و مشائخ کو اس میں تامل (تذبذب) تھا۔ بریلویوں کے اعلیٰ حضرت یہاں تک فرما گئے کہ جو مرزائیوں کو کافر نہیں جانتا وہ بھی سخت کافر و منافق ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت ج اول ص ۱۳۵) ردّ قادیانیت میں باقاعدہ کتب و رسائل بھی اُن سے یادگار ہیں۔ بریلوی عوام کا مزاج بھی عجیب واقع ہوا۔ شاید احمد رضا خان کی فکر و شخصیت کا اثر ہے کہ یہ کسی آدمی کو پیر فقیر تو مان سکتے ہیں اور وہ بھی اس صورت میں کہ وہ حقیقتاً یا ضرورتاً رسول پاک ﷺ سے وفاداری کا دم بھرتا ہو۔ ایک ظاہر باز یا خدامست درویش کو آنکھوں پہ اُٹھا اور دل میں بٹھا لیں گے مگر صرف اُس وقت تک جب تک وہ سرکار مدینہ ﷺ سے نسبت غلامی کا اقرار کرتا رہے۔ نہیں تو امام کعبہ کو بھی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ ان میں بھی حد درجہ عصبیت (مضبوطی) دکھائی دیتی ہے اور یوں قادیانی کذاب کی اُبلہ فریبیوں (دھوکہ بازیوں) سے یہ طبقہ بھی بچ نکلا۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزائی فتنہ کے قلع قمع کے لیے سب سے زیادہ کام علمائے دیوبند کر رہے ہیں[1] مگر یہ بھی سچ ہے کہ شاید تشکیک (شکوک و شبہات) بھی ان میں ہی زیادہ پائی جاتی ہے اور کئی اقدارِ مشترک ہونے کی وجہ سے مرزائیوں کو ان پر شب خون مارنے میں آسانی ہوا کرتی ہے‘‘۔

(سازشوں کا دیباچہ ص ۵۸،۵۹)

دیوبندیوں کے اہل حدیث ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ علمائے دیوبند علمائے اہل حدیث غیر مقلدین کا پورا پورا احترام کرتے ہیں، اہل حدیث کے وفات شدہ علماء کے

۱ ’’یہ محض رائے کمال صاحب کی ذاتی رائے ہے ہم اس سے ہرگز متفق نہیں‘‘۔

ناموں کیساتھ دیوبندی علماء باقاعدہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ اس لیے دیوبندی حضرات ان کے قریب رہتے ہوئے پہلے اہل حدیث بنتے ہیں اور آئمہ کی تقلید چھوڑ دیتے ہیں، پھر رفتہ رفتہ شدت پیدا ہوتی ہے تو ایک نئے طبقہ میں جا پڑتے ہیں جسے ’’جماعت المسلمین‘‘ کہتے ہیں، یہ بھی اہل حدیثوں کی ایک متشدد قسم کی شاخ نکلی ہے۔

تقویۃ الایمان کی چند توہین آمیز عبارات:

نہایت مناسب ہوگا کہ چند عبارات تقویۃ الایمان کی بھی پیش کر دی جائیں تا کہ قارئین کو نتیجہ اخذ کرنے میں دقت پیش نہ آئے۔ دیوبندی وکیل صفائی مولانا اخلاق حسین قاسمی کے یہ جملے پھر تازہ کر لیجئے:

’’مولانا (اسماعیل) کے سامنے خداوند قدوس کی اُلوہیت کا جو مذاق اڑایا جا رہا تھا یہ شدت اُسی کا ردعمل تھی اور اسلوب قرآنی کی پیروی تھی‘‘۔ (شاہ اسماعیل شہید اور انکے ناقد ص ۱۰۵)

یہ قاسمی صاحب کی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑی تہمت اور بہتان ہے کہ یہ شدت قرآنی اسلوب ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ ابھی ہم تقویۃ الایمان کی توہین آمیز عبارات پیش کرنے والے ہیں انہیں پڑھ کر بتایا جائے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے شرک پر شدت کرنے کے بجائے اپنے پیارے نبیوں اور رسولوں کی اسی طرح توہین کی جیسی تقویۃ الایمان میں ہے؟ شرک کریں مشرک اور برا بھلا کہا جائے انبیاء کرام کو۔ کیا یہ قرآنی اسلوب ہے؟ والعیاذ باللہ۔

بالفرض مولانا اسماعیل صاحب کو فی الواقع اگر لوگوں میں بدعات کی برائی نظر آئی تھی تو لوگوں پر سختی کرتے، بے شک انہیں برا بھلا کہہ لیتے حضور ﷺ کی عظمت و عزت کو تو مجروح نہ کرتے۔ حیرت کی بات ہے کہ یہ برائیاں شاہ اسماعیل کے چچاؤں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین کی آنکھوں سے کیونکر اوجھل رہیں؟ حالانکہ علمی درجے میں شاہ اسماعیل صاحب ان بزرگوں کا عشر عشیر بھی نہیں۔ پھر یہ بھی کہ دنیا

خاندان ولی اللّٰہی سے فیض حاصل کرنا چاہتی ہے اور شاہ اسماعیل اس خاندان کے ہوتے ہوئے رائے بریلی کے سید احمد صاحب کے جا مرید ہوتے ہیں، کیوں؟ ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

فاقہ کش مگر اپنے نبی کے غلام مسلمان کے بارے میں انگریز کی سوچ کو حضرت علامہ اقبال نے شعر میں اس طرح ڈھالا ہے: ؎

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
اِس کے بدن سے رُوحِ محمد ﷺ نکال دو

روحِ محمد نکالنے کے کیا سامان کیے گئے؟ درج ذیل چند عبارات ملاحظہ فرمائیں!

''بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کا حق اُس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لیکر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار (کمینے) کے سر پر رکھ دیجئے۔ اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟ اور یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے''۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۵ مکتبہ سلفیہ لاہور)

یعنی استمداد و استعانت جو انبیاء و اولیاء سے کی جاتی ہے تو بڑے کا حق لیکر یعنی اللہ کا حق لے کر ذلیل کو دے دیا۔ یہاں ذلیل، انبیاء و اولیاء کو کہا گیا۔ پھر آگے کہا، جیسے بادشاہ کا تاج بجائے بادشاہ کے سر پر رکھنے کے کسی کمینے اور نیچ کے سر پر رکھ دیا جائے، اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی۔ یہ بات سمجھا کر اب کہتے ہیں کہ خوب اچھی طرح جان لو کہ ہر مخلوق (ساری مخلوق آگئی) بڑا ہو (انبیاء کرام) یا چھوٹا (اولیاء کرام) اللہ کی شان کے آگے چمار (یعنی کسی کمینے اور نیچ) سے بھی ذلیل ہے.... نقل کفر کفر نباشد۔ یعنی چمار کی پھر کچھ حیثیت ہے اللہ تعالیٰ کے آگے انبیاء و اولیاء کی حیثیت چمار جتنی بھی نہیں۔ (والعیاذ باللہ)

شاہ اسماعیل صاحب کے اس جملے پر غور فرمائیے: ''جس نے اللہ کا حق اُس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا۔''

''اللہ کے حق سے مراد'' اس کی مدد دینا، فریاد سننا، مشکلیں آسان کرنا، تندرست کرنا، وغیرہ ہے ''اس کی مخلوق کو دیا'' سے مراد انبیاء و اولیاء ہیں.... تو بڑے سے بڑے یعنی اللہ تعالیٰ کا حق ذلیل سے ذلیل (یعنی انبیاء و اولیاء) کو دے دیا۔ اس وضاحت پر بھی بندہ اللہ تعالیٰ سے ہزار بار معافی کا طلبگار ہے.... تقویۃ الایمان جو اردو زبان میں لکھی گئی وہ بھی خود شاہ اسماعیل صاحب دہلوی ہی نے لکھی۔ آئیے دیکھتے ہیں اردو زبان میں ''ذلیل'' کے معنی کیا ہیں؟ فیروز اللغات میں اس کے معنی خوار، رسوا، بدنام اور کمینہ کے ہیں.... بڑے سے بڑے کے مقابل ''ذلیل سے ذلیل'' کہا گیا ہے ''ذلیل سے ذلیل'' جس موڈ میں لکھا گیا اس کا معنی کمینہ سے کمینہ یا نیچ سے نیچ ہوگا۔ اب آئیے قرآن مجید کی طرف سورۃ المنافقون میں فرمایا:

یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط

اس کا ترجمہ و تفسیر مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی کی تفسیر معارف القرآن ج ۸ سے پیش کی جاتی ہے اس سورۃ کے شانِ نزول میں مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ

''ایک موقعہ پر رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کے لیے (جبکہ غزوہ بنی المصطلق کی فتح کے بعد ایک چشمہ یا کنویں پر پانی کی وجہ سے ایک انصار اور ایک مہاجر کا جھگڑا ہوا اور حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی تو جھگڑا مٹا کر سب کو بھائی بھائی بنا دیا)۔ اپنی مجلس میں جس میں منافقین جمع تھے اور مومنین میں سے صرف زید بن ارقم رضی اللہ عنہ موجود تھے اس مجلس میں اُس نے انصار کو مہاجرین کے خلاف بھڑکایا اور کہا! اب تمہیں چاہیے کہ جب مدینہ پہنچ جاؤ تو تم میں سے جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال باہر کرے۔ اسکی مراد عزت والے سے خود اپنی جماعت اور انصار تھے اور ذلیل سے مراد (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین صحابہ تھے۔ حضرت زید بن

ارقم رضی اللہ عنہ نے جب اس کا یہ کلام سنا تو فوراً بولے کہ واللہ تو ہی ذلیل و خوار اور مبغوض ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ کی طرف سے دی ہوئی عزت اور مسلمانوں کی دلی محبت سے کامیاب ہیں۔''

آگے لکھا ہے کہ حضور ﷺ پر یہ چیز بہت شاق گزری۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ اجازت فرمائیں تو میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ اس واقعہ کے بعد سورۃ المنافقون اُتری۔ دیوبندی حضرات اپنے مفتی صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ کریں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ابن اُبی اُس قبیلہ کا سردار تھا اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی اُس کی عزت و عظمت کے قائل تھے لیکن جس وقت اُس کی زبان سے مومنین، مہاجرین اور خود رسول اللہ ﷺ کے خلاف الفاظ سنے (الفاظ وہی تھے یعنی ''ذلیل'' جو شاہ اسماعیل نے انبیاء کے لیے کہے۔ راقم) تو برداشت نہ کرسکے۔ اُسی مجلس میں ابن اُبی کو منہ توڑ جواب دیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے سامنے شکایت پیش کردی۔ اگر آج کل کی برادری پرستی ہوتی تو اپنی برادری کے سردار کی یہ بات وہ کبھی حضور ﷺ تک نہ پہنچاتے۔'' (معارف القرآن ج ۸ ص ۴۵۵)

ایک عبارت اور دیکھئے:

''اسی واقعہ میں خود ابن اُبی کے صاحبزادے عبداللہ کے واقعہ نے اس کو کس قدر روشن کردیا کہ اُن کی محبت و عظمت کا اصل تعلق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے تھا جب اپنے باپ سے اُن کے خلاف بات سنی تو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر خود اپنے باپ کا سر قلم کرنے کی پیشکش کردی اور اجازت طلب کی، آپ ﷺ نے اُسے روک دیا''۔ (ص ۴۵۵ ایضاً)

مفتی صاحب کی بات کتنی سچی نکلی کہ آج برادری پرستی اور اکابر پرستی کے شکار ہو کر لوگوں کو انتہائی توہین آمیز عبارات پڑھ کر بھی کچھ احساس نہیں ہوتا۔ دیکھئے جس سیاق و سباق میں یہ لکھا گیا ہے کہ ''بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا'' یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ شاہ اسماعیل نے انبیاء و اولیاء کو ذلیل سے ذلیل کہہ کر بہت بڑی گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔ اوپر جو آیت کریمہ درج کی گئی اس کے متصل ہی ارشاد ہوا:

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

(منافقون: ۸)

ترجمہ: حالانکہ (ساری) عزت تو صرف اللہ کے لیے، اُسکے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے مگر منافقوں کو (اس بات) کا علم ہی نہیں۔

منافقین نے مسلمانوں کو مع اُنکے رسول اللہ ﷺ کے معاذ اللہ ذلیل کہا تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ''عزت والا'' کہہ کر منافقین کو ذلیل و خوار کردیا اور نبی کی شان بلند فرما دی۔ جبکہ اسماعیل دہلوی نے جگہ جگہ بارگاہ نبوت میں نازیبا اور تحقیر آمیز الفاظ ولب و لہجے کے ساتھ نبی معظم ﷺ کو اپنے مقام ومنصب سے گرانے کی سعی ناکام کی۔ یہاں ایک علاقائی واقعے کا ذکر بے جا نہ ہوگا کہ مسجد میں ایک دیوبندی امام نے جماعت کرانا تھی اور اُس وقت ایک آدمی مصروفِ تلاوت تھا۔ دو تین بار کہنے کے باوجود جب اُس نے قرآن مجید بند کرنے میں ذرا دیر کردی تو امام صاحب کو غصہ آگیا۔ انھوں نے جا کر خود اس کے ہاتھ سے قرآن مجید جھٹکے سے لیا اور الماری کی طرف اچھال دیا۔ جس سے قرآن مجید الماری سے نیچے زمین پر آرہا۔ سب لوگوں نے توبہ توبہ کی اور کانوں کو ہاتھ لگا کر استغفار پڑھنے لگے۔ ایک آدمی نے کہا کہ اگر آپ کو غصہ آ ہی گیا تھا تو اس بندے پر خفا ہو لیتے، قرآن کریم سے یہ بدسلوکی کیوں کی؟۔ یہی حال مولانا اسماعیل صاحب کا ہے کہ اگر (بقول اُنکے) معاشرہ کے اندر اعتقادی اور عملی بے راہ روی، مشرکانہ رسوم وتہوار اور بدعات وخرافات کا دور دورہ تھا تو اُن خرابیوں کو ختم کرنے کے لیے اُن خرابی کرنے والوں پر سختی اور شدت

کرتے نہ کہ انبیاء واولیاء کو اپنے اپنے مقام اور منصب سے گرا کر اُن کی توہین کے مرتکب ہوتے۔

(۲) ''جب خالق اللہ ہے اور اُسی نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہیے کہ اپنے کاموں پر اُسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام؟ جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ (تعلق) اُسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر؟ (تقویۃ الایمان ص ۴۲)

پہلے جملے میں بھی ''اور کسی سے ہم کو کیا کام'' کا مطلب ہے کہ خدا کو چھوڑ کو نبیوں ولیوں سے ہم کو کیا کام؟ اگلے جملے میں جو بادشاہ کی مثال بیان کی ہے اس میں ''جیسے'' کا لفظ تشبیہ کے لیے ہے۔ مولانا صاحب کے مخاطب مسلمان ہیں، کافر و مشرک نہیں۔ اور مسلمان نبیوں ولیوں کو وسیلہ بنا کر خدا تعالیٰ سے اپنی حاجات میں مدد طلب کرتے ہیں۔ لہٰذا مولانا اسماعیل صاحب کہتے ہیں کہ جب خالق اللہ ہے تو اپنے کاموں میں اُسی کو پکاریں۔ نبیوں ولیوں سے ہم کو کیا کام؟ حالانکہ ہر مسلمان نبی ولی کو بطور وسیلہ سمجھ کر پکارتا ہے، اُن کو خدا نہیں سمجھتا اور اُن کے توسّل سے رب کو پکارنا عین شریعت ہے۔ اس کا انکار قرآن و حدیث کا انکار ہے۔ عبارت مذکورہ بالا میں شاہ اسماعیل دہلوی نے بادشاہ کی تشبیہ اللہ سے اور غلام کی تشبیہ بندوں سے دی ہے۔ اور چوہڑے چمار کا ذکر نبیوں ولیوں کے مقابلہ میں کیا ہے۔ جیسے غلام اپنے بادشاہ ہی سے تعلق رکھتا ہے کسی چوہڑے چمار سے نہیں۔ ایسے ہی بندے کو اپنے رب سے ہی تعلق رکھنا چاہیے کسی نبی ولی سے نہیں۔ لیکن چوہڑے چمار کے الفاظ جس سیاق وسباق میں لائے گئے ہیں اس میں نبیوں ولیوں کی شدید توہین ہے۔ رب تعالیٰ کے مقابلے میں نبیوں ولیوں کو چوہڑے چمار کے مقام پر رکھا گیا۔ (والعیاذ باللہ) عبارت بار بار پڑھیں اس نتیجے میں کوئی ابہام نہیں۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی دیوبندی ان توہین آمیز عبارات کے متعلق رقمطراز ہیں:

''تقویۃ الایمان کی عبارات مسلم معاشرہ کے اندر پھیلی ہوئی اعتقادی

اور عملی بے راہ روی، مشرکانہ رسوم، مشرکانہ تہوار اور بدعات وخرافات کے خلاف ایک آواز ہے''۔ (شاہ اسماعیل شہید اور ان کے ناقد ص ۵۲، ۵۳)

یہ کیسی آواز ہے کہ اصلاح کے نام پر انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام کو نشانے پر رکھ لیا گیا۔ ہر سادہ لوح اور کم علم مسلمان چاہے مرد ہو یا عورت، اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہے اور دن میں متعدد بار نماز میں اپنے پیارے رسول ﷺ کے بارے میں گواہی دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ یاد رہے کہ حضور ﷺ کے خداداد کمالات کا اقرار واعتراف شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے۔ حضور ﷺ کے اوصاف وکمالات دیکھ کر ہی اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ اور قدرت کاملہ کا صحیح مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔ مولانا اسماعیل صاحب، تو موجود نہیں اُن کے وکیلان صفائی ہی بتائیں کہ توحید میں پختگی کیا انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی توہین، بے ادبی اور گستاخی کے بغیر نہیں آتی؟ جب کوئی مسلمان کسی نبی ولی کو متصرف بالذات نہیں سمجھتا تو اُن پر شرک کا فتویٰ کیوں عائد کیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کو وسیلہ کیوں نہ بنائیں؟ اُن کے توسل سے مغفرت کیوں نہ کروائیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ.... الخ نہیں فرمایا۔ ''کہ اے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والو! اپنی مغفرت کے لیے میرے برگزیدہ رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤ، اللہ سے مغفرت طلب کرو اور رسول بھی تمہارے لیے تمہاری بخشش چاہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کو یقیناً توبہ قبول کرنے والا مہربان پاؤ گے''۔ اور کیا مفسرین کرام نے یہ نہیں فرمایا کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی یہ حکم اُسی طرح باقی ہے۔ لکھنے والے لکھ گئے، اپنے انجام کو پہنچ گئے، اُن کو بچانے کی فکر میں ایسی عبارات کا دفاع کر کے پیغمبر اعظم ﷺ کی بے ادبی نہ کیجیے۔ توہین رسالت کا نام توحید ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے۔

(۳) ''انبیاء واولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا ہے، سو ان میں یہی بڑائی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں۔ برے بھلے کاموں سے واقف ہیں.... اور اس بات کی ان میں کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے ان کو عالم (کائنات) میں تصرف کرنے کی

کچھ قدرت دی ہو کہ جس کو جی چاہے مار ڈالیں یا اولاد دیویں.... یا کسی سے تندرستی چھین لیں کہ ان باتوں میں سب بندے بڑے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں، عاجز اور بے اختیار''۔ (ص ۴۸)

اگلے پیرے میں آئندہ کے احوال گنوا کر انبیاء واولیاء کے بارے میں لکھا:

''ان باتوں میں بھی بندے بڑے ہوں یا چھوٹے، سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان''۔ (ص ۴۸، ۴۹، تقویۃ الایمان)

اللہ تعالیٰ نے بڑے بندوں (یعنی نبیوں) کو اور چھوٹے بندوں (یعنی ولیوں) کو کائنات میں تصرف کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے۔ زندگی اور موت بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے مگر اللہ جس کو چاہے یہ قدرت عطا فرما دے کہ وہ باذن اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کر دے اور کوڑھی کو تندرست کر دے۔ بظاہر ہاتھ بندے کا ہوگا حقیقی فاعل اللہ تعالیٰ کی ذات ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے سب کو ایک جیسا عاجز اور بے اختیار نہیں بنایا۔ آئندہ کے احوال بتانے میں بھی سب بندے برابر نہیں۔ وہ جسے چاہے آئندہ کا حال بتلا دے۔ اس معاملہ میں سب کو یکساں بے خبر اور نادان بتانے والا خود بے خبر اور نادان ہے بلکہ انبیاء واولیاء کی بے ادبی کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا انکار کرنے والا بھی ہے۔ اس پر قرآن وحدیث سے دلائل کے انبار پیش کیے جا سکتے ہیں مگر شاہ اسماعیل کے فتووں کا جواب اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت کریمہ میں رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور (عیسیٰ) بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر (ہو کر جائیں گے اور کہیں گے) کہ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لیکر آیا ہوں۔ وہ یہ کہ تمہارے سامنے مٹی کی مورت بشکل پرند بناتا ہوں، پھر اُس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ خدا کے حکم سے (سچ مچ) جانور ہو جاتا ہے۔ اور اندھے اور ابرص (کوڑھی) کو تندرست کر دیتا ہوں۔ اور خدا کے حکم سے مردے میں جان

ڈال دیتا ہوں۔ اور جو کچھ تم کھا کر آتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ سب تم کو بتا دیتا ہوں، اگر تم صاحب ایمان ہو تو ان باتوں میں تمہارے لیے (قدرت خدا کی) نشانی ہے''۔ (سورۃ آل عمران آیت ۴۹ ترجمہ فتح محمد جالندھری)

شاہ اسماعیل کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء کو عالم میں تصرف کی کچھ قدرت نہیں۔ تصرف کا مطلب ہے، قبضہ واختیار، کرامت واعجاز یا قوت وطاقت اور اثر ورسوخ وغیرہ۔ اور نادان کا معنی ہے، ناسمجھ، بے وقوف، احمق، جاہل، انجان وغیرہ (فیروز اللغات)۔ اور یہ بھی کہا کہ بڑے چھوٹے یعنی انبیاء واولیاء ان باتوں میں بے خبر اور نادان ہیں۔ (والعیاذ باللہ) اگر تصرف کا مطلب ''اختیار'' ہی لیں تو بھی قرآن وحدیث گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں ولیوں کو بفرق مراتب علوم غیبیہ اور اختیارات عطا فرمائے۔ اور نادان کا معنی ''انجان'' لیں تو بھی قرآن وحدیث گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں ولیوں کو حسب مراتب علوم غیبیہ عطا فرمائے۔ سب کو ایک جیسا عاجز اور بے اختیار نہیں بنایا۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا۔ لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ تم میں میرے جیسا ایک بھی نہیں یا میں تمہارے جیسا نہیں۔ حضور ﷺ مظہر صفات الٰہیہ ہیں، مظہر کامل ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بے بہا اختیارات وتصرفات عطا فرمائے تاکہ حق تعالیٰ کی صفات کا ظہور اُن کے وجود پاک سے ہو سکے جو کہ مقصود اصلی ہے۔ آپ کے کمالات وتصرفات کا قرآن وحدیث میں ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اُس کے زمانے کے مناسب حال معجزات و تصرفات عطا فرمائے۔ معاذ اللہ سب بندے یکساں عاجز، بے اختیار، بے خبر اور نادان کیونکر ہو سکتے ہیں؟۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعونی طبقہ یکساں عاجز و بے اختیار تھے؟۔ کیا اسماعیل دہلوی گروپ نے قرآن وحدیث سے یہی مفہوم اخذ کیا ہے؟ اور کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کے دور کے اطباء وسائنسدان یکساں بے اختیار و عاجز تھے؟۔ اگر یہ بات درست ہے تو جس آیت کریمہ کا اوپر ترجمہ کیا گیا ہے اسکا مطلب کیا لیا جائے گا؟۔ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ قوت وطاقت، وہ اختیارات وتصرفات عطا فرمائے

کہ بڑے بڑے نامور طبیب عاجز آ گئے۔ اور حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں عرب کے بڑے بڑے ادیب وشاعر اور فصحا روبلغاء گنگ ہو کر رہ گئے اور سب کی گردنیں خم ہو کر رہ گئیں بقول امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے، فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات وتصرفات کی چار قسمیں بیان کی گئیں ہیں۔

(۱) مٹی سے پرندوں کی شکل بنا کر پھونک مارنا
(۲) مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کا علاج کرنا
(۳) مردوں کو زندہ کرنا
(۴) غیب کی خبر دینا

آیت کریمہ میں دوبار بِاِذْنِ اللّٰہِ استعمال ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اِذن سے وہ ایسا کرتے ہیں تا کہ انھیں کوئی خدا تصور نہ کرنے لگے۔ اوپر جس آیت کا ترجمہ درج کیا گیا ہے اس میں مِنَ الطِّيْنِ کے الفاظ آتے ہیں یعنی مٹی سے (پرندے کی شکل بنا تا ہوں) اس کے متعلق مولانا عبد الماجد دریا بادی دیوبندی، خلیفہ تھانوی صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں!'' کہ میں عدم محض سے وجود میں ہرگز نہیں لاتا صرف مادہ میں ایک خاص ترکیب و ترتیب کیساتھ تصرف کر دیتا ہوں''۔ (تفسیر ماجدی)

لیکن مادہ میں یہ ترکیب وترتیب عام اور متعارف سلسلۂ اسباب سے نہ تھی، اُس سے الگ تھی۔ اسباب عادیہ میں ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ کسی نے مٹی کا پرندہ بنا کر پھونک مار کر اڑا دیا ہو۔ یہ تصرف صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ بتائیے سب بندے چھوٹے بڑے یکساں عاجز و بے اختیار کیسے ہوئے۔ ہمارا پختہ ایمان ہے کہ یہ سب کچھ مشیت خداوندی اور قدرت الٰہی کا ثمرہ ہے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ان افعال کو اپنی طرف منسوب کرنا اس بات پر بھی دلالت کرتا ہے کہ اگر ایسے افعال کی نسبت یہ سمجھتے ہوئے کہ ان کا فاعل حقیقی

اللہ تعالیٰ ہے، ان کے ظاہر اسباب کی طرف کر دی جائے تو یہ جائز ہے، شرک ہرگز نہیں۔
مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو موت اور زندگی کا اختیار دیا تھا حالانکہ یہ وہ چیز ہے جہاں کسی کا اختیار نہیں چلتا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے رب نے زندگی اور وفات کا اختیار دیا۔ میں نے آخرت کو اختیار فرمایا''۔ (تفسیر نور العرفان)

سورۃ ص پارہ ۲۳ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗد علیہ السلام کے لیے پہاڑوں اور پرندوں کو آپ کا فرمانبردار بنا دیا یعنی آپ کے اختیار میں آ گئے۔ اختیار تابع فرمان پر ہی ہوتا ہے۔ اسی سورۃ میں فرمایا:

ترجمہ: پس ہم نے ہوا کو آپ کا فرمانبردار بنا دیا، چلتی تھی آپکے حکم سے، آرام کیساتھ، جدھر آپ چاہتے اور سب دیو بھی ماتحت کر دیئے، کوئی معمار اور کوئی غوطہ خور اور ان کے علاوہ (جو سرکش تھے) باندھ دیئے گئے زنجیروں میں۔ (اے سلیمان!) یہ ہماری عطا ہے چاہے (کسی کو بخش کر) احسان کر چاہے اپنے پاس رکھ کر۔ (سورۃ ص آیات ۳۶ تا ۳۹)

شاہ اسماعیل کہتے ہیں کہ انبیاء واولیاء کا عالم میں نہ تصرف نہ اختیار۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ہوا سلیمان کے قبضے میں دے دی۔ اُنہیں کے حکم سے چلتی تھی جدھر وہ چاہتے اور جنات اور سرکش دیوؤں پر بھی اختیار دے دیا۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ ''یہ نعمتیں کلی طور پر اُنکے حوالے کر دی گئیں'' (روح المعانی) علامہ ثنا اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ

''جس کو چاہیں آپ دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی کیونکہ تفویض التصرف فیه اليك ان میں تصرف کرنے کا اختیار آپ کے سپرد کر دیا گیا۔'' سورۃ ص آیت ۳۹ میں الفاظ هذا عطآءُ نا کے آئے ہیں۔ ''یہ ہماری عطا ہے'' یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ انبیاء کرام کو فیض خداوندی سے اختیار دیا گیا ہے۔ محروم و

عاجز نہیں بنایا گیا۔ سورۃ ص ہی میں انھیں خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ اور نِعْمَ الْعَبْدُ (زمین میں اللہ کے نائب اور بڑی خوبیوں والے بندے) فرمایا گیا۔‘‘

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

’’یعنی کسی کو بخش دو یا نہ دو، تم مختار ہو..... حضرت شاہ صاحب (شاہ عبدالقادر) لکھتے ہیں کہ یہ اور مہربانی کی کہ اتنی دنیا دی اور مختار کر دیا‘‘۔ (تفسیر عثمانی)

جب حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ کرم ہے تو اپنے محبوب ﷺ کو جو زمین و آسمان کے خزانوں کی کنجیاں عطا فرما دی ہیں کیا باذن اللہ تعالیٰ وہ مختار کل نہیں ہوں گے؟ اسی سورۃ میں ہے کہ اللہ کے مخلصین بندوں پر شیطان کا کوئی زور نہیں چلے گا۔ (آیت ۸۳)

بتائیے سب بندے چھوٹے بڑے عاجز، بے اختیار اور بے خبر کس طرح اور کیونکر ہو سکتے ہیں؟۔ بے شک سب اللہ کی مخلوق ہیں مگر مراتب و درجات کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ آقا و غلام برابر نہیں۔ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کا صحابی پلک جھپکتے تخت نہیں لے آیا؟ کیا کہتے ہیں شاہ اسماعیل کے متبعین کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تصرف و اختیار عطا فرماتا ہے یا نہیں، یا سب ایک جیسے بے اختیار و نادان ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

(۴) سورۃ یونس کی آیت ۱۰۶ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ..... الخ لکھ کر شاہ اسماعیل فرماتے ہیں:

’’یعنی اللہ زبردست کے ہوتے ہوئے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجیے‘‘۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۴)

’’ایسے بڑے شخص‘‘، کا اشارہ، ’’اللہ زبردست‘‘، کی طرف ہے گویا اللہ تعالیٰ کو شخص بنا ڈالا۔ دوسرے، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے عظام کو ’’ناکارہ

لوگ‘‘ کہا۔ کیونکہ مسلمان نبیوں ولیوں کا توسل اختیار کرتے ہیں جس کو شاہ اسماعیل اور اُن کے پیرو ’’پکارنا‘‘ سے تعبیر کرتے ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

’’خلاصہ یہ ہے کہ میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے سخت نفور اور بیزار ہوں..... میری عبادت خالص اُس خداوند قدوس کے لیے ہے.... گویا موت و حیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اُسی کی ہوسکتی ہے‘‘۔ (تفسیر عثمانی)

آگے لکھا ہے:

’’استعانت کے لیے بھی اُسی کو پکاریں.... ہمارا بھی یہی ایمان ہے کہ حقیقی مددگار اللہ تعالیٰ ہی ہے یعنی بالذات مشکلیں حل کرنا، فریاد سننا وغیرہ۔ لیکن حضور ﷺ یا دیگر اولیائے کرام سے استعانت مجازاً ہے جو وسیلہ کے معنوں میں ہے، جس کے قائل علمائے دیوبند بھی ہیں‘‘۔

مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اُس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطۂ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اُس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے‘‘۔ (تفسیر عثمانی)

ثابت ہوا کہ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کا معنی یہ ہے ’’اللہ کے سوا اُس کی بندگی نہ کر جو نہ تیرا بھلا کر سکے نہ برا‘‘ (کنزالایمان) اس آیت میں پوجنے کی ممانعت ہے، پکارنے یا مدد لینے کی نہیں کہ ظاہری استعانت انبیاء و اولیاء سے لی جاسکتی ہے۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا..... الخ (النساء ۶۴) میں وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ ’’اور رسول بھی اُن کو بخشواتا‘‘ (ترجمہ محمود الحسن) اس

بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضور ﷺ سے نفع حاصل ہے۔ البتہ بندگی اللہ کے سوا کسی کی نہیں۔ شاہ اسماعیل بار بار نبیوں ولیوں کی مختلف انداز سے تحقیر کرتے ہیں جیسے یہاں آیت کی آڑ لے کر حضور ﷺ سمیت اولیائے کرام کو بھی '' ناکارہ لوگ '' کہا۔ (والعیاذ باللہ) مولانا اخلاق قاسمی دیوبندی اسے قرآنی اسلوب قرار دیتے ہیں۔ (استغفر اللہ) ابھی سورۃ ص کے حوالے سے گزرا ہے کہ کسی کو بخش دو یا نہ دو، تم مختار ہو..... اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کے مطابق ''اتنی دنیا دی اور مختار کر دیا'' (تفسیر عثمانی) شاہ عبدالقادر چچا ہیں اور شاہ اسماعیل بھتیجے۔ چچا کا ایمان ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اللہ نے مختار بنایا، بھتیجے کا عقیدہ ہے کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ ولی اللّٰہی ورثے کی رٹ لگانے والے کہاں ہیں؟

(۵) ''جو ان کاموں کا مختار ہے اُس کا نام اللہ ہے، محمد یا علی نہیں، اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں''۔ (تقویۃ الایمان ص ۶۸)

مولانا اسماعیل نے کتنے عامیانہ انداز سے حضور ﷺ کا نام نامی اسم گرامی لکھا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے کا یہی طریقہ ہے؟ آیئے قرآن حکیم کو دیکھتے ہیں وہ حضور ﷺ کو پکارنے یا نام لینے کا کیا ادب سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: ''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے''۔ (سورۃ نور آیت ۶۳ ترجمہ کنز الایمان)

اسکی تفسیر میں جناب شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''مخاطبات میں حضور کے ادب وعظمت کا پورا خیال رکھنا چاہیے عام لوگوں کی طرح یا محمد وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کیا جائے بلکہ ''یا نبی اللہ'' اور ''یا رسول اللہ'' جیسے تعظیمی القاب سے پکارنا چاہیے''۔ (تفسیر عثمانی)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز

سے اور اُن کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔ بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس، وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لئے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے''۔

(الحجرات آیت ۲،۳ کنز الایمان)

مولانا شبیر احمد عثمانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''آپ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے، تعظیم و احترام کے لہجہ میں، ادب و شائستگی کیساتھ.... حضور کی وفات کے بعد بھی حضور کی احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت بھی یہ ہی ادب چاہیے اور جو قبر شریف کے پاس حاضر ہو وہاں بھی ان آداب کو ملحوظ رکھے.... فرق مراتب نہ کرنے سے بہت مفاسد اور فتنوں کا دروازہ کھلتا ہے''۔

(تفسیر عثمانی)

شاہ اسماعیل دہلوی فرق مراتب کا خیال رکھتے اور دل میں ادب و تعظیم کا احساس ہوتا تو یہ ہرگز نہ لکھتے ''جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں'' اپنے نبی کو جن خصوصیات اور جس تحقیر آمیز انداز و الفاظ سے شاہ اسماعیل پیش کر رہے ہیں، غیر مسلم اپنے ذہن کے چوکٹھے میں اس کی تصویر کیا بنائیں گے؟

ہم نے شروع میں کہا تھا کہ انگریز نے فتنہ وفساد کا بیج بونے اور افتراق و انتشار کے لیے یہی منصوبہ بندی کی کہ ایک طبقہ سے تعظیم نبوت اور ادب رسالت کے احساسات و جذبات کو توحید کے نام پر اس طرح مٹا دیا جائے کہ موحد کہلا کر خوش بھی رہے اور دوسری طرف نبی کی تعظیم و توقیر پر مر مٹنے والے ان کے خلاف بھی اُٹھ کھڑے ہوں۔ کیونکہ مسلمان فقط اور فقط اپنے پیغمبر اعظم ﷺ کے نام نامی ذات گرامی پر ہی جمع ہو سکتے ہیں اور بکھر بھی سکتے ہیں۔ تعظیم کرنے والوں سے مل جائیں گے، توہین کہنے والوں سے الگ ہو

جائیں گے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اسی خیال کے تحت سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضور (ﷺ) کی تعظیم ومحبت ہی وہ نقطہ ہے جس پر قومِ مسلم کی تمام پراگندہ (منتشر) قوتیں اور منتشر جذبات جمع ہوتے ہیں اور یہ ہی وہ ایمانی رشتہ ہے جس پر اسلامی اخوت کا نظام قائم ہے''۔ (تفسیر عثمانی)

نوٹ: ''ؐ'' بے معنی ہے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورا درود شریف لکھنا چاہیے.... افسوس کہ شاہ اسماعیل اور اُن کے پیرو علمائے دیوبند کے باعث اسلامی اخوت کا نظام بکھر کر رہ گیا، پے در پے توہین آمیز عبارات نے ثابت کر دیا کہ حضور ﷺ کی تعظیم ومحبت کا نقطہ اُن کے دل ودماغ سے مٹ گیا تھا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

(۶) ''سارا کاروبارِ جہاں اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے.... تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر؟۔ (صفحہ ۸۹) ذرا لہجے کی تلخیاں دیکھیں ''رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا''.... ''رسول کو کیا خبر'' کوئی شخص مسلمان ہونے کا مدعی بھی ہو اور پھر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایسا گھٹیا اور تحقیر آمیز لہجہ استعمال کرے تو کیا اُس کے محض دعوئ اسلام پر اُسے سر پر بٹھا لیا جائے گا؟ ہر گز نہیں۔ اگر کسی پیر، بزرگ، اُستاد اور مولانا کا احترام تھا، تو حضور ﷺ کی وجہ سے تھا جب وہ خود ہی اُسی بارگاہ کا بے ادب ہو گیا تو اب اُس کا ادب واحترام کیسا؟ مولانا اخلاق حسین قاسمی کے نزدیک یہ لب ولہجہ قرآنی اسلوب ہے۔ قاری محمد طیب قاسمی دیوبندی لکھتے ہیں:

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی شان بھی عجیب ہے اللہ تعالیٰ آپ کی خواہش پورا

کرنے میں اس قدر جلدی فرماتے ہیں کہ ادھر آپ کے دل میں خواہش پیدا ہوئی اُدھر اللہ تعالیٰ نے فوراً پورا فرما دیا۔ اسی کو یوں کہا جا سکتا ہے کہ مشیت الٰہی بندہ کی مشیت کے تابع ہو گئی۔ جو بندہ چاہتا ہے وہی ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کیساتھ بھی یہی معاملہ تھا۔ آپ کی جو خواہش ہوتی پوری ہو جاتی''۔ (خطبات حکیم الاسلام ج اول ص ۱۹۳)

''مشیتِ الٰہی بندہ کی مشیت کے تابع ہو گئی'' کے الفاظ، سُنی بریلوی لکھتا تو خدا جانے اُس غریب کی پشت پر کتنے تازیانے برسائے جاتے۔ اب بات چونکہ گھر کی ہے، یقیناً تحسین کے نعرے بلند ہوں گے۔ بہر حال شاہ اسماعیل انبیاء واولیاء کو اللہ تعالیٰ کے سامنے مدّ مقابل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

(۷) شاہ اسماعیل نے ایک حدیث پاک لکھ کر اسکی تشریح ان الفاظ میں کی:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اولیاء، انبیاء، امام زادے، پیر، شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی مگر اللہ نے اُن کو بڑائی دی، وہ بڑے بھائی ہوئے، ہم کو اُن کی فرمانبرداری کا حکم کیا، ہم اُن کے چھوٹے ہیں''۔ (تقویۃ الایمان ص ۹۲)

قرآن وحدیث نے ایمان واسلام کے رشتے کے اعتبار سے جو مومنانہ اخوت و بھائی چارگی کا درس دیا ہے، اُس میں اور جو شاہ اسماعیل صاحب نے چھوٹے بھائی اور بڑے بھائی کا تصور پیش کیا ہے، دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ جن دیوبندی علماء نے اس عبارت کا جواب بطور وکیل صفائی دیا ہے وہ شاہ اسماعیل کے اس جملے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ''جو ''بڑا بزرگ'' ہو وہ بڑا بھائی ہے۔ سو اسکی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجئے''۔ (تقویۃ الایمان ص ۹۲)

یہ عبارت اُسی عبارت سے پہلے ہے جس کو ہم نے اوپر درج کیا ہے۔ بڑا بزرگ

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام جیسا کہ خود آگے وضاحت کر دی۔ شاہ اسماعیل صاحب کے اس جملے کا مطلب صاف ستھرا یہ ہے کہ حضور ﷺ کی تعظیم اپنے بڑے بھائی جتنی کیجئے۔ دراصل اس عبارت میں شاہ اسماعیل صاحب ''تعظیم'' اور ''عبادت'' کا فرق اور استعمال بتا رہے ہیں لہٰذا وہ کہتے ہیں! ''جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے سو اسکی تعظیم بڑے بھائی کی سی کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اُسی کی چاہیے'' یعنی حضور ﷺ انسان ہیں وہ بندگی کے لائق نہیں، ہمیں اُن کی بندگی نہیں کرنی چاہیے، اُن کی تعظیم کرنی چاہیے، کتنی.....؟ بڑے بھائی جتنی۔

دیوبندی علماء جواب کے طور پر قرآنِ مجید، حضور ﷺ کی زبان اقدس یا صحابہ کرام کے حوالے سے جو ایک دوسرے کو بھائی کہنا بتاتے ہیں وہ وصف ایمانی کے اعتبار سے ہے جس کی نشاندہی فرماتے ہوئے اللہ جل شانہ نے اصول بتایا کہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ..... اہل ایمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس بھائی چارے کی بنا وہ قدر مشترک ہے جسے ایمان کہتے ہیں۔ تو یہ بھائی چارہ ''وصفی'' ہے، نسبی نہیں۔ اسی الہامی اصول کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ نے عملاً جو بھائی چارہ قائم کیا اُسے تاریخ میں ''مواخات'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں قوم جدا، قبیلہ جدا، وطن جدا، مگر ایمان کی قدر مشترک کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ نے مہاجرین و انصار کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔ اس بھائی چارے کی عظمت بیان کرتے ہوئے خود ربِ کریم عز و جل نے فرمایا:

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کی اُس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے''۔ (آل عمران: ۱۰۳)

وصفی بھائی ہونا اختیاری ہے اور اس میں دونوں کا مومن ہونا شرط ہے۔ جبکہ شاہ اسماعیل کا ''بڑے بھائی'' اور ''چھوٹے بھائی'' کہنا نسبی اعتبار سے ہے اور غیر اختیاری ہے۔ اس میں ارادے یا پسند کا کوئی دخل نہیں۔ اس میں صرف ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہونا ضروری ہے، یہ نسب اور خون کا رشتہ ہے، اس میں ایک بھائی مومن اور دوسرا کافر ہو تب

بھی وہ بھائی ہی ہوں گے۔

جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ابولہب، اسی طرح ابولہب کافر ہے مگر ہم لکھتے وقت اسے بھی حضور ﷺ کا چچا کر کے لکھتے ہیں۔ شاہ اسماعیل نے جو کہا کہ انبیاء کی تعظیم بھائی کی سی کیجئے، یہ نسب اور خون کے رشتے سے بڑا بھائی ہونا مراد ہے۔ تو معنی یہ ہوگا کہ حضور ﷺ کی تعظیم اپنے (رشتے میں) بڑے بھائی جتنی کیجئے۔ (والعیاذ باللہ) شاہ اسماعیل صاحب نے بڑا بھائی نسبی اعتبار سے کہا اور ان کے وابستگان صفائی میں مثالیں ''وصفی'' اعتبار سے دیتے ہیں۔ دونوں میں عظیم فرق ہے۔ علمائے دیوبند ان عبارات کے خلاف ایک لفظ بھی سننا نہیں چاہتے۔ حکیم مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رسول خدا ﷺ کی توہین ٹھنڈے دل گوارا ہے مگر ان کے بزرگوں کے قلم پر حرف نہ آئے۔[1] اگر تقویۃ الایمان ہی دیوبندی دھرم میں دین وایمان ہے تو تقویۃ الایمان ہی کی روشنی میں انھیں اس عبارت کو خارج کر دینا چاہیے۔ تقویۃ الایمان ص ۶۴ میں ہے ''یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لے'' تقویۃ الایمان کی مندرجہ بالا عبارت نے ان عبارات میں توجیہہ وتاویل کا دروازہ بند کر دیا جن کے ظاہر میں رسول خدا کی توہین وتنقیص ہے''۔ (خون کے آنسو ص۸۲)

اس موضوع پر ہم آخری بات یہ بھی کہہ دیں کہ وہ درجہ نبوت کی تعظیم درجہ اخوت جتنی ہی کرانا چاہتے ہیں جیسا کہ ایک اور مقام پر لکھا:

(۸) ''اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ انبیاء اور اولیاء اُس کے روبرو ایک ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر ہیں۔'' (تقویۃ الایمان ص ۸۷)

(۱) علماء دیوبند سے ہمارا یہی وہ بنیادی اختلاف ہے جس کے ختم ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی۔ انہیں اپنے بزرگوں کی عزت بچانے کی فکر ہے، احترامِ رسول ﷺ کا پاس نہیں۔

دیکھا! توحید کی آڑ میں انبیاء و اولیاء کی کھلی توہین.... لفظوں کا استعمال، بات کہنے کا ڈھنگ اور لب و لہجے کی نرمی و تیزی الگ الگ نتیجے پیدا کرتی ہے اسی لیے تو قرآن کریم نے بارگاہ نبوی ﷺ میں گفتگو کرنے اور بلانے کے آداب سکھائے ہیں۔ کیا قرآن کریم کا یہی اسلوب ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور رسولوں کی عزت و عظمت اور مرتبہ و شان بیان فرمائی ہے یا ''ذرۂ ناچیز سے بھی کم تر'' کہا ہے، مولانا اخلاق حسین قاسمی دیوبندی نے شاہ اسماعیل کی بے ادبیوں اور گستاخیوں کو اسلوب قرآن کہہ کر کلام مجید کی کتنی بڑی توہین کی ہے: ؎

کیا بتاؤں میں تبسم تجھے ایسوں کا مزاج
جن کو توہین بھی توقیر نظر آتی ہے

قرآن کریم کا اسلوب یہ ہے کہ اُس نے ورق ورق کفار و مشرکین کا رد فرمایا۔ اُن کے بتوں اور خود انہیں جہنم کا ایندھن کہا۔ لیکن کہیں بھی اُن کے رد میں اپنے محبوب رسولوں اور نبیوں بلکہ ولیوں تک کی برائے نام بھی تحقیر نہیں کی بلکہ انکی عزت و عظمت کو برقرار رکھتے ہوئے درس ہدایت عطا فرمایا۔ شاہ اسماعیل دہلوی، توحید (وہ بھی خانہ ساز) سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے بلند مرتبہ رسولوں اور نبیوں کی جا بجا الفاظ کے ذریعہ تحقیر آمیز لب و لہجہ اور کریہہ طرز بیان سے توہین و بے ادبی کرتے چلے گئے۔ اب ان توہین آمیز عبارات کے دفاع میں علمائے دیوبند کمربستہ ہیں۔ ایسی عبارات نے مرزا غلام احمد قادیانی کو دعویٰ نبوت کا کافرانہ حوصلہ بخشا اور وہ خم ٹھونک کر میدان میں اُتر پڑا۔ علامہ خلیل اشرف صاحب اعظمی قادری لکھتے ہیں:

''یہ بات علیٰ رؤس الاشہاد کہی جا سکتی ہے کہ مولانا محمد اسماعیل دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' کے وجود میں آنے سے پہلے برصغیر کے علماء میں کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں تھا۔ اور اگر تھا تو کم از کم تاریخ اس کو کوئی وقعت نہیں دیتی۔ مگر پھر اچانک ہی اتفاق و اتحاد کی پوری فضا دھندلا

کر رہ گئی اور مولانا محمد اسماعیل کی ''تقویۃ الایمان'' کو افتراق بین المسلمین کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور میں علی رؤس الاشہاد کہہ سکتا ہوں کہ یہی انگریزوں کا مقصد تھا جو تقویۃ الایمان کے ذریعہ پورا ہو گیا''۔

(پاک و ہند کی چند اسلامی تحریکیں اور علمائے حق ص ۵۸ مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

(۹) ''اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اُس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔''

(تقویۃ الایمان ص ۸۷)

جس حدیث کی یہ توہین آمیز شرح کی گئی ہے اُس میں کہاں یہ بات ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے؟ نہ آداب رسالت کا خیال نہ حدیث کی مناسب تشریح، بس جو دل میں آیا لکھ مارا۔ خدا جانے مولانا اسماعیل اور ان کے ہم نوا بارگاہ رسالت میں پیش کردہ اس توہین آمیز لب و لہجے سے اس قدر کیوں مانوس ہو چکے ہیں کہ انھیں ان الفاظ اور طرز بیان میں کوئی برائی اور خامی نظر ہی نہیں آتی۔ حالانکہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ انداز بیان بات کے مفہوم و معنی کو بدل دیتا ہے۔ بارگاہ نبوت میں شاہ اسماعیل کا انداز بیان ہی سخت اور کریہہ نہیں بلکہ الفاظ کا چناؤ بھی انتہائی گھٹیا اور تحقیر آمیز ہے۔ ''ادب کا مدار عُرف پر ہے۔'' (قصص الاکابر صفحہ ۱۹ از تھانوی)

عُرفِ عام میں ایسی عبارات بے ادبیوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ایسی عبارات مرزا غلام احمد قادیانی کی نظر سے جب گزری ہوں گی تو اس نے ضرور سوچا ہو گا کہ اگر نبی اور رسول کا یہی مقام و مرتبہ ہے جو شاہ اسماعیل بتا رہے ہیں تو پھر مجھ میں کس بات کی کمی ہے۔ پھر تو میں بھی نبی ہو سکتا ہوں۔ ایسا مواد بھی یقیناً اُس کے جھوٹے دعویٰ نبوت کا سبب بنا ہو گا۔

تقویۃ الایمان کا لب و لہجہ تو آپ نے ملاحظہ فرما لیا۔ اب شاہ اسماعیل کی کتاب ''صراط مستقیم'' کی بھی ایک عبارت کا جائزہ لیتے ہیں شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''جناب فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ درجہ تھا کہ لشکر کی تیاری آپ کی نماز میں

خلل انداز نہ ہوتی تھی بلکہ وہ بھی نماز کے کامل کرنے والوں میں سے ہو جاتی تھی اس لیے کہ.... وہ تدبیر اللہ جل شانہ کے الہامات میں سے آپ کے دل میں ڈالی جاتی تھی.... اور جو شخص خود کسی امر کی تدبیر کی طرف متوجہ ہو خواہ وہ امر دینی ہو یا دنیاوی، بالکل اُس کے برخلاف ہے.... اور جس شخص پر یہ مقام کھل جاتا ہے وہ جانتا ہے.... ہاں بمقتضائے ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ (اندھیرے ہیں جو درجے میں بعض اُوپر ہیں بعض سے) زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا انہی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے.... کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کیساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی (دلچسپی) ہوتی ہے اور نہ تعظیم، بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور غیر کی تعظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف کھینچ لے جاتی ہے''۔

(صراط مستقیم ص ۱۶۹،۱۷۰)

حدیث مبارک میں آتا ہے:

عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَةَ وَذُكِرَ عِنْدَهَا مَا يَقْطَعُ الصَّلٰوةَ الْكَلْبُ وَالْحِمَارُ وَالْمَرْاَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ قَدْ شَبَّهْتُمُوْنَا بِالْحَمِيْرِ وَالْكِلَابِ۔ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ)

ترجمہ: مسروق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے یہ ذکر کیا گیا کہ کُتے، گدھے اور عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم نے ہم کو کُتوں اور گدھوں کے مشابہ کر دیا''۔ (اگلی حدیث میں ہے ''برابر کر دیا'')

علامہ غلام رسول سعیدی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''حالانکہ بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کُتوں اور گدھوں کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا تھا، پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے ایذا پہنچی اور انہوں نے اس کو اپنی توہین سمجھا تو شیخ اسماعیل دہلوی نے سیّد احمد بریلوی کے ملفوظ میں نماز میں جناب رسالت مآب ﷺ کے خیال آنے کو اپنے بیل اور گدھے کے خیال سے زیادہ بُرا لکھا ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کو کس قدر اذیّت پہنچی ہو گی اور یہ سرکار دو عالم ﷺ کی کس درجہ توہین ہے''۔

(شرح صحیح مسلم جلد اول کتاب الصلوٰۃ، صفحہ ۱۳۳۰)

اس عبارت پر پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں:

''شاہ صاحب کی عبارتِ محولہ بالا کا مفہوم تو واضح ہے صرف ایک دو باتیں عرض کروں گا۔ سب جانتے ہیں کہ نماز عبادات دینی میں خاص اہمیت کی حامل ہے، اس میں خضوع و خشوع کیساتھ توجہ الی اللہ ضروری ہے مگر اِدھر اُدھر کے خیالات کا اچانک آجانا بہ تقاضائے بشری ممکن ہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جنھیں نماز میں کوئی خیال یا وسوسہ نہیں آتا۔ اگر شاہ صاحب کی بیان کردہ پابندی اور شرط کو ملحوظ رکھا جائے تو شاید معدودے چند افراد ہی نماز پڑھ سکیں گے یا اُن کی نماز حقیقی نماز ہو گی۔ شاہ صاحب کے مطابق بیوی کیساتھ جماع یا وسوسہ زنا جیسے رذیل تصور کے پیدا ہونے سے تو نماز میں خلل واقع نہیں ہوتا مگر انسان کے تصور سے خواہ وہ رسالت مآب ﷺ ہی کیوں نہ ہوں، خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ نماز نہیں ہوتی اور پھر اُن کے مطابق گائے بیل اور گدھے کے خیال سے نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن انبیاء اور صالحین کے تصور آجانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اگر ان کی بات کو کچھ دیر کے لیے درست مان لیا جائے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ جب نمازی تلاوت کرتے ہوئے وہ آیات پڑھے جن میں حضور ﷺ کا اسم گرامی آیا ہے

یا دیگر انبیاء کا ذکر موجود ہے تو اس کا ذہن مسمّٰی (جن کا نام لیا جا رہا ہے) کی طرف متوجہ نہ ہوگا؟ چاہے ایک سیکنڈ یا اس کے ہزارویں حصے جتنا ہی ہو اور پھر جب اَلتَّحِیَّات میں بیٹھ کر اَیُّھَا النَّبِیُّ اور اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ پڑھا جائے گا تو کیا حضور ﷺ کی طرف ذہن متوجہ نہ ہوگا؟ یا تو شاہ صاحب یہ کہتے کہ جب قرآنی آیات میں کسی نبی، کسی مقام یا کسی شے کا ذکر آئے تو نمازی کو چاہیے کہ وہ فوراً گدھے یا بیل کے تصور کی طرف اپنے ذہن کو دعوت فکر دے اور پھر وہ یہ بات بھی حوالے کیساتھ لکھتے کہ ایسا کرنا کس قرآنی آیت، یا حدیث کی رو سے ضروری ہے۔ بغیر کسی دلیل اور حوالے کے ویسے ہی ہانک دینا تو کسی صاحب علم کو زیب نہیں دیتا اور پھر مجامعت، گدھے اور بیل کے خیال کو انبیاء وصلحاء کے خیال سے افضل قرار دینا کس قدر گستاخی اور کتنی خلاف عقل بات ہے۔ اگر یہ توہین رسالت نہیں تو پھر بتانا ہوگا کہ توہین رسالت کی تعریف کیا ہے؟ عارفین اُمت نے تو دورانِ عبادت خیالِ گاؤ خر سے روکا ہے چنانچہ پیرروم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بر زباں تسبیح در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

شعر کا مطلب یہ ہے کہ 'اگر زباں پر تسبیح کا ورد ہے اور دل میں گاؤ خر (یعنی غلط خیالات) جاگزیں ہیں، تو اس قسم کی تسبیح خوانی کا کوئی فائدہ نہیں۔' مگر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ گاؤ خر کے خیال سے عبادت میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا صرف حضور سید المرسلین ﷺ اور صالحین اُمت کے خیال سے بچنا کہ کہیں نماز میں انکا خیال نہ آجائے، ورنہ نماز ٹوٹ جائے گی۔ شاہ صاحب کی اس تحریر سے اُن

کی دینی قابلیت اور علمی تبحر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور یہ کہ اُن کی نگاہوں میں انبیاء وصالحین کی کیا حیثیت ہے''۔

(راہ ورسم منزلہا ص۲۸۴ تا ۲۸۶ سن طباعت ۲۰۰۶ء)

اگر اس نماز کو اہل مکاشفہ یا صوفیاء کی نماز سمجھا جائے اور ''صرفِ ہمت'' کو شغل رابطہ قرار دیا جائے کہ قصداً اس میں منہمک ہونا مخلصین کے خلوص کے مخالف ہے۔ پھر بھی یہ سوال اپنی جگہ باقی رہتا ہے کہ اہل مکاشفہ یا صوفیاء عبادت اور تعظیم، خالق اور مخلوق اور توحید اور شرک کے فرق کو اچھی طرح جانتے ہوتے ہیں۔ لہٰذا دوران نماز ایسی آیات بھی پڑھنے میں آسکتی ہیں جن میں حضور ﷺ یا دیگر انبیائے کرام کے اسمائے گرامی آتے ہیں، اسی طرح نماز میں بار بار حضور ﷺ کا ذکر بھی آتا ہے تو صوفیاء کرام اگر دورانِ نماز اُن کی تعظیم بحیثیتِ نبی اور رسول کریں تو یہ خیال نہ مفسد صلوٰۃ ہے اور نہ شرک کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ اور خود جب مولانا اسماعیل صاحب لکھتے ہیں کہ ''ہمارے مذکورہ بالا بیان سے یہ نہ سمجھا جائے کہ نماز میں حقائق ومعارف لطیفہ اور مسائل غریبہ کا بطور فیضان کے معلوم ہونا اور کشف ارواح وملائکہ کوئی قبیحہ بات ہے، نہیں، ہرگز نہیں''۔

(صراط مستقیم/علمی تجزیہ ص۷۶ از مولانا عبدالرزاق چکوال)

تو جس کے دل میں اللہ تعالیٰ ایسے خیالات ڈالنا پسند فرمائے اور یہ خدا کی رحمت قرار دیا جائے، وہی خیالات اگر انسان از خود حاصل کرنا چاہے تو شرک کا باعث کیونکر ہو جائیں گے جبکہ وہ توحید اور شرک کی حدود سے بھی بفضلہٖ تعالیٰ واقف ہو۔ لیکن حیرت ہے کہ مولانا اسماعیل صاحب محض تعظیم کے بھی خلاف ہیں اور تعظیم کو بھی عبادت سمجھتے ہیں۔ اسی تعظیم کو عبادت سمجھنے کے باعث کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا خیال نماز میں نہ کیا جائے، یا منہمک نہ ہوا جائے، اس سے بہتر ہے کہ بیل اور گدھے کی صورت کا خیال کرلیا جائے کہ عدم تعظیم کے باعث وہ خیال شرک نہیں۔ گویا شغل رابطہ (صرف ہمت) گاؤ خر کا انبیائے کرام وصالحین اُمت سے بہر حال بہتر ہے۔ اسی لیے یہ عبارت ظُلُمٰتٌ بَعْضُھَا فَوْقَ

بُعضِ سے شروع کی۔ یعنی تمام وسوسے ایک درجے کے نہیں ہوتے، جیسے زنا کے خیال سے بیوی سے مجامعت کا خیال بہتر ہے ایسے ہی نماز میں حضور ﷺ کے خیال سے بیل اور گدھے کا خیال کر لینا بہتر ہے۔

نتیجہ: عام نماز لیں یا مخلصین اہلِ مکاشفہ کی نماز، محض "خیال" لیں یا صوفیاء کی اصطلاح "شغل رابطہ"، ہر صورت میں گاؤ خر کے خیال کو حضور ﷺ کے خیال سے بہر حال افضل و اعلیٰ قرار دیا گیا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

دوسرے یہ کہ شاہ اسماعیل وسوسوں کا موازنہ کر رہے ہیں، لہٰذا حضور ﷺ کا خیال آجانا گویا اُن کے نزدیک وسوسہ ہے، اور اس وسوسے سے بہتر یہ ہے کہ گاؤ خر کا خیال کر لیا جائے۔ (العیاذ باللہ)

علمائے دیوبند کہتے ہیں "صرفِ ہمّت" ایک خاص اصطلاح اور کیفیت کا نام ہے۔ یہاں اُس "صرفِ ہمّت" کی بات ہو رہی ہے، لیکن خود شاہ اسمٰعیل کی عبارت میں اس کا ردّ موجود ہے۔ دیکھئے اُنہوں نے خود لکھا:

"کیونکہ شیخ کا خیال تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چمٹ جاتا ہے اور بیل اور گدھے کے خیال کو نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم۔"

بتائیے "شیخ کا خیال" اور "بیل اور گدھے" کا خیال، کیا یہ "صرف ہمت" میں شمار ہوں گے؟

ع برین عقل و دانش بباید گریست

تعریف باری کا ایک طرفہ انداز

اس عنوان کے تحت پیر نصیر الدین صاحب نصیر گولڑوی لکھتے ہیں:

"ہر انسان نے اپنے شعور و احساس کے مطابق حمد و ثنا کی، مگر آج تک

اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف اور حمد و ثنا کا یہ طُرفہ انداز کسی کے حصے میں نہیں آیا جسے شاہ اسماعیل شہید صاحب نے اختیار کیا، اُن کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں:

اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ مخلوق کا ہر بڑا چھوٹا، وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

اگر موصوف ذرا سوجھ بوجھ سے کام لیتے تو یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ ساری مخلوق ذات باری تعالیٰ کی شان کے آگے عاجز و سرنگوں ہے، یا اسی قسم کے کچھ اور الفاظ استعمال کر سکتے تھے، مگر نہیں صاحب! دل کی بھڑاس بھی تو آخر کوئی چیز ہے۔ مخلوق کا ہر بڑا چھوٹا کہہ کر انہوں نے انبیاء علیہم السلام تک کو شامل کر لیا، یا تو وہ ان کو مستثنیٰ کر دیتے۔ شاہ صاحب اگر زندہ ہوتے تو ہم اُن سے یہ بات ضرور دریافت کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی شان اور اُس کی عظمت و یکتائی بیان کرنے کا یہ طریقہ اُنہیں کہاں سے ہاتھ آیا؟ انہیں یہ احساس تک نہ ہوا کہ مخلوق کے ہر بڑے چھوٹے میں اولیاء، صالحین، شہداء، صدیقین، کے علاوہ انبیاء علیہم السلام بھی تو آتے ہیں کیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے سامنے چمار سے بھی نعوذ باللہ زیادہ ذلیل ہیں؟ قارئین خود انصاف کریں کہ یہ جملہ کتنی بڑی گستاخی کا حامل ہے۔ کیا اسی کو تبلیغِ توحید اور اشاعت دین کہا جاتا ہے؟ کیا کسی نبی ولی نے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کرتے ہوئے اُس کی مخلوق کو چمار سے بھی زیادہ ذلیل کہا یا لکھا ہے؟ استغفر اللہ جن لوگوں میں بات کرنے کا شعور اور سلیقہ بھی نہ ہو انہیں اپنا مقتدیٰ اور پیشوا سمجھنے پر فخر کرنے والے کیسے لوگ ہیں؟ اگر آج کا کوئی وہابی لفظ ذلیل کا عربی میں لغوی معنیٰ (نیچا، عاجز) لے کر دہلوی صاحب کی وکالت کرنا چاہے تو اُسے یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ یہ لفظ اُردو میں

استعمال کیا گیا۔ اُردو عُرف میں ذلیل کا کیا معنی ہے؟ (کسی بھی معاشرہ اور زبان میں الفاظ کا استعمال اُس کے عرف کا خیال رکھ کے کیا جاتا ہے) اور پھر ساتھ چمار کے لفظ نے تو رہی سہی کسر ہی نکال کر رکھ دی"۔ (راہ و رسم منزل ہا ص ۲۸۷، ۲۸۸)

تھانوی صاحب کے ملفوظات "قصص الاکابر" میں لکھا ہے "مولانا محمد یعقوب صاحب قصہ فرماتے تھے کہ کسی نے مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کی خدمت میں اعتراضاً عرض کیا کہ مولانا اسماعیل صاحب شہید نے ایک بات تو ایسی لکھی ہے کہ اس کی وجہ سے اُن پر کفر عائد ہوئے بغیر چارہ ہی نہیں اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ "اگر اللہ چاہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سینکڑوں بنا ڈالے۔" (صفحہ ۱۲، ۱۳) یعنی اس سے امکانِ نظیر کا عقیدہ بھی ہُوا اور ختمِ نبوت کا انکار بھی۔

لگے ہاتھوں تھانوی صاحب کی زبانی مولوی اسماعیل صاحب کی شوخ مزاجی ملاحظہ فرمائیں۔ لکھا ہے "ایک صاحب نیتیں بہت پوچھا کرتے تھے۔ (مولوی اسماعیل صاحب نے) اُن سے کہا کہ تمہیں بیت الخلاء جانے کی نیت معلوم ہے، میں بتاؤں۔ یٰاَیُّھَاالنَّفرَّکَ لوٹادھرَّکَ فِیْ مُقَامِ الْجھرَّکَ وَالتَّرَّک۔

(قصص الاکابر صفحہ ۱۸۔ ادارہ اشرف الامداد لاہور)

ردِ عمل:

مولانا شاہ اسماعیل دہلوی نے خود بھی اقرار کیا ہے کہ تقویۃ الایمان کا لہجہ سخت ہو گیا ہے، جو شرک نہیں تھا اُسے بھی شرک لکھ دیا گیا اور یہ بھی خدشہ تھا کہ اس پر ضرور لڑائی بھڑائی ہوگی۔ اور واقعۃً ایسا ہوا۔ آیئے ایک حدیث مبارکہ پر بات کرتے ہیں پھر تقویۃ الایمان کا رد پیش کیا جائے گا۔ مکہ مکرمہ میں شرک جب اپنی آخری حدوں کو چھو رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرما کر اپنے بندوں پر احسانِ عظیم فرمایا۔ آپ نے شرک کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ اس طرح کہ آج تک کوئی شخص خدائی کا دعویٰ پھر نہ کر سکا۔ امام مسلم بن

حجاج قشیری روایت کرتے ہیں:

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! شیطان جزیرۂ عرب میں اپنی عبادت کیے جانے سے (گویا شرک سے) مایوس ہو گیا ہے لیکن وہ ان کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکائے گا۔" (صحیح مسلم، مسند احمد)

وہابیوں کے قبضے (۱۹۲۵ء) سے پہلے حرمین شریفین میں اہل سنت کے جو معمولات تھے، جنھیں وہابی اور اُنکے ہمنوا شرک کہتے ہیں، وہ حدیث مذکورہ کی رو سے شرک ہرگز نہیں تھے۔ اسی طرح مولانا شاہ اسماعیل دہلوی کے پیروکار جو بڑی شدومد سے کہتے ہیں کہ اُس وقت مسلم معاشرہ کے اندر پھیلی ہوئی بداعتقادی، بے راہ روی اور مشرکانہ رسوم کا بازار گرم تھا لہٰذا تقویۃ الایمان میں تیزی، درشتی، سخت لب ولہجہ اور تشدد فطری امر تھا، لیکن ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ تشدد اور سختی بداعتقادی اور مشرکانہ رسوم کے مرتکب افراد پر ہونی چاہیے تھی جبکہ شاہ اسماعیل نے یہ تشدد پیغمبروں اور ولیوں بالخصوص سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظمت وعزت پر کیا۔ اصلاح معاشرہ اور تبلیغ توحید کے نام پر انبیاء واولیاء کو نشانے پر رکھ لینا کس قدر ظلم عظیم ہے۔ اب جبکہ شاہ اسماعیل کے متبعین خود بھی اس کتاب کی سختی اور تشدد کا اقرار کر رہے ہیں تو یہ بھی تو دیکھیں نا! کہ تشدد کا برتاؤ کس چیز پر ہے، توہین آمیز الفاظ کن مقدس ہستیوں کے متعلق کہے گئے۔ حیرت کا مقام ہے کہ اُسی دور میں اُسی معاشرے کے اندر شاہ اسماعیل کے تین چچا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین بلند مرتبہ علمی مقام پر فائز ہیں، لیکن کسی ایک کے بھی دائرہ بصارت میں یہ مشرکانہ رسوم نہ آسکیں۔ معاشرتی برائیاں اور بدعات وخرافات کس زمانہ میں نہیں رہیں؟ مگر ایسا اسماعیل دہلوی جیسا مصلح اور تقویۃ الایمان جیسی کتاب کسی دور میں نہیں آئی۔ اُس وقت کے تمام جلیل القدر علماء کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا اور اُن حضرات نے بہ اتفاق اس کتاب کو رد کر دیا۔ بدعات وخرافات سے ہمیں انکار نہیں مگر جس زور وشور سے شرک، شرک کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے، ہم اس سے ہرگز اتفاق نہیں کرتے۔ اسکی وجہ یہ حدیث

مبارکہ ہے ملاحظہ فرمائیے! حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

وَاِنِّیْ وَاللّٰہِ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا ۔

(صحیح بخاری ج اول کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الشھید حدیث نمبر ۱۲۵۷)

ترجمہ: اور بے شک خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق ڈر نہیں ہے کہ میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تم دنیا کی محبت میں نہ پھنس جاؤ۔

حضور ﷺ خدا کی قسم اُٹھا کر فرمائیں کہ مجھے تم سے شرک کا خطرہ نہیں اور مخالفینِ اہلِ سنت ہر بات کو شرک شرک کہہ کر اہل سنت کے پلے باندھیں، فیصلہ قارئین ہی کر لیں کہ کس کی بات کو سچ مانا جائے۔

خانقاہ حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہید دہلی کے سجادہ نشین مولانا زید ابوالحسن فاروقی لکھتے ہیں:

''مجھ کو تقویۃ الایمان میں وہابیت کے اثرات نظر آئے۔ لہٰذا میں نے مختصر طور پر محمد بن عبدالوہاب (نجدی) کے حالات کا مطالعہ کیا اور اُن کے رسالہ ''ردالاشراک'' کا دقیق نظر سے مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ مولانا اسماعیل نے جو کچھ اس رسالہ میں لکھا ہے نجدی ردالاشراک سے لیا ہے''۔ (مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۱۴)

مولانا زید ابوالحسن فاروقی اپنی کتاب کے ابتدائیہ میں شاہ اسماعیل کے متعلق لکھتے ہیں:

''ان کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا اور نجدی کا رسالہ ''ردالاشراک'' ان کی نظر سے گزرا اور انھوں نے اردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا، کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہلحدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ آئمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا،

معمولی نوشت وخواند کے افراد امام بننے لگے اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہِ نبوت کی تعظیم واحترام میں تقصیرات (کمی) کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہ ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں''۔

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۹)

مولانا زید فاروقی اپنے رسالہ کی وجہ تالیف میں بیان کرتے ہیں کہ ''۱۹۷۸ء میں (دیوبندی) مجلّہ الفرقان پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ جو لکھنؤ سے شائع ہوتا ہے۔ اس شمارہ میں شاہ اسماعیل سے متعلق ایک مضمون شائع ہوا، دقیق نظر سے مطالعہ کیا۔ فاضل مقالہ نگار نے سترہ افراد کے ۱۳۷ اقوال نقل کیے ہیں۔ زیادہ تر اقوال مولانا اسماعیل کے مکتبہ فکر کے تربیت یافتگان کے ہیں۔ ایسے افراد کی مدح سرائی کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ مشہور قول ہے ''کس نہ گوید کہ دوغ ما ترش است'' (اپنی لسی کو کوئی کھٹا نہیں کہتا) حضرات ثلاثہ یعنی شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر کے شاگرد ہندوستان کے بلند مرتبہ علماء تھے۔ ان حضرات نے تقویۃ الایمان کی خرابیوں کا بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں رسالے لکھے ہیں.... اگر تقویۃ الایمان ایسی ہی اعلیٰ اور بلند مرتبہ کتاب ہوتی تو یہ گرامی قدر علماء بہ اتفاق کیوں اس کو برا کہتے''؟[1]

(مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۱۱،۱۲)

تقویۃ الایمان کو تفریق وانتشار کا سبب قرار دیتے ہوئے مولانا زید فرماتے ہیں: ''یہی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ کو یہی منظور تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی یک جہتی اور یک مذہبی تمام ہوا اور ۹۰۰ سالہ اسلامی مملکت کا خاتمہ

(۱) معلوم ہوا کہ یہ علمی ورثہ علمائے اہل سنت کے پاس ہے، علمائے دیو بند کے پاس نہیں۔

ہو۔ چنانچہ تیس سال کی مدت میں صدہا سال کی تمام نعمت ہاتھ سے نکل گئی''۔ (ایضاً ص۱۴)

یہ تھی انگریز کی وہ چال جس نے اسلامی مملکت کا خاتمہ کیا، مسلمانوں میں انتشار کا بیج بویا اور اُن کے دلوں سے عظمت مصطفیٰ ﷺ کم کرنے کے لیے ''تقویۃ الایمان'' ایسی فتنہ انگیز کتاب اپنے خرچ پر دھڑا دھڑ تقسیم کروائی۔ شورش کاشمیری رقمطراز ہیں کہ! ''انگریز کے سامنے ہندوستان میں برطانوی عملداری کو استحکام دینے کے لیے چار سوال تھے۔

(۱) مسلمانوں میں روح جہاد کارفرما ہونا۔

(۲) مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان منافرت پیدا کرنا تاکہ مل کر انگریز سے لڑ نہ سکیں۔

(۳) ''اسلام اور پیغمبر اسلام پر رکیک حملوں کا محاذ کھولا جائے''۔ تاکہ جہاد سے رُخ پھیر کر آپس میں مجادلہ ومناظرہ کا بازار گرم کریں۔

(۴) مسلمانوں کے نئے اور پرانے فرقوں کی معرفت متحارب ومتصادم عقائد پیدا کرنا تاکہ ملی وحدت پراگندہ (منتشر) ہوجائے''۔ (تحریک ختم نبوت ص۱۳،۱۴)

چنانچہ پیغمبر اسلام پر حقیر ورکیک حملوں کا ایسا محاذ کھلا کہ آج تک ختم ہونے میں نہیں آیا۔ پہلا حملہ تقویۃ الایمان سے شروع ہوا اور ہر طرف مجادلہ ومناظرہ کے دروازے کھل گئے۔ کتاب ''صراط مستقیم'' نے اور شدت پیدا کی۔ ''تحذیر الناس'' نے پورے ہندوستان کے علمائے حق میں ہلچل پیدا کردی۔ یک جہتی کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ متحارب و متصادم عقائد نے ملی وحدت کو پراگندہ کردیا۔ پھر ''براہین قاطعہ'' منظر عام پر آگئی۔ اس میں پیغمبر اسلام پر واقعی رکیک حملہ کیا گیا تھا، اختلافات کی آگ اور بھڑک اُٹھی، دوست دوست سے جدا اور بھائی بھائی کا دشمن بن گیا۔ انگریزی چال کامیاب ہورہی تھی۔ اہلسنت حیران، یہ کیا ہورہا ہے۔ اسی دوران ''الجہد المقل'' آگئی ''یکروزہ'' کی اشاعت بڑھادی گئی، پھر ''حفظ الایمان''، ''الامداد''، ''فتاویٰ رشیدیہ'' اوپر تلے لائن لگ گئی۔ ایک طرف ان

گستاخانہ عبارات پر مبنی کتابوں کے انبار، دوسری جانب قادیان سے مختلف دعوؤں کی پکار، قارئین! آپ کو دعوت فکر دی جاتی ہے، سوچئے، پوچھیے، پڑھیے، تحقیق کیجئے۔ یہ کتابیں کن لوگوں نے لکھیں، یہ لوگ کس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں، انکی وجہ سے شورش اُٹھی یا نہیں، مناظرے ہوئے یا نہیں، ملت اسلامیہ کا شیرازہ ان کتابوں کی وجہ سے بکھرا یا نہیں، ان کتابوں پر فتوے عائد ہوئے یا نہیں، ان کے لکھنے والوں پر تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا گیا یا نہیں؟

ایک اہم بات:

مولانا فضل حق خیر آبادی سے چل کر امام احمد رضا بریلوی تک اور وہاں سے آج تک اہل سنت وجماعت جو بریلوی کہلاتے ہیں ان کی کسی ایک کتاب کی نشاندہی کردیجئے جو کسی معروف ومستند عالم دین نے لکھی ہو اور اس نے پورے ہندوستان میں فتنہ وفساد برپا کردیا ہو یا اُس پر کفر کے فتوے عائد کیے گئے ہوں۔ آپ کو ایک بھی ایسی کتاب نہیں ملے گی۔ اس احسان عظیم پر ہم جتنا بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کم ہے۔ یہ سب اللہ جل شانہ کا فضل وکرم اور حضور ﷺ کا فیض اور عنایت ہے۔ وللہ الحمد، کاش! یہ توہین آمیز عبارات پر مبنی کتابیں نہ چھپتیں۔ مسلمان الگ الگ نہ ہوئے ہوتے، ان کتابوں کا دفاع نہ کیا جاتا، کاش! اے کاش! توبہ کرلی جاتی تو انگریز کامیاب نہ ہوتا۔ شورش کو لکھنا ہی پڑا:

''انگریز ہر چہار سوالوں کا جواب پیدا کرنے میں کامیاب رہا''۔

(تحریک ختم نبوت ص۱۴)

یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔ ''تبرید النواظر المعروف آنکھوں کی ٹھنڈک'' کتاب میں جناب سرفراز گکھڑوی لکھتے ہیں: ''دو آدمی ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے پاس جھگڑا لے کر آئے۔ جھگڑا ایک چار پائے کے متعلق تھا۔ ایک کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ میرا ہے دوسرا اس کا مدعی تھا کہ یہ میرا ہے۔ آپ نے وہ دونوں کو دلوادیا۔ اگر آپ حاضر وناظر اور عالم الغیب ہوتے، تو آپ نے صاحبِ حق کی حق تلفی کرتے ہوئے غیر مالک کو نصف کیوں دلوادیا''۔ (ص۱۰۶ پُرانا ایڈیشن) دیکھئے سرفراز صاحب نے ''حق تلفی'' کے الفاظ

لکھے ہیں جس کا مطلب بے انصافی ہوتا ہے۔ ایک تو حضور ﷺ کے فیصلے کو اپنے مسلکی مزاج کے مطابق کم علمی اور ناواقفی پر محمول کیا کیونکہ تاویلات کا خیال ان لوگوں کو اپنے اکابر کی متنازعہ عبارات پر سوجھتا ہے اور اعتراضات کی گٹھڑی علومِ مصطفےٰ ﷺ سامنے آنے پر کھلتی ہے۔ ''بے انصافی'' کے یہ اعتراضات نئے نہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور ﷺ کو ''بے انصاف'' ذوالخویصرہ نے بھی کہا تھا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ (سُنا ہے نئے ایڈیشن سے یہ الفاظ نکال دیئے گئے ہیں)۔

ایک عقیدت مند کی حق گوئی:

مولانا حکیم سید محمود احمد برکاتی جو علمائے دیوبند کے نیازمندوں اور شاہ اسماعیل دہلوی کے ارادت مندوں میں سے ہیں، کیا لکھتے ہیں، نمبروار ملاحظہ فرمایئے:

(۱) ''شاہ شہید کے متشددانہ اور حسنِ ادب سے بعید مسلک سے اختلاف بھی مجھے ورثہ میں ملا ہے، مگر صرف ورثہ کی بات نہیں ہے، خاندانی افکار و آراء کو یکسر محو کر کے برسوں کی حقیقت پسندانہ جستجو اور آزاد مطالعے اور طویل فکر کے بعد اتفاقاً مجھے وہی رائے قائم کرنی پڑی جو شاہ اسحاق کی تھی، علامہ خیر آبادی کی تھی، اور میرے اسلاف کی تھی (یعنی وہابیانہ بے ادبی سے اختلاف۔ راقم)۔

(حیات شاہ محمد اسحاق صفحہ ۱۶،۱۵)

(۲) یہ بھی واقعہ ہے کہ اُن میں کئی کمزوریاں بھی تھیں، اُن کے مزاج میں اشتعال تھا، وہ جلد گرم ہو جاتے تھے اور بعض اوقات غصہ میں بے قابو ہو جاتے تھے۔

(ایضاً صفحہ ۳۸)

(۳) ''تشدّد و تصلّب اور شرکِ خفی کو شرکِ جلی کہہ گزرنے کا خود اُنہوں نے اعتراف کر لیا تھا، اسی تشدّد و تصلّب کی وجہ سے وہ اپنی تحریروں میں ایک دردمند اور محبت کیش صوفی کے بجائے ایک تُند خو اور سخت گیر مُلّا نظر آتے ہیں۔''

(ایضاً صفحہ ۳۹،۳۸)

(۴) ''وہ تدریج کے اصول کو بھی فراموش کر بیٹھے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ نادانستہ طور پر وہ وصل کے بجائے فصل کا باعث بن گئے۔ اُنہوں نے اپنے شعلہ فشاں اور آتش بار مواعظ میں تکفیرِ مسلمین کا وہ زور باندھا کہ خود ان کے خاندان کے بہت سے ارادت کیش اور نیاز مند چیخ اُٹھے اور خود انہی کے کئی بنی عم (چچازاد) ان سے مناظرہ پر مجبور ہو گئے۔'' (حیات شاہ محمد اسحاق صفحہ ۳۹،۳۸)

ولی اللّٰہی ورثے کی رٹ لگانے والے توجہ فرمائیں۔

(۵) شاہ عبدالعزیز حنفیت میں راسخ تھے اور وہ اپنی مسند کے لئے کسی ایسے فرد کا انتخاب گوارا نہیں کر سکتے تھے جو وادئ تطبیق و توافق میں سرگرم ہو، چہ جائے کہ عمل بالحدیث کا داعی۔ (ایضاً صفحہ ۴۳)

(۶) ۱۸۱۷ء میں اُنہوں (شاہ اسماعیل) نے سید احمد کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی تحریکِ جہاد میں شامل ہو گئے اور سید صاحب نے جب ترغیبِ جہاد کے لئے اقطاعِ ہند کے دورے شروع کئے تو وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ رہتے اور وعظ کہتے تھے۔ ان مواعظ میں وہ ترغیبِ جہاد پر کم اور تقلیدِ شخصی معیّن کے خلاف زیادہ زور دیتے تھے.... اور مسلمان دعوتِ جہاد کو ''دعوتِ عدمِ تقلید'' سمجھنے لگے اور اِس اضطراب نے جامع (مسجد) دہلی کی اس مجلس مناظرہ کی شکل اختیار کر لی جس میں پہلی بار ولی اللّٰہی خاندان کے باہم اختلافات منظرِ عام پر آئے۔ یہی نہیں بلکہ رسائل و فتاوٰی کا بھی تبادلہ ہونے لگا۔ (ایضاً صفحہ ۴۴)

(۷) شاہ اسماعیل کو متعارف معنوں میں حنفی کہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے وہ قول و عمل دونوں اعتبار سے اہل حدیث تھے اور شاہ عبدالعزیز کی نظر میں مسندِ عزیزی پر تمکّن کے لئے قطعاً موزوں نہیں ہو سکتے تھے۔ (ایضاً صفحہ ۴۶)

(۸) ہم مسلسل اور نیازمندانہ اور معتقدانہ غور و فکر کے باوجود یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ شاہ اسماعیل نے عدمِ تقلید کی دعوت، اچانک اور برملا دعوت کے لئے اس وقت کا

انتخاب کن دلائل کی بناء پر کیا تھا؟ اور ترغیب جہاد کے لئے ''تقلید شخص معیّن'' کے خلاف تحریر و تقریر کی کون سی شرعی ضرورت تھی؟ ایک متفق علیہ رُکن اسلام جہاد کا جذبہ بیدار کرنے کے لئے مختلف فیہ مسائل و جزئیات پر ہنگامۂ اختلاف برپا کرنا ان کا ایک غیر حکیمانہ اندازِ دعوت تھا۔ پھر دعوت بھی ایسی پُر جوش کہ کراہت اور حُرمت میں اور شرکِ خفی اور شرکِ جلی میں کوئی امتیاز نہیں.... نتیجۃً سرحد کے راسخ العقیدہ مسلمانوں کی اکثریت ان سے بیزار ہوتی چلی گئی۔ (ایضاً صفحہ ۶۰، ۶۱)

(۹) خواص میں بھی خانوادۂ ولی اللّٰہی کے مُنتسِبین شاہ اسماعیل کے اس طرزِ فکر اور اندازِ تحریر و تقریر کی تلخیوں اور افتراق انگیزیوں کو برداشت نہ کر سکے اور تحریر و تقریر کے ذریعہ انکار و ابطال پر مجبور ہو گئے۔ شاہ اسماعیل کے حقیقی عم زاد بھائی مولوی مخصوص اللہ اور مولوی محمد موسیٰ ان مقابلہ آرا اور ابطال آمادہ علماء کے شانہ بشانہ صف آرا تھے۔ (ایضاً صفحہ ۶۱)

ولی اللّٰہی ورثہ کی رٹ لگانے والے علمائے دیوبند غور فرمائیں۔

(۱۰) پُورے خاندان میں جن دو قابلِ ذکر شخصیتوں نے اتفاق و اختلاف کی حدود کو پہچانا، اصول اور فروع میں امتیاز کیا تو وہ شاہ محمد اسحاق اور اُن کے بھائی شاہ محمد یعقوب تھے۔ ہم آئندہ حوالوں کے ساتھ یہ ثابت کریں گے کہ وہ حنفی تھے اور شاہ اسماعیل سے قطعاً متفق نہیں تھے۔ (ایضاً صفحہ ۶۲)

(۱۱) سید صاحب کے ساتھ شاہ اسماعیل نے تقریباً ۱۸۱۷ء میں ایک مختصر ہنگامہ آراء رسالہ تقویۃ الایمان کے نام سے تحریر کیا تو اس کی اشاعت سے ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔ اس کے اندازِ بیان اور لہجہ کی رَوِش اور تلخی نے شاہ عبدالعزیز و شاہ عبدالقادر کے بہت سے تلامذہ و خدّام کو دل آزردہ اور مایوس کیا۔ چنانچہ اس کے خلاف رسائل لکھے گئے، تقریریں کی گئیں، مناظرے ہوئے۔

(حیات شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی صفحہ ۶۳ مطبوعہ الرحیم اکیڈمی لیاقت آباد کراچی)

حکیم محمود احمد برکاتی اپنی ایک اور کتاب میں منشی محمد جعفر تھانیسری کی زبانی اُن کی کتاب ''سوانح احمدی'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ مولانا فضلِ حق خیر آبادی نے کتاب تقویت الایمان کی اس عبارت، کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک آن میں کروڑوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا کر ڈالے، پر گرفت کی تو ''اس کے جواب میں مولانا (اسماعیل) نے ایک فتویٰ بدلائل عقلی و نقلی مدلل لکھا ہے.... اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس خوبی سے آپ نے مخالفوں کا منہ بند کیا ہے'' اس پر حکیم برکاتی صاحب یوں تبصرہ کرتے ہیں ''مخالفین کا منہ تو بند نہیں ہوا، دین میں جو فتنہ پیدا ہو گیا اور قلبِ اُمت میں قادیانیت کا جو ناسُور پیدا ہو گیا، اُس کا علاج نظر نہیں آتا۔

(کتاب فضلِ حق خیر آبادی اور سن ستاون صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ برکات اکیڈمی ۲۹۸، اے لیاقت آباد کراچی، مئی ۱۹۸۷ء)

حکیم محمود احمد برکاتی مزید لکھتے ہیں:

''شاہ اسماعیل کی اس تحریر پر مولانا فضلِ حق نے یہ اعتراض کیا تھا کہ نظیرِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا امکان تسلیم کر لینے سے ختمِ نبوت کا انکار لازم آتا ہے، مگر شاہ (اسماعیل) صاحب کو اپنی بات پر اصرار رہا اور پھر ان کی حمایت میں مولوی حیدر علی رام پوری نے ان سے بھی بڑھ کر بات کہی کہ حضور اکرم (ﷺ) ممکن ہے ان (ہمارے) ارض و سما کے خاتم النبیین ہوں اور وہ مفروض (فرضی نبی) مثیلِ خاتم النبیین (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل خاتم) کسی دوسرے ارض و سما اور کسی اور دُنیا کا خاتم النبیین ہو (صیانۃ الناس من وسوسۃ الخناس بحوالہ امتناع النظیر صفحہ ۱۵۶)'' (فضلِ حق خیر آبادی اور سن ستاون صفحہ ۱۱۲)

آگے برکاتی صاحب رقم طراز ہیں ''ان حضرات نے اثر ابنِ عباس (قولِ صحابی) سے استدلال کیا جو ایک موضوع روایت اور از قبیلِ اسرائیلیات ہے۔ اس روایت میں سات زمینوں کے وجود اور ان ساتوں زمینوں میں ہماری زمین کے انبیاء علیہم السلام اور خاتم

النبیین (ﷺ) کی طرح الگ الگ ہر زمین میں دوسرے انبیاء علیہم السلام اور خاتم النبیین ﷺ کا ذکر ہے، گویا اس طرح یہ حضرات امکانِ نظیر کے اثبات کی دُھن میں سات زمینوں کے سات خاتم النبیین ثابت کرنے پر تُل گئے اور اس طرح نادانستہ ہی انکارِ ختمِ نبوت کی راہ ہموار ہوئی اور مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ نبوت کا اِدّعا کرے، چنانچہ مرزا کے خلیفہ مرزا بشیر احمد نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے رسالہ تحذیر الناس کی (جو اثر ابنِ عباس کی صحت کے حق میں ہے) ایک عبارت نقل کرکے لکھا ہے:

''اہلِ بصیرت کے نزدیک اس شہادت کو خاص وزن حاصل ہونا چاہیے۔ یہ شہادت مدرسۃ العلوم دیوبند کے نامور بانی حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کی ہے (ختمِ نبوت کی حقیقت صفحہ ۱۵۴۔ طبع کراچی)'' (فضلِ حق خیر آبادی اور سن ستاون۔ صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳)

حکیم صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں ''مولانا محمد قاسم نے ۱۸۷۳ء میں رسالہ تحذیر الناس لکھا اور ۱۸۸۰ء میں مرزا نے اپنے مُلْہِم (الہام کرنے والا) اور مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے'' (حاشیہ صفحہ ۱۱۲) حکیم صاحب نے اس موضوع کا اختتام اس فکر انگیز عبارت پر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''مختصر یہ ہے کہ شاہ اسماعیل کے غیر محتاط اندازِ بیان اور ایک خاص گروہ کے علماء کی طرف سے ان کی بے جا اور ناحق حمایت نے ایک ایسے فتنے کو سر اُٹھانے اور پنپنے کا موقع دیا جو ۹۵ سال سے اُمت کے لئے دردِ سر بلکہ دردِ جگر بنا ہوا ہے۔ مولانا فضلِ حق کی فراست نے برمحل اس فتنے کا سدِّ باب کرنا چاہا تھا اور شاہ اسماعیل کی کتاب پر بروقت تنقید کی تھی۔'' (ایضاً صفحہ ۱۱۳)

گھر کی اس بوجھل شہادت کے بعد مزید کسی تبصرے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس سے قبل بھی حکیم سید محمود احمد برکاتی نے ''مولانا خیر آبادی کی زندگی کے سلسلے میں چند اغلاط

کی تصحیح'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے ''مولانا (فضلِ حق) کا جرم صرف یہ تھا کہ جب شاہ اسماعیل نے ۱۸۱۸ء میں امامِ معیّن کی تقلید ترک کرکے ''تمسک بالکتاب والسنۃ'' کا (بزعم خود) پرچم بلند کیا اور ''تقویت الایمان'' کے نام سے اُردو میں ایک رسالہ لکھا، جس کا نہ صرف اندازِ بیان حُسنِ ادب سے عاری تھا، بلکہ جمہورِ اُمت کے عقائد کے برعکس شفاعت کا انکار بھی کیا تھا اور نظیرِ نبی (ﷺ) کے امتناع کا بھی انکار تھا تو دہلی کے دینی حلقوں میں ہلچل مچ گئی اور وقت کے علماء جن میں اکثریت ولی اللٰہی علماء کی تھی، سخت برہم ہوئے'' (ایضاً صفحہ ۱۰۳) مزید لکھا:

''مولانا فضلِ حق نے جرأت سے کام لے کر امتناع النظیر کے مسئلے پر شاہ اسماعیل کے جواب میں ایک رسالہ تالیف فرمایا اور پھر ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' کے نام سے ایک مبسوط کتاب تحریر فرمائی جس پر علمائے عصر اور خانوادۂ ولی اللٰہی سے وابستہ علماء کے بھی دستخط تھے۔'' (ایضاً صفحہ ۱۰۳)

ان غیر جانبدارانہ بیانات سے معلوم ہوا کہ ولی اللٰہی سلسلہ کے وابستہ علماء شاہ اسماعیل کے خلاف تھے۔ آج اگر ڈاکٹر خالد دیوبندی وغیرہ اپنے اکابر کا سلسلہ شاہ ولی اللہ سے جوڑتے ہیں تو یہ نری غلط بیانی ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ البتہ ان کے ڈانڈے شاہ اسماعیل سے ہوتے ہوئے محمد بن عبدالوہاب سے ضرور جا ملتے ہیں۔

کیا اب بھی انکار کی گنجائش باقی ہے کہ شاہ اسماعیل کی کتاب تقویۃ الایمان نے ملتِ اسلامیہ کا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا؟

علامہ فضلِ حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ

''اُستاذ مطلق مولانا فضل حق فاروقی چشتی خیر آبادی ۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ اکثر تعلیم اپنے والد گرامی حضرت مولانا فضل امام خیر آبادی سے حاصل کی، حدیث کے لیے حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ۱۳ سال کی عمر میں درسیات کی تکمیل کرلی، اپنے زمانے میں معقولات کے امام تھے، عربی کے بلند پایہ شاعر تھے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے بعض عربی قصائد مشاہیر شعرائے عرب پر فائق ہیں۔ ہزاروں طلبہ نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا اور اپنی اپنی جگہ علم وفن کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے، تلامذہ میں یہ چار حضرات ''عناصر اربعہ'' کہلاتے ہیں۔ (۱) آپ کے صاحبزادے مولانا عبدالحق خیر آبادی (۲) تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی (۳) مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری (۴) مولانا فیض الحسن سہارنپوری۔ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور جنگِ آزادی کی قیادت کی، اسی جرم میں کالا پانی کی سزا ہوئی، اور ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء کو جزیرۂ انڈمان میں وفات پائی، اور وہیں مدفون ہوئے۔ ایک درجن سے زیادہ معرکہ آرا تصانیف یادگار چھوڑیں۔

شاہ اسمٰعیل دہلوی نے ۱۲۴۰ھ میں تقویت الایمان تصنیف کی، جس کی اشاعت کے بعد ملک بھر اور بالخصوص دہلی میں ایک اضطراب پیدا ہوگیا، تقویت الایمان کی وہ عبارت، جس میں شفاعت کی بحث تھی ایک صاحب نے نقل کر کے اُس کے بارے میں مولانا فضل حق خیر آبادی سے استفتاء کیا۔ آپ نے ۱۸ رمضان المبارک ۱۲۴۰ھ میں اس استفتا کا تفصیلی اور تحقیقی جواب دیا جو فارسی زبان میں ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' کے نام سے شائع ہُوا۔ اس کا اُردو ترجمہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے رمضان ۱۳۹۸ھ/اگست ۱۹۷۸ء کو کیا، جو ۱۳۹۹ھ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی سرگودھا پاکستان سے شائع ہُوا۔ ۱۹۸۲ء میں مولانا عبدالمنان کلیمی کے زیرِ اہتمام دائرۃ المعارف

الامجدیہ، گھوسی نے پہلی بار ہندوستان میں اس کو شائع کیا۔ استفتا میں سائل نے شاہ اسمٰعیل دہلوی کی عبارت نقل کر کے تین سوال کیے تھے:

(۱) یہ کلام حق ہے یا باطل؟

(۲) یہ کلام سیّد المرسلین ﷺ کی شان میں تنقیص وتخفیف پر مشتمل ہے یا نہیں؟

(۳) اگر اس کلام میں حضور ﷺ کی تنقیص شان ہے تو اس کا قائل شرعاً کیا ہے؟

آپ نے ان تینوں سوالوں کے مندرجہ ذیل جوابات عنایت فرمائے:

(۱) قائل کا یہ کلام سرتاپا جھوٹ، دروغ، فریب اور دھوکہ ہے۔

(۲) یہ کلام بلاشبہ سید عالم ﷺ اور دیگر انبیاء، اصفیاء، ملائکہ، اور اولیاء کی تنقیصِ شان پر مشتمل اور تخفیف پر دلالت کرتا ہے۔

(۳) اس بے ہودہ کلام کا قائل از رُوئے شریعت کافر اور بے دین ہے، اور ہرگز مسلمان نہیں، شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے، جو شخص اس کے کُفر میں شک وتردّد لائے یا اس استخفاف کو معمولی جانے، کافر و بے دین نا مسلمان ولعین ہے۔ تحقیق الفتویٰ، ص ۲۴۶، ۲۴۷ دائرۃ المعارف الامجدیہ گھوسی (انڈیا) ۱۹۸۲ء۔''

(مجموعہ رسائل فضلِ رسول صفحہ ۲۹۱، ۲۹۲ ناشر مکتبہ برکات المدینہ۔ بہادر آباد کراچی)

حکیم محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں: ''مولٰینا فضل حق خیر آبادی الٰہیات، علمِ کلام، منطق اور فلسفے کے امامِ وقت تھے۔ برعظیم کے معقولین میں ابتدا سے اب تک ان کا کوئی مثیل ونظیر نہیں ہے۔ عالمِ اسلام کے فلاسفہ میں وہ نصیر الدین طوسی میر باقر داماد اور صدر شیرازی کے ہم صف اور ہم رتبہ محققین میں سے تھے۔ فلسفے، الٰہیات اور منطق میں ان کی تالیفات، شروح اور حواشی فلاسفۂ عالم میں ان کے مقام کا تعین کرتی ہیں۔ نصف صدی تک مسلسل تدریس کرتے رہے اور تلامذہ کی ایک معقول تعداد نے آپ سے کسبِ کمال کیا اور یوں منطق وکلام کے ایک جدید مکتبِ فکر —— ''مکتبِ خیر آباد'' کے بانی قرار پائے۔

علوم میں اس عُلوءِ مقام کے ساتھ مولٰینا کی حیات کا ایک تابناک باب یہ بھی ہے

کہ آپ ایک مدبر سیاسی اور مجاہد بھی تھے۔'' (فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون صفحہ ۱۹)

فتنۂ تحذیر الناس:

''تقویۃ الایمان'' اور ''صراط مستقیم'' جنہوں نے تفریق بین المسلمین کا جاندار کردار ادا کیا۔ اور ابھی ان کی شر انگیزی باقی تھی کہ مدرس دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب ''تحذیر الناس'' کا فتنہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اسی کے بطن سے قادیانیت نے جنم لیا۔ قادیانی آج بھی تحذیر الناس کو کارآمد ہتھیار سمجھتے ہیں۔ دیوبندی بنیادی طور پر مقلد اور حنفی کہلاتے ہیں۔ لیکن کچھ جزئیات میں یہ فقۂ حنفی کے خلاف بھی عمل کرتے ہیں مثلاً مسئلۂ تثویب، دُعا بعد نماز جنازہ، کتابتِ کفن اور حیلہ اسقاط وغیرہ۔ بہرحال علمائے دیوبند کا اعتقادی اور فکری جھکاؤ شاہ اسماعیل دہلوی اور کچھ کچھ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوتا چلا گیا۔ اکابر علمائے دیوبند، اہل حدیث حضرات کو بھی کچھ برا خیال نہیں کرتے تھے۔ اسکے مقابلے میں بریلی، بدایوں، رام پور اور دیگر علمائے اہل سنت کا ان کے ساتھ کوئی ذہنی میلان یا فکری لگاؤ نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تحذیر الناس شائع ہونے پر نظریاتی تصادم اُبھر کر سامنے آ گیا۔ اور اہل سنت کے دو حصے معرض وجود میں آ گئے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا یہ تصادم پھیلتا چلا گیا، اس میں اور شدت آتی گئی اور بات وہیں پہ جا پہنچی کہ جن کا تعلق مولانا فضل حق خیر آبادی کی فکر و اعتقاد سے جڑا ہوا تھا، جو شانِ رسالت کا بھرپور دفاع کرتے رہے بریلوی کہلائے اور جن کے فکری و اعتقادی رابطے شاہ اسماعیل دہلوی سے وابستہ تھے وہ دیوبندی مشہور ہوئے۔ اگرچہ چند ایک علمائے دیوبند کی آوازیں ''تقویۃ الایمان'' کے خلاف اُٹھنا چاہتی تھیں مگر اکابر پرستی کے بوجھ تلے دب کر رہ گئیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی چونکہ دار العلوم دیوبند کی بنیاد مضبوط کرنے والوں میں سے تھے اس لیے جب ان کا رسالہ تحذیر الناس سامنے آیا جس میں ختم نبوت زمانی کا انکار پایا جاتا تھا تو پورے ہندوستان کے علماء نے نانوتوی صاحب کی مخالفت کی۔ اس اختلافی سلسلے کی سب سے اہم مضبوط اور پہلی کڑی ''اثر ابن عباس'' کا مسئلہ ہے جس کو نامور دیوبندی محقق پروفیسر محمد ایوب قادری اور

مشہور دیوبندی مولانا محمد حنیف گنگوہی فاضل دار العلوم دیوبند نے بالترتیب اپنی کتابوں ''مولانا محمد احسن نانوتوی'' اور ''حالات مصنفین درس نظامی'' میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مولانا محمد حنیف گنگوہی دیوبندی پروفیسر صاحب کی کتاب سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولانا محمد احسن (نانوتوی) نے بریلی کے اکابر و عمائد (یعنی معززین شہر) کے مشورہ اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاریخی ''مصباح التہذیب'' ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء میں قائم کیا.... اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے.... جلد ہی بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے اس مدرسہ کی مخالفت شروع ہو گئی اور مولانا نقی علی خاں (امام احمد رضا بریلوی کے والد محترم) کے گروپ نے اس مدرسہ کے جواب میں ایک دوسری درسگاہ ''مدرسہ اہل سنت'' قائم کیا۔ اور مولانا محمد احسن (نانوتوی) کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا''۔

(حالات مصنفین درس نظامی ص ۲۹۵)

اختلاف کی وجہ بیان کرتے ہوئے اس کے بالکل متصل ہی مولانا محمد حنیف گنگوہی لکھتے ہیں:

''.... آپ کی یہ مذہبی و علمی خدمات بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے بعض علماء کو ناگوار ہوئیں جن میں مولانا نقی علی خاں بریلوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ صورت یہ ہوئی کہ ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں شیخوپور ضلع بدایوں میں مسئلہ امکان و امتناع النظیر پر مولانا عبدالقادر بدایونی اور امیر احمد سہسوانی کے درمیان ایک مناظرہ منعقد ہوا۔ سہسوانی نے ہر دو فریق کے مفصل حالات و تحریرات پر مشتمل ایک کتاب ''مناظرہ احمدیہ'' کے نام سے طبع کرادی۔ تحریرات مناظرہ میں اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ سَبْعَ اَرْضِيْنَ فِيْ كُلِّ اَرْضٍ اٰدَمُ

كَآدَمُكُمْ وَنُوحٌ كَنُوحٍ كُمْ اھ“ بھی زیر بحث آیا۔ سہسوانی نے آخر کتاب میں ایک جملہ یہ بھی لکھ دیا کہ! ”مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی بھی اسی (صحت اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ) کے معتقد ہیں۔ اور اسی مضمون (مطلب ومفہوم) پر ان کی مہر ثبت ہے اور اسی کے اور علمائے دین قائل اور معتقد ہیں۔ سہسوانی کے نقل کردہ اقتباس پر مولانا محمد احسن کی تکفیر کی گئی (یعنی کافر قرار دیا گیا) رجب ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں مدرسہ مصباح التہذیب ختم ہوگیا۔ جانبین سے رسالے لکھے گئے، علمائے بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن کی بڑی شدومد سے مخالفت کی۔ بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولانا نقی علی خان کررہے تھے اور بدایوں میں مولانا عبدالقادر بن فضل رسول بدایونی سرخیلِ جماعت تھے۔ یہی بریلی اور دیوبند کی مخالفت کا نقطۂ آغاز تھا جو بعد کو ایک بڑی وسیع خلیج کی شکل اختیار کرگیا“۔

(حالات مصنفین درس نظامی ص ۲۹۵، ۲۹۶ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی نے مولانا محمد احسن نانوتوی کا شجرہ بھی دیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا محمد احسن اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کا تعلق ایک ہی خاندان سے تھا۔ مولانا محمد ہاشم جو دور شاہجہانی میں دربار شاہی میں مقرب تھے انکو بھی چند دیہات جاگیر میں ملے تھے۔ نانوتہ میں مولانا محمد ہاشم کی اولاد خوب پھولی پھلی، مولانا محمد احسن انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ سال پیدائش تقریباً ۱۲۴۱ھ/۱۸۲۵ء لکھا ہے۔ دہلی کالج سے عربی کی تکمیل کے بعد ۱۸۴۷ء میں بنارس کالج میں فارسی شعبہ کے مدرس اوّل مقرر ہوئے۔ مارچ ۱۸۵۱ء میں تبدیل ہوکر بریلی کالج پہنچے اور فارسی کے صدر مقرر ہوئے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں کہ جب برصغیر کے مسلمانوں نے انگریزوں سے جہاد کیا اور آزادی حاصل کرنا چاہی، مولانا محمد احسن نانوتوی انگریزوں کے طرفدار بنے اور تمام مسلمانوں کو اپنا مخالف بنا

لیا۔ مولانا محمد حنیف گنگوہی دیوبندی ”قیام بریلی اور انقلاب ۱۸۵۷ء“ کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

”بنارس سے بریلی تشریف لانے کے بعد آپ نے مستقل قیام کے لیے بریلی ہی منتخب کرلی اور جب ۱۸۵۷ء کا انقلاب انگیز طوفان آیا تو آپ نے اپنے بھائیوں اور دوسرے بزرگوں اور ساتھیوں کے خلاف اس انقلابی طوفان کے سامنے سینہ تان لیا۔ ابھی یہ سیلاب بریلی میں داخل نہیں ہوا تھا کہ آپ نے وعظ وتقریر کے ذریعہ مسلمانوں کو شرکت سے روکنے کی کوشش کی۔ چنانچہ ۲۲ مئی کو نماز جمعہ کے بعد آپ نے بریلی کی مسجد نومحلہ میں ایک تقریر کی جس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے لیکن زمانہ کی رو کے مقابلہ میں سینہ سپر ہوجانا قطعاً غلط تھا چنانچہ تمام مسلمان آپ کے خلاف ہوگئے اور عوام کی یورش یہاں تک بڑھی کہ اگر کوتوال شہر شیخ بدرالدین کی فہمائش (سمجھانے) پر آپ بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو مولانا نے بریلی چھوڑ دی اور بریلی سے آنولہ آئے اور پھر وہاں سے رامپور (افغانان) ہوکر نانوتہ پہنچے“۔

(حالات مصنفین درس نظامی ص ۲۹۳، ۲۹۴)

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا آپ سے اختلاف کسی مذہبی وعلمی خدمات پر حسد کے نتیجے میں نہ تھا بلکہ انگریز کی طرفداری کی بناپر تھا۔

اسکے بعد لکھا ہے کہ جب انقلاب ذرا کم ہوگیا تو آپ دوبارہ ۱۸۵۸ء میں بریلی واپس آگئے جیسا کہ آپ کی قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳ جولائی ۱۸۵۸ء بروز سہ شنبہ انہوں نے بریلی میں مکان کرایہ پر لیا اور دوبارہ ملازمت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ قارئین پھر سے یہ بات تازہ کرلیں کہ مسلمانوں کے اندر فتنہ وفساد برپا کرنے والے لوگ کس برادری،

کس طبقہ، کس رُجحان اور کس عقیدے سے تعلق رکھنے والے تھے۔ نیز یہ کہ یہ لوگ برٹش گورنمنٹ کے خیر خواہ بھی تھے۔ مولانا اگر بریلی نہ چھوڑتے تو مسلمان انکو زندہ نہ چھوڑتے، اس معتبر دیوبندی حوالے سے پتہ چلا کہ بریلی کے مسلمان جن کے سربراہ امام احمد رضا بریلوی کے والدِ محترم مولانا نقی علی خاں تھے، انگریزوں کے کس قدر مخالف تھے اور مذہبی و دینی اعتبار سے کتنے مضبوط عقیدے کے مالک تھے کہ اثر ابن عباس کی وجہ سے مولانا محمد احسن کی بڑی کھل کر مخالفت کی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سہسوانی مولانا جو اہل حدیث وغیرہ سے تعلق رکھتے تھے، امکان نظیر کے مسئلہ پر مولانا عبد القادر بدایونی اہل سنت سے مقابل ہوئے جبکہ ''دیوبندی فکر'' کے حامل مولانا محمد احسن نانوتوی اس مسئلہ میں اُن کے ہمنوا تھے یعنی اثر ابن عباس کی صحت کے دونوں قائل تھے۔

اثر ابن عباس کے متعلق علامہ ابی الحیان اندلسی بحرِ محیط میں لکھتے ہیں: و عن ابن عباس من رواية الواقدي الكذّاب و هٰذا حديث لا شك في وضعه -

ترجمہ: ''یہ قول واقدی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے اور واقدی کذّاب ہے اور یہ وہ حدیث ہے جس کے موضوع ہونے میں کوئی شک نہیں۔'' (بحوالہ تفسیر ضیاء القرآن۔ سورۃ الطلاق آیت ۱۲)

مولانا محمد احسن جس جماعت سے وابستہ تھے وہ مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی وَغَیرُہُم کی جماعت تھی۔ انگریز سرکار کے بارے میں ۱۸۵۷ء میں ان حضرات کا کیا کردار رہا؟ اس کی جانچ پرکھ مولانا رشید احمد گنگوہی کی سوانح عمری ''تذکرۃ الرشید'' سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ جس کے مرتب اکابر دیوبند سے مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی ہیں۔ انہوں نے ''تذکرۃ الرشید'' جلد اول میں بلا لومۃ لائم، بلا تردد اور بلا اکراہ و اجبار ایک ایک بات کی حقیقت واشگاف الفاظ میں بیان کر دی ہے۔ اُنھوں نے ص ۷۳ پر عنوان ہی یہ دیا ہے۔ ''الزام بغاوت اور اُسکی کیفیت''، اسکے تحت لکھتے ہیں:

''شروع ۱۲۷۶ ہجری نبوی ۱۸۵۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام

ربانی قُدِّسَ سِرُّہٗ پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مفسدوں (مسلمان مجاہدین۔ راقم) میں شریک رہنے کی تہمت باندھی گئی''۔ (صفحہ۷۳)

مسلمانوں پر جب انگریز ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہا تھا مجاہدین کے جسموں سے کھالیں کھینچی جارہی تھیں اور اُنھیں بے دریغ سولی پر لٹکایا جارہا تھا، ان اکابرین دیوبند کے متعلق جناب محمد عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

''اتنی بات یقینی ہے کہ اُس گھبراہٹ کے زمانہ میں جبکہ عام لوگ بند کواڑوں، گھر میں بیٹھے ہوئے کانپتے تھے، حضرت امام ربانی (مولانا رشید احمد گنگوہی) اور نیز دیگر حضرات اپنے کاروبار نہایت ہی اطمینان کیساتھ انجام دیتے اور جس شغل میں اس سے قبل مصروف تھے بدستور اُن کاموں میں مشغول رہتے تھے، کبھی ذرہ بھر اضطراب نہیں پیدا ہوا اور کسی وقت حَبَّہ (رتی) برابر تشویش لاحق نہیں ہوئی''۔

(تذکرۃ الرشید ج اول ص ۷۴)

آگے لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی (رشید احمد گنگوہی) اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم (قاسم نانوتوی صاحب) اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں (مسلمان مجاہدین) سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی (انگریز) سرکار کے مخالف باغیوں (مسلمان مجاہدین) کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا۔ اس لیے اٹل پہاڑ کی طرح پرّا جما کر (صف بنا کر) ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لیے تیار ہوگیا، اللہ رے شجاعت و جوانمردی

کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر کا زَہرہ آب ہوجائے (یعنی پتہ پانی ہوجائے) وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لیے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لیے ہیں، چنانچہ آپ پر فیریں (فائر) ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے"۔

(تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۷۴، ۷۵)

حافظ ضامن صاحب کی "شہادت" بعینہ مولانا اسماعیل کی طرح ہوئی۔ جنہیں سرحد کے غیور مسلمانوں نے بالاکوٹ کے مقام پر "شہید" کر دیا تھا۔[1] مولانا عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں! "اور جیسا کہ آپ حضرات (گنگوہی و نانوتوی وغیرہ) اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تازیست خیر خواہ ہی ثابت رہے"۔ (ص ۷۹ ایضاً)...."جب میں حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا"۔ (ایضاً ص ۸۰)...."جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی (انگریز حکومت) کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا"۔ (ص ۷۳) یہ تھے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں عملاً شریک ہونے والے مولانا نانوتوی، جن کا ذکر بڑے طنطنے کے ساتھ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر طعن و الزام کرتے ہوئے علامہ ڈاکٹر خالد محمود نے مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۲۴ پر فرمایا۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

ضمناً یہ کچھ حقائق تھے جو درج کر دیئے گئے ایک بار پھر اپنے ذہن کا رشتہ مولانا محمد احسن نانوتوی اور اثر ابن عباس سے جوڑ لیجئے۔ اثر ابن عباس کا مطلب ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول، جس کا ترجمہ یہ ہے:

---

۱ سید صاحب نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا"۔ (تذکرۃ الرشید ج دوم ص ۲۷۰) پھر عادتاً یا عقیدۃً لکھا کہ سکھوں کے مقابلہ میں مارے گئے اور لاش نہ ملی البتہ مختلف لوگوں کو کراماتاً زندہ سلامت ملتے رہے۔)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے سات زمینیں پیدا فرمائیں اور ہر زمین پر تمہارے ایک نبی آدم کی طرح ایک آدم، تمہارے ایک نبی نوح کی طرح ایک نوح، تمہارے ایک ابراہیم کی طرح ایک ابراہیم، تمہارے ایک نبی عیسیٰ کی طرح ایک عیسیٰ اور تمہارے نبی (محمد ﷺ) کی طرح ایک نبی ہے۔"

مولانا محمد احسن نانوتوی نے اس کی تائید کی مگر اکثر علمائے ہندوستان نے اس اثر کو مسئلہ ختم نبوت کی نص قطعی وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ کے بالکل خلاف سمجھا کہ اس طرح عقیدہ ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے۔ البتہ علمائے کرام نے جب دیکھا کہ اس کی اسناد مشتبہ ہیں اور یہ اثر باعتبار فن قطعی الثبوت نہیں اور اس کو تسلیم کرنے سے ختم نبوت پر زد پڑتی ہے تو انھوں نے مناسب تاویلیں کیں تاکہ نص قرآنی کیساتھ اس کی مطابقت پیدا ہو جائے۔ مولانا احسن نانوتوی نے یہ اثر ابن عباس بصورت استفتاء مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پاس بھیجا جس کے نتیجہ میں جواب کے طور پر "تحذیر الناس" وجود میں آئی۔ کتاب کا پورا نام "تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس" ہے۔ یہ اثر کتاب تحذیر الناس کے صفحہ اول پر درج ہے اور مولانا احسن نانوتوی نے مولانا محمد قاسم نانوتوی سے اس کے متعلق شرعی حکم دریافت کیا ہے۔ یہی اثر ابن عباس "تحذیر الناس" کے لکھے جانے کا باعث بنا۔

جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ اس اثر کو صحیح ماننے سے جہاں حضور ﷺ کی مثل اور نظیر ہونے کا عقیدہ پیدا ہوتا ہے وہیں ختم نبوت کے اجماعی عقیدے پر بھی زد پڑتی ہے اسی لیے علمائے کرام نے اسے شاذ فرمایا اور مختلف تاویلیں کیں یا انکار کر دیا۔ مولانا منظر الاسلام ازہری (انڈیا) کا وقیع مقالہ ماہنامہ "جام نور" دہلی جون ۲۰۰۸ء میں بعنوان "اثر ابن عباس پر محدثانہ نظر" شائع ہوا۔ فرماتے ہیں:

"تیرھویں صدی ہجری کا نصف اخیر اور چودھویں صدی ہجری کا ابتدائی زمانہ سیاسی کشمکش کیساتھ ساتھ مذہبی انتشار کا بھی زمانہ رہا ہے۔ سیاست کیساتھ ساتھ مذہب کو بھی بازیچۂ اطفال بنانے کی

کوشش کی گئی۔ حدیث شریف کے مطابق اہل حق کی جماعت نے مذہب کے خلاف اُٹھنے والی آوازوں اور دین کے خلاف چلنے والے قلموں کو مروڑ کر رکھ دیا۔ گروہی فتنہ پھیلانے کی کوشش کی گئی مگر اسے کچلنے کے ساز وسامان بھی کیے گئے۔ اسی زمانہ کی بات ہے کہ دیوبند کے ایک معروف عالم دین جناب قاسم نانوتوی نے ''تحذیر الناس من اثر ابن عباس'' کتاب لکھی اس کتاب میں اثر ابن عباس کی اسنادی حیثیت کا اعتبار کر کے عقلی دلائل کی روشنی میں زمین کے دیگر طبقات میں انبیاء کرام کے وجود کو نہ یہ کہ تسلیم کیا گیا بلکہ نبی اکرم ﷺ کے خاتم نبوت ہونے کا انکار بھی اس سے متبادر[1] ہے۔ علمائے کرام کی ایک جماعت نے اُسی زمانہ میں کتاب کا وافی وشافی رد بھی کیا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے''۔ (جام نور دہلی جون ۲۰۰۸ ص ۴۹)

اس کے بعد مولانا منظر الاسلام نے اس پر محدثانہ بحث فرمائی ہے۔ آخر میں یہ لکھا:

''الحاصل ''اثر ابن عباس'' سند اور متن دونوں ہی اعتبار سے ضعیف ہے.... حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جناب نانوتوی صاحب نے اپنی کتاب کا نام ''تحذیر الناس من اثر ابن عباس'' رکھا مگر پوری کتاب میں کہیں بھی حدیث کی سند یا متن پر کوئی واضح بحث نہیں کی''۔

(ایضاً ص ۵۲)

اسی ماہنامہ جام نور کے اگلے ماہ کے شمارہ میں مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری نے اثر ابن عباس پر کچھ مزید وضاحتیں ارشاد فرمائیں، لکھتے ہیں:

''مسئلہ امکان نظیر کے سلسلہ میں سب سے پہلے اثر ابن عباس کو میاں نذیر حسین دہلوی نے ۱۲۸۰ھ/۱۲۸۴ھ کے درمیانی عرصے میں پیش

[1] کسی معنی کی طرف فوراً ذہن کا منتقل ہونا۔

کیا (دیکھئے افادات حمدیہ از حافظ بخاری مولانا سید عبدالصمد سہسوانی ص ۴ مطبع الٰہی آگرہ ۱۲۸۶ھ) اسکے بعد میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد میاں امیر حسن سہسوانی نے ''افادات ترابیہ'' کے نام سے ۱۶ صفحات کا ایک رسالہ لکھا جو ان کے ایک شاگرد مولانا تراب علی خانپوری کے نام سے ۱۲۸۶ھ/ ۱۸۶۹ء میں میرٹھ سے شائع ہوا۔ اس رسالہ میں میاں امیر حسن سہسوانی نے اثر ابن عباس کو بنیاد بناتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے چھ امثال (ہم شکل وہم مثل) دیگر طبقات زمین میں بالفعل موجود ومتحقق ہونے کا دعویٰ کیا اس کے بعد سے ہی اثر ابن عباس کے تعلق سے نفیاً واثباتاً، سند ومتن، صحت وضعف اور نقل وعقل کے اعتبار سے بحث وتمحیص کا دروازہ کھلا، درجنوں رسائل تحریر کیے گئے، مناظرے ہوئے، جواب اور جواب الجواب لکھے گئے، اس طرح تقریباً چوتھائی صدی تک یہ اثر اہل علم وتقویٰ کے درمیان موضوع بحث بنا رہا۔ بالآخر یہ سلسلہ تحذیر الناس کی تالیف اور پھر اس کے مصنف کی تکفیر تک دراز ہوکر اپنے منطقی انجام کو پہنچا''۔

(ماہنامہ جام نور دہلی جولائی ۲۰۰۸ء ص ۵۳)

مزید لکھتے ہیں:

''علمائے اہل سنت میں سے صرف حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی کو اس اثر کی صحت پر اصرار تھا ورنہ باقی تمام علمائے اہل سنت اس کو ضعیف، شاذ المتن، اسرائیلی اور باب عقائد میں ناقابل احتجاج ہی قرار دیتے رہے ہیں''۔ (ایضاً ص ۵۴)

پروفیسر محمد ایوب قادری (دیوبندی) اپنی تالیف ''مولانا محمد احسن نانوتوی'' میں

لکھتے ہیں کہ:

تحذیر الناس کی اشاعت کے بعد اس کے رد میں درجن بھر کے قریب کتب ورسائل سامنے آئے جو نام بنام اُنھوں نے تحریر کیے ہیں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ مولانا محمد شاہ اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے درمیان تحذیر الناس کی عبارتوں پر مناظرہ بھی ہوا[1]۔ پروفیسر صاحب کی اس کتاب پر مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی کی تصدیق بعنوان ''تعارف'' موجود ہے اور ''پیش لفظ'' مولانا محمد عبدالرشید نعمانی جامعہ اسلامیہ بہاولپور کا تحریر کردہ ہے۔ اس میں تحذیر الناس سے متعلق یہ بھی لکھا ہے:

''مولانا محمد قاسم نانوتوی کا مشہور رسالہ تحذیر الناس (در صحت اثر ابن عباس) سب سے پہلے مطبع صدیقی بریلی میں طبع ہوا۔ یہ رسالہ ایک استفتاء کا جواب ہے جس میں مستفتی مولانا محمد احسن نانوتوی ہیں.... یہ رسالہ سب سے پہلے ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں طبع ہوا''۔

(مولانا احسن نانوتوی ص ۷۷ مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ پیر الٰہی بخش)

تحذیر الناس میں چونکہ ختم نبوت زمانی کا انکار پایا جاتا ہے اس لیے اس کے شائع ہونے پر پورے ہندوستان کے علماء مخالف ہوگئے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رقمطراز ہیں کہ نانوتوی صاحب ایک بزرگ سے ملنے کے لیے ریاست رام پور تشریف لے گئے۔ ساتھ مولانا احمد حسن اور منشی حمید الدین تھے، لکھتے ہیں:

''ریل نہ تھی مراد آباد سے اس طرح چلے کہ خود حضرت پا پیادہ ہو لئے۔ منشی صاحب کی بندوق (خطرے کے پیش نظر) اپنے کندھے پر رکھ لی اور بجبر منشی حمید الدین صاحب کو سواری پر بٹھا دیا۔ جس نے پوچھا کہ کون ہیں، فرمادیتے کہ منشی حمید الدین صاحب رئیس سنبھل

(۱) یہ مناظرہ تحریری طور پر ''اغلاطِ ابطالِ قاسمیہ'' کے نام سے بصورتِ استفتاء شائع ہوا جس پر مولانا عبدالحیٔ کے بھی دستخط ہیں۔ اس کا عکس اور تفصیل آخری حصہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہیں۔ گویا اپنے کو ایک ملازم کی حیثیت سے ظاہر کیا اس لیے تا کہ خفیہ پہنچیں۔ جب رامپور پہنچے تو وہاں وارد و صادر کا نام اور پورا پتہ وغیرہ داخلہ شہر کے وقت لکھا جاتا تھا۔ حضرت نے اپنا نام خورشید حسن (تاریخی نام) بتایا اور لکھا دیا اور ایک نہایت ہی غیر معروف سرائے میں مقیم ہوئے۔ اسمیں بھی ایک کمرہ چھت پر لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا، مولانا کی تکفیریں تک ہو رہی تھیں (یعنی کفر کے فتوے لگائے جا رہے تھے) حضرت (نانوتوی) کی غرض اس اخفا سے یہی تھی کہ میرے علانیہ پہنچنے سے اس بارے میں جھگڑے اور بحثیں نہ کھڑی ہو جائیں''۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۷۹ از مولانا اشرف علی تھانوی)

اس نقل کردہ پیرے کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ نانوتوی صاحب کے ڈر اور خوف کی چیخ چیخ کر گواہی دے رہا ہے۔ کہاں ''تذکرۃ الرشید'' کا وہ بیان کہ جب مولانا نانوتوی، مولانا گنگوہی اور حافظ ضامن صاحب کا مقابلہ اپنی رحمدل گورنمنٹ اور کرم فرما انگریز سرکار کے مخالف باغیوں مسلمان مجاہدین کیساتھ ہوا تو یہ وفادارانِ سرکار صف بنا کر اٹل پہاڑ کی طرح ڈٹ گئے اور سرکار پر جاں نثاری کے لیے تیار ہوگئے، آج اپنے قلم اور عقیدے کا وبال سر پر پڑا تو ساری شجاعت اور جوانمردی ہوا ہوگئی۔ آج جھگڑوں اور بحثوں کا ڈر ہوّا بن کر سامنے آکھڑا ہوا۔ یہ وہی مولانا نانوتوی ہی تو ہیں جن کی ایک حیرت انگیز اور عجیب وغریب کرامت تذکرۃ الرشید میں یوں بیان کی گئی ہے:

''حضرت مولانا قاسم العلوم (مجاہدین کے فائر سے) ایک مرتبہ یکا یک سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ جس نے دیکھا جانا کہ کنپٹی میں گولی لگی اور دماغ پار کر کے نکل گئی۔ اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی) نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا ''کیا ہوا میاں؟'' عمامہ اتار کر سر کو جو

دیکھا، کہیں گولی کا نشان تک نہ ملا اور تعجب یہ ہے کہ خون سے تمام کپڑے تر''۔ (تذکرۃ الرشید ج اول ص ۷۵)

یہ رحمدل گورنمنٹ (انگریز سرکار) کی کرامت ہی ہو سکتی ہے اگرچہ گولی جنگِ آزادی کے کسی مسلمان مجاہد کی تھی۔ بریکٹ میں دی گئی توضیح ہماری ہے اور درست ہے۔

مولانا تھانوی نے جو فرمایا کہ ''یہ وہ زمانہ تھا کہ تحذیر الناس کے خلاف اہل بدعات میں ایک شور برپا تھا'' تو آیئے دیکھتے ہیں کہ تھانوی صاحب کے گمان بے نشان کے مطابق اہل بدعات کون لوگ تھے؟ لیجئے اسکا فیصلہ بھی تھانوی صاحب سے ہی کراتے ہیں۔ ایک دوسری کتاب میں فرماتے ہیں:

''جس وقت مولانا (محمد قاسم نانوتوی) نے تحذیر الناس لکھی ہے، کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کیساتھ موافقت نہیں کی، بجز مولانا عبد الحی صاحب کے''۔

(الافاضات الیومیہ ج ۵ صفحہ ۲۹۶ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

''من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو'' کے مصداق، مولانا عبدالحی نے موافقت اس لیے کی کہ ''مولانا کو ہمارے بزرگوں سے بے حد عقیدت اور محبت تھی''۔ یہ جملہ بھی مولانا تھانوی ہی کا ہے اور یہ حوالہ اسی جملے پر ختم ہوتا ہے یعنی مولانا عبدالحی صاحب نے جرم نہیں دیکھا، شخصیت دیکھی اور شخصیت سے چونکہ بے حد عقیدت اور محبت تھی اس لیے وقتی طور پر موافقت کرلی:

''(تھانوی صاحب نے) فرمایا۔ مولانا عبدالحی صاحب کو ہمارے بزرگوں سے بہت تعلق تھا.....جب مولانا قاسم صاحب.....نے کتاب تحذیر الناس لکھی تو سب نے مولانا محمد قاسم صاحب کی مخالفت کی مگر مولانا عبدالحی صاحب.....نے موافقت میں رسالہ لکھا۔''

(قصص الاکابر صفحہ ۱۲۴)

(بعد میں مولانا عبدالحی صاحب بھی مخالف ہو گئے تھے، آخری صفحات میں دیکھئے عکس رسالہ ''ابطالِ اغلاطِ قاسمیہ'' میں مولانا کے تائیدی دستخط) تھانوی صاحب کے بیان کو درست مانا جائے تو پورے ہندوستان کے تمام علمائے اہل سنت کو معاذ اللہ بدعتی قرار دینا پڑے گا اور کوئی مخبوط الحواس ہی یہ بات مان سکتا ہے، جس کی عقل سلامت اور شعور بیدار ہے وہ اس بے پر کی اُڑائی گئی کو ہرگز تسلیم نہیں کرسکتا۔ البتہ یہ بات بہرحال مسلّم ہے کہ تھانوی صاحب کے نزدیک ہندوستان بھر کے علمائے حق بدعتی تھے۔ امام احمد رضا بریلوی اس وقت صرف سولہ برس کے تھے۔ تھانوی صاحب ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''تحذیر الناس (یعنی مولانا نانوتوی) پرفتوے لگے تو جواب نہیں دیا۔ یہ فرمایا کہ کافر سے مسلمان ہونے کا طریقہ بزرگوں سے یہ سنا ہے کہ کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے تو میں کلمہ پڑھتا ہوں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۹۵)

اسکا جواب ہم ماہنامہ ''مصلح الدین'' کراچی کے کالم ''آپ کے مسائل اور اُنکا حل'' کی ایک عبارت سے دیتے ہیں ملاحظہ فرمایئے۔

سوال: ایک شخص کے منہ سے کفریہ کلمات نکل گئے اسکے بعد دینی معلومات سے ناواقفی کی بناء پر وہ ان سے توبہ نہ کرسکا اور نمازیں وغیرہ پڑھتا رہا تو کیا اُسکی توبہ قبول ہوگئی اور وہ کفر ختم ہوگیا؟

جواب: کفریہ کلمات سرزد ہونے کے بعد جب تک وہ شخص اپنے کفریہ کلمات وعقائد سے توبہ نہ کرے اُسکے تمام اعمال واذکار اللہ کی بارگاہ میں قابلِ قبول نہیں کہ اعمال کے لیے ایمان شرط ہے۔ جب کفریات کے ارتکاب سے ایمان ہی نہ رہا تو اعمال کا کیا فائدہ؟ اعمال کا ثواب مومنین ہی کے لیے ہے۔ کفار مرتد جتنے نیک اعمال کریں ثواب نہیں پائیں گے۔ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ''مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر'' میں ہے:

"اگر بطور عادت اُس نے کلمہ طیبہ پڑھ لیا تو یہ اُس کے لیے فائدہ مند نہیں ہوگا جب تک توبہ نہ کرے کیونکہ بغیر توبہ صرف کلمہ پڑھنے سے کفر ختم نہیں ہوتا"۔ (ماہنامہ مصلح الدین کراچی جولائی ۲۰۰۸ء ص ۹۲)

نانوتوی صاحب کے کلمہ پڑھنے کا انداز ہی بتا رہا ہے کہ یہ محض خوش طبعی، دل لگی اور دفع الوقتی کی ایک بات تھی ورنہ اگر اس کو حقیقت پر محمول کیا جائے تو اُن دیوبندی وکیلان صفائی کا کیا بنے گا جو تحذیر الناس کی متنازعہ عبارت کے ایک ایک لفظ کو عین اسلام سمجھتے ہیں اور اس کی صریح اور ناقابل تاویل کفریہ عبارات کو صحیح ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے کرتے اپنی عمریں گنوا چکے ہیں، انہیں کون توبہ کرائے گا اور انہیں کون کلمہ پڑھائے گا؟

یاد رہے کہ برصغیر مسلمانوں کا دینی مرکز اور تحریکِ اسلام، تعلیمِ شریعت اور رشد و ہدایت کا گہوارہ رہا ہے اور یہ سارے علوم وفنون علمائے حق اور صوفیائے کرام کی مسلسل جدو جہد کا ثمرہ اور محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ جب بھی کسی دشمن اسلام نے دین متین میں تخریب کاری کے لیے سر اُٹھایا، علمائے حق غیرت دینی اور ہمت مردانہ سے لیس ہو کر شرعی فریضہ کی ادائیگی کے لیے اُسکے خلاف صف آراء ہو گئے۔ اکبری دور کو دیکھئے ابوالفضل اور فیضی جیسے نام نہاد درباری علماء کا بڑا چرچا تھا مگر تاریخ آج بھی اُنہیں غلط کار کہتی اور سرہندی مرد حق آگاہ حضرت مجدد الف ثانی کو گیارہویں صدی کا مجدد تسلیم کرتی ہے۔ اٹھارہویں صدی کے بعد جب انگریز مکمل طور پر ہندوستان پر قابض ہو گیا تو اس کے باشندوں کو اپنا دست نگر بنانے کے لیے جہاں صنعتوں کو تباہ و برباد کیا وہیں مداخلت فی الدین بھی شروع کر دی۔ وہ چاہتا تھا کہ ہندوستان کو بھی عیسائیوں کا ملک بنا دیا جائے۔ چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے خرچ پر انگلستان سے پادری بلوائے گئے جنہوں نے جگہ جگہ مناظروں کا چیلنج دینا شروع کر دیا۔ ساتھ ساتھ عیسائیت کی حمایت میں بے شمار کتابیں شائع کروا کر مفت تقسیم کرنے لگے۔ چنانچہ اہل سنت و جماعت کے مایہ ناز عالم دین یعنی پایہ حرمین مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے آگرہ کے تاریخی مناظرے میں اُن کے سب سے زیادہ سرگرم اور چیلنج باز پادری فنڈر کو

شکست فاش دے کر اسلام کی حقانیت کا بول بالا کر دیا۔ ان بیانات کا ذکر آپ مشہور دیوبندی مولانا عبدالرشید ارشد کی کتاب "بیس بڑے مسلمان" صفحہ ۹۴، مشہور مورخ مولانا غلام رسول مہر کتاب ۱۸۵۷ء صفحہ ۳۰ اور معروف دیوبندی محقق پروفیسر محمد ایوب قادری کی کتاب "تذکرہ علمائے ہند" صفحہ ۵۷۰ پر ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ یہ وہی مولانا رحمت اللہ کیرانوی ہیں جن کے متعلق پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی لکھتے ہیں:

"۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء میں آگرہ میں پادری فنڈر سے مناظرہ کیا۔ فنڈر نے راہ فرار اختیار کی۔ (مولانا نے) جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں بڑے زور کیساتھ حصہ لیا جس کے نتیجے میں جائیداد واملاک ضبط ہو گئی اور مکہ معظمہ کو ہجرت کرنی پڑی۔ مکہ معظمہ میں صولت النساء بیگم کی استعانت و امداد سے مدرسہ صولتیہ قائم کیا، عیسائیت کے رد میں بڑا کام کیا ہے۔ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں انتقال ہوا"۔ (تذکرہ علمائے ہند ص ۵۷۰)

اور یہ وہی مولانا رحمت اللہ کیرانوی ہیں جنہوں نے مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "تقدیس الوکیل" کی تائید و تصدیق فرمائی۔ علاوہ ازیں اسی کتاب پر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تصدیق بھی موجود ہے۔ "تقدیس الوکیل" اُس مناظرہ کی روداد ہے جو مناظرہ ۳ شوال ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء کو بہاولپور میں مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی کے درمیان مولانا خلیل احمد کی کتاب "براہین قاطعہ" کی چند متنازعہ عبارات پر ہوا۔ مولانا خلیل احمد کے ساتھ مولانا محمود حسن بھی موجود تھے۔ مناظرہ میں انہیں شکست ہوئی اور نواب سر صادق محمد خاں والئ ریاست بہاولپور نے مولانا خلیل احمد سہارنپوری کو اپنی ریاست سے نکال دیا حالانکہ مولانا صاحب اُن کے ہاں مدرس مقرر تھے۔

مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ڈاکٹر محمد بہاؤالدین لکھتے ہیں:

"۱۸۹۶ء میں مرزا صاحب کے دیئے گئے چیلنج کو جن بزرگوں نے قبول کیا، ان

میں سے ایک مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو کارکنانِ تحریک ختم نبوت میں بہت اہم مقام کے حامل ہیں۔ انہوں نے اپنے دور کے بریلوی مشائخ کو تحریک کی صفوں میں شامل کرنے کے لئے بہت محنت کی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے دور دراز کے سفر کیے اور مرزا صاحب کے عقائد و نظریات سے لوگوں کو آگاہ کیا''۔

(تحریک ختم نبوت، حصہ دوم، صفحہ ۲۱، مکتبہ قدوسیہ (اہل حدیث) رحمان مارکیٹ اردو بازار لاہور)

یہ کتنی عجیب بات ہے کہ گستاخانہ عبارات پر گرفت کرنے والوں کو بدعتی قرار دیا جائے اور جنہوں نے یہ عبارات لکھی ہیں اُنہیں وارث انبیاء اور جنید و شبلی سمجھا جائے۔ تحذیر الناس کی اردو عبارت کوئی معمہ اور بجھارت نہیں تھی جسے پورے ہندوستان کے علماء نہ سمجھ سکے۔ بقول مولانا تھانوی جب سارے ہندوستان کے علمائے اہل سنت تحذیر الناس کی وجہ سے نانوتوی صاحب کے مخالف ہو گئے تو ایک منصف مزاج انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا سینکڑوں ہزاروں علماء کا مؤقف غلط اور ایک نانوتوی صاحب کا درست تھا، کیا یہ ممکن ہے کہ تمام علمائے ہند نے عبارت کا مفہوم غلط لے لیا۔ جملہ علمائے کرام کو آخر نانوتوی صاحب سے کیا پرخاش تھی، کیا رنج تھا اور کیا ان بن تھی؟ کیا اسلامی معاشرے کی یہ ذمہ داری نہیں کہ باطل اور سراسر غیر اسلامی عقائد و نظریات اور اقوال و افعال کے سدباب کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دے تاکہ حق و باطل کا امتیاز باقی رہ سکے۔ ہندوستان کے علمائے حق اس وقت تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ پر عمل کرتے ہوئے اگر نانوتوی صاحب کے خلاف سینہ سپر ہو گئے تو ایک شرعی فریضہ ہی ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں مومنانہ فراست سے بہرہ ور کر رکھا تھا۔ انگریزوں کی عیاریاں، چالاکیاں، دھوکے بازیاں اور سازشیں اُن کی آنکھوں کے سامنے تھیں۔ وہ جانتے تھے کہ شیطان انگریز کے روپ میں آ کر مسلمانوں کو دھوکہ نہیں دے سکتا وہ ہمیشہ کسی عالِم کی زبان سے ہی گمراہی کی بات کہلواتا ہے۔ تاکہ ہزاروں لاکھوں انسان اُس گمراہی کی لپیٹ میں آئیں۔ تقویت الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان وغیرہ کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے:

فَاِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ يَقُوْلُ كَلِمَةَ الضَّلَالَةِ عَلٰى لِسَانِ الْحَكِيْمِ۔

(ابوداؤد شریف ج سوم کتاب السنۃ حدیث ۱۱۸۱)

ترجمہ: شیطان گمراہی کی بات عالمِ دین کی زبان سے کہلواتا ہے۔

۱۸۲۶ء سے ۱۹۰۱ء تک:

تقویۃ الایمان ۱۸۲۶ء میں لکھی گئی اور مرزا غلام احمد قادیانی نے جھوٹا دعویٰ نبوت ۱۹۰۱ء میں کیا۔ یہ درمیان کے ۷۵ سال کا عرصہ ہی وہ عرصہ ہے، جس میں انگریز نے فتنہ و انتشار کا تانا بانا بُنا اور کامیابیوں کی منازل اور کامرانیوں کے مراحل طے کرتا، فتح و شادمانی کے شادیانے بجاتا، مرزا قادیانی سے دعویٰ نبوت کروالیا۔ جیسا کہ شروع میں عرض کیا تھا کہ مرزا قادیانی تک پہنچتے پہنچتے انگریز کو پون صدی لگ گئی۔ پہلے حالات سازگار کیے، ماحول میں تبدیلی لائے، مسلمانوں میں پھوٹ ڈالی، عظمت مصطفےٰ ﷺ پر حملے کروائے، ناموس رسالت کو مجروح کرنے کے لیے مختلف حربے اختیار کیے۔ زر و مال کی بارش کی، اور یوں مسلمانوں کی وحدت ملیہ کو پاش پاش کر کے اپنے مذموم مقصد میں کامیابی حاصل کر لی۔ سید محمد فاروق القادری لکھتے ہیں:

> ''تاریخی نقطہ نگاہ سے تقویۃ الایمان کی تحریک ہی وہ نقطہ آغاز ہے جس نے مذہبی میدان میں مستقل کشمکش، بے چینی، مناظرہ بازی اور رسہ کشی کو جنم دیا۔ یہ تحریک محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک کے زیر اثر اور شعوری طور پر اس کی ترجمان تھی۔ اس میں مشائخ صوفیاء کے ہزار سالہ محبت و شفقت، رافت و رحمت کے انداز تبلیغ سے ہٹ کر پہلی بار شدت، درشتی، سختی اور بدمزاجی کو اساس تبلیغ بنایا گیا تھا''۔

(فاضل بریلوی اور اُمور بدعت ص ۶۳، ۶۴)

تقویۃ الایمان سے جس فتنہ کا آغاز ہوا تھا۔ تحذیر الناس پر آ کر زور پکڑ گیا بلکہ اسلامی معاشرے کی رگوں میں سرطان بن کر اُتر گیا۔ رہی سہی کسر دیگر کتابوں اور علمائے

دیوبند کی تاویلاتِ باطلہ نے نکال دی۔ تقویۃ الایمان پر جو مباحثہ شاہ اسماعیل اور مولانا منور الدین کے درمیان ہوا اس پر مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی خامہ فرسائی کی۔ اُن کا بیان ہے:

''مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا منور الدین کے ہم درس تھے۔ شاہ عبدالعزیز کے انتقال کے بعد جب اُنہوں نے تقویۃ الایمان اور جلاء العینین لکھیں اور ان کے مسلک کا ملک بھر میں چرچا ہوا تو علماء میں ہلچل پڑگئی۔ ان کے رد میں سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منور الدین نے دکھائی، متعدد کتابیں لکھیں اور ۱۲۴۸ھ والا مشہور مباحثہ جامع مسجد (دہلی) کیا۔ تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کرایا۔ پھر حرمین سے فتویٰ منگوایا۔ ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ابتدا میں مولانا اسماعیل اور اُن کے رفیق اور شاہ صاحب کے داماد مولانا عبدالحی کو بہت کچھ فہمائش کی اور ہر طرح سے سمجھایا لیکن جب ناکامی ہوئی تو بحث ورَدّ میں سرگرم ہوئے اور جامع مسجد کا شہرہ آفاق مناظرہ ترتیب دیا۔ جس میں ایک طرف مولانا اسماعیل اور مولانا عبدالحی تھے او دوسری طرف مولانا منور الدین اور تمام علمائے دہلی''۔ (آزاد کی کہانی ص۷۹ مطبوعہ چٹان پریس لاہور)

مولانا منور الدین، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد اور شاہ اسماعیل کے ہم سبق تھے۔ لیکن تقویۃ الایمان کی دل خراش اور ایمان سوز عبارات وہ بھی گوارانہ کرسکے اور شاہ اسماعیل کے خلاف خم ٹھونک کر میدان میں آگئے جن کے ساتھ دہلی کے تمام علمائے اہل سنت بھی شامل تھے۔ دہلی کے یہ تمام علماء یقیناً اسی گھرانے کے فیض یافتہ ہوں گے جس گھرانے کے ساتھ روحانی طور پر اکابر دیوبند کا نام نہاد رشتہ جوڑا جاتا ہے جس کی تردید مولانا انظر شاہ کشمیری دیوبندی خود کرچکے ہیں۔ (دیکھئے کتاب ''دعوتِ فکر''

میں اصل عبارت کا فوٹوسٹیٹ)

شاہ اسماعیل صاحب کی اپنی کتابیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ وہ ائمہ کی تقلید سے منہ موڑ چکے تھے اور اپنے باپ دادا کی تعلیم کو بھلا کر وہابیہ عقائد اختیار کرلیے تھے۔ بتائیے مولانا منور الدین اور دہلی کے علماء کو کس ''احمد رضا'' نے بھڑکایا تھا؟ اور شاہ اسماعیل کی جو علمی قابلیت تھی اُسکا حال تو خود دیوبندی علماء نے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے لکھا ہے کہ

''ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہوگیا مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہیں جانتا''

مولانا منور الدین پر ہی بس نہیں بلکہ شاہ اسماعیل کے چچازاد بھائی مولانا شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی اور مولانا شاہ محمد موسیٰ بھی ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں بھائی اپنے چچا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید تھے۔ اُنہوں نے بھی ڈٹ کر شاہ اسماعیل کا مقابلہ کیا اُن کے خلاف کتابیں اور رسائل لکھے اور خاندانی رشتے کا پاس ولحاظ پسِ پشت رکھ کر حق کو خوب آشکارا کیا۔ بتائیے یہ بھائی کس احمد رضا کی شہ پر اُٹھ کھڑے ہوئے تھے؟ اسی طرح تحذیر الناس پر جو ہنگامہ شروع ہوا اور نانوتوی صاحب کی تکفیر کی گئی اور ہندوستان بھر کے علمائے حق مخالف ہوگئے وہ کس احمد رضا کی شہ پر مخالفت پر کمربستہ ہوئے۔ اُس وقت اگرچہ امام احمد رضا بریلوی سولہ برس کے ہوچکے تھے اور فتاویٰ کی مسند بھی سنبھال چکے تھے مگر کیا اُس وقت کے علمائے ہند سب کے سب اتنے نااہل تھے کہ انھیں فتویٰ دینے کا بھی سلیقہ نہیں آتا تھا اور یا پھر سب کے سب امام احمد رضا کے گھرانے کے نیازمند تھے اور دیوبند کے اکابر سے کوئی خاص دلی پرخاش رکھتے تھے؟۔ امام احمد رضا نے تو ان علمائے حق کی تائید میں اُس وقت قلم اُٹھایا جب ہندوستان میں پے درپے ناموس مصطفیٰ پر حملے شروع ہوئے۔ بدقسمتی کہیے کہ ان حملوں کا مرکز دیوبند تھا اور نشانے پر محبوب پروردگار جل جلالہ وﷺ کی ذات مقدسہ تھی۔ سید محمد فاروق القادری لکھتے ہیں:

''فاضل بریلوی (امام احمد رضا محدث بریلوی) کی درشتی کا رونا

رونے والے تقویۃ الایمان، صراط مستقیم، براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی ان جگر سوز اور دلخراش عبارات کی طرف کیوں توجہ نہیں دیتے جنہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کے دل و دماغ جھنجھوڑ کر رکھ دیئے ہیں"۔ (فاضل بریلوی اور اُمور بدعت ص ۹۶)

علامہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی لکھتے ہیں:

"انگریز مفکرین پادریوں کی ایک جماعت ایک خاص مقصد کے لیے ہندوستان آئی۔ ۱۸۷۰ء میں اس وفد کے ارکان کا واپس لندن پہنچ کر اجلاس ہوا۔ ایک رپورٹ تیار ہوئی جس میں ایک ایسا آدمی تلاش کرنے پر زور دیا گیا جو اپنے ظلی نبی ہونے کا اعلان کرے"۔

(پیش لفظ بیس بڑے مسلمان ص ۶)

ہم نے کہا تھا کہ انگریز کو مرزا قادیانی کی تلاش تک بڑے پاپڑ بیلنے پڑے۔ بیج بونے کے لیے پہلے زمین کو قابل کاشت اور زرخیز بنانا ضروری تھا تا کہ مرضی کے مطابق فصل بار آور ثابت ہو۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۸۷۰ء کے اجلاس کے ٹھیک دو سال بعد ۱۸۷۲ء میں تحذیر الناس وجود میں آگئی جس کے تخلیق کار مدرس دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی ہیں۔ اس کتاب میں مسنون، متواتر اور اجماعی معنی کو ٹھکرا کر خاتم النبیین کا ایک نیا معنی کر دیا گیا۔ لفظ ظلی کی موافقت کرتے ہوئے یہ بھی لکھا! "غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں"۔ (تحذیر الناس ص ۲۹ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

جو نیا معنی گھڑا اُسکے بارے میں یہ بھی لکھا کہ اگر میرا اختیار کردہ یہ نیا معنی "بالذات نبی" لیا جائے تو اس کا یہ فائدہ ہے کہ بالفرض حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ وہ بہر حال ظل اور عکس محمدی ہوگا، مرتبہ تو آپ ہی کا بڑا رہے گا، آپ کی شان میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں آئے گی۔ خاتم کا معنی "آخری نبی" کو عوام کا خیال بتلایا یعنی محض خیال، عقیدہ نہیں اور یہ بھی لکھا کہ "

آخری نبی میں کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں بلکہ یہ معنی کرنے سے بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں اور پھر ترتیب وار وہ خرابیاں درج کیں۔ چونکہ اس کتاب میں ختم نبوت زمانی کا صریح انکار تھا اس لیے پورے ہندوستان کے علماء نانوتوی صاحب کے خلاف ہو گئے اور اُنکی تکفیر کر دی گئی۔ نانوتوی صاحب نے کسی بھی عالم فاضل کی کوئی پروا نہ کی، اپنے مؤقف پر ڈٹے رہے، تفریق بین المسلمین کے اس کامیاب مرحلے پر انگریز بہت خوش تھا۔ اُس کی مرادیں پوری ہو رہی تھیں۔ وہ اپنا ناپاک منصوبہ جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہتا تھا مگر تھوڑے عرصے بعد ہی ۸۰-۱۸۷۹ء میں تحذیر الناس کے مصنف اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ اسی سال ۱۸۸۰ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے "براہین احمدیہ" نامی کتاب لکھنے کا اعلان کر دیا۔ ۱۸۸۴ء تک اس کی چار جلدیں تیار کر لی گئیں۔ ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۱ء تک مرزا قادیانی کے حق میں علمائے دیوبند اور غیر مقلدین کی جانب سے بہت کچھ لکھا گیا اور تعریفیں کی گئیں مگر بحمد اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کے دامن پر ایسا کوئی دھبہ نہیں۔

اس عرصے میں ۱۸۸۹ء میں مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی کتاب "براہین قاطعہ" چھپ گئی جس کا ذکر مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ہو چکا ہے۔ اس میں ایک عبارت یہ بھی ہے:

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر، علم محیط زمین کا، فخر عالم کو، خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل، محض قیاس فاسدہ سے، ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت، نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی، وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔

اس کے بعد ۱۹۰۱ء ہی میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا رسالہ "حفظ

الایمان'' آگیا۔ جس میں حضور ﷺ کے علم غیب کو جانوروں کے علم سے تشبیہ دے کر یہ کہا گیا کہ:

''اس میں حضور ﷺ ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے''۔

(حفظ الایمان ص ۸ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

یوں ۱۸۲۶ء سے ۱۹۰۱ء تک اس مکتبہ فکر کی متنازعہ کتابوں نے انگریزی منصوبے کو خوب تقویت پہنچائی، مسلمانوں کی وحدت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ فتنہ وفساد بڑھا، گھر گھر جھگڑے کھڑے ہوئے۔ ان کتابوں کی عبارات نے عظمت ناموس مصطفیٰ ﷺ کو اس بے دردی سے مجروح کیا کہ اہل سنت درد وغم سے کراہنے لگے۔ انگریزوں کی چال کامیاب ہوئی اور ۱۹۰۱ء میں مسیح موعود ومہدی ہونے کا دعوے دار مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹی نبوت کا نعرہ لگا کر میدان میں آگیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ''مرد صالح'' ہونے کا علمائے دیوبند اور غیر مقلدین پر اتنا اثر تھا کہ ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء تک مولانا تھانوی لکھ رہے ہیں کہ

''خاص مرزا کی نسبت مجھ کو پوری تحقیق نہیں کہ کوئی وجہ کفر کی ہے یا نہیں''۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۱۶)

فتاویٰ رشیدیہ میں مرزا قادیانی پر کفر کا کوئی فتویٰ نہیں۔ مولانا کفایت اللہ دہلوی نے خاندانی مرزائی کے ہاتھ کا ذبیحہ درست قرار دیا ہے اور اُسے اہل کتاب کے درجے میں رکھا ہے۔ (کفایت المفتی ج اول صفحہ ۳۱۳)

مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی لکھتے ہیں:

''باقی یہ کہ جو شخص بہ سبب کسی شبہ اور تاویل کے (مرزائیوں کو) کافر نہ کہے اُس کو بھی کافر نہ کہا جاوے کہ موقع تاویل میں احتیاط عدم تکفیر میں ہے''۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج اول ص ۵۷ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

اگرچہ پہلے یہ لکھا کہ مرزا کے عقائد باطلہ کا علم ہوجانے کے بعد اُسے کافر کہنا

ضروری ہے مگر پھر لکھا کہ شبہ اور تاویل کی بنا پر اُسے کافر نہ کہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد وفات مسیح کے قائل تھے اور مرزا کو بُرا نہیں کہتے تھے۔ (ملفوظات آزاد صفحہ ۳۰) صوفی محمد اسحاق قادیانی اپنی کتاب ''ایک فتح نصیب جرنیل'' میں رقمطراز ہے:

''مولانا ابوالکلام آزاد برصغیر پاک وہند کی ایک جانی پہچانی اور مشہور اور معروف شخصیت ہیں۔ مسلمانوں نے اُن کے تبحر علمی کے باعث ان کی زندگی میں ہی انہیں ''امام الہند'' کا خطاب دے دیا تھا۔ مرزا صاحب (قادیانی) کی وفات (۱۹۰۸ء) کے موقعہ پر آپ نے اپنے اخبار وکیل (امرتسر) میں جو اداریہ آپ کی وفات پر لکھا وہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں! ''وہ شخص، بہت بڑا شخص، جس کا قلم سحر اور زبان جادو، وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا.... وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لیے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا.... دنیا سے اُٹھ گیا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے، ایسے شخص جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازشِ فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض دعاویٰ اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو، ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہوگیا ہے اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ اسلام کی اس شاندار مدافعت کو جو ان کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی خاتمہ ہوگیا ہے۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ''ایک فتح نصیب جرنیل'' کا

فرض پورا کرتے رہے، ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے....آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کی مطالعہ میں صرف کردے۔ اخبار وکیل ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء۔''

(ایک فتح نصیب جرنیل ص ۴۱،۴۲)

حاشیہ میں لکھا ہے کہ

''مولانا ابوالکلام آزاد اس اداریہ کے بعد نصف صدی سے زائد عرصہ زندہ رہے لیکن آپ نے کبھی بھی خود اسکی تردید نہیں کی نہ ہی اپنی زبان سے اور نہ ہی اپنی قلم سے''۔

اسی صفحہ ۴۲ کے حاشیہ میں مزید لکھا ہے:

''مولانا عبدالمجید سالک ہندو پاکستان کے نامور ادیب اور ایڈیٹر ''انقلاب'' تھے۔ وہ اپنی کتاب ''یاران کہن'' کے ص ۴۲ پر لکھتے ہیں:

''مولانا ابوالکلام آزاد مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت موعود سے تو کوئی سروکار نہ رکھتے تھے لیکن ان کی غیرت اسلامی اور حمیت دینی کے قدردان ضرور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دنوں مولانا امرتسر کے اخبار ''وکیل'' کی ادارت پر مامور تھے اور مرزا صاحب کا انتقال انہی دنوں ہوا تو مولانا نے مرزا صاحب کی خدمات اسلامی پر ایک شاندار شذرہ لکھا۔ امرتسر سے لاہور آئے اور یہاں سے مرزا صاحب کے جنازہ کے ساتھ بٹالہ تک گئے''۔ مرزا حیرت دہلوی نے بھی مرزا قادیانی کی اعلیٰ خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ایسا ہی ایک شذرہ اخبار کرزن گزٹ یکم جون ۱۹۰۸ء میں تحریر کیا''۔ (ایک فتح نصیب جرنیل ص ۴۴)

مولانا عبدالماجد دریابادی خلیفہ مجاز مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''غالباً ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ نماز چاشت کے وقت حکیم الامت تھانوی کی محفل خصوصی میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔ ذکر مرزائے قادیاں کا تھا۔ ایک صاحب بڑے جوش سے بولے'' حضرت ان لوگوں کا دین کوئی دین ہے.... نہ خدا کو مانیں نہ رسول کو''۔ حضرت (تھانوی) نے معاً لہجہ بدل کر فرمایا یہ زیادتی ہے'' توحید میں ہمارا اُن کا کوئی اختلاف نہیں، اختلاف رسالت میں ہے اور اس کے بھی ایک باب میں، یعنی عقیدہ ختم رسالت میں۔ بات کو بات کی جگہ رکھنا چاہیے۔ جو شخص ایک جرم کا مجرم ہے یہ تو ضروری نہیں کہ دوسرے جرائم کا بھی ہو''۔ ''سچی باتیں'' مصنفہ عبدالماجد دریابادی ص ۲۱۳ مرتبہ حکیم بلال احمد اکبرآبادی شائع کردہ نفیس اکیڈمی کراچی نمبر۔''

(ایک فتح نصیب جرنیل ص ۴۵)

مشہور اہل حدیث عالم مولانا ثناءاللہ امرتسری صاحب کے متعلق لکھا ہے:

''مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری عمر بھر مرزا صاحب کی مخالفت کرتے رہے بلکہ اس سلسلہ میں اپنی طرف سے ایک ثنائی پاکٹ بک بھی لکھی، جس میں وہ اُس کے صفحہ ۵۶ پر'' فرقہ مرزائیہ یا احمدیہ'' کے عنوان کے ماتحت لکھتے ہیں!'' یہ فرقہ اسلامی فرقوں میں سب سے اخیری ہے مگر حرکت کی وجہ سے آج کل بہت مشہور ہے''۔

(ثنائی پاکٹ مطبوعہ مکتبہ عزیزیہ رام گلی نمبر ۵ چوک دالگراں لاہور)

(ایضاً ص ۴۹) اسی صفحہ پر صوفی محمد اسحاق قادیانی لکھتا ہے:

''پھر اُنہوں (مولانا ثناء اللہ) نے اپنے اخبار اہل حدیث مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۱۲ء میں فتویٰ دیا کہ مرزائی کے پیچھے نماز ادا ہو جائے گی''۔

یہی قادیانی، مولانا عبدالماجد دریابادی دیوبندی کے بارے میں لکھتا ہے:

''مولانا موصوف اپنے اخبار صدق جدید مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۶۱ء میں لکھتے ہیں: ''مبارک ہے وہ دین کا خادم جو تبلیغ و اشاعت قرآن کے جرم میں قادیانی یا احمدی قرار پائے اور قابل رشک ہے وہ احمدی یا قادیانی جن کا تمغہ امتیاز ہی خدمت قرآن یا قرآنی ترجموں کی طبع و اشاعت کو سمجھ لیا جائے''۔ (ایضاً ص ۵۰)

اس کی تصدیق پاکستان کے مشہور دیوبندی مفتی محمد تقی عثمانی نے بھی کر دی۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں ''قادیانیت کے مسئلے میں ان (دریابادی) کا نرم گوشہ پوری اُمت کے خلاف تھا اور بلاشبہ یہ اُن کی سنگین ترین غلطی تھی جس پر اللہ ان کی مغفرت فرمائے لیکن وہ پوری اُمت کی مخالفت کے باوجود اپنے اس مؤقف پر قائم رہے''۔

(نقوشِ رفتگاں، صفحہ ۸۰، مکتبہ معارف القرآن، کراچی)

مصنف تحذیر الناس مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پوتے سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند قاری محمد طیب صاحب قاسمی ''خاتم النبیین کا مطلب'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اور خاتم الانبیاء کا مطلب یہ ہے کہ نبوت، علم اور اخلاق کے جتنے مراتب ہیں وہ آپ کی ذاتِ بابرکات کے اوپر ختم ہو چکے ہیں''۔

(خطبات حکیم الاسلام ج ۲ ص ۶۵ دارالاشاعت کراچی)

قاری صاحب نے اپنے دادا جان کی پیروی میں مراتب نبوت، مراتب علم اور مراتب اخلاق کہا، زمانہ نبوت نہیں کہا۔ یعنی آپ مراتب نبوت کے خاتم ہیں زمانہ نبوت کے نہیں۔

لطیفہ:

قاری محمد طیب صاحب کو دیوبند سے کیوں نکالا گیا؟ اس کے جواب میں حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری دیگر علمائے دیوبند کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مہتمم صاحب کو دارالعلوم سے نکالنا دینی فرض ہو گیا تھا چونکہ انھوں

نے دعویٰ نبوت کیا تھا''۔ (مقالات حکیم الاسلام ص ۲۴ ادارۃ المعارف کراچی)

علامہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی لکھتے ہیں:

''پس ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں کہ خود نبوت ختم ہو گئی ہے ایسا ہرگز نہیں۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت ہمیشہ کے لیے باقی اور جاری ہے۔ ختم نبوت سے مراد ہے کہ اب نبوت کا ملنا ختم ہے''۔

(عقیدۃ الامت فی معنی ختم نبوت ص ۲۲ دار المعارف لاہور)

لیکن اس کے بعد یہ عبارات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) ''جب یہ قسم نبوت جس کے حامل کو نبی نہیں کہا جاسکتا اس اُمت میں جاری و ساری ہے تو اسے نبوت کیوں نہیں کہا جا سکتا، جو اُمتی یہ مقام نبوت پائے اُس کے لیے یہ نبوت پردہ غیب میں ہے اور نبی کے لیے نبوت مقام شہادت میں ہوتی ہے پردہ غیب میں نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے خود فرمایا کہ جس نے قرآن کریم حفظ کیا اُس کے دونوں پہلوؤں میں نبوت اُتار دی گئی''۔ (ایضاً ص ۲۷۸، ۲۷۹)

(۲) ''سو یہ حقیقت میں حضور کی ہی نبوت ہے جو مجتہدین کے ذہن میں اترتی ہے اور پھر علمائے اُمت میں پھیلتی ہے.... مجتہدین کو یہ نبوت تبعیت و وراثت سے ملتی ہے اور اولیاء اللہ جب براہ راست خدا سے وابستہ ہو جائیں تو اُن کی سند عالی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حفظ قرآن، کہ قرآن کریم کسی سینہ میں اُتر آئے یہ بھی ایک نبوت ہے جو حضور ﷺ کی نبوت کا پرتو ہے لیکن یہ وہ نبوت ہے جس کا حامل کبھی نبی کا نام نہیں پا سکتا، یہ لفظ نبی اِس اُمت سے روک دیا گیا ہے اس میں نبوت باقی ہے مگر کوئی شخص نبی نہیں کہلا سکتا۔ حضور ﷺ نے جب انقطاع نبوت کا اعلان فرمایا تو ساتھ اسکی شرح بھی فرما دی کہ اب حضور کے بعد کوئی نبی اور رسول نہ ہوگا۔ نبوت اس لحاظ سے ختم ہے کہ وہ کسی کو نبی بنائے۔ رہی اسکے بغیر تو وہ اس اُمت کے اکابرین میں جاری و ساری ہے یہ افراد میں نہیں قوم میں پائی جاتی

ہے''۔(ایضاً ص ۲۶۷)

یہاں صورت حال بڑی گھمبیر ہوگئی ہے کہ ایک تو قاری صاحب ختمِ نبوت کے معنی ''تکمیل نبوت'' کرتے ہیں یعنی نبوت کامل ہوگئی۔ اور ''نبوت قطع ہوگئی'' اسکا انکار کرتے ہیں۔انقطاع نبوت کا انکار اور تکمیل نبوت کا اقرار یہ عقیدہ قادیانیت کے لیے بہت مفید ہے کیونکہ وہ بھی حضور ﷺ کے لیے اکمال دین اور اتمام نعمت کا اقرار کرتے ہیں۔مرزا غلام احمد قادیانی خود لکھتا ہے:

''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے۔ یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ ''خاتم النبیین و خیر المرسلین'' ہیں۔جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ انسان راہ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے''۔

(ازالہ اوہام، شان خاتم الانبیاء ﷺ کے چند پہلو ص ۱۳۷ از افاضات مرزا غلام احمد مطبوعہ نظارت اصلاح وارشاد ربوہ)

دوسری جگہ لکھا ہے:

''تمام رسالتیں اور نبوتیں اپنے آخری نقطہ پر آکر جو ہمارے سید و مولیٰ ﷺ کا وجود تھا، کمال کو پہنچ گئیں۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی، ایضاً ص ۳۹)

براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۶۳ حاشیہ کی یہ عبارت دیکھئے:

''وجود باجود آنحضرت ﷺ کا ہر ایک نبی کے لیے متمم اور مکمل ہے''۔ (ایضاً ص ۲۰)''.....وہ خلافت حقہ جس کے وجود کامل کے تحقق کے لیے سلسلہ بنی آدم کا قیام بلکہ ایجاد کل کائنات کا ہوا ہے، آنحضرت ﷺ

کے وجود باجود سے اپنے مرتبہ اتم و اکمل میں ظہور پذیر ہو کر آئینہ خدا نما ہوئے۔ (سرمہ چشم آریہ)'' (ایضاً ص ۱۳)....''ختم نبوت آپ پر نہ صرف زمانہ کے تاخر کی وجہ سے ہوا بلکہ اس وجہ سے بھی کہ تمام کمالات نبوت آپ پر ختم ہو گئے۔لیکچر سیالکوٹ''۔(ایضاً ص ۴۰)

یہ تمام عبارات مرزا غلام احمد قادیانی کی ہیں جن کا لب لباب یہی ہے کہ نبوت کے تمام درجات و مراتب حضور ﷺ پر کامل ہو گئے۔قاری محمد طیب صاحب دیوبندی کا یہ کہنا کہ ''ختم نبوت کا معنی قطع نبوت کا نہیں کہ نبوت قطع ہوگئی''۔قادیانیوں کے ہاتھ ایک کارآمد ہتھیار دینے کے مترادف ہے، وہ تو یہ جملہ پڑھ کر خوشی سے جھوم اُٹھیں گے اور کہیں گے۔ ع

کتنے احساں ہیں ہم پہ اس گھر کے

اور جملے کا اگلا حصہ کہ ''نبوت کامل ہوگئی'' وہ تو اوپر آپ نے مرزا کا عقیدہ ملاحظہ فرما لیا کہ وہ بھی بار بار یہی کہتا ہے کہ کامل نبوت تو حضور ﷺ ہی کی ہے۔مگر اس سے آگے گنجائش پیدا کرتا ہے۔وہ بھی ختم نبوت کے معنی ''قطع نبوت'' نہیں کرتا کیونکہ اُسے پتہ ہے کہ اس سے میرے دعوے کی گنجائش نہیں نکل سکتی۔لیکن کامل نبوت کے بارے میں خود کہتا ہے:''دنیا میں معصوم کامل صرف محمد مصطفیٰ ﷺ ظاہر ہوا ہے۔'' (تحفہ گولڑویہ) یوں معصوم کامل یعنی نبی کامل کا مرتبہ مان کر اُن کے فیض اور توجہ سے دعویٰ نبوت کی گنجائش نکالتا ہے اور کہتا ہے:

''اللہ جل شانہ' نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لیے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہر گز نہیں دی گئی اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی''۔(حقیقۃ الوحی ص ۹۷ حاشیہ بحوالہ شان خاتم الانبیاء کے چند پہلو صفحہ ۳۹)

اور قطع نبوت کے معنوں سے یوں انکاری ہے:

"ایک عظیم الشان معجزہ آنحضرت ﷺ کا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی وحی منقطع ہو گئی اور معجزات نابود ہو گئے.... مگر آنحضرت ﷺ کی وحی منقطع نہیں ہوئی اور نہ معجزات منقطع ہوئے بلکہ ہمیشہ بذریعہ کاملین اُمت جو شرف اتباع سے مشرف ہیں ظہور میں آتے ہیں۔ (چشمہ مسیحی)۔" (ایضاً ص ۳۱، ۳۲)

جبکہ قاری محمد طیب صاحب بار بار اس کو دہراتے ہیں اور کہتے ہیں:

"ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے نبوت مکمل ہو گئی وہی کام دے گی قیامت تک، نہ یہ کہ منقطع، ہو گئی دنیا میں اندھیرا پھیل گیا، نہ علم رہا نہ اخلاق رہے، تو یہ معنی نہیں ، اس لیے دھوکے میں نہ پڑا جائے۔ ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں بلکہ کمال نبوت اور تکمیل نبوت کے ہیں۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں یعنی آپ ﷺ پر مراتب نبوت ختم ہو گئے"۔

(خطبات حکیم الاسلام ج دوم ص ۶۷، مقالات حکیم الاسلام ص ۲۹۱، ۲۹۲ ادارۃ المعارف کراچی)

قطع ہونا کا معنی ہے کٹ جانا یعنی سلسلۂ نبوت کا کٹ جانا جو تسلسل نبوت کا حضرت آدم علیہ السلام سے چلا آتا تھا وہ حضور ﷺ پر آ کر کٹ گیا۔ قطع ہونے یا کٹ جانے سے فوراً ذہن "ختم ہو جانے" کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ یعنی حضور ﷺ کو نبوت دے کر گویا آخری نبی بنا کر نبوت کا سلسلہ کاٹ دیا گیا، قطع کر دیا گیا، ختم کر دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ قطع ہونا، ختم ہونا ایک ہی بات ہے یعنی ختم نبوت، انقطاع نبوت کا دوسرا نام ہے اور یہ کہنا کہ "ختم نبوت کے معنی قطع نبوت کے نہیں" بلکہ کمالِ نبوت اور تکمیلِ نبوت کے ہیں تو یہ وہی بات ہے جو مولانا نانوتوی کہتے ہیں کہ "آپ مراتبِ نبوت کے خاتم ہیں، زمانہ نبوت کے نہیں"۔ "قطع نبوت" سے ہرگز یہ متبادر نہیں ہوتا کہ اب حضور ﷺ کی نبوت بھی باقی نہیں رہی۔ اور نہ "ختمِ نبوت" سے ذہن اس طرف جاتا ہے بلکہ دونوں جگہوں پر یہی عقیدہ بنتا

ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی کو بھی نبوت نہیں مل سکتی۔ یعنی نئے نبی کے پیدا نہ ہونے اور نبوت نہ ملنے کا معنی ہی ذہن میں بیٹھتا ہے۔ قادیانی تو کمال نبوت کے سو جان سے قائل ہیں کہ اسی کمال سے وہ اپنی نبوت نکالتے ہیں۔ قاری محمد طیب صاحب چونکہ مولانا محمد قاسم نانوتوی مدرس دارالعلوم دیوبند کے پوتے ہیں اس لیے وہ اپنے دادا جان کی اتباع اور پیروی ہی کو برحق اور ذریعہ نجات سمجھتے ہیں حالانکہ خاتم یا ختم نبوت کا معنی "آخری نبی" کے سوا اور کچھ نہیں۔ قاری صاحب "خطبات" کے صفحہ ۶۹ پر کہتے ہیں:

"اب نبوت کا یا باپ ہونے کا کوئی درجہ باقی نہیں ہے کہ نبوت کے درجہ میں کوئی روحانی باپ بن جائے، نبوت ختم ہو چکی"۔ جبکہ صفحہ ۶۷ پر کہتے ہیں: "ختم نبوت کا یہ معنی لینا کہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا یہ دنیا کو دھوکہ دینا ہے"۔ دو سطر بعد کہتے ہیں: "ختم نبوت کا معنی قطع نبوت کے نہیں"۔ ادارۃ المعارف کراچی سے چھپنے والے "مقالات حکیم الاسلام" میں کہتے ہیں:

"یہ محض غلط اندازی ہے ختم نبوت کے معنی نہ سمجھنے کی وجہ سے، ختم نبوت کے معنی لیے انقطاعِ نبوت کے، قطع نبوت کے، حالانکہ ہیں تکمیل نبوت کے"۔ (ص ۲۹۲ مرتبہ حافظ سید محمد اکبر شاہ بخاری)

مزید کہتے ہیں: "تو حاصل یہ نکلا کہ نبی کریم ﷺ فقط نبی نہیں بلکہ خاتم النبیین ہیں اور ختم نبوت کے معنی کمالات نبوت کی انتہا اور تکمیل نبوت کے ہیں"۔ (ایضاً ۳۷۴) ع

صاف چھپتے بھی نہیں، سامنے آتے بھی نہیں

لیکن قاری محمد طیب کچھ کچھ سامنے بھی آ گئے ہیں۔ درج ذیل عبارت خوب توجہ سے پڑھیے۔ قاری صاحب لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخش بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آیا، نبی ہو گیا"۔ (آفتاب نبوت صفحہ ۸۲)

کون سامنے آیا کون نبی ہوا یہ قاری صاحب کے معتقدین ہی بتا سکتے ہیں۔ البتہ "نبوت بخش" کا عقیدہ عین مرزا صاحب کا عقیدہ ہے۔ (دیکھئے حقیقۃ الوحی ص ۹۷ کا مذکورہ حوالہ)

مولانا عامر عثمانی نے اپنے ماہنامہ ''تجلی'' (دیوبند) میں قاری صاحب کے اقتباس پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ''اس اِدّعا (دعویٰ) کو اگر قادیانی حضرات اپنے حق میں استعمال کریں تو انہیں الزام دینا مشکل ہوگا کیونکہ حضرت مہتمم صاحب کی بات واقعتہً اُن کے حق میں جاتی ہے اور یہ ایک مزید ثبوت ہے اس کے غلط ہونے کا کیونکہ جو بات باطل کی تائید کرے وہ خود بھی باطل ہی ہو سکتی ہے''۔ (''تجلی'' نقد و نظر نمبر، ص ۶۴، مارچ اپریل ۱۹۷۴ء) اس نبوت بخشی والے اقتباس کو عثمانی صاحب نے ''اقتباس سادس'' کے تحت نقل کیا اور لکھا کہ: ''قادیانیوں کو اس سے یہ استدلال بھی ملا کہ روحِ محمدی ﷺ تو بہر حال فنا نہیں ہوئی۔ وہ آج بھی کہیں نہ کہیں موجود ہی ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ پہلے اس نے ہزاروں انسانوں کو نبوت بخشی تو اب نہ بخشے۔ اب بھی ایسے بندے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں جو استعدادِ نبوت کے حامل ہوں لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی ہی نے کیا قصور کیا ہے کہ روحِ محمدی ﷺ سے نبوت بخشنے میں بخل کرے اُس میں تو بلا کی استعداد موجود تھی اور وہ تو خیر سے مہدیِ موعود ٹھہرا۔ خدایا ہم پر رحم فرما۔ اللہ کے رسول فرماتے ہیں لو کان بعدی نبیٌ لکان عمر (میرے بعد اگر کوئی نبی ہو سکتا تو عمر رضی اللہ عنہ ہوتا)......اس طرح کی متعدد احادیث ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں وہ استعداد موجود تھی جو نبوت کے لئے کافی ہوتی ہے لیکن نبوت بخشنے والے خدا ہی نے جب یہ سلسلہ ختم کر دیا تو کون کسی کو نبوت دے سکتا .... یہ دعویٰ اگر صحیح ہے تو کم سے کم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تو نبی ہونا ہی چاہیے تھا کہ اُن کی استعداد پر مُہرِ تصدیق خود زبانِ رسالت لگا رہی ہے'' (تجلی، صفحہ ۱۷)

ایک مقام پر مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک عبارت دے کر آخر میں لکھتے ہیں: ''حضرت مہتمم (قاری طیب) صاحب نے حضور ﷺ کو ''نبوت بخش'' کہا تھا۔ مرزا صاحب ''نبی تراش'' کہہ رہے ہیں، حرفوں کا فرق ہے معنی کا نہیں''۔ (تجلی ص ۷۸)

قاری محمد طیب پر فتویٰ:

قاری صاحب کی یہی عبارت مشہور و معروف دیوبندی دار العلوم تعلیم القرآن راجہ

بازار راولپنڈی کے مفتی عنایت الرحمٰن صاحب کی خدمت میں بطور استفتاء بھیجی گئی۔ مفتی صاحب مذکور نے یہ عبارت خود نقل کرنے کے بعد فتویٰ دیا کہ ''جو یہ عقیدہ رکھے کہ آپ کی صفت نبوت بخشی ہے تو وہ ختم نبوت کا منکر ہونے اور نبوت کو کسبی چیز کہنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے''۔ استفتاء اور مفتی صاحب کے فتوے کا عکس آخری صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

یاد رہے کہ خاتم کا معنیٰ ''بالذات نبی''، یعنی آپ کمالات کے نبوت کے خاتم ہیں یہ نانوتوی صاحب کا ہے۔ یہاں ہم آیت کریمہ....

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔

کا شان نزول دیکھتے ہیں اور پھر فیصلہ کرتے ہیں کہ اس کا معنیٰ آخری نبی درست ہے یا کمالات نبوت کے خاتم۔ اسکے لیے ہم مودودی صاحب کی کتاب ''رسائل و مسائل حصہ اول'' سے ایک سوال اور اسکا جواب نقل کرتے ہیں۔ مودودی صاحب کا یہ جواب مولانا نانوتوی کی تحذیر الناس کا مکمل ردّ ہے ملاحظہ فرمائیے۔

سوال: میرے ایک دوست ہیں جو مجھ سے بحث کیا کرتے ہیں۔ بدقسمتی سے اُنکے ایک رشتہ دار جو مرزائی ہیں اُن کو اپنی جماعت کی دعوت دیتے ہیں مگر وہ میرے دوست اُن کے سوال کا جواب پوری طرح نہیں دے سکتے۔ اُنھوں نے مجھ سے ذکر کیا۔ میں خود تو جواب نہ دے سکا البتہ میں نے ایک صاحب علم سے اس کا جواب پوچھا۔ مگر کوئی ایسا جواب نہ ملا جس سے کہ میری اپنی ہی تسلی ہو جاتی۔ اس لیے اب آپ سے پوچھتا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ مرزائی حضرات لفظ ''خاتم'' کے معنی نفی کمال کے لیتے ہیں نفی جنس کے نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خاتم کا لفظ کہیں بھی نفی جنس کے ساتھ استعمال نہیں ہوا اگر ہوا ہو تو مثال کے طور پر بتایا جائے۔ اُن کا چیلنج ہے کہ جو شخص عربی لغت میں خاتم کے معنی نفی جنس کے دکھا دے اُس کو انعام ملے گا۔ نفی کمال کی مثالیں وہ یہ دیتے ہیں کہ مثلاً کسی کو خاتم الاولیاء کہنے کا مطلب

یہ نہیں ہے کہ ولایت اُس پر ختم ہوگئی بلکہ حقیقی مطلب یہ ہوتا ہے کہ ولایت کا کمال اُس پر ختم ہوا۔ اقبال کے اس فقرے کو بھی وہ نظیر میں پیش کرتے ہیں:

''آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے''

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جہاں آباد میں اس کے بعد کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا بلکہ یہ ہے کہ وہ جہاں آباد کا آخری باکمال شاعر تھا۔ اسی قاعدے پر وہ خاتم النبیین کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے نہ یہ کہ خود نبوت ہی ختم ہو گئی۔ (رسائل ومسائل اوّل)

نانوتوی صاحب نے بھی یہی لکھا ہے کہ حضور ﷺ مراتب نبوت کے خاتم ہیں زمانہ نبوت کے نہیں۔ اور لکھا کہ ''شایانِ شانِ محمدی ﷺ خاتمیت مرتبی ہے نہ کہ زمانی'' اور یہ بھی لکھا کہ

''اضافت الی النبیین بایں اعتبار کے نبوت من جملہ اقسام مراتب ہے یہی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے زمانہ نبوت نہیں''۔ (تحذیر الناس صفحہ ۴۴ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

ان سب جملوں کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ پر کمالات نبوت ختم ہو گئے اور نانوتوی صاحب کے نزدیک یہی معنیٰ مختار و پسندیدہ ہے۔ جبکہ اُوپر دیئے گئے سوال میں مرزائیوں کا موقف بھی یہی ہے۔ لیجئے مودودی صاحب کا جواب ملاحظہ فرمائیے:

جواب: قرآن مجید کی کسی آیت کے متعلق اگر کوئی سوال پیدا ہو تو سب سے پہلے خود قرآن ہی سے اُسکا مفہوم معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسکے بعد تحقیق کرنا چاہیے کہ کوئی حدیث صحیح بھی اسکی توضیح کرتی ہے یا نہیں۔ اگر ان دونوں ذرائع سے کوئی جواب نہ ملے (جس کا امکان بہت ہی کم ہے) تو البتہ کسی دوسرے ذریعہ کی طرف رجوع کرنا درست ہوسکتا ہے۔ ختم نبوت کا ذکر سورۃ احزاب میں آیا ہے۔ اسکا پس منظر یہ ہے کہ عرب میں منہ بولے بیٹے کو بالکل حقیقی بیٹے کی

حیثیت دے دی گئی تھی۔ وہ حقیقی بیٹے کی طرح میراث پاتا تھا۔ منہ بولے باپ کی بیوی اور بیٹیوں سے اسی طرح خلا ملا رکھتا تھا جس طرح ماں بیٹے اور بھائی بہنوں میں ہوا کرتا ہے اور متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) بن جانے کے بعد وہ ساری حرمتیں اُسکے اور منہ بولے باپ کے درمیان قائم ہوجاتی تھیں جو نسبی رشتے کی بنا پر قائم ہوا کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس رسم کو توڑنا چاہتا تھا۔ اُس نے پہلے حکم دیا کہ ''منہ سے کسی کو بیٹا کہہ دینے سے کوئی شخص حقیقی بیٹا نہیں ہو جاتا۔'' (سورۃ احزاب آیت ۴،۵)

لیکن دلوں میں صدیوں کے رواج کی وجہ سے حرمت کا جو تخیل بیٹھا ہوا تھا وہ آسانی سے نہیں نکل سکتا تھا۔ اسکے لیے ضروری تھا کہ اس رسم کو عملاً توڑ دیا جائے۔ اتفاق سے اُسی زمانہ میں یہ واقعہ پیش آگیا کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے (جو نبی ﷺ کے منہ بولے بیٹے تھے) حضرت زینب کو (جو اُن کے نکاح میں تھیں) طلاق دے دی۔ نبی ﷺ نے محسوس فرمایا کہ یہ موقع ہے اس سخت قسم کی جاہلی رسم کو توڑنے کا، جب تک آپ خود اپنے متبنیٰ کی مطلقہ بیوی سے نکاح نہ کریں گے متبنیٰ کو حقیقی بیٹے کی طرح سمجھنے کا جاہلی تخیل نہ مٹ سکے گا۔ لیکن آپ یہ بھی جانتے تھے کہ مدینہ کے منافقین اور اطراف مدینہ کے یہود اور مکہ کے کفار اس فعل پر ایک طوفان عظیم برپا کردیں گے اور آپ کو بدنام کرنے اور اسلام کو رسوا کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیں گے۔ اس لیے آپ عملی اقدام کی ضرورت محسوس کرنے کے باوجود ہچکچا رہے تھے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا اور آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ اس پر جیسا کہ اندیشہ تھا کہ اعتراضات اور بہتان طرازی اور افتراپردازی کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا اور خود مسلمان عوام کے دلوں میں بھی طرح طرح کے وسوسے پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ انہی اعتراضات اور وسوسوں کو دور کرنے کے لیے سورہ احزاب کے پانچویں رکوع کی آیات ۳۷ تا ۴۰ نازل ہوئیں۔ ان آیات میں پہلے تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ یہ نکاح ہمارے حکم سے ہوا ہے اور اسلیے ہوا ہے کہ مومنوں کے لیے اپنے متبنیٰ لڑکوں (منہ بولے بیٹوں) کی بیوہ اور مطلقہ بیویوں سے نکاح کرنے میں کوئی

حرج نہ رہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ایک نبی کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ کا حکم بجالانے میں وہ کسی کے خوف سے ہچکچائے۔ اسکے بعد اس بحث کو ختم اس بات پر فرماتا ہے کہ: ”محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں“ اس موقع پر یہ فقرہ جو ارشاد فرمایا گیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معترضین کے جواب میں تین دلائل دینا چاہتا ہے:

(۱) یہ کہ نکاح بجائے خود قابل اعتراض نہیں ہے، کیونکہ جس شخص کی مطلقہ بیوی سے نکاح کیا گیا ہے وہ محمد ﷺ کا واقعی بیٹا نہ تھا اور آپ اُس کے حقیقی باپ نہ تھے۔

(۲) اگر تم کو یہ شبہ ہو کہ نکاح جائز ہی سہی مگر اسکا کرنا کیا ضرور تھا، تو اسکا جواب یہ ہے کہ محمد ﷺ کے لیے اس جائز کام کو کرنا فی الواقع ضروری تھا کیونکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور رسول کو لازم ہے کہ وہ خدا کے قانون کو عملاً جاری کرے اور جو چیزیں بیجا رسم کے طور پر حرام کردی گئی ہیں اُن کی حرمت توڑ دے۔

(۳) یہ کام اس لیے اور بھی زیادہ ضروری تھا کہ محمد ﷺ محض نبی ہی نہیں ہیں بلکہ آخری نبی ہیں۔ اگر اب آپ کے ہاتھوں یہ جاہلانہ رسم نہ ٹوٹی تو پھر قیامت تک نہ ٹوٹ سکے گی۔ آپ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں ہے کہ جو کسر آپ سے چھوٹ جائے اُسے وہ آکر پورا کردے۔

اب آپ خود دیکھ لیجئے اس سلسلہ بیان میں ختم کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔ اگر اسے نفی کمال کے معنی میں لیا جائے تو یہاں یہ لفظ بالکل ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ موقع ومحل صاف تقاضا کر رہا ہے کہ یہاں اس کے معنی صرف سلسلہ نبوت کے قطعی انقطاع ہی کے ہونے چاہئیں۔ اس سیاق وسباق میں یہ کہنے کا آخر مطلب ہی کیا ہوسکتا ہے کہ محمد ﷺ نے یہ شادی اس لیے کی ہے کہ نبوت کے کمالات ان پر ختم ہو چکے ہیں۔ یہ بات کہی گئی ہوتی تو معترضین فوراً پلٹ کر کہتے کہ خوب ہے یہ کمال نبوت جو ایک عورت سے شادی کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔“ (رسائل ومسائل حصہ اول صفحہ ۲۳ تا ۲۶)

شانِ نزول سمجھنے کے بعد نتیجہ کے طور پر یہ آخری جملے بار بار پڑھئے: ”موقع ومحل صاف تقاضا کر رہا ہے کہ یہاں اِس کے معنیٰ صرف سلسلہ نبوت کے قطعی انقطاع ہی کے ہونے چاہئیں۔ اس سیاق وسباق میں یہ کہنے کا آخر مطلب ہی کیا ہوسکتا ہے کہ محمد ﷺ نے یہ شادی اِس لئے کی ہے کہ نبوت کے کمالات ان پر ختم ہو چکے ہیں۔ یہ بات کہی گئی ہوتی تو معترضین فوراً پلٹ کر کہتے کہ خوب ہے یہ کمالِ نبوت جو ایک عورت سے شادی کرنے کا تقاضا کرتا ہے“۔ ان جملوں نے مولانا نانوتوی کی تحذیر الناس کے سارے تارو پود بکھیر کر رکھ دیے ہیں۔ حضور ﷺ بے شک کمالاتِ نبوت کے خاتم ہیں مگر یہ معنیٰ ”خاتم النبیین“ کا ہرگز نہیں بنتا۔ اس کا حقیقی معنیٰ ”آخری نبی“ ہے اور یہی معنیٰ اس بات کا متقاضی ہے کہ صدیوں کی جاہلانہ رسم کو توڑ دیا جائے کہ بعد میں قیامت تک کوئی نبی نہیں۔

گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے:

بانئ دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی نے اپنی کتاب ”تحذیر الناس“ کا سارا تانا بانا، نبوت کو بالذات اور بالعرض میں تقسیم کر کے بُنا ہے۔ لکھتے ہیں: ”موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے۔“ حاشیے میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

> ”خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے کہ آپ کو نبوت براہِ راست بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے اور آپ کی نبوت ذاتی ہے۔ باقی انبیاء کو نبوت آپ کے واسطے اور فیضان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے۔ لہٰذا دوسری انبیاء کی نبوت عرضی ہے۔ اس ذاتی نبوت اور عرضی نبوت کو حضرت نانوتوی بالتفصیل اور بادلائل ثابت کریں گے۔“ (حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۳۳، ۳۴)

مولانا نے چودہ صدیوں کا اجماعی معنیٰ ٹھکرا کر جو نیا معنیٰ اختراع فرمایا تو اس معنیٰ کا ایک کمال یہ بیان کیا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا کیوں کہ آپ بالذات نبی ہیں، باقی انبیاء بالعرض۔ چونکہ

بعد میں آنے والا نبی بھی آپ کے واسطے اور فیضان سے نبی ہوتا اس لئے آپ سے مرتبے میں کم ہوتا اور خاتمیت کا انحصار (بقول نانوتوی صاحب) چونکہ مرتبہ پر ہے اس لئے آپ ہی افضل ٹھہرے لہٰذا بعد میں آنے والے نبی کی وجہ سے آپ کی خاتمیت پر کچھ اثر نہ پڑا۔ بالذات اور بالعرض کی غلط تقسیم پر پرستارانِ تحذیر الناس اس معنیٰ ومفہوم کی تائید میں ایسی دُور دُور کی کوڑیاں لائے، ایسے ایسے ڈونگرے برسائے اور تعریفوں کے ایسے ایسے پُل باندھے کہ بڑے بڑے دانش مند دانتوں میں انگلی دبا کر رہ جائیں۔ ایک طرف تو یہ صُورت حال ہے اور دوسری طرف یہ تماشا کہ ان علمائے دیوبند کے اپنے ہی امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری نے اس معنیٰ ومفہوم کا تیاپانچہ کر کے رکھ دیا اور شاہ صاحب کی کتاب کے مترجم مولانا محمد یوسف لُدھیانوی نے بھی اس موقعہ پر حق کی کُھل کر تائید کرتے ہوئے اپنے مولانا نانوتوی کی گُل کاریوں کو خاکستر بنا کر رکھ دیا۔ ذہن نشین رہے کہ یہ ردّ در پردہ تحذیر الناس کا ردّ ہے۔ کیونکہ مولانا نانوتوی سے پہلے چودہ صدیوں میں کسی مسلمان نے بھی خاتم النبیین کا معنیٰ ''بالذات نبی'' نہیں کیا۔ اور نہ نبوت کی یوں تقسیم کر کے حضور ﷺ کو بالذات اور باقی انبیاء کو بالعرض قرار دے کر کہا کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوتا ہے۔ چونکہ یہ نانوتوی صاحب کی ذاتی رائے تھی، جس کا تعلق قرآن وسنت سے نہ تھا اور جس کے ڈانڈے الحاد سے جا ملتے تھے اس لئے علامہ انور شاہ کشمیری نے بلا لَومَۃَ لائم اس غیر اسلامی نظریے کو ردّ کر دیا۔ مولانا قاسم نانوتوی نے حضور ﷺ کو بالذات نبی قرار دے کر صرف ماقبل انبیاء کا خاتم نہیں کہا بلکہ آپ کے زمانے میں دیگر طبقاتِ ارضی کے خاتمین اور بزعمِ خود آپ کے بعد پردۂ عدم میں موجود انبیاء کو افرادِ مُقدرہ کا نام دے کر لکھا کہ اس طرح اُن کا خاتم ماننے سے آپ کی سیادت وقیادت کی شان دوبالا ہو جاتی ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری اس عقیدے کا ردّ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لفظ ''ختم'' کا مدلول یہ ہے کہ خاتم کا حکم وتعلق اس کے ماقبل پر جاری ہوتا ہے، اور سابقین اس کی سیادت وقیادت کے ماتحت ہوتے ہیں

جس طرح کہ بادشاہ موجودین کا قائد ہوتا ہے، نہ کہ ان لوگوں کا جو ہنوز پردۂ عدم میں ہوں اور اس کی سیادت کا ظہور اور اس کے عمل کا آغاز رعایا کے جمع ہونے کے بعد ہوتا ہے، نہ کہ اس سے پہلے۔ گویا اجتماع کے بعد کسی قوم کا کسی کی آمد کے لئے منتظر اور چشم براہ ہونا اس امر کا اظہار ہے کہ معاملہ اس کی ذات پر موقوف ہے۔ بخلاف اسکی برعکس صورت کے کہ (قائد آئے اور چلا جائے اور ماتحت عملہ اس کے بعد آئے، اس صورت میں کسی قرینے سے اس امر کا اظہار نہیں ہوتا، بلکہ اس پیشرو کی برتری اور سیادت کا تصور) محض ایک معنوی اور ذہنی چیز ہے (جسکا خارج میں کوئی اثر ونشان نہیں ہوتا، نہ اس پر کوئی دلیل و برہان ہے)۔ یہی وجہ کہ عاقب، حاشر اور مقفّی جو سب آنحضرت ﷺ کے اسمائے گرامی ہیں مابعد کے لحاظ سے نہیں (بلکہ ماقبل کے لحاظ سے ہیں، جیسا کہ ان کے معانی پر غور کرنے سے بادنیٰ تأمل معلوم ہو سکتا ہے) اور (خاتمیت سے یہ مراد لینا کہ چونکہ آپ کی نُبوّت ''بالذات'' ہے اور دوسروں کی نبوت ''بالعرض''۔ لہٰذا آپؐ سے استفادہ کے ذریعہ اب بھی نبوت مل سکتی ہے۔ خاتمیت کا یہ مفہوم غلط ہے کیونکہ) مابالذات اور مابالعرض کا ارادہ فلسفہ کی اصطلاح ہے، نہ تو یہ قرآن کریم کا عُرف ہے، نہ زبان عرب ہی اس سے آشنا ہے، اور نہ قرآنِ کریم کی عبارت میں اس کی جانب کسی قسم کا اشارہ یا دلالت موجود ہے۔ پس اس آیت میں ''استفادۂ نُبوّت'' کا اضافی مضمون داخل کرنا محض خود غرضی اور مطلب براری کے لئے قرآن پر زیادتی ہے۔''

(خاتم النبیین صفحہ ۲۰۴) بلفظہٖ

علامہ انور شاہ کشمیری نے دیگر علمائے دیوبند کے بتائے گئے مولانا نانوتوی کے

اس ''الہامی اور القائی مفہوم و معنٰی'' کو ہوا میں اُڑا کر رکھ دیا اور بالذات و بالعرض کے عنوان پر جن عبارات کو ''نا قابلِ تردید شواہد'' سے موسوم کیا جاتا ہے، ان کے پرخچے اُڑا کر رکھ دیئے۔ بحمد اللہ تعالیٰ علمائے دیوبند کے امام احمد رضا بریلوی پر لگائے ہوئے تمام الزامات غلط ثابت ہو کر هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو گئے۔

علامہ کشمیری کی درج بالا عبارت بار بار پڑھیے اور فیصلہ کیجئے کہ ہندوستان بھر کے علمائے اہلِ سُنّت نے نانوتوی صاحب کی تکفیر کا جو شرعی فریضہ ادا کیا وہ کتنا مبنی برحق تھا۔

علامہ سید انور شاہ کشمیری نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے اس عقیدے، کہ ''چنانچہ اضافت الی النبیین بایں اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسامِ مراتب ہے، یہی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصفِ نبوت ہے، زمانہ نبوت نہیں۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۵۳) پر قیامت ڈھا کر رکھ دی ہے۔ نانوتوی صاحب کا کہنا ہے کہ آپ کمالاتِ نبوت کے خاتم ہیں جیسا کہ دی گئی عبارت سے ظاہر ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی نے اس مفہوم و معنیٰ پر پانی پھیر کر رکھ دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''اگر کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ بایں معنیٰ خاتم النبیین ہیں کہ آپ کمالاتِ نبوت کے خاتم ہیں یعنی آپ نے کمالات واجزاء نبوت کی مسافت کو اختتام تک پہنچا دیا اور ختم کر دیا ہے اگرچہ نبوت کا دور اور زمانہ ابھی باقی ہے تو (یہ بے معنیٰ تقریر نصِ قرآن کے خلاف ہے اس لئے کہ) نصِ قرآن میں کہاں ہے کہ ''خاتم کمالات'' کا لفظ فرمایا ہو اور یہ کس کو حق ہے کہ قرآن کی نصِ صریح سے باہر نکلے''۔

(خاتم النبیین صفحہ ۲۳۶)

یہ سوال تو حامیانِ تحذیر الناس کو ایک دوسرے سے کرنا چاہیے۔ تحذیر الناس میں یہی تو ہے کہ حضور ﷺ کمالاتِ نبوت کے خاتم ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی آئے تو آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

حافظ محمد مظہر الدین رمداسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب میں اسی قسم کا سوال و جواب لکھا ملاحظہ فرمائیں:

سوال: جب خاتم الشعراء یا خاتم الاسخیا وغیرہ کے معنی افضل و اعلیٰ کے ہیں تو پھر خاتم الانبیاء کے یہ معنی کیوں نہیں ہو سکتے؟

جواب: یہ استعمال مجازی ہے۔ پہلے حقیقی معنی ہوتے ہیں اگر وہ نہ ہو سکیں تو پھر مجازی چونکہ یہاں حقیقت مہجور متروک نہیں اس لیے وہی مراد ہوگی۔ مجاز کے لیے قرائن خارجیہ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ یہاں نہیں.... خاتم الشعراء وغیرہ میں مجازی استعمال ہے اور خاتم النبیین میں حقیقی یعنی آپ آخری نبی ہیں۔

(خاتم المرسلین ص ۱۹، ۲۰ صفہ پبلیکیشنز لاہور)

اس تشریح کی روشنی میں خاتم کا معنی آخری نبی بالکل درست ثابت ہوا اور مولانا نانوتوی کا اختیار کردہ معنی بالذات نبی یا کمالات کے خاتم مطلقاً تحریف ٹھہرا۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ تحذیر الناس صریح تضادات کا مجموعہ ہے۔ بالکل اسی طرح کا تضاد مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں میں پایا جاتا ہے۔ ایک طرف حضور ﷺ کو خاتم النبیین بھی کہتا ہے، ختم المرسلین بھی لکھتا ہے اور دوسری طرف یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ بروزی طور پر محمدیت یعنی نبوت کی چادر بھی مجھے پہنائی گئی۔ (معاذ اللہ)

جہاں تک قطع نبوت کا تعلق ہے تو قطع نبوت کے الفاظ خود حضور ﷺ کے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم اَنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح وقال ابن کثیر فی تفسیرہ ص ۹ ج ۱۸ اخرجہ احمد ایضا)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا کہ رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی (اس حدیث کو ترمذی نے روایت کر کے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر ص ۹ ج ۸ میں فرمایا کہ اس کو امام احمد نے اپنی مسند میں بھی روایت کیا ہے۔

(ختم نبوت کامل ص ۷ ۱۲۳ از مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

حضور ﷺ نے فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ کے الفاظ فرمائے یعنی ختم نبوت کے بارے میں فرمایا کہ اب میرے بعد رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی۔ اور مفتی صاحب بھی اس کو ختم نبوت کی دلیل میں لائے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۷ پر مفتی صاحب نے لکھا:

"الغرض ان متعدد احادیث کے مختلف الفاظ کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ نبوت ہر قسم کی بالکل مختتم اور منقطع ہو چکی۔"

صفحہ ۱۲۸ پر کہا:

"خلاصہ یہ کہ حدیث میں نبوت کے بالکلیہ انقطاع کی خبر دے کر اس میں سے نبوت کی کوئی خاص قسم یا اس کا کوئی فرد مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔"

صفحہ ۱۵۳ پر لکھا:

"انقطاع وحی انقطاع نبوت کو مُسْتَلْزِمْ ہے۔"

اسی طرح صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳ کے علاوہ متعدد صفحات میں انقطاعِ نبوت کا ذکر کیا اور یہی الفاظ لائے گئے۔ (یہی حدیث ترمذی نقل کر کے مولانا محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

"غور فرمائیے کہ کس طرح واشگاف الفاظ میں آنحضرت ﷺ نے رسالت اور نبوت کے انقطاع کا حکم فرمایا"۔ (بانی دارالعلوم دیوبند ص ۵۹)

ان سب مقامات پر انقطاع نبوت، ختم نبوت کے معنوں میں لایا گیا ہے اور قطع کا لفظ صحیح حدیث سے ثابت ہو گیا مگر قاری محمد طیب صاحب بار بار کہتے ہیں کہ "ختم نبوت کا معنی قطع نبوت کا نہیں" قادیانی خوشی سے جھوم جھوم نہ جائیں تو اور کیا کریں۔ انہیں اس بات کی بھی خوشی ہے کہ جو سلسلہ تقویۃ الایمان کے عقیدۂ امکانِ نظیر سے چلا تھا تحذیر الناس

سے مضبوط تر ہو کر ابھی تک جاری وساری ہے۔ کاش! فرنگی سیاست کا یہ منصوبہ کامیاب نہ ہوتا۔ علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس مقصد کے لیے خصوصی طور پر پیغمبر اسلام کے منصب نبوت کو انہوں نے نشانے پر رکھا۔ چنانچہ اُن کی ساری انرجی مذہب کے اسی رخ پر صَرف ہوئی ہے کہ مسلمانوں کے ذہن سے محمد عربی ﷺ کے وجود کی انفرادیت ختم ہو جائے۔ یا تو معاذ اللہ دنیا میں بہت سے محمد پیدا کر دیئے جائیں یا پھر یہ ممکن نہ ہو تو مسلمانوں کے ذہن سے پیغمبر کے متعلق اُن کے اُن تصورات کا خاتمہ کر دیا جائے جن سے روحانی توانائیوں کا رشتہ منسلک ہے۔ مذہبی تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ انگریزوں کے یہ دونوں منصوبے پورے ہو گئے"۔

(منکرین رسالت کے مختلف گروہ ص ۳۱)

"تسکین الصدور" سماعِ موتی کے عنوان پر جناب سرفراز گکھڑوی کی تصنیف ہے جس کا ردّ جناب سیّد محمد حسین نیلوی (سرگودھا) نے "ندائے حق" لکھ کر کیا۔ جناب سرفراز صاحب نے اپنے قاسم العلوم والخیرات نانوتوی صاحب کے عقیدۂ حیات النبی ﷺ کے بارے میں لکھا کہ "جسدِ اطہر سے روح مبارک حضرت ﷺ کی خارج ہی نہیں ہوئی بلکہ اندر ہی سمٹ کر رہ گئی اور پہلے سے زیادہ حیاتِ قویہ ہو گئی ہے"۔ یہی جملے نیلوی صاحب نے "ندائے حق" جلد اوّل صفحہ ۵۷۲ پر نقل کئے۔ لیکن ساتھ ہی اس کا ردّ کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "صاحبِ تسکین (الصدور) نے حضرت نانوتوی کے مسلک کے بیان میں دیدہ دانستہ بہت گڈمڈ کی ہے...... جمالِ قاسمی ص ۱۵ میں واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں:

"انبیاء کرام علیہم السلام کے ارواح کا اخراج نہیں ہوتا"۔ حضرت نانوتوی جس معنی سے موت مانتے ہیں وہ بمعنی متعارف نہیں...... اب صاحب

تسکین (گکھڑوی صاحب) کا یہ کہنا کہ نانوتوی موت مانتے ہیں
محض دھوکہ دہی ہے ...... حالانکہ حضرت (نانوتوی) متعارف معنی
سے موت کے طاری ہونے کے انبیاء کے حق میں مطلقاً قائل نہیں''
(ایضاً صفحہ ۵۷۳)

یہ محض تمہید تھی تا کہ آپ کو اصل بات سمجھنے میں دقت پیش نہ آئے۔ نیلوی صاحب کے خیال میں نانوتوی صاحب موت کے قائل ہی نہیں، جس کی تعریف یہ ہے کہ روح کا جسم سے منقطع ہو جانا۔ جبکہ گکھڑوی صاحب کا اصرار ہے کہ نانوتوی صاحب موت کے قائل ہیں۔ لیکن نیلوی صاحب نے اس کو ''محض دھوکہ دہی'' کہا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''پھر اب یہ سمجھائیں کہ حضرت نانوتوی آیا اسی متعارف معنی کی رُو سے موتِ نبیؐ کے قائل ہیں یا موت کے کوئی اور معنی لے رہے ہیں۔
اس معنی کو لے کر موت کا انکار نہیں ہو سکتا تو خاتم النبیین کی بھی قادیانی تفسیر اختیار کر کے ختمِ نبوت کا انکار نہیں ہو سکتا''
(ندائے حق جلد اوّل، صفحہ ۵۷۵ تیسرا ایڈیشن)

نیلوی صاحب اپنے ممدوح نانوتوی صاحب پر چھُپ کر نہیں للکارتے ہوئے وار کر رہے ہیں۔ انہوں نے تحذیر الناس میں خاتم کی تفسیر کو ''قادیانی تفسیر'' کہا ہے جس سے ختمِ نبوت کا انکار لازم آتا ہے۔ وہ سرفراز صاحب کو بتانا چاہتے ہیں کہ اگر روح جسم سے جدا بھی نہ ہو اور اسے موت کا انکار بھی نہ کہا جائے تو ایسی موت کا ماننا ایسے ہی ہو گا جیسے خاتم بمعنیٰ آخری نبی کا انکار کر کے اس کی تفسیر ''بالذات نبی'' کرنا اور پھر بھی کہنا کہ اس سے ختم نبوت کا انکار نہیں پایا جاتا۔ وہ اگر موت کا انکار نہیں تو یہ ختمِ نبوت کا انکار نہیں۔
یعنی نیلوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ نانوتوی صاحب وہاں بھی موت کا انکار کر رہے ہیں اور خاتم کا نیا معنیٰ کر کے ختمِ نبوت کا انکار کر رہے ہیں جس کو انہوں نے کھل

کر ''قادیانی تفسیر'' کہا ہے۔
چند خطرناک قسم کی کچھ مزید عبارات ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں کہ بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی پر کبھی کبھی نزول وحی کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ کبھی کبھی بیٹھے بٹھائے میرا سینہ بوجھل معلوم ہونے لگتا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب نے مبارکباد دیتے ہوئے یہ بشارت سنائی:

''یہ نبوت کا آپ کے قلب پر فیضان ہوتا ہے اور یہ وہ ثِقَلْ (بوجھ) ہے جو حضور سرورِ عالم ﷺ کو وحی کے وقت محسوس ہوتا تھا''۔
(سوانح قاسمی حصہ اول صفحہ ۳۴۶ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

براہ راست خود اس کا اظہار نہیں کیا شاید کچھ مصلحت مانع تھی اسلیئے مرشد کی زبان سے کہلوایا تا کہ اس بات کا کچھ وزن تو لوگوں پر پڑے، شاید اسی لیے دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم مولانا رفیع الدین آپ کی قبر کے متعلق اپنا کشف بیان کرتے ہیں: ''مبشرات دارالعلوم'' کے مصنف کہتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب سابق مہتمم دارالعلوم کا مُکَاشَفَہ (انکشافِ غیبی) ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم (دیوبند) کی قبر عین کسی نبی کی قبر میں واقع ہے''۔ (مبشرات دارالعلوم ص ۳۶)

اس موڑ پر فطرتی طور پر چند سوالات جنم لیتے ہیں

(۱) یہ نبی اصلی تھے یا متنبّی (نبوت کے دعویدار)

(۲) اگر متنبّی کی قبر تھی تو ہمیں اعتراض کی گنجائش ہی نہیں۔ اگر یہ اصلی نبی کی قبر مبارک تھی تو ہر مسلمان کو یہ پوچھنے کا حق حاصل ہے کہ تاریخی تسلسل سے اُسکا اسم مبارک کیا ہے؟ بالخصوص حیاتی دیوبندی حضرات جو انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبور مبارکہ میں جسمانی طور پر

زندہ مانتے ہیں[1]۔ دفن کے وقت وہ نبی قبر میں موجود تھے یا نہیں؟ علمائے دیوبند نے باوجود علم ہونے کے ایک نبی کی قبر کھود کر وہاں نانوتوی صاحب کو دفن کر کے اُس نبی کی گستاخی کیوں کی؟، بعد از دفن نانوتوی صاحب، اس قبر کی حیثیت کیا ہے، کیا قبر نبی ہے یا قبر نانوتوی؟ اگر بعد از دفن نانوتوی صاحب، کسی دیوبندی کا مکاشفہ ہے تو اس مکاشفہ کی بنا پر کسی نبی کی توہین کیوں؟ ایسے مکاشفات تو قادیانی پٹاری میں بھی بہت مل جاتے ہیں۔

نانوتوی صاحب کی سوانح عمری کے مرتب سید مناظر احسن گیلانی نے نانوتوی صاحب کی بیماری کے دنوں کا حال بڑے پُر درد اور اثر انگیز عقیدتوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس حد تک کہ نبوت اور نانوتوی صاحب کو خلط ملط اور ملا جلا کر بیان کرنے کو کہیں بھی کوتاہی سے کام نہیں لیا لیکن پہلے کیا لکھتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

''غفلت کی حالت کو دیکھ کر کوئی ملین دوا دی گئی لیکن جب اُس کا اثر ظاہر نہ ہوا تو پھر ملین دیا گیا چنانچہ اُس سے دو دست ہوئے۔ جس کی وجہ سے غفلت کو شدت ہوگئی۔ ''یہ منگل کا دن تھا''۔

(سوانح قاسمی ج ۳ ص ۱۱۷)

ظہر کا وقت ہوگیا'' اور وہی جس کی ساری زندگی ہی کسی کے قدموں پر سر رگڑنے میں بسر ہوئی تھی..... لیکن آہ! کہ آج اُسی کو پکارنے والے پکار رہے ہیں، یا دلا رہے ہیں کہ ظہر کی نماز کا وقت ہے.... تو سوائے ''اچھا'' کے اور کچھ نہ کر سکے۔ نہ تیمّم کی طرف توجہ ہوئی نہ نماز کی طرف.... تب سمجھا گیا کہ غفلت اپنے آخری حدود سے گزر چکی ہے، تکلیفی ہوش و حواس سب غائب ہو چکے ہیں وقتی نمازوں کا پڑھنے والا اب عاشقاں هُمْ فِيْ صَلَاةٍ دَائِمُوْن...... کے حال میں غرق ہے''۔

(ایضاً ص ۱۱۸)

جمعرات کا دن بھی اسی کیفیت میں گزرا۔

(۱) دیکھیے کتاب ''اظہار الحق'' مؤلفہ مفتی عبدالحمید حقانی دیوبندی صوابی

گیلانی صاحب کا بیان ہے کہ عالم محسوس میں تو نانوتوی صاحب کی بیماری کا جگر خراش اور روح گداز فاجعہ پیش تھا لیکن غیب میں کیا ہو رہا تھا، اس کی تجلی بعضوں پر بحالت خواب پڑ جاتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے امام الکبیر نانوتوی صاحب کے خادم خاص حاجی محمد یاسین دیوبندی کے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''مولانا طیب صاحب کی یادداشت میں ہے کہ ان ہی حاجی محمد یاسین صاحب کو سرور کائنات ﷺ کی زیارت سے سرفرازی ہوئی۔ حاجی صاحب پر ظاہر کیا گیا کہ ''واسطے عیادت مولانا مرحوم کے تشریف لائے ہیں''۔ (ایضاً ص ۱۱۹)

اسی طرح دار العلوم کے ایک طالب علم مولانا احمد اللہ نے جمعرات ہی کے دن چند گھنٹے پہلے خواب میں دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ اپنے خلفائے اربعہ راشدین کے ہمراہ مدرسہ کے احاطہ میں ایک مکان میں تشریف فرما ہیں۔ مولانا احمد اللہ نے عرض کیا کہ ''کیسے تشریف آوری ہوئی'' جواب میں ارشاد ہوا کہ ''مولانا محمد قاسم صاحب کو لینے آیا ہوں''۔ مولانا احمد اللہ کا بیان ہے کہ ''سامنے ایک پلنگ پر سوار دیکھا کہ مولانا آئے''۔ اسکے بعد مولانا احمد اللہ صاحب کو جو کچھ دکھایا گیا ان ہی کے الفاظ میں سنیے، کہتے تھے:

میں نے دیکھا ''رسول اللہ ﷺ مولانا کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے فرما رہے ہیں اے حبیب آنے میں کیا دیر ہے''۔ (ایضاً ص ۱۲۰)

مرتب اس سے قبل لکھ چکے ہیں کہ ہمارے مصنف امام مولانا محمد یعقوب صدر اول دار العلوم دیوبند نے باطنی احساس کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا تھا:

''حق تعالیٰ کو ان سے (یعنی سیدنا الامام الکبیر سے) جو کام لینا تھا وہ پورا ہو چکا۔ ص ۱۸۰، ارواح ثلاثہ۔'' (ایضاً ص ۵ ج سوم)

لیکن مرتب گیلانی صاحب اب ذرا آگے بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس طرح دیکھنے والے جو دیکھ رہے تھے یا ان کو جو کچھ دکھایا جا رہا تھا:

"اُسے تو چھوڑیئے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اسی عالم محسوس یا دائرہ شہادت کے مشاہدات یعنی غشی کا طاری ہونا، دوراتیں اور تقریباً ڈیڑھ دن تک تشنج کی اسی کیفیت کا تسلسل جسے مصنف امام (مولانا محمد یعقوب) بھی (نزع) ہی کی کیفیت سمجھتے رہے ان کو بھی باور ہی کرنا پڑا کہ یہ "وقت آخر ہے۔" (ایضاً ص ۱۳۱)

ہم نے عبارت کا تسلسل محض آپ کو توجہ دلانے کے لیے توڑ دیا ہے۔ اب مرتب کے ذہن کو ذرا پڑھئے کہ کہاں ہاتھ مارا جا رہا ہے اور کدھر تشبیہ دی جا رہی ہے۔ اس کے متصل لکھا ہے:

"سوال یہی ہے کہ جن کے حافظہ میں بخاری شریف کی روایت کا جزو "غشی علیہ" رسول اللہ ﷺ پر وفات سے پہلے غشی طاری ہوگئی تھی، محفوظ ہوگا.... جن کو اس موقعہ پر یاد آ گیا اور چاہیے کہ یاد آ جائے، کیا ان روحانی پرچھائیوں کو اپنے سامنے سے وہ ہٹا سکتے ہیں۔" (ایضاً ص ۱۳۲)

مولانا یعقوب صاحب کے بارے میں لکھا ہے کہ

"نانوتوی صاحب کی حالت دیکھ کر یہ فیصلہ کر چکے تھے کہ "اب آخر وقت ہے"، "لیکن بایں ہمہ باوجود صدیقی ہونے کے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر اچانک فاروقی نسبت پرتوفگن ہے اور چھپے دبے لفظوں میں نہیں بلکہ بھری مجلسوں میں دیکھا گیا کہ وہ اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ "گھبراؤ مت! ابھی دس برس مولانا اور زندہ رہیں گے۔"

(ایضاً ص ۱۳۲)

یہاں سورہ لقمان کی آخری آیات کی طرف ہم توجہ نہیں دلاتے جو ڈیڑھ صدی سے ہمیں بتائی جا رہی ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اگرچہ اسکے بعد لکھا ہے کہ مولانا یعقوب صاحب دعا کے بعد کہتے تھے کہ "میری تسلی کی گئی

کہ ابھی دس سال مولانا اور زندہ رہیں گے"۔ مگر ہم مرتب کتاب کے ذہن اور عقیدتوں کی مٹھاس کو سامنے رکھ کر اگلی عبارت پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"خود سوچیے کہ دار العلوم دیوبند کے صدر اول مولانا یعقوب صاحب کی طرف سے یہ اعلان جس وقت کیا جا رہا ہوگا اُس وقت کے سماں کو یاد کر کے اپنے ذہن کو کون روک سکتا ہے، اگر اس کے آگے ساڑھے تیرہ سو سال پہلے کا وہ نظارہ پیش ہو جائے کہ "کھینچ لی عمر بن خطاب نے تلوار اور قتل کی دھمکی ہر اُس شخص کو دینے لگے جو یہ بولے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی"۔ (سوانح قاسمی ج ۳ ص ۱۲۴ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

سچ فرمایا آپ نے گیلانی صاحب! اگر آپ اور آپ کے بزرگ ذہن کو روک کر ذرا نچلی سطح تک آ جاتے تو مرزا غلام احمد قادیانی اور اُس کے پیروکاروں کو اپنے کفر کے دفاع کے لیے کارآمد ہتھیاروں میں اچھی خاصی کمی ہو جاتی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ برصغیر پاک و ہند میں نہ ختم ہونے والا فتنہ فساد جنم نہ لیتا۔ بتائیے نا! کہ نانوتوی صاحب کے وقت آخر پر کسی کو عمر فاروق بن کر تلوار کھینچنے اور دھمکی دینے کی ضرورت بھلا کیوں پیش آتی؟ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم خود چلے گئے جو بعد از انبیاء سب سے افضل ہیں اُن کی وفات پر کسی کو تلوار کھینچنے اور دھمکی دینے کا خیال نہیں آیا تو نانوتوی صاحب کے وقت اخیر پر جو آپ کو ایسے اچھوتے خیال سوجھتے ہیں تو یقیناً دال میں کچھ کالا کالا ہوگا۔

سوانح قاسمی میں لکھا ہے کہ

"مولانا محمد قاسم نانوتوی کی وفات پر مولانا شبیر احمد عثمانی کے والد مولانا فضل الرحمٰن نے جو مصرعہ مادہ تاریخ کے ساتھ کہا وہ یہ ہے: وفاتِ سرورِ عالم کا یہ نمونہ ہے۔" (صفحہ ۱۳۷ ج سوم)

حاشیہ میں ساتھ چار اشعار بھی دیئے گئے ہیں۔ اسی طرح "تذکرۃ الرشید" کے

مؤلف نے (جو کہ مولانا رشید احمد گنگوہی کی سوانح عمری ہے) لکھا ہے کہ نانوتوی صاحب کی وفات پر مولانا فضل الرحمٰن نے تاریخ وفات لکھی ہے جس کا مادہ قابل ذکر ہے۔

سن وفات لکھا فضل نے زرُوئے الم
وفاتِ سرورِ عالم کا یہ نمونہ ہے

(تذکرۃ الرشید ج ا ص ۲۴۷)

اور سوانح قاسمی کے اپنے الفاظ دیکھیے، ان کے ذہن کو کون روک سکتا ہے، لکھتے ہیں: ''آخر اس زمانہ میں دیکھنے والے جو یہ چلاّ اُٹھے تھے کہ ''وفاتِ سرورِ عالم کا یہ نمونہ ہے'' تو آخر وہ کچھ دیکھ ہی تو رہے تھے''۔ (سوانح قاسمی ج ۳ ص ۱۳۷)

اشارہ سمجھئے، ان بزرگوں کا ذہن کیا کچھ سوچتا رہتا تھا اور وہ ان مرنے والے حضرات کو کیا کچھ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے۔ ان تین جملوں نے اندر کی بات کھل کر بتادی۔

(۱) ''چلاّ اُٹھے تھے'' گویا ممدوح کے اندر کوئی غیر متوقع قسم کی چیز ظہور پذیر ہوگئی تھی۔ اس کی نشاندہی مصرعہ میں کردی گئی۔

(۲) ''وفات سرور دو عالم کا یہ نمونہ ہے'' اور اسکی تصدیق وتائید مزید آخری جملے میں کی گئی۔

(۳) ''تو آخر وہ کچھ دیکھ ہی تو رہے تھے'' نیاز مندوں نے اپنے اکابر میں کیا کچھ دیکھ لیا تھا، یہ قارئین خود فیصلہ کریں اور فیصلے کی آسانی کے لیے ہم دیوبند کے شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب اسیر مالٹا کے اُس مرثیے کا ایک شعر پیش کرتے ہیں جو انہوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی کی وفات پر لکھا۔ شعر ملاحظہ فرمائیے:۔

زباں پر اہل ہوا کے، ہے کیوں اُعْلُ ہُبَل، شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانی اسلام کا ثانی

اہل ہوا یعنی خواہش نفس کے مارے ہوئے مراد مخالفین اسلام، اُعْلُ ہُبَل یعنی

اے ہبل بلند ہو جا (ہبل بت کا نام تھا) چونکہ حضور ﷺ کی تشریف آوری پر بت سرنگوں ہو گئے، توڑ دیئے گئے تو آپ کے وصال مبارک پر مشرکین خوش ہوئے اور اپنی جگہ نعرہ لگایا کہ اے ہبل پھر سر بلند ہو جا۔ وہی منظر گنگوہی صاحب کی وفات پر پیش کیا جارہا ہے اور وہ بھی ''بانی اسلام کا ثانی'' کہہ کر (والعیاذ باللہ) اسی لیے تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا صاحب کاندھلوی لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا رشید احمد صاحب (گنگوہی) کے انتقال پر جو حضرت شیخ الہند نے مرثیہ لکھا تھا اور میرے والد صاحب.... نے کئی ہزار چھپوایا تھا اور خوب مفت بانٹا تھا، مجھے بھی قریب قریب سب یاد تھا اور خوب مزے لے لے کر پڑھا کرتا تھا اور میرے کان میں یہ (فقرہ) پڑا کرتا تھا کہ دیکھو اگر یہ شعر ہم کہیں تو ہم کافر ہو جائیں مگر چونکہ شیخ الہند نے کہہ دیا اس لیے کوئی اس پر لب کشائی نہیں کرتا''۔

(اکابر علمائے دیوبند ص ۷ ملک سنز بک سیلرز اینڈ پبلشرز فیصل آباد)

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی شدت مرض، غفلت اور بے ہوشی کے وقت کسی دوسرے صاحبِ دل کا رویائی مکاشفہ بھی درج کیا گیا ہے، لکھا ہے:

''سرور کائنات ﷺ کو خواب میں ان صاحب نے دیکھا کہ معانقہ (گلے ملنے) کا شرف سیدنا الامام الکبیر کو بخشا گیا ہے۔ معانقہ کے اسی حال میں ان کو محسوس ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا جسم مبارک مولانا کے جسم مبارک میں سمانا شروع ہوا یہاں تک کہ ہر عضو رسول اللہ ﷺ کا ہر عضو مولانا میں سما گیا''۔ (سوانح قاسمی ج ۳ ص ۱۲۹)

ایسے ہی رویائی مکاشفوں نے مرزا قادیانی کو ''بروزی'' کہنے کا حوصلہ بخشا۔ اوپر کے شعر میں ''بانی اسلام کا ثانی'' مولانا رشید احمد گنگوہی کو کہا گیا یعنی حضور ﷺ کا ثانی، اُنکا ہمسر یا اُن کی نظیر۔ یہاں تقویۃ الایمانی عقیدۂ امکان نظیر کو عملاً

تقویت پہنچائی گئی۔ وفات سے وفات کا نقشہ بھی ملایا، نعرہ اعل ہبل بھی لگوا دیا، حضور ﷺ کے ہمسر بھی کہہ دیا اور اپنے مولانا کے ہر عضو میں رسول اللہ ﷺ کے عضو مبارک کو سمو دیا۔ اب پیغمبرانہ منصب میں اور کیا کوئی کسر باقی رہ گئی۔ اسی وجہ سے تو وقتِ اخیر ذہن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلوار کھینچنے اور مدینہ منورہ میں لوگوں کو قتل کر دینے کی دھمکی کی طرف جاتا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ نانوتوی صاحب کی وفات ''وفات سرورِ عالم کا نمونہ'' اور گنگوہی صاحب چل بسیں تو ''وفات سرورِ عالم کا نقشہ'' ع

یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے

مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا نانوتوی کو اکثر ان کتابوں کے مطابق اُن مقامات سے گزارا گیا ہے جن سے محمد عربی ﷺ گزر چکے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے وفات نانوتوی پر جو کچھ کہا تھا، مولانا محمود الحسن صاحب نے وہی کچھ مرثیہ گنگوہی میں کہہ ڈالا۔ ؎

وفات سرور عالم کا نقشہ آپ کی رحلت
تھی ہستی گر نظیرِ ہستیِ محبوبِ سبحانی

ہستی گر یعنی زندگی بنانے والی، نظیرِ ہستیِ محبوبِ سبحانی یعنی اُس ہستی کی نظیر جو اللہ کا محبوب ہے۔ معنی یہ ہوا کہ رشید احمد گنگوہی اللہ تعالیٰ سبحانہ کے محبوب ﷺ کی نظیر اور ہمسر، ہستی گر (زندگی بنانے والے) تھے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ پیغمبرانہ منصب پر کوئی قصیدہ لکھا جا رہا ہے۔ خیر آگے بڑھیے ''سوانح قاسمی'' کے مطابق بروز جمعرات بقول مصنف امام مولانا محمد یعقوب صاحب، نانوتوی صاحب کا بعد نماز ظہر اچانک دم آخر ہو گیا.... اگرچہ ۱۲۹۷ھ کی مذکورہ بالا روداد میں مولانا رفیع الدین صاحب نے بالکل صحیح لکھا ہے: ''صفحہ جہاں پر اس قسم کے وقائع اکثر درج ہیں'' اور حیات جاودانی کے سب سے بڑے پیغمبر ﷺ کو بھی جب اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر) ''تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔'' کے قانون کے نیچے داخل کرتے ہوئے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا گیا تھا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ (آل عمران)

ترجمہ: نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول، گزر چکے ان سے پہلے بہت سے رسول، کیا وہ (یعنی محمد رسول اللہ ﷺ) اگر مر جائیں، یا قتل ہو جائیں تو تم پلٹ پڑو گے اپنی ایڑیوں پر، اور جو پلٹ پڑے گا اپنی ایڑیوں پر، وہ اللہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچائے گا۔

(سوانح قاسمی ج ۳ ص ۱۳۸)

یہاں عقیدۂ امکان نظیر رواں دواں نظر آتا ہے۔

نانوتوی صاحب کی موت کو صفحہ جہاں پر ہونے والے جن واقعات کا اشارہ کر کے تشبیہ دی گئی اُن میں سے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال مبارک کو لیا گیا۔ الفاظ ''اس قسم کے وقائع'' پر غور فرمائیں۔ کیا نانوتوی صاحب کی موت حضور ﷺ کے وصال مبارک کی طرح تھی، دونوں میں آخر کیا مطابقت تھی'' جو اس قسم کے وقائع'' کہا گیا؟۔ قانون ہی بتانا تھا تو اس موقعہ کی مناسبت سے كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ سے قانون کیوں نہ بتا دیا گیا جیسا کہ تمام مسلمان ایسے موقعوں پر یہ آیت کریمہ پڑھتے ہیں۔ اس آیت میں عام حکم پایا جاتا ہے جبکہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ خاص اُس موقعہ پر نازل ہوئی جب کفار مکہ رسول اللہ ﷺ کے جلد انتقال کرنے کی خواہش کرنے لگے (تفسیر مظہری) یعنی کفار کو بتلا دیا گیا کہ اگر وہ حضور ﷺ کے انتقال میں جلدی چاہتے ہیں تو کیا وہ خود موت سے بچ جائیں گے؟ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ میں تقابل نہیں اِنَّكَ مَيِّتٌ میں تقابل ہے۔ وہاں تو اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ کفار کے بارے میں کہا گیا، نانوتوی صاحب کے پرستار اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ سے کیا مراد لیں گے؟۔ پھر نانوتوی صاحب کی وفات کے بارے میں جو دوسری آیت کریمہ پیش کی گئی وہ تشکیک وتاویل کی بھول بھلیوں سے نکال کر یقین واطمینان میں لے آتی ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ (آل عمران: ۱۴۴) تو غزوہ احد کے موقعہ پر پیش کی گئی۔ اس آیت میں

پہلے محمد اور رسول فرما کر بتایا کہ یہ بڑے مرتبے والے پیغمبر ہیں۔ آپ کی عظمت کے اظہار کے لیے آپ کے نام اور صفت رسول سے پکارا گیا۔ اور پھر سمجھایا کہ چونکہ آپ رسول ہیں، رب نہیں اور ہمیشہ رہنا رب کی صفت ہے تو کیا اگر یہ انتقال فرما گئے تو تم جہاد وغیرہ سے پھر جاؤ گے؟ آپ رب نہیں کہ آپ پر موت اور فنا محال ہو اور نہ ہی آپ اپنی عبادت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے۔ اور یہ بھی کہ موت کوئی عیب یا نقص کی بات نہیں۔ جنگ اُحد میں جو آپ کے شہید ہو جانے کی جھوٹی خبر پر صحابہ کرام پر عجیب وغریب اثرات مرتب ہوئے تھے اُن کو دور کر کے اُنہیں اطمینان دلانے کے لیے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور یہ بھی ملتا ہے کہ آپ کے وصال مبارک پر صحابہ کرام بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر جو جوش و جذبہ طاری تھا اُس کو ختم کرنے کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اور پھر سب کو اطمینان ہو گیا۔ نانوتوی صاحب کس منصب پر تعینات تھے جو یہ آیت تلاوت کی گئی۔ یہ تاویل کہ جب حضور ﷺ نہ رہے تو اور کون رہے گا، تسلیم کر لی جاتی اگر سیاق وسباق اس تاویل کا ساتھ دیتے مگر آپ لوگوں کا ذہن ایک مخصوص منصب سے ادھر رکتا ہی نہیں۔ ذرا مزید آگے بڑھیے، یہ تذکرۃ الرشید ہے، گنگوہی صاحب کی سوانح عمری، لیکن جناب گنگوہی صاحب کا مرتبہ پہلے سوانح قاسمی سے معلوم کرتے ہیں پھر تذکرۃ الرشید کو لیتے ہیں، لکھا ہے:

"مولانا محمد قاسم صاحب میں شانِ ولایت کا رنگ غالب تھا اور مولانا گنگوہی میں شانِ نبوت کا"۔ (سوانح قاسمی ج اول ص ۴۷۷)

چونکہ حضرت پر شان نبوت کا رنگ غالب تھا اس لیے وہ بڑے طنطنے سے یہ دعویٰ فرمایا کرتے تھے:

"سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر"۔ (تذکرۃ الرشید ج دوم ص ۱۷)

لطف یہ کہ جیسا حدیث شریف کے آخر میں کبھی لکھ دیا جاتا ہے اَوْ کَمَا قَالَ بالکل اُسی طرح اس عبارت کے بعد بھی لکھا گیا اَوْ کَمَا قَالَ کسی کے اتباع پر نجات کو ٹھہرا دیا جائے یہ صرف اور صرف پیغمبر کا منصب ہے بڑے سے بڑے کسی ولی کا بھی نہیں۔ حضور ﷺ کی نظیر تو یہ کہہ کر پیدا کر لی گئی "بانی اسلام کا ثانی"، "نظیر ہستی محبوب سبحانی" وغیرہ مگر گنگوہی صاحب کے بارے میں یہ عقیدہ ہے:

"اس زمانے میں (بطور ہادی وامام) ہندوستان کے اندر صرف امام ربانی (گنگوہی صاحب) قُدِّسَ سِرُّہٗ کا نفس اور ایک دم تھا جس کی نظیر میرے علم میں دوسری نہیں تھی"۔ (تذکرۃ الرشید ج دوم ص ۱۵)

مرض ووفات کے عنوان سے نیچے یہ شعر بھی درج ہے:

شہِ دین قبر میں کیا گئے ہمیں زیر خاک سُلا گئے
رہِ دین سب کو دکھا گئے مگر آگ دل میں لگا گئے

اس میں گنگوہی صاحب "کوشہ دین" کہا گیا جو کہ عموماً حضور ﷺ کے لیے لکھا اور بولا جاتا ہے۔ اسی طرح "آنحضرت" کا لفظ بھی حضور ﷺ کے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔ مگر گنگوہی صاحب کے لیے کس بے تکلفی سے بولا جاتا ہے۔ تکرار ملاحظہ فرمائیں۔ مؤلف تذکرۃ الرشید لکھتے ہیں:

"ایک بار جب احقر میرٹھ میں مدرسہ عربیہ میں مدرس تھا۔ احقر نے ایک عریضہ آنحضرت کی خدمت میں بھیجا۔ جس میں احقر نے کسی ایسے امر کی نسبت کچھ عرض کیا جس کو احقر یہ سمجھا کہ شاید یہ امر موجب پریشانی خاطر و باعث کلفت آنحضرت ہو۔ اُس کے جواب میں آنحضرت نے یہ شعر لکھا۔" (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۳)

تھانوی صاحب کے بارے میں بھی کچھ عرض کر دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ البتہ تھانوی صاحب کے متعلق اُن کے اپنے گروہ کے ایک مستند فاضل مولانا احمد سعید اکبر آبادی

کی عبارت پیش کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ ہم کہیں گے تو شاید وہ بات نہ بنے جو گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے تو مزہ کچھ اور ہی ہوگا۔ احمد سعید اکبر آبادی کا یہ تاثر پڑھیے:

''اپنے معاملات میں تاویل و توجیہہ اور اغماض و مسامحت کرنے کی مولانا (تھانوی) میں جو خوبی تھی اُسکا اندازہ اس ایک واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے کہ ایک مرید نے مولانا کو لکھا کہ میں نے رات خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ میں ہر چند کلمہ تشہد صحیح صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن ہر بار یہ ہوتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کے بعد اشرف علی رسول اللہ منہ سے نکل جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اسکا صاف اور سیدھا جواب یہ تھا کہ یہ کلمہ کفر ہے شیطان کا فریب اور نفس کا دھوکہ ہے۔ تم فوراً توبہ کرو اور استغفار پڑھو لیکن مولانا تھانوی صرف یہ فرما کر بات آئی گئی کر دیتے ہیں کہ تم کو مجھ سے محبت ہے اور یہ سب کچھ اسی کا نتیجہ و ثمرہ ہے''۔

(رسالہ برہان فروری ۵۲ء ص ۱۰۸، بحوالہ منکرین رسالت کے مختلف گروہ ص ۵۵ از علامہ ارشد القادری)

مولانا احمد سعید اکبر آبادی دیوبندی نے یہ گرفت محض خواب کا واقعہ لکھ کر کی۔ لیکن رسالہ ''الامداد'' میں ہے کہ پہلے خواب تھا پھر وہ بیدار ہوگیا اور سمجھ رہا ہے کہ بیدار ہوں، اسکے باوجود کلمہ درست پڑھنے کے بجائے اشرف علی رسول اللہ کہتا ہوں۔ جواب میں تھانوی صاحب نے توبہ کی تلقین کی بجائے یہ لکھا! ''جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے''۔ کس نشاط طبع کیساتھ ایک کفر صریح کی تحسین فرمائی گئی ہے۔

یہاں تک جو اس قسم کی عبارات پیش کی گئی ہیں اور وہ بھی ایک ہی مکتبہ فکر کی، تو نبوت کے ساتھ یہ مطابقتیں و مشابہتیں آخر کس جانب پیش رفت نظر آتی ہے؟ کیا یہ قلم کا محض اتفاقی حادثہ ہے یا کوئی سوچی سمجھی اسکیم ہے؟۔ اوپر تلے ایسی کتابوں کی بھرمار اتفاقی حادثہ نہیں ہوسکتا۔ ایسا ہو جائے تو حق پرست انسان فوری طور پر غیر مشروط توبہ کر لیتا ہے۔

ضد نہیں کرتا، ہٹ دھرم نہیں ہوتا، بے جا دُور از کار اور بے مقصد تاویلوں سے کام نہیں لیتا۔ یہاں توبہ کرنے کا نام لو تو مولانا لوگ گلے پڑتے ہیں۔ اکابر دیوبند کے ہم نشین و ہم جلیس بھی اس بات کے شاکی ہیں کہ یہ لوگ حضور ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبیاں کرتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی، ایک شخص حاجی محمد عابد صاحب کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''حاجی محمد عابد صاحب رات دن ہمارے اکابر کے مجمع میں رہنے والے تھے مگر ان مصاحبین اور مقربین کی بدولت ایک زمانہ میں تفریق ہو گئی تھی۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ مقربین، مکربین (تکلیف دینے والے) بن جاتے ہیں۔ انہوں نے ہماری جماعت پر الزام لگایا کہ یہ تو حضور ﷺ کی تنقیص کرتے ہیں، نفس ذکر رسول کو حرام کہتے ہیں۔ بس اس روایت کی تصدیق کرنے سے فتنہ بڑھ گیا''۔

(الافاضات یومیہ ج ۴ ص ۱۷۷، ۱۷۸)

گویا رات دن قدموں میں رہنے والا معتقد بھی جان گیا کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور ہیں۔ ''اور فتنہ بڑھ گیا'' سے بھی ثابت ہوگیا کہ ایک حاجی محمد عابد ہی نہیں اور بھی بہت سے لوگ مخالف ہو گئے تھے۔ تھانوی صاحب نے گفتگو کے شروع میں ایسے افراد کو ''بیچ کے معتقدین'' فرمایا ہے۔ تھانوی صاحب کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ بجا طور پر جو بھی معترض ہوا وہ بیچ کا معتقد ٹھہرا۔ درست اعتراض ''الزام'' ہوا اور محفل کا رات دن کا حاضر باش مقرب سے ''مکرب'' (تکلیف دینے والا) بن گیا۔ اسی طرح تھانوی صاحب نے تحذیر الناس پر اعتراض کرنے اور نانوتوی صاحب کی تکفیر کرنے والے پورے ہندوستان کے علمائے حق کو ''اہل بدعت'' کہہ دیا۔ دراصل اُن کے نزدیک اشرف علی رسول اللہ کہنے والا شخص پکا متبع سنت کہلاتا ہے۔

اب سیدہ کائنات حضرت فاطمۃ الزہرا کے متعلق گستاخی کا ایک انداز ملاحظہ فرمائیے، حالانکہ یہ وہ ہستی ہیں جن کو ساری کائنات کی عورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ جن

کے جسم اطہر سے جنت کی خوشبو آتی تھی جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اس پیکر شرم وحیا کا جنازہ بھی رات کے اندھیرے میں یوں اُٹھایا گیا کہ اُس پر کسی غیر محرم کی نگاہ بھی نہ پڑے۔ قیامت کے روز عفت وعصمت کی اس شہزادی کی سواری جب پل صراط سے گزرے گی تو ندا ہوگی کہ تمام بنی آدم اپنی نگاہیں جھکالیں کیونکہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کی سواری گزرنے والی ہے۔ لاکھوں درود وسلام محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور آپ کی پاک آل پر۔ اب تھانوی صاحب کا خواب ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں:

''ہم ایک دفعہ بیمار ہوگئے۔ ہم کو مرنے سے بہت ڈر لگتا ہے۔ ہم نے خواب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا انہوں نے ہم کو اپنے سینے سے چمٹالیا۔ ہم اچھے ہوگئے''۔ (الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۴۸)

ہماری جرأت نہیں کہ اس پر کچھ تبصرہ کرسکیں۔ لفظوں کی عریانی اور انداز بیاں کی کرختگی دل ودماغ کو جلا رہی ہے۔ حاجی محمد عابد واقعی سچ کہتے تھے کہ یہ لوگ حضور ﷺ کی توہین وتنقیص کرنے والے ہیں۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔

قاری محمد طیب قاسمی سابق مہتمم دار العلوم دیوبند لکھتے ہیں:

''دین کی بنیاد ادب وتوقیر اور تعظیم کے اوپر ہے۔'' (خطبات ج ۲ ص ۲۵۴)

''اعمال کی بقا ادب کے ساتھ ہے۔ اگر بے ادبی ہوگی تو عمل حبط وضبط ہوجائیں گے کوئی اجر نہیں ملے گا۔'' (خطبات حکیم الاسلام ج ۲ ص ۲۷۳)

مزید لکھتے ہیں:

''وہ عالمِ فسادِ کبیر ہے جو بے ادب اور گستاخ ہو''۔ (ج ۲ ص ۲۵۶ ایضاً)

اب ذرا تھانوی صاحب کی بھی سنیئے لکھتے ہیں:

''ادب بڑی چیز ہے اور بے ادبی نہایت ہی بری چیز ہے۔ بے ادب ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں:

ز خدا جوئیم توفیقِ ادب

بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

ہم اللہ تعالیٰ سے ادب کی توفیق کی دعا کرتے ہیں۔ کیونکہ بے ادب حق تعالیٰ کی مہربانی سے محروم رہتا ہے''۔ (الافاضات الیومیہ ج ۵ ص ۲۶۷)

اب تھانوی صاحب کا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمائیے:

''بدعتی کے معنی ہیں باادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب باایمان''۔ (الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۵۹، ج ۲ ص ۳۷۸)

تھانوی صاحب شعر کا ترجمہ خود لکھ کر بتا چکے ہیں کہ ''بے ادب حق تعالیٰ کی مہربانی سے محروم رہتا ہے۔'' اب دوسری عبارت کے مطابق اگر بے ادب بھی ہے اور باایمان بھی ہے تو پھر حق تعالیٰ کی مہربانی سے محروم نہ ہوا کیونکہ حق تعالیٰ کی سب سے بڑی مہربانی یہ ہے کہ وہ ایمان جیسی نعمت عظیمہ عطا فرمادے۔ اور اس کے برعکس جو باادب ہے وہ اگر بے ایمان ہوکر حق تعالیٰ کی مہربانی سے محروم ہوگیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے فضل وعدل پر بہت بڑا بہتان ہے۔ یہ تھانوی صاحب کی اپنی غلط فہمی اور اپنے بیانات کا تضاد ہے۔ کیا تھانوی صاحب کے نزدیک حق تعالیٰ کی مہربانی اسی کو کہتے ہیں کہ وہ باادب کو نعمت ایمان سے محروم کردے، اور بے ادب کو صاحب ایمان کردے؟ کیا عبداللہ بن ابی صاحب ایمان ہوا؟ ذوالخویصرہ ہوا؟ ولید بن مغیرہ ہوا؟ جب بے ادب حق تعالیٰ کی مہربانی سے محروم ٹھہرا تو یقیناً عذاب جہنم کا مستحق ہوا۔ تو مطلب یہ ہوا ''وہابی کے معنی ہیں، بے ادب (حق تعالیٰ کی مہربانی سے محروم) باایمان'' کیا دنیا کا کوئی فلاسفر اس عبارت کو انہی الفاظ کی موجودگی میں بے غبار ثابت کرسکتا ہے۔ کہ حق تعالیٰ کی مہربانی سے محروم بھی ہو اور باایمان بھی ہو؟ اس گورکھ دھندے کو تھانوی صاحب کے نیاز مند ہی حل کرسکتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کے بانی مولانا محمد الیاس فرمایا کرتے تھے:

''آج کل خواب میں مجھ پر علومِ صحیحہ کا القا ہوتا ہے اس لیے کوشش کرو کہ مجھے نیند زیادہ آئے.... آپ نے فرمایا کہ اس تبلیغ کا طریقہ بھی مجھ

پر خواب میں منکشف ہوا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ.... الخ کی تفسیر خواب میں یہ القا ہوئی کہ تم مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کیے گئے ہو"۔ (ملفوظات محمد الیاس ص ۴۶، ۴۷، از مولانا منظور نعمانی)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے شرعی فریضہ کو کسی دوسرے انداز سے بھی بیان کیا جاسکتا تھا مگر خواب میں "علوم صحیحہ کا القا"، "مثل انبیاء علیہم السلام" اور بالخصوص ان جملوں پر "ظاہر کیے گئے ہو" کے الفاظ کسی ماورائی کیفیت کی خبر دیتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ ہمیں انبیاء علیہم السلام کی پیروی میں فریضۂ تبلیغ سونپا گیا ہے تاکہ نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔ مگر صاحب! بھلا وہ بات پھر کب بنتی جو اس جملے میں بتائی گئی "تم مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کیے گئے ہو"....کیا یہ خود "لوگوں" میں لوگوں کے درجے کے آدمی نہیں تھے؟ لوگوں سے مافوق یا کسی خاص مرتبے کی ہستیوں میں سے تھے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا تھا بلکہ کہنا بھی یہی چاہیے تھا کہ "تم پیدا کیے گئے ہو" مگر اس کے بجائے کہا "ظاہر کیے گئے ہو"۔ یہ الفاظ عام لوگوں سے اوپر کسی علوئے مرتبت کا پتہ دیتے ہیں اور یہ بھی نہیں کہا کہ ہم "پیدا ہوئے ہیں" یا "ظاہر ہوئے ہیں" بلکہ Passive Voice کا فقرہ بولا ہے "ظاہر کیے گئے ہو" گویا اللہ تعالیٰ نے تمہیں عام لوگوں سے ہٹ کر کسی مخصوص مرتبہ کیساتھ کسی مخصوص مقصد کے لیے ظاہر فرمایا ہے۔ گویا تمہارا ظاہر ہونا معمول کے مطابق نہیں بلکہ تمہارا انتخاب کیا گیا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کے چُنے ہوئے ہو۔ بہر حال ایسے خوابوں، القاؤں، الہاموں اور عجیب و غریب خوارق اور بشارتوں نے بھی بڑا کام دکھایا۔ اس رجحان نے سادہ لوح عوام میں بہت سی قباحتیں پیدا کی ہیں جو آگے چل کر علماء کی باہمی مناقشت اور مناظرات و مجادلت کا باعث بنا۔ فرنگی سیاست کو ایسے ہی جھگڑوں سے تقویت ملی اور اسی باہمی فتنہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح و مہدی اور بالآخر نبوت کے جھوٹے دعوؤں کا راستہ دیا۔

حضور ﷺ کی ذاتِ مقدسہ و مطہرہ کے لئے کیا لکھا ملاحظہ فرمائیں:

"خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ووجدك ضالا فهدى۔ (اور پایا اُس پروردگار نے

آپ کو راہ سے بے خبر پس ہدایت کی اُس نے (آپ کو)۔ ماکنت تدری ما الکتب ولاالایمان (نہیں جانتے تھے آپ کہ کیا چیز ہے کتابِ خدا اور نہ (یہ جانتے تھے) کہ ایمان (باللہ کیا چیز ہے)۔ اخلاقی محاسن کی تین جُز ہیں۔ تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدن۔ ان تینوں سے آپ قطعاً و اصلاً بے خبر تھے، جب آپ یہ بھی نہ جانتے تھے کہ کتاب الٰہی کیا چیز ہے اور ایمان کیا چیز ہے تو اور محاسن سے آپ کو کیونکر آگاہی ہو سکتی تھی"۔ (مختصر سیرتِ نبوی ﷺ، ص ۴۳، ۴۴ از مولوی عبدالشکور لکھنوی دیوبندی مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور) لیکن جب اپنے علماء کی بات آتی ہے تو زمین و آسمان کے قلابے ایک کردیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں: "زلزلہ" از حضرت علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ۔ ایک دو حوالے یہ بھی ملاحظہ فرمائیں اور طہارت و پاکیزگی کے اعلیٰ مقامات و مراتب دیکھیں۔

مولوی محمد الیاس دیوبندی، بانی جماعت تبلیغ کی نانی کے بارے میں لکھا ہے:

"جس وقت انتقال ہوا تو ان کپڑوں میں کہ جن میں آپ کا پاخانہ لگ گیا تھا عجیب و غریب مہک تھی کہ آج تک کسی نے ایسی خوشبو نہیں سونگھی"۔ (تذکرۃ مشائخ دیوبند، حاشیہ صفحہ ۹۶۔ تصنیف مفتی عزیز الرحمٰن، بحوالہ "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" ص ۱۹، از حافظ زبیر علی زئی)

اس ٹٹی کے بارے میں عاشق الٰہی دیوبندی میرٹھی نے لکھا ہے کہ: "پوتڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دیئے جاتے تھے تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی مہک پھوٹتی تھی کہ ایک دوسرے کو سنگھاتا اور ہر مرد اور عورت تعجب کرتا تھا چنانچہ بغیر دھلوائے ان کو تبرک بنا کر رکھ دیا گیا"۔ (تذکرۃ الخلیل، صفحہ ۹۶، ۹۷) اس پر ہم کوئی تبصرہ نہیں کرتے اور اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں۔

مولانا عبدالقادر رائے پوری جن کی ولادت ۱۸۷۳ء کے کچھ بعد ہوئی (سوانح از ابوالحسن ندوی) علمائے دیوبند کے نزدیک بہت بڑے پیرو مرشد تسلیم کیے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے ہاں یہ عارف باللہ اور معرفت و سلوک کے بڑے بڑے درجوں پر فائز تھے۔

مولانا ابوالحسن ندوی نے ان کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ ان کی شعوری زندگی کا مُعْتَدبِہٗ (یعنی معتبر) اور طویل حصہ مختلف ماحول اور مسلمانوں کی مختلف العقائد مذہبی جماعتوں اور طبقوں میں گزرا۔ لکھتے ہیں:

''پھر حکمت الٰہی (جس کی مصلحتوں کو کوئی نہیں جانتا) آپ کو قادیان لے گئی۔ جو اس وقت ایک ایسی نئی تحریک اور دعوت کا مرکز تھا جو نئی بنیادوں پر ایک نئی ملت کی تاسیس کر رہی تھی.... وہاں انھوں نے اس تحریک کے بانی (مرزا صاحب) اور اس کے سب سے بڑے ترجمان اور وکیل (حکیم نورالدین صاحب) سے ملاقات کی اور اس نئی دینی ریاست اور پیشواؤں کے اندرونی حالات دیکھے''۔

(سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوری ص ۸۷، ۸۸ مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی)

اس سے قبل مولانا عبدالقادر رائے پوری مرزا صاحب سے خط و کتابت کے ذریعے دعائیں بھی کرواتے رہے۔ یہ قصہ جناب ابوالحسن علی ندوی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں:

''اس زمانے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے اور دعوت کا بڑا غلغلہ تھا۔ پنجاب میں خاص طور پر مسلمانوں کی کم بستیاں اس چرچے اور تذکرے سے خالی تھیں۔ ان کی کتابیں اور رسائل مسلمانوں میں پڑھے جاتے تھے اور ان پر بحث و گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ حضرت (رائے پوری) کے وطن کے قریب ہی بھیرہ ہے۔ وہاں کے ایک عالم جو حضرت (رائے پوری) کے خاندانی بزرگوں کے شاگرد بھی تھے۔ حکیم نورالدین، مرزا صاحبؒ کے خاص معتقدین اور معاونین میں سے تھے اور اُن کی نصرت اور رفاقت کے لیے مستقل طور پر قادیان میں سکونت پذیر تھے، مرزا صاحب کے عنداللہ مقبول اور

مستجاب الدعوات ہونے کا ان کے معتقدین اور حلقہ اثر میں عام چرچا تھا۔ حضرت نے مرزا صاحب کی تصنیفات میں کہیں پڑھا تھا کہ ان کو خدا کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ اُجِیْبُ کُلَّ دُعَآئِکَ اِلَّا فِیْ شُرَکَآئِکَ (ترجمہ: میں تمہاری تمام دعائیں قبول کروں گا، سوا ان دعاؤں کے جو تمہارے شرکت داروں کے بارے میں ہوں) حضرت (رائے پوری) نے مرزا صاحب کو اسی الہام اور وعدہ کا حوالہ دے کر افضل گڑھ (ضلع بجنور) سے خط لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ میری آپ سے کسی طرح کی بھی شرکت نہیں ہے، اس لیے آپ میری ہدایت اور شرح صدر کے لیے دعا کریں۔ وہاں سے مولانا عبدالکریم صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا جواب ملا کہ تمہارا خط پہنچا۔ تمہارے لیے خوب دعا کرائی گئی۔ تم کبھی کبھی اس کی یاددہانی کر دیا کرو۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں ایک پیسہ کا کارڈ تھا، میں تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ایک کارڈ دعا کی درخواست کا ڈال دیتا''۔ (سوانح ص ۵۵، ۵۶)

امام احمد رضا (رحمۃ اللہ علیہ) کی ایمانی فراست:

سید ابوالحسن ندوی مولانا عبدالقادر رائے پوری کے متعلق لکھتے ہیں:

''ایک مرتبہ فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ایک دفعہ مرزائیوں کی کتابیں منگوائیں تھیں اس غرض سے کہ ان کی تردید کریں گے، میں نے بھی دیکھیں قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اُس طرف میلان ہو گیا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ سچے ہیں''۔ (سوانح ص ۵۶)

امام احمد رضا بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ایمانی فراست، نور بصیرت، عرفان حق اور فکرِ باطل شکن کی گواہی مخالفین کے عارف باللہ پیر و مرشد دے رہے ہیں، وہ پیر و مرشد جو ایک کذاب مدعی نبوت کی محبت و عقیدت میں اپنی خوش عقیدگی کا اظہار کھلے لفظوں میں یوں

کرتے ہیں ”قلب پر اتنا اثر ہوا کہ اُس طرف میلان ہوگیا۔“ داد دیجئے امام احمد رضا بریلوی کی جرأت کو اور سلام کیجئے اُسکی دینداری کو کہ اتنی بڑی سلطنت پر راج کرنے والا عیار انگریز نہ تو بریلی کے تاجدار کا قلم خرید سکا اور نہ اُس کی راہ میں اس عظیم فتنے کی سرکوبی کے سلسلے میں حکومت کا جبر واستبداد اور سطوتِ شاہی کا کوئی خطرہ حائل ہوا۔ اِدھر قادیانی فتنہ نے پر پُرزے نکالے ہی تھے کہ اُدھر امام احمد رضا کے قلم کی تلوار نیام سے باہر آگئی۔ کتابیں دیکھنے کا جو بریلی میں موقع ملا تو اس لیے کہ آپ دس گیارہ ماہ وہاں رہے۔ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

> ”آپ نے دس گیارہ مہینے مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ہاں اُن کے لڑکوں غالباً مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب وغیرہ کی تعلیم کے سلسلہ میں قیام کیا۔ آٹھ روپے تنخواہ تھی۔ فرماتے تھے کہ وہ جس طرح علماء دیوبند کی تردید و مذمت کرتے تھے اور اپنی حقانیت اور عظمت ثابت کرتے، اس سے طبیعت کھٹی ہوئی.... بریلی کے ایک سفر میں یہ بھی فرمایا کہ میرا کبھی یہاں جی نہیں لگا“۔ (سوانح ص۵۲،۵۳)

اس بات سے امام احمد رضا کی حق پرستی کا پتہ چلتا ہے کہ جہاں کہیں کسی فتنے نے جنم لیا، امام احمد رضا سامنے آکر ڈٹ گئے۔ کوئی خوف نہیں، پاس ہے تو دین کا، لیکن دین میں امام احمد رضا کی یہ سختی جناب رائے پوری برداشت نہ کر سکے اسلیے وہ جگہ چھوڑ دی، جو سُنیّت کا گہوارہ تھی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ ”حضرت“ (رائے پوری) قادیانیوں سے بہت جلد متاثر ہوجایا کرتے تھے۔ سید ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں:

> ”فرمایا کہ ایک مرتبہ موقعہ دیکھ کر (شاہ عبدالرحیم رائپوری) سے عرض کیا کہ حضرت، قادیانی انوار کا دعویٰ کرتے ہیں ان کو نماز وغیرہ میں بہت حالات اور کیفیات پیش آتے ہیں اور گریہ وخشیت کا غلبہ ہوتا ہے اسکا کیا سبب ہے؟“ (سوانح ص۶۳)

ایک مرتبہ حکیم نور الدین قادیانی نے لکھا کہ آپ مرزا صاحب کے پاس آجائیں.....

> ”غرض آپ قادیان گئے اور سات آٹھ روز حکیم صاحب ہی کے مہمان رہے.... (آپ نے بتایا) چونکہ رائے پور سے ہوکر گیا تھا (شاہ عبدالرحیم سے مل کر).... اگر میں نے حضرت (شاہ عبدالرحیم) کو نہ دیکھا ہوتا تو میں تو قادیانی بن گیا ہوتا“۔ (سوانح ص۶۰،۶۱)

حکیم نورالدین کی مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

> ”میں دیکھتا تھا کہ کچھ کچھ وقفہ کے بعد وہ بڑے درد سے لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ اس طرح پڑھتے تھے کہ دل کھنچتا تھا، مجھے خیال ہوتا تھا کہ ان کو ایسی رقت اور انابت ہوتی ہے، یہ کیسے ضلالت پر ہو سکتے ہیں؟.... اس سفر میں مرزا صاحب سے بھی ملاقات ہوئی فرماتے تھے کہ میں اُن کے امام کے پیچھے بھی نماز پڑھتا تھا اور اپنی الگ بھی پڑھ لیتا تھا“۔ (سوانح عبدالقادر، رائے پوری ص۶۲)

ع یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے

اور

ع سفینہ چاہیے اس بحرِ بیکراں کے لیے

یہ موضوع بہت طویل ہے ایک الگ کتاب کا محتاج ہم اس کو ترک کرتے ہوئے تحذیر الناس کی عبارات کو لیتے ہیں کہ کس طرح ان عبارات نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور اس کی اشاعت سے مرزا قادیانی کی منزل کس قدر قریب آگئی۔

تحذیر الناس کی عبارات:

یاد رہے کہ تحذیر الناس کا اختلاف حقیقی اور اصولی اختلاف ہے۔ یہ محض الزامات اور تعبیرات کے امتیازات کا اختلاف نہیں۔ ہم نے جو اس مضمون میں اس بات کا ذکر کیا تھا

کہ اہل سنت و جماعت (بریلوی) کے کسی عالم کی ایک کتاب بھی ایسی نہیں ملے گی (یعنی مولانا فضل حق خیر آبادی سے امام احمد رضا بریلوی تک اور پھر سُنّی بریلوی کی حیثیت سے امام احمد رضا سے آج تک) کہ جس پر پورے ہندوستان کے علماء نے اصولی اختلاف کرتے ہوئے کفر کا فتویٰ دیا ہو یا جس سے مسلمانوں میں تفریق پیدا ہوئی ہو۔ البتہ شاہ اسماعیل دہلوی سے دارالعلوم دیوبند کے اجراء تک اور وہاں سے اب تک متعدد ایسی کتابیں چھپ چکی ہیں جن پر ہندوستان یا اب پاک و ہند کے جید سُنّی حنفی علماء کے علاوہ علمائے حرمین شریفین کے اہل سنت علماء کرام نے اُصولی اختلاف کرتے ہوئے مصنفین وقائلین کی تکفیر کا شرعی فریضہ پوری ذمہ داری سے سوچ سمجھ کر ادا کیا ہے۔ اور انہی کتابوں کی وجہ سے مسلمانوں میں ایسی تفریق ہوئی کہ دیوبندی بریلوی مستقل دو نظریے وجود میں آ گئے۔ نہ یہ کتابیں چھپتیں اور نہ یہ فساد کھڑا ہوتا۔ دوسرا المیہ یہ ہوا کہ کتابیں لکھنے والے علماء دیوبند اور اُن کے وابستگان نے ایسی متنازعہ عبارات کا دفاع شروع کر دیا۔ اپنے ''بزرگوں'' کے تحفظ کی خاطر غلط سلط تاویلات کا سہارا لینا شروع کر دیا۔ اُن کا بحمد اللہ تعالیٰ بھرپور رد کیا گیا مگر ''میں نہ مانوں'' کی رٹ لگائے رکھی۔ حالانکہ سیدھی سی بات ہے کہ ان کے وہ ''بزرگ'' آخر انسان تھے اور وہ بھی عام لوگوں کی طرح، اُن کا کلام کوئی قرآن حدیث تو تھا نہیں کہ بدل دینے یا دریا برد کر دینے سے کفر لازم آ جاتا۔ مثلاً تحذیر الناس ہی کو لیجئے اگر مولانا محمد قاسم نانوتوی آخرت کا خیال کرتے ہوئے کہہ دیتے کہ چلئے تحذیر الناس سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ اس میں جو درست ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور جو عبارات خلافِ قرآن وحدیث ہیں وہ میرے نفس کی شرارت ہے۔ میں غیر مشروط طور پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور توبہ کے بعد کلمہ شہادت پڑھتا ہوں۔ آئندہ کوئی آدمی تحذیر الناس کو میری کتاب، میری تصنیف نہ کہے اور نہ اس کی کوئی متنازعہ عبارت میرے نام سے کہیں نقل کرے ورنہ عند اللہ وہ خود مجرم ہوگا۔ کیا خیال ہے اس طرح اُنکا مرتبہ بڑھ نہ جاتا؟ آج مسلمان اُن کو سر آنکھوں پر نہ بٹھاتے؟ اسی طرح دیگر دیوبندی اکابرین بھی اپنی گستاخانہ

عبارات سے رُجوع کرتے تو آج دیوبندی بریلوی مساجد کیا الگ الگ قائم ہوتیں؟ مگر ہم اس کو انا پرستی کہیں یا خود سری، تعصب کا نام دیں یا ضد اور ہٹ دھرمی کہیں۔ علمائے دیوبند اعترافِ شکست کرنے میں ناکام رہے حالانکہ اس طرح نہ اُن کی عار تھی نہ ہار بلکہ درحقیقت جیت اور فلاح تھی مگر ہدایت بہرطور اللہ رب العزت کے ہاتھ ہے۔ چند علمائے دیوبند نے نانوتوی صاحب کے عقیدہ ختم نبوت کو لے کر اُنکا نام لیے بغیر اُن کے خود ساختہ خلاف شرع نظریات کا رد بھی کر دیا مگر پھر بھی وہ ہندوستان بھر کے علمائے احناف کی ہم نوائی کی جرأت نہ کر سکے۔ اس پر بھی ہمیں از حد افسوس ہے۔ اب بھی ہم علمائے دیوبند سے کہتے ہیں کہ وہ ہماری تحریریں غور سے پڑھیں، اپنی حیثیت کو دنیا کی واہ واہ پر نہ رکھیں، آخرت کی سوچیں، کوئی ڈاکٹر (پی۔ ایچ۔ ڈی) ہے تو یہیں تک ہے، شیخ الحدیث ہے تو اسی زندگی تک، آخری وقت کا کچھ پتہ نہیں کہ بہت قریب ہے یا کچھ دور، اس دنیا کی عارضی ٹھاٹ باٹ اور شان وشوکت کو نہ دیکھیں، قبر اور میدان قیامت کے حساب کتاب پر نظر رکھ کر شب کے تنہا لمحوں میں دو چار دن سچے دل سے پُر خلوص ہو کر اور غصے کو تھوک کر تعوذ وتسمیہ اور درود پاک کے ورد کیساتھ مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کریں۔ بالخصوص تحذیر الناس سے متعلق، پہلے تحذیر الناس پھر اُس کا رد، اپنی تاویلات اور پھر اُن کے جوابات پر غور وفکر کریں ہوسکتا ہے۔ ہدایت کی راہیں کھل جائیں۔ کتابیں یہ ہیں:

(۱) اِبطالِ اَغلاطِ قاسمیہ (مناظرہ کے دلائل مع استفتاء)

(۲) تنبیہ الجُہال (حافظ بخش رحمۃ اللہ علیہ)

(۳) التبشیر بردالتحذیر، از علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (اگر الگ دستیاب نہ ہو تو ''مقالات کاظمی حصہ دوم'' میں ملاحظہ فرمائیں)

(۴) التبشیر پر اعتراضات کا علمی جائزہ، از علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (یہ مضمون ''مقالات کاظمی حصہ سوم'' میں ہے)

(۵) تحقیقات، از مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ انڈیا (مطبوعہ فرید بک سٹال اردو

بازار لاہور)

(۶) التنویر، از شیخ القرآن علامہ مولانا غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

اب آیئے تحذیر الناس کی عبارات پر۔ ہمارے سامنے کتب خانہ رحیمیہ دیوبند کی چھپی ہوئی تحذیر الناس اور مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ کی شائع کردہ تحذیر الناس دونوں ایڈیشن موجود ہیں۔ اول الذکر کتاب کے صفحہ۲ اور آخر الذکر کتاب کے صفحہ۳۱ پر استفتاء درج ہے۔ یعنی نانوتوی صاحب سے پوچھا گیا ہے کہ

''اثر ابن عباس ان اللہ خلق سبع ارضین....الخ جس کی تصدیق ایک مفتی مسلمین نے بھی کی تھی، میرا یہ عقیدہ ہے کہ حدیث مذکور صحیح اور معتبر ہے اور حدیث مذکور سے ہر طبقہ میں انبیاء کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ ایک خاتم کا ہونا طبقات باقیہ میں ثابت ہوتا ہے مگر اسکا مثل ہونا ہمارے خاتم النبیین ﷺ کے ثابت نہیں اور نہ یہ میرا عقیدہ ہے کہ وہ خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں آپ کے ہوں، اس لیے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔ پس دوسرے طبقات کے خاتم جو مخلوقات میں داخل ہیں آپ کے مماثل کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ پس علماء شرع سے استفسار یہ ہے کہ الفاظ حدیث ان معنوں کو متحمل ہیں یا نہیں اور انسان بوجہ اس تحریر کے کافر یا فاسق یا خارج اہل سنت و جماعت سے ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا''۔

اگلے صفحہ پر جواب شروع ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔ نانوتوی صاحب اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

''بعد حمد وصلوۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا

زمانہ، انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت وشکل ورنگ وحسب ونسب وسکونت وغیرہ اوصاف میں، جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں، کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا، اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصان قدر کا احتمال، کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی یہ احتمال کے یہ دین آخری دین تھا اس لیے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کرکے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے۔ پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی و بے ارتباطی خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر سد باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقع تھے.... بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سد باب مذکور

خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہوجاتی ہے۔۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوجاتا ہے''۔ (تحذیر الناس ص ۳۲ تا ۳۴ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

ہم پوری ایمانداری اور دیانتداری سے اللہ تعالیٰ کے خوف اور خیال آخرت کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے اس عبارت میں اپنے زعم میں دلائل دے کر یہ بات ثابت کرنے کی بھرپور اور مکمل کوشش کی ہے کہ خاتم النبیین کا معنیٰ آخر النبیین ہرگز نہیں۔ اس عبارت کا پہلا جملہ دیکھئے:

''قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں'' کتب خانہ رحیمیہ دیوبند کی چھپی ہوئی تحذیر الناس میں ''خاتم النبیین'' پر نشان (ل) ڈال کر نیچے حاشیہ میں لکھا گیا ہے۔ ''یعنی آیہ کریمہ میں جو آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے، اول اس کے معنی سمجھنے چاہئیں۔'' (صفحہ ۳)

کیا اس سے پہلے حضور ﷺ نے خاتم النبیین کے کوئی معنی نہیں بتائے تھے جو نانوتوی صاحب کو معنی بتانا پڑ گیا؟ کیا صحابہ کرام، تابعین، آئمہ کرام اور علمائے اُمت نے بھی خاتم النبیین کا کوئی معنی ذکر نہیں کیا جو نانوتوی صاحب اس فکر میں گھل رہے ہیں کہ اس کے معنی سمجھنے چاہئیں۔ پہلے اسکا فیصلہ کرتے ہیں پھر آگے چلتے ہیں۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی مشہور اور معروف عالم ہیں وہ اپنی کتاب مسک الختام کی تمہید میں لکھتے ہیں:

''ختم نبوت کے موضوع پر علماء نے بہت سی مختصر اور مفصل کتابیں تحریر فرمائیں، جس میں سب سے زیادہ مفصل، جامع اور محکم کتاب مخدوم ومکرم محبّ محترم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی سابق مفتی دارالعلوم دیوبند کی تالیف لطیف ہے جس کے تین حصے ہیں۔

(۱) ختم نبوۃ فی القرآن

(۲) ختم نبوۃ فی الحدیث

(۳) ختم نبوۃ فی الآثار

تمام مسلمانوں سے میری استدعا ہے کہ اس کتاب کو ضرور دیکھیں۔ نہایت جامع اور مفید کتاب ہے''۔

(مسک الختام صفحہ ۶، ۷ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

ہم نے مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی کی کتاب ''ختم نبوت'' لی، پڑھا، ابتدائی صفحات میں ''تفسیر قرآن کا معیار اور اس کا صحیح طریق'' کا عنوان دے کر لکھا ہے:

''قرآن مجید کی تفسیر مذکورہ ذیل طریقوں پر علی الترتیب قابل اعتماد ہوگی اور جو تفسیر ان طریقوں میں سے کسی طریق پر بھی نہ ہو وہ قرآن کی تحریف سمجھی جائے گی''۔ (ختم نبوۃ فی القرآن حصہ اول صفحہ ۳۷)

اسکے بعد پانچ طریقے بڑی تفصیل سے بتائے گئے ہیں، ہم مختصراً ذکر کر دیتے ہیں۔

(۱) مقدم اور سب سے زیادہ قابل اعتماد اس باب میں وہ تفسیر ہے جو قرآن مجید ہی کی دوسری آیات سے مستفاد ہو۔ (صفحہ ۳۷)

(۲) دوسرے درجہ میں سب سے زیادہ قابل اعتماد وہ تفسیر ہے جو آنحضرت ﷺ نے کسی آیت کے متعلق اپنے قول یا فعل سے بیان فرمائی ہو۔ (صفحہ ۳۸)

(۳) تیسرے درجہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفاسیر قابل اعتماد ہیں۔ (صفحہ ۳۸)

(۴) چوتھے درجے میں تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال دربارہ تفسیر قابل وثوق سمجھے جاتے ہیں۔ (صفحہ ۳۹)

(۵) پانچویں درجے میں وہ تفسیر قابل عمل ہے جو اُن آئمہ تفسیر نے تحریر فرمائی ہے جن کی عمریں اسی میدان کی سیاحت میں ختم ہوگئیں۔ (صفحہ ۴۰)

''یہ پانچ اصول ہیں جو قرآن عزیز کی صحیح تفسیر کا معیار ہیں، جو تفسیر اصول کے مطابق ہے وہ عِلماً قابل اعتماد ہے اور جو اس معیار پر

درست ثابت نہ ہو وہ قرآن مجید کی تحریف اور زندقہ والحاد ہے‘‘۔

(صفحہ۴۰)

مفتی صاحب کی اس عبارت کی روشنی میں ہم نانوتوی صاحب کے نقل کردہ پیرے کا پوری دیانتداری سے جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ نانوتوی صاحب نے جو لکھا ہے کہ اول معنیٰ خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تو اُنہوں نے خاتم النبیین کا کون سا معنیٰ معلوم کیا ہے جو اس سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھا۔ حالانکہ اس لفظ کے معنیٰ میں کوئی دوسری رائے ہو ہی نہیں سکتی۔ جیسا کہ دیوبندی عالم مولانا اللہ وسایا ’’خاتم النبیین‘‘ کی پوری تفصیل دے کر ’’خلاصہ‘‘ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

’’اس آیتِ مبارکہ میں آپ ﷺ کے لئے خاتم النبیین کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ قرآن وسنت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ کی تفسیرات کی رُو سے اس کا معنیٰ آخری نبی کا ہے، اور اصحابِ لُغت کی تصنیفات نے ثابت کر دیا ہے کہ خاتم کا لفظ جب جمع کی طرف مضاف ہے تو اس کا معنیٰ سوائے آخری کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتے۔‘‘ (آئینۂ قادیانیت صفحہ ۲۸)

جب اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے تو جس نے معنوی تحریف کرتے ہوئے خاتم النبیین کے معنیٰ بالذّات نبی کئے اور اس کا ’’کمال‘‘ یہ بتایا کہ اس طرح اگر حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں فرق نہیں پڑتا، گویا مرزا قادیانی کو مضبوط بنیاد فراہم کی، اس شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

نانوتوی صاحب کے پیرے کو بار بار پڑھیں اور ہر جملہ الگ الگ لکھ کر اس کے معنیٰ ومفہوم پر غور کریں۔ نانوتوی صاحب کو پہلے سے موجود معنیٰ معلوم تھا لیکن وہ موجود معنیٰ اُن کے نزدیک کسی قسم کی فضیلت کا حامل نہ تھا اس لیے اپنا نیا معنیٰ بتانے سے پہلے اُنھوں نے پہلے سے موجود معنیٰ کی خرابیاں بتلانا شروع کیں اور سولہ طریقوں سے اُسکا رد کیا۔ خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی کو جن سولہ طریقوں سے باطل کیا درج ذیل ہیں:

(ا) خاتم النبیین کا معنیٰ ’’آخری نبی‘‘ یہ عوام کا خیال ہے۔ اہل فہم کا عقیدہ نہیں۔

نانوتوی صاحب عوام کے مد مقابل اہل فہم لائے ہیں۔ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ چونکہ عوام نا سمجھ ہوتے ہیں، عربی قواعد وضوابط اور دیگر صرف ونحو اور گرائمر کی پیچیدگیوں سے ناواقف ہوتے ہیں اس لیے وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا معنیٰ ’’آخری نبی‘‘ ہے لیکن جو پڑھے لکھے ذی شعور وذی فہم لوگ ہیں وہ یہ معنیٰ نہیں کرتے۔

سوال یہ ہے کہ نانوتوی صاحب نے جو کہا ’’عوام کے خیال میں‘‘ اس لفظ ’’عوام‘‘ سے کون لوگ مراد ہیں؟ بے علم، کم فہم اور جاہل لوگ یا خواص، اہلِ علم اور اہلِ فہم؟ لفظ ’’عوام‘‘ سے اہلِ فہم تو مراد ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ نانوتوی صاحب خود عوام کے مقابلے میں ’’اہل فہم‘‘ لائے ہیں، اس کا فیصلہ بھی نانوتوی صاحب نے ایک دوسری کتاب میں اپنے ایک مکتوب میں کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

’’خاتم النبیین کے معنی سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی ﷺ گذشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے جس میں (خاتم النبیین ﷺ) کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی برائی پھر ’’ما کان محمد ابا احد من رجالکم‘‘ کے جملے کو اس معنی سے کیا تعلق کہ اس سے استدراک فرما کر ’’ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین‘‘ فرمایا۔ اگر مجھ سے پوچھئے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے نبیوں کی نبوت حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے فیضیاب ہے اور آنحضرت ﷺ کی نبوت دنیا میں دوسروں کی نبوت سے فیضیاب نہیں ہے‘‘ (انوار النجوم۔ مکتوب اول بنام مولوی فاضل صفحہ ۵۵، ۵۶ اردو ترجمہ پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی دیوبندی) نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں ’’آخری نبی‘‘ کے معنی کو عوام خیال بتایا اور مکتوب میں یہی معنی ظاہر پرستوں یعنی سطحی نظر رکھنے والوں کا معنیٰ

قرار دیا۔ مکتوب کا ایک جملہ قابل غور ہی نہیں دھڑکا دینے والا ہے یعنی عوام یا سطحی نظر رکھنے والوں کا خیال یہ ہے کہ: ''اب کوئی نبی نہیں آئے گا'' یہ توضیح دل ہلا دینے والی ہے۔ ''آخری نبی'' کے معنیٰ سے انکار اور اس پر ایسی وضاحت، سوچئے بات کہاں تک جا پہنچی۔ اس پر طُرّہ یہ کہ اس معنیٰ میں نہ تعریف نہ بُرائی۔ بالذات اور بالعرض فضیلت دونوں کا انکار۔ جب نانوتوی صاحب کا معنیٰ قرآن میں نہیں، حدیث میں نہیں۔ اقوالِ صحابہ اور علمائے اُمت سے ثابت نہیں بلکہ سب کا ایک ہی معنیٰ ہے۔ ''آخری نبی''۔ تو کیا یہ لوگ معاذ اللہ ''عوام'' ہیں۔ اگر عوام نہیں تو پھر بتایا جائے کہ عوام کے مقابلہ میں نانوتوی صاحب کے مجوزہ ''اہلِ فہم'' کون لوگ مراد ہیں؟

(۲) خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' کو عوام کا عقیدہ نہیں بلکہ ''خیال'' بتلایا۔[۱] جس کا مطلب ہوا کہ یہ تو عوام کی رائے اور گمان ہے۔ صاف بتا دیا کہ جو بھی خاتم النبیین کا معنی آخری نبی لیتے ہیں وہ عوام ہیں، ناسمجھ ہیں اور یہ اُن کا عقیدہ نہیں جس کو قطعی، یقینی اور غیر متزلزل کہیں بلکہ یہ تو عوام کی ایک رائے اور خیال ہے جو انھوں نے از خود قائم کرلیا ہے، گویا قرآن وحدیث اور سلف صالحین سے ثابت نہیں۔ مکتبہ حفیظیہ کی چھپی ہوئی تحذیر الناس کے حاشیہ میں بھی اس جملے کی وضاحت اسی طرح کی گئی ہے، لکھا ہے:

''حضرت مولانا قاسم نانوتوی فرماتے ہیں کہ لفظ خاتم النبیین کا معنی عوام تو یہی لیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ زمانے کے لحاظ سے سب نبیوں کے بعد تشریف لائے ہیں اور بس۔ لیکن اہل علم وعقل بخوبی

(۱) محمد متین خالد نے اپنی کتاب میں سید محمد کفیل شاہ بخاری کی کتاب ''معرکہ حق وباطل'' سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور جسٹس منیر کا ایک مکالمہ نقل کیا ہے جب جسٹس منیر نے قادیانی وکیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے پوچھا ''انکے بارے مین کیا خیال ہے؟'' تو شاہ صاحب نے جواب دیا ''خیال نہیں عقیدہ'' (تحفظ ختم نبوت ص ۱۴۴ از محمد متین خالد)

جانتے ہیں کہ محض زمانے کے لحاظ سے پیچھے آنا باعث فضیلت نہیں''۔

(حاشیہ صفحہ ۳۲)

''محض'' کا مطلب ہے صِرف یا فقط اور حاشیہ نگار یہ لفظ درمیان میں اس لیے لائے ہیں تاکہ ''عوام کے خیال'' میں حصر کا شُبہ پیدا کیا جا سکے۔ لیکن نانوتوی صاحب کے جملے میں کہیں بھی حصر کا کوئی لفظ نہیں۔ مولانا منظور نعمانی صاحب نے بھی جو حاشیہ میں لکھا ہے کہ ''مولانا نے تو صرف حصر کو عوام کا خیال بتلایا ہے'' تو عرض ہے کہ آپ کے مولانا کی عبارت آپ سب کے سامنے ہے کہیں بھی حصر کا لفظ موجود نہیں۔ انھوں نے یہ کہا ہے کہ قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین سے ''آخری نبی'' یا ''خاتمیت زمانی'' یا ''آخر النبیین'' کا معنی لینا یہ عوام کا خیال ہے۔ یعنی عامیانہ بات ہے۔ نانوتوی صاحب نے ''بایں معنی'' کہا یعنی اس معنی کے ساتھ، مطلب یہ ہوا کہ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا اس معنی کے ساتھ ہے یا ''اس مطلب کے ساتھ ہے'' اور وہ معنی ومطلب آخری نبی ہے۔ وہ اس معنی ومطلب کو عامیانہ کہتے ہیں۔ اس کا واضح ثبوت یہ بھی ہے کہ خود نانوتوی صاحب نے بھی خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کہیں بھی نہیں کیا بلکہ پوری تحذیر الناس اپنے نئے معنی ''بالذات نبی یا سب سے افضل نبی'' کے تانے بانے پر بُنی۔ اس طرح نانوتوی صاحب نے حضور ﷺ، صحابہ کرام اور تمام اخیار اُمت کو زمرہ عوام میں شامل کر دیا۔ کیونکہ خود حضور ﷺ نے تمام اُمت کو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی بتائے۔

مولانا بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں:

''علمائے محققین لکھتے ہیں کہ ختم نبوت کے اعلان میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ دنیا متنبہ ہو جائے کہ اب یہ پیغمبر آخری پیغمبر ہے اور یہ دین آخری دین ہے''۔

(شان خاتم النبیین ص ۱۰۶، ۱۰۷ مطبوعہ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان)

مزید لکھتے ہیں:

''اسی طرح خالق زمین و زمان کو جو آخری ہدایات دینا تھیں وہ حضرت ﷺ کی معرفت دے دیں اور اعلان کر دیا کہ اب یہ رسول آخری رسول ہے''۔ (ایضاً ص ۱۰۷)

مزید لکھتے ہیں:

''خاتم النبیین کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام میں آپ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ (ایضاً ص ۱۱۶)

جب کہ نانوتوی صاحب اس'' آخری نبی'' کے معنی کو عوامی خیال بتلا رہے ہیں اور بدر عالم میرٹھی مزید جوش میں آ کر لکھتے ہیں'' واللہ ثم باللہ، جس کو خدا نے آخری نبی کہا ہے وہی آخری نبی ہے''۔ (شان خاتم النبیین ص ۱۲۳)

(۳) زمانے کے اعتبار سے حضور ﷺ جملہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے آئیں، یا سب کے آخر میں آئیں اس تقدم یا تاخر زمانی میں کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں۔ بالذات کا لفظ یہاں پر مہمل ہے اس لیے اسکا ذکر کرنا بے سود ہے۔ تفصیل اگلے نمبر میں ملاحظہ فرمائیں تا کہ علمائے دیوبند ہم پر خیانت کا بہتان نہ باندھ سکیں۔

(۴) آخری نبی ہونے کو مقام مدح میں یعنی تعریف کے موقع پر ذکر کرنا صحیح نہیں۔ اور یہ آیت مقام مدح ہے۔ تعریف کی جگہ ہے، اس لیے اس آیت میں خاتم النبیین آخری نبی کے معنی میں نہیں۔ اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ آخر الانبیاء ہونے میں کوئی مدح یا فضیلت نہیں۔ کیونکہ لائقِ فضیلت وہی ہے جو لائقِ مدح ہو۔ جو لائقِ مدح نہیں وہ لائقِ فضیلت کہاں رہا۔ لہٰذا جب آخر الانبیاء ہونا مقام مدح میں ذکر کرنا صحیح نہ ہوا تو ثابت ہوا کہ اس میں نہ بالذات فضیلت ہے نہ بالعرض۔ نانوتوی صاحب نے لکھ ضرور دیا کہ'' تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں''، مگر اگلے ہی جملے میں اس کی یہ کہہ کر نفی بھی کر دی کہ'' پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس (آخری نبی ہونے) کی

صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے''۔ تو نانوتوی صاحب کا صاف ستھرا کہنا یہ ہے کہ مقامِ مدح میں کسی وصف کے ذکر کے لیے اُس وصف کا بالذات ہونا ضروری ہے۔ جب آخری نبی ہونے کا وصف مقام مدح میں ذکر کے لائق ہی نہیں (معاذ اللہ) اور اس قابل ہی نہیں کہ اس کو حضور ﷺ کی مدح و تعریف میں بیان کیا جائے تو مطلقاً اس وصف مبارک میں فضیلت ہونے کا انکار ہوا۔ اگر کوئی دیوبندی مولانا اس کے بعد بھی لکھے کہ بالذات کی نفی ہے بالعرض کی نہیں جیسا کہ مولانا منظور نعمانی صاحب نے'' فیصلہ کن مناظرہ'' میں لکھا کہ'' اس میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے جو بطور مفہوم مخالف فضیلت بالعرض کے ثبوت کو مستلزم ہے'' تو وہ نانوتوی صاحب کے اس جملے کا معنی بتائے'' پھر مقام مدح میں.... کیونکر صحیح ہو سکتا ہے'' اور بقول مولانا منظور نعمانی صاحب اگر بالعرض فضیلت کی نفی نہیں تو پھر اس جملے کا مطلب یہ ہوگا'' پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس (آخری نبی میں بالعرض فضیلت ہونے کی) صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے''۔ (قرآن و حدیث کے احکام میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا'' (شرح صحیح مسلم جلد ۴ صفحہ ۸۴ از علامہ غلام رسول سعیدی) ممکن ہے کسی کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی ہو لہٰذا ہم مکمل عبارت اُسی مطلب کے ساتھ لکھ دیتے ہیں جو مطلب مولانا منظور نعمانی صاحب اور دیگر علمائے دیوبند بتاتے ہیں ملاحظہ فرمائیے!'' سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے (یعنی اس مطلب کے ساتھ ہے) کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق (پچھلے نبیوں) کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم (عقل و شعور رکھنے والوں) پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی (پہلا نبی ہونے یا آخری نبی ہونے) میں بالذات کچھ فضیلت نہیں (البتہ بالعرض فضیلت ہے) پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس

(آخری نبی مع فضیلت بالعرض ہونے کی) صوورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے''۔

جب اس صُورت میں بھی صحیح نہیں تو بتائیے بالعرض فضیلت کی بھی نفی ہوئی یا نہ ہوئی؟ تو مطلب یہ ہوا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں نہ بالذات فضیلت ہے نہ بالعرض، کسی قسم کی اصلاً کوئی فضیلت نہیں۔ اسی لیے امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے ''حسام الحرمین'' میں اس کا معنی مَعَ اِنَّہٗ لَا فَضْلُ فِیْہِ اَصْلاً عِنْدَ اَھْلَ الفَھْم فرمایا۔ آپ نے دیکھ لیا کہ اردو عبارات کا مطلب یہی نکلا کہ ''آخری نبی'' کے معنی میں نہ بالذات فضیلت ہے نہ بالعرض، مطلقاً اور اصلاً کوئی فضیلت نہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت نے اس کا عربی ترجمہ بالکل صحیح فرمایا:

مناظر اسلام مولانا غلام مہر علی صاحب اس کا جواب یوں دیتے ہیں:

جواب: ''اولا! تو دیوبندیہ کا کہنا ہی غلط ہے کہ مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم نے لفظ بالذات اڑا دیا ہے۔ کیوں کہ آپ نے نانوتوی کی جس عبارت کا ترجمہ فرمایا ہے۔ اس میں جملہ لَا فَضْلُ فِیْہِ اَصْلاً صاف موجود ہے اور یہ لفظ اصلاً ہی لفظ بالذات کا ترجمہ ہے۔ لفظ اصل ذات کے معنی میں آتا ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق بے شمار لغوی استشہادات پیش کیے جاسکتے ہیں یہاں ہم اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتے ہیں کہ خصوصاً اسی کتاب تحذیر الناس میں تو لفظ ذات اور لفظ اصل ہر جگہ ایک ہی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض۔ آپ اس امر میں مومنین کے حق میں والد معنوی ہیں یعنی اوروں کا ایمان آپ کے ایمان سے پیدا ہوا ہے اور آپ کا ایمان اوروں کے ایمان کی اصل ہے''۔

(تحذیر الناس ص ۱۲/ص ۵۴ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

تو یہاں ذات کا بدل اصل اور اصل کا بدل ذات موجود ہے''۔

(دیوبندی مذہب ص ۵۹۵ ضیاء القرآن پبلیکیشنز)

ثابت ہوا امام احمد رضا بریلوی کا دامن خیانت سے پاک ہے۔

(۵) اس آیت کو مقام مدح میں نہ مانیں، کہ یہ کوئی تعریف کا مقام نہیں اور خاتم النبیین کو اوصاف مدح میں سے نہ مانیں تو البتہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست ہوسکتا ہے مگر چونکہ یہ وصف خاتم النبیین اوصاف مدح سے ہے اور آیت کا مقام بھی مقام مدح سے ہے اس لیے اس آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونا درست نہیں۔ اس لیے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں۔ ''ہاں اگر اس وصف (خاتم النبیین) کو اوصاف مدح میں سے نہ کہے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی (آخری نبی ہونا) صحیح ہوسکتا ہے''۔

(۶) اگر خاتم النبیین کے معنی آخری نبی مراد لیں گے تو یہ خدا کی جانب زیادہ گوئی یعنی فضول بات یا بے ہودہ گوئی کا وہم ہوگا۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا کوئی بے ہودہ اور لغو وصف ہے۔ جس میں کچھ بھی فضیلت نہیں، نہ بالذات نہ بالعرض۔

نانوتوی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کیا گیا تو مطلب یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ خدا نے کوئی لغو اور بے ہودہ بات کہہ دی ہے۔ اتنی واضح عبارت ہونے کے باوجود یہ کہنا کہ آخری نبی میں وہ بالعرض فضیلت کے قائل ہیں، کس قدر بے انصافی ہے، سوچئے جس وصف میں بے ہودہ گوئی کا وہم ہوتا ہو وہ وصف کسی فضیلت کا حامل ہی کب ہوتا ہے۔ نیز ''آخری نبی'' کو خدا کی بے ہودہ گوئی کا وہم کہنا بھی خدا کی توہین ہے۔ مولانا نانوتوی تو خاتم النبیین کا معنی آخری نبی کو خدا کی جانب ایک فضول بات کا وہم دلاتے ہیں جبکہ مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری دیوبندی خاتم کے متعلق رقم طراز ہیں:

''یہ دوسری قرأت جو (ت) کے زیر کے ساتھ ہے، قرأت متواترہ ہے اسکا انکار بھی کفر ہے۔ ہم نے خصوصیت کے ساتھ یہ قرأت اسلیے ذکر کی ہے کہ بعض ملحدوں نے خاتم النبیین (بفتح التاء) کا ترجمہ افضل

النبیین کر کے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے کا انکار کیا ہے....اور جب اُن کے سامنے آیت قرآنیہ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین پیش کی گئی تو طرح طرح کی تاویلیں کر کے اسکورڈ کر دیا گیا اور آیات کے معانی اور مفاہیم اپنی طرف سے تجویز کر دیئے اور نبوت کی قسمیں بنالیں۔ حقیقی اور ظلی اور بروزی کی تقسیم جاری کر دی۔''

(تبلیغی اور اصلاحی مضامین ج ۴ صفحہ ۳۱۲، ۳۱۳ ادارۃ المعارف کراچی)

آگے مزید لکھتے ہیں:

''قادیانی جماعت آیت کریمہ کی تصریح قائم کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہے اور اس وجہ سے بھی کافر ہے کہ انہوں نے خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کی ہے اور اسکا معنی افضل النبیین بتایا ہے''۔

(ایضاً صفحہ ۳۱۴)

یہ عبارات کس طرح تحذیر الناس پہ فٹ آ رہی ہیں کیونکہ مولانا قاسم نانوتوی نے بھی خاتم کا معنیٰ بالذات نبی یا افضل النبیین ہی کیا ہے۔

(۷) آخری نبی ہونا، قد و قامت، شکل و رنگ، حسب و نسب اور سکونت وغیرہ وہ اوصاف ہیں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ (ورنہ اگر یہ وصف ''آخری نبی ہونا'' کچھ بھی فضیلت رکھتا تو اس کے ذکر کے ساتھ دوسرے اوصاف کا بھی ذکر کیا جاتا، تو جس طرح حسب و نسب قد و قامت میں کوئی فضیلت نہیں اسی طرح آخری نبی ہونے میں بھی کوئی فضیلت نہیں۔ نانوتوی صاحب نے کہا: ''آخر اس وصف میں (یعنی آخری نبی کے وصف میں) اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں، جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں''، یعنی نانوتوی صاحب نے ''آخری نبی'' کے وصف کو دیگر ذکر کردہ اوصاف کے ساتھ مساوی قرار دے کر کہا ہے کہ ''جن کو نبوت یا

اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔'' تو مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونے میں کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔ ہم حیران ہیں کہ دیوبندیوں کے قاسم العلوم والخیرات نے بخاری اور مسلم کو واقعی نہیں پڑھا تھا یا دُرونِ خانہ کوئی اور بات تھی۔ ہم نہیں سمجھتے کہ پہلی بات سچ ہو۔ اس لیے کہ بخاری و مسلم میں محدثین کرام نے باب قائم کر کے حضور ﷺ کے حسن و جمال اور حسب و نسب کو بیان فرمایا۔ پہلے حضور ﷺ کے قد و قامت اور شکل و رنگ کے بارے میں بخاری شریف کی یہ حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَآءَ يَقُوْلُ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآلهٖ وسلم اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا وَّاَحْسَنَهٗ خَلْقًا لَيْسَ بِالطَّوِيْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيْرِ۔

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب صفۃ النبی ﷺ حدیث نمبر ۶۱ ۷ ج دوم)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بلحاظ صورت سب لوگوں سے زیادہ حسین اور سیرت کے لحاظ سے سب میں خلیق تھے، نہ آپ بہت لمبے تھے اور نہ پست قد۔

اسی کے ساتھ دوسری حدیث مبارک یہ ہے:

عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآلهٖ وسلم مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَابَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَهٗ شَعْرٌ يَبْلُغُ شَحْمَةَ اُذُنِهٖ رَاَيْتُهٗ فِيْ حُلَّةٍ حَمْرَآءَ لَمْ اَرَشَيْئًا قَطُّ اَحْسَنَ مِنْهُ۔

(صحیح بخاری ج دوم)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میانہ قد تھے۔ دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ گیسوئے مبارک کانوں کی لو

تک پہنچتے تھے۔ میں نے آپ کو سرخ حُلّے میں ملبوس دیکھا ہے اور ہر گز کسی کو آپ سے حسین وجمیل نہیں دیکھا۔

اس سے اگلی حدیث میں ہے:

''آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا تھا.... اسی طرح اگلی حدیث میں ہے کہ حضرت جیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے دست مبارک کو پکڑا اور اپنے چہرے سے لگایا تو دیکھا کہ وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور اُس کی خوشبو مشک سے زیادہ عمدہ ہے''....

اسی بخاری شریف میں ہے:

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سو جاتے تو اُمِّ سُلیم آپ کا مقدس پسینہ اور موئے مبارک جمع کر لیتیں اور انہیں ایک شیشی میں ڈال کر خوشبو میں ملا لیا کرتیں، حضرت انس کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے وصیت فرمائی کہ وہ خوشبو اُن کے کفن کو لگائی جائے''۔

(صحیح بخاری ج سوم کتاب الاستئذان باب ۲۵ ۷حدیث ۱۲۱۱ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور/ جلد دوم صفحہ ۲۲۹، حدیث نمبر ۶۲۸، ایچ - ایم سعید کمپنی/مسلم شریف ۶۰۵۵)

اسی طرح مسلم شریف میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے قریش میں سے بنو ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو منتخب فرمایا۔''

جامع ترمذی میں ہے:

''فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ فِرَقِھِمْ وَخَیْرِ الْفَرِیْقَیْنِ ثُمَّ خَیَّرَ الْقَبَآئِلَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ الْقَبِیْلَةِ ثُمَّ خَیَّرَ الْبُیُوْتَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ بُیُوْتِھِمْ فَاَنَا خَیْرُھُمْ نَفْسًا وَ خَیْرُھُمْ بَیْتًا ھٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ''

(جامع ترمذی ج دوم ابواب المناقب صفحہ ۶۶۶)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے اُن کی بہترین جماعت میں رکھا اور دونوں فریقوں کو بہتر بنایا پھر تمام قبائل کو پسندیدہ بنایا اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر اُس نے گھرانے منتخب فرمائے تو مجھے اُن میں سے بہتر گھرانے میں رکھا۔ پس میں اُن میں سے بہترین فرد اور بہترین خاندان والا ہوں۔ (یہ حدیث حسن ہے)

اسی جامع ترمذی ابواب المناقب کی پہلی حدیث میں ہے:

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔ اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو، بنی کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے''۔

اگر حسب ونسب، قدوقامت اور شکل ورنگ میں فضیلت نہ ہوتی تو یہ احادیث شریفہ موجود نہ ہوتیں۔ آج مدرسے کا معمولی طالب علم بھی ان حدیثوں سے واقف ہے۔ تو کیا بانی دار العلوم دیوبند کو ان کی کوئی خبر نہ تھی اور لاعلمی اور بے خبری میں لکھ گئے کہ ان اوصاف کو فضائل میں کچھ (یعنی ذرا سا، کسی قدر اور تھوڑا سا بھی) دخل نہیں۔ اسے ہم برٹش گورنمنٹ کی شرارت نہ کہیں تو کیا کہیں؟ نانوتوی صاحب نے شانِ رسالت کو کم کیا، علمائے ہند نے شانِ رسالت کا دفاع اور تحذیر الناس کا بھرپور ردّ فرمایا۔ رضائے الٰہی کی خاطر وہی شرعی فریضہ آج ہم ادا کر رہے ہیں۔ شانِ رسالت کا دفاع ہی اعظم ترین جہاد، جانِ ایمان اور سنت الٰہیہ ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری شریف ج اول کتاب الصلوۃ باب ۳۰۹ الشعر فی المسجد) تو جب نانوتوی صاحب نے وصف خاتمیت بلحاظ زمانہ اور قدوقامت وشکل ورنگ اور حسب ونسب سب میں ذرا سی فضیلت بھی نہیں مانی، اتنی بھی نہیں کہ ان اوصاف کو مقامِ مدح میں بیان کیا جا سکے۔ تو امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حسام الحرمین میں جو اس کا اصل مفہوم ومطلب بیان فرمایا: مَعَ اِنَّهٗ لَا فَضْلَ فِیْهِ اَصْلًا عِنْدَ اَھْلِ الْفَھْمِ

یعنی بقول نانوتوی ''آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں''، تو اس کو ہرگز افسوس ناک خیانت نہیں کہہ سکتے۔ جیسا علمائے دیوبند سر سے بلا ٹالنے کی غرض سے کہہ دیتے ہیں۔ ہم نے پچھلی عبارات میں نمبر۴ کے تحت ثابت کیا ہے کہ مولانا نانوتوی کے نزدیک ''اصل'' بمعنیٰ بالذات ہے۔ یہ جملہ دیکھئے۔ ''آپ ﷺ کا ایمان اوروں کی ایمان کی اصل ہے''(تحذیر الناس صفحہ۵۴) یہیں ایک سطر پہلے لکھا'' اور یہ بات اس بات کو مُستَلزِم ہے کہ وصفِ ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض ''مطلب یہ کہ جس طرح نبوت میں آپ بالذات نبی ہیں اسی طرح ایمان میں بھی آپ بالذات مومن ہیں، آپ کا ایمان اوروں کے ایمان کی اصل ہے۔

(۸) اگر رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی مانیں گے تو رسول اللہ ﷺ کے نقصان قدر کا احتمال لازم آئے گا یعنی حضور ﷺ کے رُتبہ وتوقیر میں کمی آنے کا گمان لازم آئے گا۔ نانوتوی صاحب کے مطابق مطلب یہ ہوا کہ آخری نبی ہونا ناقص وصف ہے جس میں کسی قسم کی کچھ فضیلت نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض، ظاہر ہے جو وصف شانِ رسالت اور مرتبہ نبوت کم کرے وہ کسی فضیلت کا حامل ہی کب ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت نے اُردو عبارت کا مطلب عربی الفاظ میں بالکل صحیح بیان فرمایا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک آخری نبی ہونے میں بالکل فضیلت نہیں۔ اُن پر خیانت کا الزام حد درجہ افسوسناک بہتان ہے۔[1]

(۹) آخری نبی ہونا، کوئی کمال نہیں، آخری نبی ہونا تو ایسے ویسے لوگوں یعنی معمولی اور کم درجے کے لوگوں کے اوصاف کیطرح ہے، مطلب یہ ہے کہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے عام، معمولی اور کم درجہ کے لوگوں کے اس قسم کے(یعنی آخری نبی ہونے جیسے) احوال بیان کیا کرتے ہیں۔ اس

(۱) واضح رہے کہ جس عقیدہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام کی عظمت وقدر میں نقصان ہوتا ہو وہ عقیدہ بھی کبھی فضیلت بالعرض کا حامل ہو سکتا ہے؟

عبارت میں نانوتوی صاحب نے حضور ﷺ کو ایسے ویسے لوگوں میں شامل کر دیا اور آخری نبی ہونے میں کوئی کمال نہیں مانا۔ جب نانوتوی صاحب نے واضح طور پر اس قسم کے احوال کہا تو بتایئے ''اس قسم'' سے اشارہ کس طرف ہے۔ موضوع کیا ہے اور بات کس پر ہو رہی ہے۔ موضوع آخری نبی ہے اور اسی آخری نبی کے معنی کو باطل کیا جا رہا ہے۔ یعنی خاتم النبیین کے معنی ''آخری نبی'' کا ہی معاذ اللہ رَدّ کیا جا رہا ہے۔ مدعا یہ ہوا کہ آخری نبی ہونے میں کوئی فضیلت اور کمال نہیں۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔ لہٰذا امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے جو اصلاً کہا تو اسی وجہ سے کہ نانوتوی صاحب آخری نبی میں فضیلت مطلق نہیں مانتے نیز یہ بھی کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک تمام اُمت جو سید عالم ﷺ کو آخر الزمان نبی مانتی ہے، حضور کو ایسے ویسے لوگوں میں شمار کرتی ہے والعیاذ باللہ۔

(۱۰) اگر خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین لیں گے تو اس آیت کے پہلے جملے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور دوسرے جملے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا آپس میں تناسب نہ رہے گا یعنی باہم کوئی مطابقت نہ رہے گی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ، کیا بالعرض کی تاویل سے یہ بے ربطی ربط میں بدل جائے گی؟ کیا یہ قرآن مجید کا مذاق اُڑانا نہیں کہ ایک ہی آیت کو بالذات نبوت مراد لے کر اور آخری نبی کو بالعرض مراد لیا جائے تو ربط قرآن رہے ورنہ بے ارتباطی؟

(ii) یہ قول نانوتوی صاحب کا ہے کیا نانوتوی صاحب سے قبل قرآن مجید کی یہ آیت بے ربط رہی ہے؟۔ اور ہاں نانوتوی صاحب بہانگِ دُہل مان رہے ہیں کہ آخری نبی کا معنیٰ لینے سے اللہ کے کلام معجز نظام میں بے ربطی و بے ارتباطی لازم آئے گی۔

(۱۱) ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف درست نہ ہوگا۔ (عطف کا مطلب ہوتا ہے کسی کلمے یا کلام کا دوسرے کلمے یا کلام کی طرف پھیرنا۔)

(۱۲) ایک جملے کو مستدرک منہ اور دوسرے کو مستدرک بنانا صحیح نہ ہوگا۔

(۱۳) آخر النبیین کا معنی لینے سے اللہ کے کلام معجز نظام میں بے ربطی و بے ارتباطی لازم آئے گی۔

(۱۴) نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے اتباع کی راہ روکنے کے لیے اس میں خاتم النبیین بمعنی آخری نبی نہیں فرمایا گیا۔

(۱۵) سدّ باب اتباعِ مدعیان نبوت (یعنی نبوتِ باطلہ کے دروازے کو بند کرنے) کا یہ موقع نہیں بلکہ اور بیسیوں مواقع تھے۔ یعنی قرآن کریم کی نص قطعی بہ سلسلہ ختم نبوت نانوتوی صاحب کو بمعنی آخری نبی تسلیم نہیں۔ جب یہ آیت مبارکہ متنبّی حضرات کا سدباب نہیں کرتی تو جو علمائے دیوبند، قادیانی کے خلاف آخری نبی کے ثبوت میں یہ آیت پڑھتے ہیں وہ قرآن کی گویا معنوی تحریف کرتے ہیں

(ii) مسئلہ ختم نبوت پر یہ آیت نص قطعی تو کیا دلالت النص بھی نہیں بن سکتی اور جو بیسیوں مواقع تھے اُن کی نشاندہی نہ نانوتوی صاحب نے کی، نہ ہی دیگر علمائے دیوبند نے، تو معلوم ہوا کہ ختم نبوت کا عقیدہ قرآن سے بطور عبارت النص ثابت نہیں۔ (معاذ اللہ)

(۱۶) خاتمیت کی بنیاد آخری نبی ہونے پر نہیں بلکہ کسی اور بات پر ہے۔ جو بنائے خاتمیت نانوتوی صاحب نے بتائی ہے وہ حضور ﷺ سے لیکر آج تک کسی نے نہیں بتائی۔ یعنی تمام اُمت کے مسلّمہ، متفقہ اجماعی، قطعی معنی کی تکذیب کر ڈالی۔ نانوتوی صاحب نے شروع میں جو کہا تھا کہ عوام کے خیال میں تو خاتم النبیین کا معنی یہ ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں مگر اہل فہم کے نزدیک آخری نبی ہونے میں قطعاً کوئی فضیلت نہیں۔ لہٰذا نانوتوی صاحب نے مندرجہ بالا سولہ طریقوں پر آخری نبی ہونے کا ردّ کیا اور یہاں پہنچ کر اُنھوں نے بناءِ خاتمیت کی تعیین کی۔ لکھتے ہیں:

"بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدّ باب

مذکور (یعنی مدعیانِ نبوتِ باطلہ کے دروازے کا بند ہونا) خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی ﷺ دوبالا ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔"

حاشیے میں لکھا ہے:

"بنائے خاتمیت آپ کی ایسی وصف کمال پر ہے جس سے آپ کا سب انبیاء کے بعد آنا بھی ثابت ہو جائے گا اور مدعیان نبوت کاذبہ کے لیے بھی سدّ باب ہو جائے گا۔ خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے۔" (حاشیہ تحذیر الناس مطبوعہ مکتبہ حفیظیہ صفحہ ۳۳)

اس جملے کو ذہن میں رکھنا جو دیوبندی علماء نے بہت سوچ سمجھ کر تحریر کیا ہے۔

"خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے۔"

اگلی سطور میں یہ بہت کام دے گا۔ نانوتوی صاحب نے جس بات پر بنائے خاتمیت رکھی ہے، وہ ہے آپ کا بالذات نبی ہونا۔ یعنی سولہ طریقوں سے خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کا ردّ کر کے خاتم النبیین کا جو معنی اپنی طرف سے بتایا گیا ہے وہ ہے "بالذات نبی"....اس کو سب سے افضل نبی یا مرتبے میں سب سے اعلیٰ نبی بھی کہہ سکتے ہیں، سب کا مطلب ایک ہی ہے۔ اسی حاشیے کی عبارت کچھ اور بھی لیتے ہیں تا کہ خود علمائے دیوبند کی جانب سے بھی وضاحت ہوتی رہے اور ہم پر خیانت کا ناحق الزام نہ آئے۔ حاشیے میں لکھا ہے:

"خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے کہ آپ کو نبوت براہ راست بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے اور آپ کی نبوت ذاتی ہے۔ باقی انبیاء کو نبوت آپ کے واسطے اور فیضان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے لہٰذا دوسرے انبیاء کی نبوت عرضی ہے"۔

(حاشیہ صفحہ ۳۳،۳۴)

اس حاشیہ آرائی سے ثابت ہو کہ مولانا نانوتوی کے نزدیک خاتمیت کا دارومدار آپ ﷺ کے مرتبہ پر ہے، آخری نبی ہونے پر نہیں اور آپ کو خاتم النبیین اِس لئے فرمایا گیا

ہے کہ آپ کی نبوت ذاتی ہے، براہِ راست اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے، زمانے کے لحاظ سے آخر پر آنا خاتم النّبیین کی وجہ نہیں۔ اگر خاتمیت کا دارومدار بالذّات نبی پر ہوتا، جیسا کہ نانوتوی صاحب نے لکھا ”موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذّات پر ختم ہوجاتا ہے“ تو میں عرض کروں گا کہ پھر صرف نبوت کا وصف نہیں بلکہ دیگر تمام اوصاف و کمالات بھی اسی اتصافِ ذاتی کی وجہ سے حضور ﷺ پر ختم کرنا پڑیں گے۔ کیونکہ صرف وصفِ نبوت ہی نہیں دیگر اوصاف و کمالات بھی حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست حاصل ہیں۔

توضیحِ مزید:

پھر مقامِ مدح میں ولکن...... فرمانا اس صُورت (یعنی صرف آخری نبی کا معنیٰ کرنے کی صُورت) میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس (آخری نبی کے) وصف کو (جو کہ عوام کا خیال ہے) [1] اوصافِ مدح میں سے نہ کہیے (یعنی آخری نبی ہونا کوئی تعریف کے لائق وصف نہیں) اور اس مقام کو (جس جگہ یہ لفظ خاتم النّبیّن لایا گیا ہے) مقامِ مدح (کسی تعریف کے لائق) قرار نہ دیجئے تو البتہ (یعنی پھر بے شک) خاتمیت باعتبار تاخر زمانی (یعنی خاتم بمعنیٰ آخری نبی ہونا) صحیح ہوسکتی ہے [2]۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہلِ اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی (کون سی بات گوارا نہ ہوگی؟ اس مقام کو مدح سے خالی کر

[1] معلوم ہوا یہاں حصر کارد نہیں بلکہ ”آخری نبی“ معنیٰ کرنے کارد“ ہے، کیونکہ وصف آخری نبی ہے، ”آخری نبی“ میں محدود کرنے کا نام وصف نہیں، چونکہ یہ عوام کا خیال ہے اس لیے معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب حصر کارد نہیں کررہے، جیسا کہ منظور نعمانی نے اپنی کتاب ”فتوحاتِ نعمانیہ“ میں حصر پر بہت زور دیا ہے۔

[2] اس جملے نے بالعرض فضیلت کی بھی نفی کردی۔ جس کا علمائے دیوبند بہت ہنگامہ کرتے ہیں۔ ”اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے“ کا مطلب پھر کیا ہے؟ یہی نا کہ اس آخری نبی میں کسی قسم کی مطلق کو فضیلت نہیں۔ جب مقامِ مدح قرار نہ دیں گے تو ہر قسم کی فضیلت کو ہٹا کر ہی کہیں گے کہ اب اس مقام میں تعریف کے لائق کوئی بات نہیں رہی ورنہ بالعرض فضیلت باقی رہے تو اُس مقام کو مدح سے خالی کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ مقام مدح قرار نہ دیجئے، تب ہی ممکن ہے کہ اس کو ہر قسم کی فضیلت سے خالی کردیا جائے۔ کوئی فضیلت باقی نہ رہنے دی جائے۔ ثابت ہوا امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے درست لکھا کہ اس میں کسی قسم کی فضیلت نہیں مانتے۔

دینا۔ ظاہر ہے کہ جب آخری نبی کے معنیٰ میں کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں تو اہل اسلام یہ کس طرح گوارا کریں گے کہ مقامِ مدح میں ایک ایسا معنیٰ رکھ دیں جو کسی فضیلت کا حامل نہ ہو؟؟؟ یہ مقام جو مدح کا مقام ہے، بے مدح ہوکر رہ جائے) کہ اس میں (یعنی آخری نبی کا معنیٰ کرنے میں) ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے (یعنی آخری نبی معنیٰ کر کے یہ بتانا ہے کہ خدا نے ایک لغو، فضول اور بے ہُودہ بات کہی ہے) [1] آخر اس وصف (آخری نبی) میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں (یہاں تو واضح کہہ دیا ہے کہ ”آخری نبی“ ہونے کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ ”اور فضائل میں کچھ دخل نہیں“ کا مطلب ہے کہ آخری نبی میں کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی۔ نہ بالذات نہ بالعرض، تو) کیا فرق ہے جو اس کو (یعنی آخری نبی ہونے کو) ذکر کیا اوروں کو (یعنی قد و قامت و شکل و رنگ کو) ذکر نہ کیا (مطلب یہ کہ قد و قامت وغیرہ کو اسی لیے ذکر نہیں کیا کہ اُن میں کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی۔ چونکہ آخری نبی ہونے میں بھی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی اس لیے سمجھا جائے کہ چونکہ آخری نبی ہونا بھی ہر قسم کی فضیلت سے خالی ہے لہٰذا اس جگہ خاتم کا معنیٰ آخری نبی نہ لیا جائے) دوسرے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصان قدر کا احتمال (یعنی خاتم النّبیین کا معنیٰ آخری نبی کرنا حضور ﷺ کی شان گھٹانے کا وہم پیدا کرتا ہے) [2] چونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں (چونکہ آخری نبی ہونا کوئی کمال کی بات نہیں، اس لیے نبی کی ذات کے لیے جو کہ اہل کمال میں سے ہیں، اس کا بیان کرنا صحیح نہیں) ہے اور (اللہ) ایسے ویسے لوگوں کے (یعنی معمولی اور کم درجہ کے لوگوں کے) اس قسم (جیسا کہ ”آخری نبی“ ہونا) کے احوال (یعنی حالات) بیان کیا کرتے ہیں [3]۔ اعتبار نہ ہو تو (ثبوت

[1] یہاں ”آخری نبی“ کے معنیٰ کو لغو، فضول اور بے ہودہ بات کہا گیا ہے، اور یہ بھی ثابت ہُوا کہ جو بات لغو، فضول اور بے ہُودہ ہو اُس میں کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں پائی جاتی۔ نہ بالذات نہ بالعرض۔

[2] یہاں بھی بالعرض فضیلت کی نفی ہے، ورنہ ایک فضیلت حاصل ہونے پر شان کم کیوں ہوگی۔

[3] یہاں بھی آخری نبی ہونے میں مطلق فضیلت کی نفی ہے۔

کے طور پر) تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔ باقی (رہ گیا) یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لیے (باعتبارِ زمانہ آخری نبی کہہ کر) سدّ باب اتباع مدعیانِ نبوت کیا ہے (یعنی مستقبل میں نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کا دروازہ بند کیا ہے) جو کل جھوٹے دعویٰ کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ (اپنی ذات کی حد تک) قابلِ لحاظ (یعنی توجہ کے قابل) ہے (کہ اس پر غور کیا جائے) پر (یہ بات بھی درست نظر نہیں آتی، کیونکہ) جُملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جُملہ و لکن رسول اللہ و خاتم النبییّن میں کیا تناسب (باہمی تعلق) تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا (یعنی پھیر دیا) اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدارک قرار دیا (یعنی پہلے جُملے ما کان محمد ابا احدمن رجالکم۔ ''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔'' سے جو وہم پیدا ہوتا تھا وہ لٰکِنْ جو کہ استدارک کے لیے آتا ہے یعنی وہم دُور کرنے کے لیے، تو لکن رسول اللہ و خاتم النبییّن سے دُور کر دیا۔ اب نانوتوی صاحب کے مطابق وہم یہ تھا کہ ''تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں'' اور دُور اس طرح کر دیا ''لیکن وہ اللہ کے رسول اور بالذات نبی ہیں'' یا یوں کہیے کہ ''لیکن اللہ کے رسول اور کمالاتِ نبوت کے خاتم ہیں۔'' اگر یہ نانوتوی صاحب والا معنیٰ کیا جائے تو اس آیت کے شانِ نزول کے مطابق وہم میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے ہم نے مودودی صاحب کا جواب جو صفحہ (۱۱۷ تا ۱۲۰) پر نقل کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں) اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی اور بے ارتباطی (یعنی خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' یہ آیت کے اندر بے ربطی پیدا کرتا ہے لہٰذا ایسی بے ربطی) خدا کے کلام معجز نظام میں متصوّر نہیں[1]۔ اگر سدّ باب مذکور (یعنی نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کا دروازہ بند کرنا) منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقع تھے (یعنی آخری نبی بتانے کے لیے کہ آپ بلحاظ زمانہ آخری نبی ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی ہو ہی نہیں سکتا، اس کے لیے تو

۱ یہاں بھی بالعرض فضیلت کی نفی ہے، کہ اگر ''آخری نبی'' میں بالعرض فضیلت بھی پائی جاتی تو ان جملوں کو ''آخری نبی'' معنیٰ لینے کی صورت میں بے ربط نہ کہا جاتا۔

قرآنی کریم میں اور بیسیوں موقع تھے، یہ مقام ''آخری نبی'' بتانے کا نہیں تھا۔[1]) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) بناء خاتمیت اور بات پر ہے (''آخری نبی'' کے معنیٰ پر نہیں) جس سے تاخر زمانی (آپ کا زمانے کے لحاظ سے آخری ہونا) اور سد باب مذکور (یعنی جھوٹے دعوے داروں کا دروازہ بند کرنا) خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلتِ نبوی (جو آخری نبی کا معنیٰ لینے سے گھٹ گئی تھی) دوبالا ہو جاتی ہے، تفصیل اس اجمال (یعنی ابہام واختصار) کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۳۳)

کتنا بڑا ظلم ہے کہ خاتم النبیین کا جو معنیٰ ''آخری نبی'' خود حضور ﷺ نے بتایا جو قرآن کو سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں، جو معنیٰ صحابہ کبار نے نبی کریم ﷺ سے سمجھا، جو معنیٰ پُوری اُمّت کے بزرگان دین سلف صالحین متقدّمین و متاخرین سے متواتر اور ضروریاتِ دین سے ہو کر اذہانِ اُمّت میں راسخ ہو چکا ہے وہ معنیٰ:

(۱) اپنے اندر کوئی فضیلت نہیں رکھتا نہ بالذات نہ بالعرض۔

(۲) اس کو رکھا جائے تو مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا صحیح نہیں ہو سکتا۔

(۳) یہ معنیٰ اور یہ وصف ''آخری نبی'' میں اُس صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ اس کو اوصافِ مدح میں شمار نہ کیا جائے اور جس جگہ یہ آیت رکھی گئی ہے اُس جگہ کو بھی مقام مدح نہ سمجھا جائے۔

(اللہ اللہ! اس معنیٰ کو نانوتوی صاحب کتنا بے فائدہ، بے تاثر، بے جوڑ، بے جا، بے وقعت، ناموزوں، ناقص اور بے وقار و بے توقیر سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے جو معنیٰ خود بھی کسی تعریف کے لائق نہ ہو اور مقامِ مدح پر رکھنے کے قابل ہی نہ ہو اُس معنیٰ کی کیا وُقعت ہو سکتی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالك۔ فالی اللہ المشتکی)

(۴) خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' کرنا خدا کے متعلق لغو اور بے ہودہ بات کہنے کا وہم ہوتا ہے۔

۱ کاش نانوتوی صاحب کسی ایک مقام کی نشاندہی کر دیتے، البتہ اس جگہ نص قطعی کو توڑ دیا گیا ہے۔

(۵) اس معنیٰ کو نبوت یا اور دوسرے فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ (یعنی خود کسی طرح فضیلت ہونا تو درکنار یہ معنی کسی فضیلت کا مُؤیَّد بھی نہیں)۔

(۶) اس معنیٰ کے ذکر سے رسول اللہ ﷺ کی جانب نقصان قدر کا احتمال لازم آتا ہے۔

(نانوتوی صاحب کے نزدیک حضور پاک ﷺ خود اپنی شان گھٹاتے رہے اور ان کے صحابہ کرام واہل بیت اطہار اور پُوری اُمتِ مسلمہ یہ معنی کر کے شانِ مصطفیٰ ﷺ میں کمی کرتی رہی (والعیاذ باللہ)

(۷) ''آخری نبی'' ایسا معنیٰ ہے جو معمولی اور کم درجہ لوگوں کے لے بیان کیا جاتا ہے۔ نانوتوی صاحب نے کہا:

''اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال (جیسے آخری نبی ہونا) بیان کیا کرتے ہیں۔'' ثابت ہُوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک پُوری اُمت حضور ﷺ کو بے کمال خیال کرتی رہی (والعیاذ باللہ)

(۸) سدِّ بابِ اتباع مدعیان نبوت کے لیے یہ معنیٰ رکھا جائے تو آیت کے جملوں میں کوئی تناسب باقی نہیں رہتا۔ اس کے لیے تو بیسیوں اور موقع تھے (صد افسوس! کہ نانوتوی صاحب نے ان موقعوں کی نشاندہی نہ کی)

(۹) یہ معنیٰ ''آخری نبی'' کرنے سے آیت بے ربط اور بے ارتباط ہو جاتی ہے جو خدا کے کلام معجز نظام میں متصور نہیں۔ اگر چہ خود صاحبِ قرآن نے بھی یہی معنیٰ اُمت کو سمجھایا۔ مگر نانوتوی صاحب ماننے کے لیے تیار نہیں۔

(۱۰) نانوتوی صاحب نے لکھا: ''اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم اس مضمون (معنیٰ) تک نہ پہنچا۔''

بڑوں سے مراد اگر محض مفسرین ومحدثین اور آئمہ کرام ہی لیے جائیں تب بھی یہ بات تو حق ہے کہ ان بزرگوں نے یہ معنیٰ روایاتِ صحابہ کرام سے لیا اور صحابہ کرام نے حضور ﷺ سے سُنا۔ آخر بزرگانِ دین نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ قرآن وسُنت ہی کو بنیاد بنا

کر بیان کیا ہے۔

اس طرح ''بڑوں کے فہم'' کی زد میں ذاتِ رسالت مآب ﷺ بھی آ گئی اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اور باقی اُمّتِ مسلمہ کے تمام افراد بھی آ گئے۔ سب کو کم التفات کہہ دیا۔ (نانوتہ کے طفلِ نادان نے کیا یہ ٹھکانے کی بات کی ہے یا سب کی توہین کر ڈالی اور تفسیر بالرائے کا ارتکاب کر کے اپنے الفاظ کے مطابق یعنی مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْیِہٖ فَقَدْ کَفَرَ لکھ کر اسی انجام سے دوچار ہو گئے۔)

نبوت کی ذاتی اور عرضی کی طرف تقسیم باطل ہے:

دیکھنا یہ ہے کہ بانی دار العلوم دیوبند نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کا معنی کیا کیا ہے۔ اُنھوں نے خاتم النبیین کا معنی ''بالذات نبی'' کیا ہے۔ یعنی ذاتی نبی۔ اسی کو خاتمیت کی بنیاد بتایا ہے۔ زمانے کے لحاظ سے آخر میں آنے کو بنیاد نہیں بتایا۔ اسی لیے وابستگان دیوبند نے بھی لکھا کہ خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے۔ یعنی خاتمیت کا دارومدار یا بنائے خاتمیت زمانے پر نہیں بلکہ مرتبہ پر ہے۔ بالذات نبی یا ذاتی نبی کی تشریح وہی حاشیے سے نقل کردہ عبارت ہے کہ آپ کو نبوت براہ راست بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے اور آپ کی نبوت ذاتی ہے۔ اور بالعرض کی تشریح بھی بقول علمائے دیوبند یہ ہے کہ باقی انبیاء کو نبوت آپ کے واسطے اور فیضان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے لہٰذا دوسرے انبیاء کی نبوت عرضی ہے۔ اسے ہی بالعرض نبوت سے تحذیر الناس میں موسوم کیا گیا ہے۔ اگر چہ واسطہ اور چیز ہے اور عارض ہونا دوسری شے، ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں اور یہ بھی کہ نبوت کی ذاتی اور عرضی کی طرف تقسیم بھی مطلق باطل ہے۔ لیکن اس سے قبل ہم چاہتے ہیں کہ جو معنی خاتم النبیین کا مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب نے کیا ہے وہ معنی لے کر آیت کریمہ کا ترجمہ کر دیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور بالذات نبی۔

دوسری طرح یہ ترجمہ ہوگا:

ترجمہ: محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور ذاتی نبی۔

تیسری صورت یہ ہوگی:

ترجمہ: محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور سب سے افضل نبی۔

چوتھی صورت یہ ہے:

ترجمہ: محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کو فیض رساں ہیں۔

مندرجہ بالا چار ترجموں میں ''خاتم النبیین'' کے ترجمہ کے الفاظ اگرچہ الگ الگ ہیں مگر تحذیر الناس اور اُس کے وکیلان صفائی کے مطابق معنوی اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ علمائے دیوبند کے بتائے گئے معنی اور تشریح کے مطابق یہ آیت قطعی الدلالۃ نہ رہی اور قرآن پاک سے حضور ﷺ کے لیے خاتم النبیین ہونے کا ثبوت قطعی نہ رہا اور قرآن کریم کی کوئی دوسری آیت اس دعویٰ کے ثبوت میں آپ لوگ پیش نہیں کرسکتے۔ تو قادیانیوں کے مقابلے میں اب آپ لوگ کس طرح ثابت کریں گے کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت قطعی اور اجماعی ہے؟ جناب سرفراز گکھڑوی صاحب نے اپنے رسالہ ''بانی دارالعلوم دیوبند'' کے صفحہ ۵۷ پر ''ختم نبوت'' کے عنوان سے لکھا ہے!''جس طرح توحید و رسالت اور معاد وغیرہ کے عقائد قطعی ادلّہ سے ثابت ہیں اور جن میں ذرہ بھر بھی شک وشبہ نہیں اسی طرح امام الانبیاء سیدِ وُلدِ آدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم نبوت بھی قطعی اور محکم براہین سے ثابت ہے''۔

اس کے دوسطر بعد یہی آیت مبارکہ اور ترجمہ لکھا ہے:

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں اور لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔

جناب سرفراز صاحب[1] آپ نے اسی رسالہ ''بانی دارالعلوم دیوبند'' کے صفحہ ۶۱ پر تحریر فرمایا ہے:

''ہم نے عربی فارسی اور اُردو میں بہت سی کتابیں مسئلہ ختم نبوت پر پڑھی ہیں لیکن بلاخوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ جس نرالے، انوکھے اور ٹھوس عقلی انداز میں جو خامہ فرسائی حضرت نانوتوی نے اس مسئلہ (ختم نبوت) پر کی ہے ہم نے اور کہیں نہیں پڑھی''۔

جب معاملہ یہ ہے تو بتائیے کہ ''بانی دارالعلوم دیوبند'' نام سے رسالہ چھپے، مسئلہ بھی ختم نبوت کا ہو اور اس تحذیر الناس جیسی کتاب آپ نے کہیں بھی نہ پڑھی ہو تو آپ نے اپنے اس رسالہ میں خاتم النبیین کا وہ ترجمہ کیوں نہ لیا جو نانوتوی صاحب نے اپنی بے بدل تصنیف میں فرمایا ہے وجہ کیا ہے؟ کیا ہم اُمید رکھیں کہ آئندہ آپ قادیانیوں کے ردّ میں لکھے جانے والے مضامین میں یا اسی رسالہ کے آئندہ نئے ایڈیشن میں وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا ترجمہ بالذات نبی کریں گے۔

سرفراز صفدر صاحب کی کچھ عبارات پر بات چیت آرہی ہے، ابھی ہم نبوت کی ذاتی اور عرضی تقسیم کے بطلان کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔ بہت عرصہ پہلے اس بندۂ ناچیز نے حضرۃ العلام مولانا غلام علی اوکاڑوی قدِّسَ سِرُّہُ العزیز کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا جس میں تحذیر الناس کے متعلق چند سوالات پوچھے گئے تھے۔ علامہ اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے بکمال شفقت ومہربانی اُسکا جواب ارسال فرمایا۔ یہ قلمی جواب بندہ کے پاس اب بھی موجود ہے۔ بعد میں کراچی جانا ہوا، مسجد گلزار حبیب سولجر بازار گیا تو حضرت علامہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، وہاں سے آپ کے ارشاد پر ایک کتاب ''اشرف الرسائل فی تحقیق المسائل'' خریدی، دیکھا تو اس کتاب کے صفحہ ۴۵۲ پر میرے عریضہ کے جواب میں لکھی گئی عبارت موجود تھی۔ لہٰذا آج ہم اشرف

[1] ترتیب مضمون کے وقت سرفراز صاحب بقید حیات تھے۔

الرسائل سے اُسی جواب کی عبارت سے کچھ اقتباس اپنے عنوانات کے ساتھ لیتے ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ دیو بند کے سب سے بڑے محدث اور فقیہہ نے بالذات اور بالعرض کی تقسیم کو باطل کر کے تحذیر الناس کی ساری عمارت زمین بوس کر دی۔

نانوتوی صاحب کا ردّ علامہ انور شاہ کشمیری سے:

علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ!'' نبوت کی ذاتی، عرضی کی طرف تقسیم بالکل خود ساختہ ہے۔ کتاب و سنت اور اہل سنت کی معتبر دینی کتابوں میں یہ تقسیم موجود نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری دیو بندی نے خود اسکا ردّ کیا ہے انہوں نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام ص ۲۰۶ پر لکھا ہے!

وَاَمَّا الْخَتْمُ بِمَعْنٰی اِنْتِهَاءِ مَا بِالْعَرْضِ اِلٰی مَا بِالذَّاتِ فَلَا يَجُوْزُ اَنْ يَّكُوْنَ ظَهْرَ هٰذِهِ الْاٰيَةِ لِاَنَّ هٰذَاالْمَعْنٰی لَا يَعْرِفُهٗ اِلَّا اَهْلُ الْمَعْقُوْلِ وَالْفَلْسَفَةِ وَالتَّنْزِيْلُ نَازِلٌ عَلٰی مُتَفَاهِمِ لُغَةَ الْعَرَبِ لَاعَلَی الذِّهْنِيَاتِ الْمُخْرَجَةِ۔

ترجمہ: لیکن ختم کے یہ معنی کہ ما بالعرض کا قصہ ما بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ پس نہیں جائز کہ یہ آیت کا ظاہر ہو، کیونکہ یہ معنی صرف اہل معقول اور اہل فلسفہ کے ہاں ہی معروف ہیں اور قرآن لغت عرب کے متفاہم پر اترا ہے نہ کہ ذہنیات مخرجہ پر۔

نیز اپنی کتاب خاتم النبیین کے ص ۳۸ پر رقمطراز ہیں:

'' وارادہ ما بالذات و ما بالعرض عرف فلسفہ است نہ عرف قرآن مجید و حوار عرب و نظم را ہیچگو نہ ایماء و دلالت بر آن''۔ ''اور ما بالذات اور ما بالعرض کا ارادہ عرف فلسفہ ہے نہ عرف قرآن مجید اور محاورہ عرب اور نظم قرآن کی اس من گھڑت معنی پر دلالت ہے نہ ایماء''۔

(اشرف الرسائل صفحہ ۴۵۲، ۴۵۳)

سید انور شاہ کشمیری کے متعلق علمائے دیو بند کہتے ہیں کہ صدیوں بعد ایسے علم والا آدمی پیدا ہوتا ہے۔ تحذیر الناس کا سارا تانا بانا ''بالذات اور بالعرض'' کے کچے دھاگوں سے بُنا گیا تھا۔ سید انور شاہ کشمیری دیو بندی نے سب دھاگے کاٹ کر رکھ دیئے یعنی ع

وہ شاخ ہی نہ رہی جس پہ آشیانہ تھا

مولانا محمد قاسم نانوتوی کے بارے میں علمائے دیو بند کے امام العصر مولانا سید انور شاہ کشمیری کیا بیان کرتے تھے، ملاحظہ فرمائیے:

''حضرت شاہ صاحب (کشمیری) بھی اُن کی علمی تحقیقات بڑی عظمت و اہتمام کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے، مگر بعض چیزوں پر نقد (تنقید) فرماتے تھے، مثلاً فرمایا کہ حضرت مولانا (نانوتوی) نے بالذات و بالعرض کو ہر کتاب میں چھیڑا ہے اور بالعرض کے علاوہ مجاز اور واسطہ فی العروض کا لفظ بھی اطلاق (استعمال) کیا ہے، چنانچہ صلوٰۃِ مقتدین کو مجاز اور صلوٰۃِ امام کو بالذات کہا، نیز حضور علیہ السلام کی نبوت کو بالذات کہا اور بقیہ انبیاء علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض کہا ہے، اِس پر کسی عالم نے اعتراض بھی کیا کہ پھر تو اور انبیاء کی نبوت ہی نہ رہی، مجھ (انور شاہ) سے حضرت الاستاذ مولانا محمود حسن صاحب نے بیان کیا تو میں نے یہی کہا کہ اعتراض تو قوی ہے۔ باقی ختمِ نبوت کا انکار مولانا نانوتوی کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا کیوں کہ مولانا نے خود لکھ دیا کہ ختمِ زمانی کا انکار مجمع علیہ (اجماعی) ہونے کی وجہ سے کفر ہے۔ اِس پر مولانا خاموش ہوگئے۔ غرض میری رائے ہے کہ بالذات و بالعرض کے الفاظ خواہ منطقی اصطلاح سے یا اور وجہ سے، مناسب نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام سب مستقل ہیں، اور ایک نوع (قسم) ہیں خدا کے یہاں اُصطفاء (انتخاب) کی، اور سب انبیاء اُس کے افراد ہیں، باقی

فرقِ مراتب اور فضلیتِ جزئی کا معاملہ دوسرا ہے۔"

(انوار الباری اُردو شرح صحیح البخاری جلد ۱۵ صفحہ ۲۱۴ مجموعہ افادات: سیّد انور شاہ کشمیری۔ مؤلف: تلمیذ علامہ کشمیری سیّد احمد رضا بجنوری دیو بندی مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان ۱۴۲۵ھ)

مولانا انور شاہ کشمیری اپنی کتاب "خاتم النبیین" میں نمبر ۷۶ کے تحت لکھتے ہیں:

"وخاتم بودنِ آنحضرت ؑ از میانِ انبیاء از بعضِ خصائص و کمالاتِ مخصوصہ کمالِ ذاتی خود است.... پس چنانکہ وجودِ ابوّت بکُلّی منقطع است، وجودِ نبوت من بعد ہم بکُلّی منقطع باید بُود وعلاقۂ اعتقادِ اکملیت امرِ ذہنی است، کہ بانبوتِ تشریعیہ مستقبلہ ہم منافی نیست علاقۂ معتد بہا علاقۂ اتباعِ عملی است بلکہ ایں اعتقاد بایں امر کے در عداد اُمت دگر نبی باشد نیز منافی نیست چنانکہ اُمِمِ سابقہ اعتقادِ اکملیتِ خاتم الانبیاء تو توانند داشت۔"

("خاتم النبیین" صفحہ ۶۰ مطبوعہ عالمی مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت ملتان)

اصل متن کے بعد اس کا ترجمہ وتشریح اسی ایڈیشن میں مولانا محمد یوسف لُدھیانوی دیو بندی نے کیا ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم مذکورہ بالا فارسی عبارت کا ترجمہ وتشریح نقل کریں، یہ بتانا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ کتاب لکھنے والے علمائے دیو بند کے امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری ہیں جن کے متعلق لکھا گیا ہے کہ پچھلی پانچ صدیوں میں اس پائے کا کوئی عالم نظر نہیں آتا۔ ترجمہ وتشریح اور دیباچہ مولانا محمد یوسف لُدھیانوی کا ہے جنھوں نے بقول علمائے دیو بند مرزائیوں کے ردّ میں بہت بڑا کام کیا ہے۔ اس کتاب کا پیش لفظ اور تعارف مولانا محمد یوسف بنوری نے لکھا ہے جو اپنے طبقے کے مانے ہوئے عالم کہلاتے ہیں۔ مقدمہ مفتی عتیق الرحمان عثمانی کا ہے۔ کتاب کی حیثیت سمجھ گئے ہیں تو اب مذکورہ بالا فارسی عبارت کا ترجمہ وحاشیہ پڑھئے اور دیکھئے کہ مولانا نانوتوی نے تحذیر الناس میں خاتم النبیین کا جو معنیٰ "بالذّات نبی"، یعنی ذاتی نبی یا افضل النبیین اور اکمل النبیین وغیرہ کیا، مولانا انور شاہ کشمیری نے کس عمدگی اور غیر جانبداری سے اس معنیٰ کا ردّ کر دیا ہے۔ فارسی

عبارت کا ترجمہ وتشریح مولانا یوسف لُدھیانوی کے قلم سے۔

"اور انبیاء میں آنحضرت ﷺ کا خاتم ہونا آپ ؐ کے مخصوص فضائل و کمالات میں سے خود آپ کا اپنا ذاتی کمال ہے.... پس جیسا کہ اُمت سے آپ کی ابوّت کُلی طور پر منقطع ہے اسی طرح آپ کے بعد نبوت کا وجود بھی کُلی طور پر منقطع ہونا چاہیے۔ آپ کی اکملیت کا اعتقاد تو ایک امرِ ذہنی ہے جو آئندہ نئی نبوتِ تشریعیہ کے بھی منافی نہیں (پس آپ ؐ کی خاتمیت کا اعتقاد کافی نہ ہوا) بلکہ معتدبہ تعلق، عملی تعلق ہے بلکہ یہ اعتقاد تو اس امر کے بھی منافی نہیں کہ اعتقاد کنندہ (آپ ؐ کی اُمت میں بھی داخل نہ ہو بلکہ اُس) کا شمار کسی اور نبی کی اُمت میں ہو جیسا کہ اُمِمِ سابقہ بھی حضرت خاتم الانبیاء ﷺ، کی اکملیت کا اعتقاد رکھ سکتی تھیں" (خاتم النبیین صفحہ ۱۸۷) حاشیہ میں لکھا ہے "مرزائی لوگ کہا کرتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنیٰ "اکمل النبیین" ہیں۔ مندرجہ بالا عبارت میں مصنفِ امام نے اُن کے اِس الحاد کو ردّ فرمایا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اوّل تو یہ آیت کے مدعا کے خلاف ہے۔ پھر یہ معنیٰ نئی نبوتِ تشریعیہ آنے کے بھی منافی نہیں۔ پس اگر خاتم النبیین کے معنیٰ اکمل النبیین کے ہوں گے تو گویا صرف یہی نہیں کہ معاذ اللہ آپ کے بعد نیا نبی آسکتا ہے بلکہ نئی شریعت بھی اُتر سکتی ہے، نئی اُمت بھی بن سکتی ہے اور نیا دین بھی تبدیل ہوسکتا ہے۔"

(حاشیہ خاتم النبیین صفحہ ۱۸۸،۱۸۷)

علامہ ڈاکٹر خالد محمود نے مقدمہ تحذیر الناس میں لکھا تھا:

"تحذیر الناس عن انکار اثر ابنِ عباس کے مضامین بہت بلند پایہ ہیں۔ پیرایۂ بیان بھی کہیں کہیں بہت دقیق ہو گیا ہے۔ بریلوی علماء کا

حدود اربعہ اس کا متحمل نہ ہو سکتا تھا (کہ تحذیر الناس کے مطالب کو پا سکتا)'' (تحذیر صفحہ ۳۰ مکتبہ حفیظیہ)

اور اس سے قبل صفحہ ۲۴ پر لکھا:

''مولانا ابوسعید کا فہم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے کلام کی مراد کو پا گیا مگر مولانا احمد رضا خاں اسے نہ پا سکے یا اُنہوں نے عمداً اپنے آپ کو انگریز کے کھاتہ میں ڈال دیا اور ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں عملاً شریک ہونے والے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے خلاف کمرِ ہمت باندھ لی۔''

مؤیدینِ تحذیر الناس کی بدقسمتی ہی کہیے کہ اُن کے امام العصر سید انور شاہ کشمیری کا حدود اربعہ بھی اِس کا متحمل نہ ہوا کہ تحذیر الناس کے مطالب کو پا سکتا۔ اُن کا فہم بھی مولانا نانوتوی کے کلام کی مراد کو پانے سے قاصر رہا اور مولانا نانوتوی نے جس معنیٰ پر تانا بانا بُنا تھا اُسے اُدھیڑ کر رکھ دیا، اور جو سیّد صاحب کشمیری نے مولانا نانوتوی کے خلاف یہ کہہ کر کمرِ ہمت باندھی کہ:

ترجمہ: مابالذّات اور مابالعرض کا ارادہ عُرفِ فلسفہ ہے، عُرفِ قرآنِ مجید اور محاورۂ عرب نہیں اور نظمِ قرآن کو اِس معنیٰ کی طرف کوئی اشارہ نہیں (جس معنیٰ تک مولانا نانوتوی کے بقول بڑوں کا فہم بھی نہ پہنچ سکا۔ راقم) اور نہ نظمِ قرآن اس پر دلالت کرتی ہے، پس اضافہ واستفادۂ نبوت محض اتباعِ ہَویٰ کی وجہ سے قرآن پر زیادتی ہے۔ (خاتم النبیین صفحہ ۷۳ حصہ فارسی مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان)

تو کیا آپ یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ شاہ صاحب کشمیری نے عمداً اپنے آپ کو انگریز کے کھاتہ میں ڈال دیا تھا؟ اور مفتی محمد شفیع صاحب نے نانوتوی صاحب سے اختلاف کرتے ہوئے بار بار کہا کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو اس میں حضور ﷺ کی منقصت اور کسرِ شان ہے تو انہوں نے اپنے آپ کو انگریز کے کس کھاتے میں ڈال دیا تھا؟

اور بقول مولانا اشرف علی تھانوی، کہ ہندوستان بھر کے علماء نے تحذیر الناس سے اختلاف کیا اور مولانا نانوتوی کی تکفیر کی، تو اُن علمائے حق نے اپنے آپ کو انگریز کے کس کھاتے میں ڈالا تھا؟ اور یہ بھی کہ پورے ہندوستان کے علمائے حق کا علمی حدود اربعہ بھی اس کا متحمل نہ ہوا کہ مولانا نانوتوی کے کلام کی مراد کو پا سکتا؟ آپ لوگوں کا سارا زور اس پر ہے کہ مولانا نانوتوی کی ٹھاٹ کم نہ ہو، دوسری طرف چاہے اجماعِ اُمت کو ٹھکرانا پڑ جائے۔ رہی ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں مولانا نانوتوی کی شرکت، تو ملاحظہ فرمائیے، مولانا رشید احمد گنگوہی کی سوانحِ عمری ''تذکرۃ الرشید'' جس کے مرتب مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ہیں۔ یہ کتاب دیوبندی حلقے میں اچھی خاصی مشہور و معروف اور پائے کی کتاب ہے۔ اس کی جلد اوّل صفحہ ۷۳ پر عنوان دیا گیا ہے ''الزام بغاوت اور اُس کی کیفیت''۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ الزام عموماً ''افتراء و بہتان'' کو کہتے ہیں، یعنی کسی کے سر تہمت رکھ دینا یا کسی سے کوئی جھوٹی بات منسوب کر دینا۔ تو انگریزوں کے خلاف بغاوت، یہ مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا نانوتوی اور اُن کے ساتھیوں پر گویا ایک جھوٹا الزام تھا۔ مطلب یہ کہ وہ کبھی بھی انگریزوں کے خلاف نہیں تھے۔ یہ بات تو عنوان سے ثابت ہوگئی۔ یہاں بھی ایک بات یاد رہے کہ اگر اِن لوگوں نے واقعی بغاوت کی ہوتی تو پھر یُوں لکھا جاتا ''بغاوت اور اُس کی کیفیت''۔ جب کہ ''الزامِ بغاوت'' سے یہ تاثر اُبھر رہا ہے کہ یہ اُن پر جھوٹا الزام لگایا گیا۔ اور نیچے کی عبارت بھی اس پر شاہدِ عدل ہے کہ وہ انگریز سرکار کے خلاف ہرگز نہیں تھے بلکہ وفادار تھے۔ اس عنوان کے نیچے ایک قطعہ درج ہے، ملاحظہ فرمائیں:

کیا ظلم و ستم ہے کہ مسیحائے جہاں کو
افساد و ستم پیشہ و سفاک کہا جائے
جو گوشہ نشیں خود ہی گرفتارِ محن ہو
کس منہ سے اُسے مفسد و چالاک کہا جائے

افساد: فساد کرنا ستم پیشہ: جسے ظلم ڈھانے کی عادت ہو سفاک: ستم گر گرفتارِ محن: تکلیفوں

مین مبتلا۔

اس قطعے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ جو لوگوں کے دکھ درد دور کرنے والا، تکلیفوں میں مبتلا اور تارک الدنیا ہو اُسے فسادی، ظالم، ستم گر اور مفسد و چالاک کہا جائے یعنی ایسا آدمی کبھی بھی اپنی سرکار کے خلاف بغاوت کر کے فتنہ و فساد برپا نہیں کرتا۔ قطعہ کے مُتصِل عبارت یُوں شروع کی گئی:

''شروع ۱۲۷۶ھ نبوی، ۱۸۵۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی (مولانا گنگوہی) پر اپنی سرکار (انگریز حکومت) سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مفسدوں (یعنی مخالفینِ حکومتِ برطانیہ) میں شریک رہنے کی تہمت باندھی گئی۔'' (تذکرۃ الرشید جلد اوّل صفحہ ۷۳)

آگے لکھا ہے:

''جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی اُنہوں نے کمپنی (انگریز سرکار) کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علَم قائم کیا.... اور جوانمردی کے غرّہ (گھمنڈ) میں اپنے پَیروں پر خود کُہاڑیاں ماریں۔'' (ایضاً صفحہ ۷۳)

ڈاکٹر خالد محمود صاحب! آپ نے لکھا ہے: ''۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں عملاً شریک ہونے والے مولانا محمد قاسم نانوتوی'' (مقدمہ تحذیر الناس) ذرا اس عبارت پر توجہ فرمائیں۔

''ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہُوا کہ حضرت امام ربانی (مولانا گنگوہی) اپنے رفیقِ جانی مولانا قاسم العلوم (نانوتوی صاحب) اور طبیبِ رُوحانی اعلیٰ حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں (یعنی انگریز کے مخالف مسلمان باغیوں) سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبَرُد آزما دلیر جتھہ (یعنی لڑائی میں شامل

گنگوہی و نانوتوی وغیرہ) اپنی سرکار (انگریز حکومت) کے مخالف باغیوں (مسلمان مجاہدین) کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا، اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرّا جما کر (صف بنا کر) ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لئے تیار ہو گیا۔''

(تذکرہ الرشید جلد اوّل صفحہ ۷۵)

ذرا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمائیں جو گورنمنٹ برطانیہ کے حق میں بطورِ صفائی کے پیش کیا جا رہا ہے:

''ہر چند کہ یہ حضرات (مولانا گنگوہی و مولانا نانوتوی وغیرہ) حقیقۃً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا، اس لئے گرفتاری کی تلاش تھی۔ مگر حق تعالیٰ کی حفاظت برسر تھی اس لئے کوئی آنچ نہ آئی۔ اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دِلی خیرخواہ تھے، تازیست (ساری زندگی) خیرخواہ ہی ثابت رہے۔'' (ایضاً صفحہ ۷۹)

گویا اللہ تعالیٰ کی نصرت بھی حکومتِ برطانیہ کے وفاداروں کے ساتھ تھی اسلئے مولانا گنگوہی و مولانا نانوتوی وغیرہ پر کوئی آنچ نہ آئی اور یہ لوگ تمام عمر گورنمنٹ برطانیہ کے دِلی خیرخواہ رہے۔ ایک پَیرا، اور بھی پڑھ لیں اور بتائیں کہ یہ پَیرا کس بات کی غمازی کرتا ہے، لکھا:

''میں (رشید احمد گنگوہی) جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار (حکومتِ برطانیہ) مالک ہے، اُسے اختیار ہے جو چاہے۔''

(ایضاً صفحہ ۸۰)

جب کہ اسماعیل دہلوی کہتے ہیں کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں

گویا اُن کے نزدیک انگریزوں کی قدر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ ہے۔

ان عبارات پر جب ان حضرات کو کچھ تشویش لاحق ہوئی تو کتاب ''تذکرۃ الرشید'' کے آخر میں ایک وکیل صفائی، کہیں برسوں بعد آ کر لکھتے ہیں کہ درحقیقت یہ لوگ تھے تو سرکار کے مخالف مگر ایسا لکھنے کو یہ سبب مانع (رکاوٹ) ہُوا کہ پھر کتاب ضبط ہوجاتی۔ اسے کہتے ہیں، عذرِ گناہ بدتر از گناہ سوچنے کی بات تو یہ ہے کہ جن کے قلم کو کتاب کے ضبط ہونے کا خوف اظہارِ حق سے روکے، میدانِ جنگ میں تلوار کے ساتھ اُنہوں نے کون سے کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہوں گے۔ اُسی دور میں جن حضرات نے انگریزوں کے ظلم و ستم کی لرزہ خیز داستانیں رقم کیں۔ اُنہیں اپنی جان کا خوف آڑے کیوں نہ آیا۔ کس کس عبارت کو آپ اُلٹیں گے اور تاویلاتِ باطلہ کے سہارے کہاں کہاں حقائق کی پردہ پوشی میں لگے رہیں گے۔ ع

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم[1]

علمائے دیوبند جو کہتے ہیں کہ بالذّات نبی کا مطلب ہے ذاتی نبی یعنی آپ کو نبوت براہ راست بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے اور باقی انبیاء کو نبوت آپ کے واسطے اور فیضان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے چنانچہ اُن کی نبوت عرضی ہوئی۔ ہم نے یہی سوال حضرت شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ کیا جو نبوت انبیاء کو حضور ﷺ کے واسطے اور وسیلے سے ملی ہے تو اُس کو عرضی کہہ سکتے ہیں، کیا واسطہ اور وسیلہ اور عارض ہونا ایک ہی شے ہے؟ تو جواب میں ارشاد فرمایا:

''اہل سنت اس بات کے قائل ہیں کہ ہر صاحب کمال کو جو کمال ملا ہے وہ حضور ﷺ کے واسطے سے ملا ہے لیکن واسطے اور عرض میں فرق ہے مثلاً ادراک کلیات و جزئیات انسان کو بواسطہ نطق عارض ہے تو ناطق عارض نہیں بلکہ واسطہ ہے۔ یونہی ماشی ہونا انسان کو بواسطہ حیوان

(۱) یعنی سارا بدن زخموں سے چُور چُور ہے، رُوئی کہاں کہاں رکھیں گے۔

عارض ہے تو حیوان واسطہ ہے عارض نہیں''۔ (اشرف الرسائل صفحہ ۴۵۲)

ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کو جو نبوت حضور ﷺ کے واسطے اور فیضان سے ملی ہے اس کو بالعرض یا عرضی نبوت نہیں کہہ سکتے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے نبوت کی تقسیم کا جو جدید راستہ نکالا ہے اسکے متعلق حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی طویل عبارات سے استفادہ کرتے ہیں۔ آپ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اور دوپہر کے اجالے میں لاکر بتادیا ہے کہ بالذات اور بالعرض کی تقسیم سرے سے باطل ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

ایک نیا راستہ، نبوت کی تقسیم:

''ان دونوں باتوں کا مقتضا یہ ہے کہ اثر مذکور (یعنی اثر ابن عباس) معلل قرار دے کر ساقط الاعتبار کر دیا جاتا یا اسکی ایسی تاویل کی جاتی کہ مذکورہ بالا دونوں خرابیوں کا انسداد ہو جاتا۔ جیسا کہ محققین محدثین نے کیا ہے لیکن مصنف تحذیر الناس نے ایک نیا راستہ نکالا۔ اثر مذکور کی بجائے آیہ کریمہ ولکن رسول الله و خاتم النبيين کو اپنی تاویلات فاسدہ کا تختہ مشق بنالیا۔ وصف نبوت کو بالذات اور بالعرض کی طرف تقسیم کیا۔ دیکھئے وہ کہتے ہیں!

''آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوائے آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں۔'' (تحذیر الناس ص۴)

اور آیہ کریمہ ولکن رسول الله و خاتم النبيين کے معنی بیان کرتے ہوئے صاف کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابقین کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، عوام کا خیال ہے۔ بنائے خاتمیت تاخر زمانی کے بجائے نبوت بالذات کو قرار دیا۔

نبوت بالذات کو بنائے خاتمیت قرار دینا باطل ہے:

بالذات اور بالعرض کی تقسیم شرعاً باطل ہے تو وصف نبوت بالذات کو بنائے

خاتمیت قرار دینا بداہۃً باطل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ وصف ذاتی اور اصلی، وصفِ عرض اور غیر اصلی سے افضل ہوتا ہے۔ لہٰذا ذاتی نبوت عرضی نبوت سے افضل قرار پائے گی۔ جیسا کہ خود صاحب تحذیر الناس نے تسلیم کیا ہے۔ اس تقدیر پر نفسِ نبوت میں تفضیل کا قول کرنا پڑے گا۔ جو قرآن وحدیث اور علمائے اُمت کے مسلک کے منافی ہے۔ دیکھئے قرآن کریم میں ہے ''لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ'' اس آیہ کریمہ میں عدم تفریق من حیثیت النبوۃ والرسالۃ ہے۔

روح المعانی پارہ ۳ میں ہے:

لان المعتبر عدم التفريق من حيث الرسالة دون سائر الحيثيات۔ (مقالات کاظمی حصہ دوم ص ۳۳۲)

علامہ کاظمی مزید فرماتے ہیں:

نفس نبوت میں تفضیل ممنوع ہے:

اسی طرح حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ نفس نبوت میں تفضیل ممنوع ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں وارد ہے:

لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى۔

(الحدیث، مرفوع عن ابی ہریرہ بخاری ج ا جزو نمبر ۹ باب الخصومات ص ۳۲۵ (جلد اول ص ۸۸۰ فرید بک سٹال لاہور)

عینی شرح بخاری میں ہے:

الخامس انه نهى عن التفضيل فى نفس النبوة لا فى ذوات الانبياء عليهم السلام و عموم رسالتهم و زيادة خصائصهم وقد قال تعالیٰ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض۔

(عینی ج ۶ ص ۶۸ طبع قدیم، مقالات کاظمی حصہ دوم ص ۳۳۳ مکتبہ شرکت حنفیہ لاہور)

کتب احادیث اور اُن کی شروح کی عبارات درج فرما کر علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عبارات منقولہ کی روشنی میں یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو کر سامنے آ گئی کہ ہمارے آقائے نامدار ﷺ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک کسی نبی کی نبوت میں دوسرے نبی کی نبوت کے بالمقابل کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ نہ کسی نبی کا وصفِ نبوت کسی دوسرے نبی کے وصفِ نبوت سے کم وبیش ہوسکتا ہے۔ لا تفضيل فى النبوة نفس نبوت میں قطعاً کوئی تفضیل نہیں۔ البتہ ذوات انبیائے کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں خصوصیات کی بنا پر ضرور تفضیل ہے۔ قال الله تعالیٰ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض لہٰذا صاحب تحذیر الناس نے اپنے مذہب جدیدہ کی عمارت جس بنیاد پر قائم کی تھی وہ بنیاد ہی ختم ہوگئی۔ اب عمارت کی بقا کیوں کر متصور ہو سکتی ہے؟'' (ایضاً ص ۳۳۴، ۳۳۵)

دیوبندی مناظر مولانا منظور نعمانی نے لکھنؤ سے نکلنے والے اپنے ماہنامہ ''الفرقان'' میں ایک اعتراض کیا۔ اُس کے جواب میں علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک اعتراض کا جواب

''الفرقان'' وغیرہ میں کم فہمی یا مغالطہ کی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ! ہمارا تمہارا دونوں کا متفق علیہ مسلک ہے کہ کسی کو کوئی کمال رسول کریم ﷺ کے واسطے کے بغیر نہیں ملا اور نبوت بھی کمال ہے۔ وہ حضور کے واسطہ کے بغیر کسی کو کیوں کر مل سکتی ہے؟ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ ہر نبی کو وصف نبوت بواسطہ نبی کریم ﷺ دیا گیا اور بالذات اور بالعرض سے یہی مراد ہے''۔

اس کے جواب میں گزارش کروں گا کہ یہ ایک عجیب قسم کا مغالطہ ہے جس سے جہلاء تو متاثر ہو سکتے ہیں مگر ذی علم انسان کی نظر میں اس کی کچھ حقیقت نہیں۔ نانوتوی صاحب نے حضور ﷺ کو وصفِ نبوت کے ساتھ بالذات موصوف مانا ہے جس کی

وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے تحذیر الناس میں لکھا ہے:

''تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے معلوم ہے، کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا''۔ (تحذیر الناس ص ۳)

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے چنانچہ خدا کے لیے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے''۔ (تحذیر الناس ص ۳)

ان دونوں عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک وصف ذاتی سے وہ وصف مراد ہے جس پر وصف عرضی کا قصہ ختم ہو جائے جیسا کہ انہوں نے خدا کے لیے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی یہی وجہ بیان کی ہے۔ لیکن اُمت مسلمہ کے نزدیک حصول کمال میں حضور ﷺ کے واسطہ ہونے سے یہ مراد نہیں کیوں، کہ حضور ﷺ ہر کمال کے حصول میں واسطہ ہیں خواہ وہ نبوت ہو یا غیر نبوت حتیٰ کہ حصولِ ایمان میں بھی حضور ﷺ واسطہ ہیں۔ نانوتوی صاحب بھی اسی کے قائل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے تحذیر الناس میں ارقام فرمایا! ''اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض''۔ (تحذیر الناس ص ۱۲)

مگر آج تک کسی نے نہیں کہا کہ معاذ اللہ ایمان، علم، عمل، ایقان، ہدایت وتقوی کا سلسلہ حضور ﷺ پر ختم ہو گیا اور حضور ﷺ کے بعد کوئی مومن نہیں ہوا نہ صالح نہ متقی نہ مُہتد۔ العیاذ باللہ بلکہ یہ سب اوصاف وکمالات اب بھی جاری ہیں اور آئندہ بھی جاری رہیں گے اور نبوت کے جاری نہ ہونے کی یہ وجہ آج تک کسی نے بیان نہیں کی کہ حضور ﷺ کے علاوہ

دیگر انبیاء علیہم السلام میں اس وصف کے عرضی ہونے کی وجہ سے موصوف بالعرض کا سلسلہ موصوف بالذات پر ختم ہو گیا۔ بلکہ محض اس لیے کہ آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبین اور اسی طرح احادیث متواترہ المعنی حضور ﷺ کے آخر النبیین ہونے پر دلالت قطعیہ کیساتھ دال ہیں۔ ورنہ اگر وصف ذاتی کی بنا پر اُمت مسلمہ حضور ﷺ کی ذات مقدسہ پر سلسلہ نبوت ختم ہونے کی قائل ہوتی تو اسے بقیہ تمام اوصاف کو بھی اسی اتصاف ذاتی کی وجہ سے حضور ﷺ پر ختم کرنا پڑتا یعنی اس امر کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا کہ نبوت کیساتھ ایمان و ایقان، عمل و ہدایت وتقویٰ وغیرہ تمام اوصاف حسنہ بلکہ سب کمالات حضور ﷺ پر ختم ہو گئے۔ اب حضور ﷺ کے بعد معاذ اللہ نہ کوئی مومن ہے نہ متقی نہ صالح نہ عالم، کیوں کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو گیا۔ مگر ایسی بات کا تسلیم کرنا تو درکنار اس کا تصور بھی اسلامی ذہن کے لیے ناقابل برداشت ہے''۔ (مقالاتِ کاظمی حصہ دوم صفحہ ۳۳۶)[1]

علامہ کاظمی فرماتے ہیں:

(۱) نانوتوی صاحب نے ایک مقام پر لکھا ''رہا یہ شبہ کہ زمانہ تو بعد ختم نبوت بھی باقی ہے اگر حقیقتِ زمانہ حرکتِ مذکورہ ہے تو لازم آتا ہے کہ مقصود تک ابھی نہیں پہنچی'' تو خود ہی جواب میں لکھتے ہیں'' اور حرکاتِ متعددہ منجملہ (یعنی سب میں سے) حرکاتِ سلسلۂ نبوت بھی تھی۔ سو بوجہ حصول مقصودِ اعظم ذات محمدی ﷺ وہ حرکت مبدّل بسکون ہوئی۔ البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں'' (تحذیر الناس صفحہ ۶۵ مکتبہ حفیظیہ) حاشیے میں صاحبِ حاشیہ تفصیل لکھ کر کہتے ہیں'' البتہ زمانہ کی باقی حرکات باقی ہیں مثلاً انسانوں کی پیدائش، جمادات ونباتات کی تخلیق وغیرہ'' کیا یہ باقی حرکات حضور ﷺ کے واسطے اور وسیلے سے نہیں؟ کیا موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم نہیں ہو جاتا؟ کیا ایمان کے بارے میں بھی نانوتوی صاحب نے نہیں کہا کہ'' وصفِ ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض'' جب نانوتوی صاحب کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ مُسلّم ہے تو'' البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں'' کہہ کر اس اُصول وقاعدہ کو کیوں کر توڑا جا رہا ہے۔ نبوت ایک وصف ہے جس کو نانوتوی صاحب حرکت بھی کہتے ہیں۔ کیا دیگر اوصاف حرکتیں نہیں؟ کیا وہ حضور ﷺ کے واسطے سے حاصل نہیں ہوئیں، وہ بوجہ حصولِ مقصودِ اعظم ذاتِ محمدی ﷺ مبدّل بہ سکون کیوں نہ ہوئیں؟ یہ تفریق کس قاعدے کلیہ سے کی جا رہی ہے کہ کچھ بالعرض حرکات، موصوف بالذات پر ختم نہیں ہوتیں۔ اور موصوف بالذات پر قصہ ختم ہونے کا قول کہاں گیا؟ یعنی'' موصوف بالذات کے لئے تاخرِ زمانی لازم ہے'' کا عقیدہ کیا ہو؟ تحذیر الناس مجموعہ اضداد ہے یا نہیں؟

"واسطہ کمال نبوت ہونا اور نبوت سے بالذات متصف ہونا ایک بات نہیں:

معلوم ہوا کہ اُمت مسلمہ کے مسلک کے مطابق حضور ﷺ کا واسطہ کمالِ نبوت ہونا اور صاحب تحذیر الناس کے قول کے مطابق حضور کا کمال نبوت سے متصف بالذات ہونا ایک بات نہیں۔ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ نانوتوی صاحب کے قول پر نفس کمال نبوت میں تفضل کا قول کرنا پڑتا ہے۔ جس کا بطلان ہم ابھی کتاب وسنت اور اقوال مفسرین ومحدثین سے بیان کر چکے ہیں اور اُمت مسلمہ کے مسلک کی روشنی میں حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جس کی حقانیت پر آیہ کریمہ تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض شاہد عدل ہے۔

الحمد للہ اس بیان کی روشنی میں "الفرقان" کا یہ اعتراض ھبآءً منثوراً ہو گیا اور حقیقت واقعیہ واضح ہو کر سامنے آ گئی۔

موصوف بالذات کے لیے تاخر زمانی کا لزوم:

البتہ اس مقام پر پرستاران تحذیر الناس کو سوچنا پڑے گا کہ موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کے سلسلہ کو ختم کر کے تاخر زمانی کے لزوم کا قول کیسے قبیح نتائج پر منتج ہوتا ہے۔ اس قول کی بنا پر سد باب نبوت ہی کے لزوم پر بات ختم نہیں ہوتی بلکہ ایمان وایقان، علم وعمل، ہدایت وتقوے غرض ہر خوبی اور کمال کا دروازہ بند ہونا لازم آتا ہے اور نبی کریم ﷺ کے بعد جس طرح کسی نبی کے آنے کے استحالہ کا لزوم مانا گیا ہے۔ اسی طرح مومن صالح متقی مُہتَدَ کے وجود کو بھی حضور کے بعد محال ماننا پڑتا ہے کیوں کہ تحذیر الناس کا بنیادی نکتہ ہی یہ ہے کہ موصوف بالذات کے لئے تاخر زمانی لازم ہے"۔

(مقالات کاظمی حصہ دوم ص ۳۳۵ تا ۳۳۷)

علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "التبشیر برد التحذیر" پر ایک نام نہاد مولوی صاحب نے بے ڈھنگے اور واہیات قسم کے اعتراضات کیے۔ اُن تمام اعتراضات کا جواب علامہ

کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے "التبشیر پر اعتراضات کا علمی جائزہ" میں دے کر مولانا صاحب کو مبہوت کر دیا۔ یہ جوابات اسی عنوان سے مقالات کاظمی حصہ سوم میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ نبوت بالذات اور بالعرض کی باطل تقسیم کے متعلق اُس نام نہاد مولوی کے اعتراض کے جواب میں علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اس حقیقت کو ہم بارہا واضح کر چکے ہیں کہ تمام کائنات کو جو فیض ملا وہ حضور ﷺ ہی کے طفیل ملا ہے حتیٰ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت بھی حضور ہی کے وسیلے سے ملی لیکن اسکے باوجود ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنے وصف نبوۃ میں کامل ہے اور ہر نبی کی نبوۃ محض عرضی اور مجازی نہیں۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقۃً نبی ہیں اور ہر نبی کا وصف نبوت حقیقی ہے۔ ورنہ ایسی صورت میں حضور ﷺ کے سوا باقی انبیاء علیہم السلام درحقیقت نبی نہ رہیں گے بلکہ سب کی نبوۃ مجازی ہو جائے گی۔

راکب سفینہ کی حرکت کیطرح کسی نبی کی نبوۃ کو محض عرضی ومجازی قرار دینا ہم قرآن وحدیث کے خلاف سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے مولوی حسین احمد صاحب مدنی نے کہا ہے:

"کشتی کو حرکت اولاً عارض ہوتی ہے اور اُس کے ذریعہ سے بیٹھنے والے کو حصہ پہنچتا ہے پس سلسلۂ حرکت کشتی پر ختم ہو جاتا ہے اس صورت میں کشتی کو موصوف بالحرکت اولاً وبالذات کہیں گے اور جانشینِ کشتی کو ثانیاً وبالعرض"۔ (دیکھئے الشہاب الثاقب ص ۷۷)

میں عرض کروں گا کہ کشتی کی حرکت حقیقۃً وبالذات ہے اور کشتی میں بیٹھے ہوئے کو حقیقۃً حرکت نہیں، اس کی طرف حرکت کی نسبت مجازاً کی جاتی ہے۔ مولانا ابوالحسنات عبد الحی لکھنوی کے والد گرامی مولانا عبد الحلیم رحمۃ اللہ علیہ ملا حسن شرح سلم العلوم کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ان الواسطه فی العروض عبارة عن ان یکون الواسطة متصفة حقیقة و ذوا الواسطة یوصف مجازاً كالسفينة فان التحرك لها

حقیقة و لجالسها مجازاً۔ (حاشیہ ملاحسن ص ۵۱)

اس مقام پر یہ شبہ پیدا کرنا کہ اگر جالسِ سفینہ متصف بالحرکۃ نہیں تو اس کے محاذات کیسے بدلے اور وہ مغرب سے مشرق کس طرح پہنچا تو اس کا ازالہ یہ ہے کہ وہ بہ تبعیتِ سفینہ مغرب سے مشرق پہنچا اور تبعیتِ سفینہ کی وجہ سے اس کے محاذات بدلے۔ جالسِ سفینہ بہ تبعیتِ سفینہ مجازاً وصفِ حرکت سے متصف ہے حقیقۃً نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص ایک بچے کو گود میں اُٹھا کر چلتا ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتا ہے، ظاہر ہے کہ چلنے والا گود میں اُٹھائے ہوئے بچے کے لیے واسطہ فی العروض ہے اور بچہ ذوالواسطہ ہے لیکن اس کے باوجود چلنے کی صفت اس بچے کے لیے حقیقی نہیں بلکہ محض مجازی ہے، وہ بچہ واسطہ فی العروض کے تابع ہونے کی وجہ سے مغرب سے مشرق پہنچا اور اس کے محاذات بدلے۔

وصفِ مشی یعنی چلنے کی صفت اس بچے کے لیے حقیقۃً ثابت نہیں محض بطور مجاز ہے۔ خلاصہ یہ کہ نانوتوی صاحب کا رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مقدسہ کو تمام انبیاء علیہم السلام کے حق میں واسطہ فی العروض قرار دینا دراصل تمام انبیاء علیہم السلام کے لیے وصف نبوۃ سے حقیقۃً متصف ہونے کا انکار ہے۔ اور سب کی نبوۃ کو مجازی قرار دینا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجازی نبوت کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی لہٰذا تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت نانوتوی صاحب کے نزدیک محض بے حقیقت قرار پائی۔ (العیاذ باللہ الکریم)[1]

روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ نانوتوی صاحب اور حامیانِ تحذیر الناس سوائے حضور ﷺ کے، باقی تمام انبیاء کی نبوت عارضی مانتے ہیں، کبھی موجود، کبھی معدوم، کبھی صاحبِ کمال، کبھی بے کمال (والعیاذ باللہ) نیز حضرت محمد رسول اللہ ﷺ و دیگر انبیاء

1. اسی لئے تو نانوتوی صاحب کہتے ہیں ''ممکنات کا وجود اور کمالاتِ وجود سب عرض بمعنیٰ بالعرض ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود، کبھی معدوم، کبھی صاحبِ کمال، کبھی بے کمال رہتے ہیں'' اسی کی روشنی میں اگلی سطر میں لکھا ''سو اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصفِ نبوت بالعرض۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۳۵)

کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت میں ذاتی اور عرضی کی تفریق قرآن مجید کی متعدد آیات کے خلاف ہے۔ ملاحظہ ہو:

''اِنَّآ اَوۡحَیۡنَآ اِلَیۡکَ کَمَآ اَوۡحَیۡنَآ اِلٰی نُوۡحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِہٖ''۔

ترجمہ: (اے محبوب!) بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی جیسے ہم نے نوح اور اُن کے بعد دوسرے نبیوں کی طرف وحی فرمائی) (مقالات کاظمی حصہ سوم ص ۵۳۰، ۵۳۱)

آگے جا کر علامہ کاظمی فرماتے ہیں:

''یہ بات ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت حضور ہی کے وسیلہ سے ملتی ہے اور یقیناً نبوۃ و رسالۃ بھی انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو حضور ہی کے طفیل ملی۔ مگر اس بناء پر حضور ﷺ کی نبوت بالذات اور دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوۃ و رسالت کو محض بالعرض اور مجازی نبوۃ و رسالت قرار دینا قرآن مجید میں تحریف معنوی اور انبیاء کی نبوت کا انکار صریح ہے۔ جب لفظ خاتم کے حقیقی اور لغوی معنی ہی ''آخر'' ہیں تو ایسی صورت میں نانوتوی صاحب کا اطلاق یا عموم کا قول باطل محض ہے اور آیہ کریمہ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے میں نص قطعی ہونے کا صاف انکار ہے۔ دلالۃ النص یا اشارۃ النص کے طور پر حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر بے شمار آیات قرآنیہ سے استدلال کیا جا سکتا ہے لیکن حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر یہی ایک آیہ قرآنیہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین عبارت النص ہے جس کا نانوتوی صاحب نے نہایت بے دردی اور بے رحمی کے ساتھ انکار کر کے اسے اثر عبداللہ بن عباس پر قربان کر دیا۔ جس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے اور بالفرض اسے صحیح مان بھی لیا جائے تو وہ ظنی ہے اور کسی دلیل ظنی سے عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا۔ میری بات اگر آپ کی سمجھ میں نہیں آتی تو اپنے گنگوہی صاحب سے سمجھ لیجئے وہ فرماتے ہیں:

''خوب سمجھ لو کہ باب عقائد میں محض نص قطعی واجب ہے، آحاد و ظنیات پر عقیدہ کا ثبوت ہرگز نہیں ہوتا''۔ (براہین قاطعہ ص ۱۶۸)

اثر عبداللہ بن عباس کو خود نانوتوی صاحب ظنی مان رہے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

تحذیر الناس ص ۲۲ پر لفظ خاتم کے معنی خاتم مرتبی ہونے کے متعلق رقمطراز ہیں:

''ہاں بوجہ عدم ثبوت قطعی نہ کسی کو تکلیف عقیدہ دے سکتے ہیں اور نہ کسی کو بوجہ انکار کافر کہہ سکتے ہیں چونکہ اس قسم کے استنباط اُمت کے حق میں مفید یقین نہیں ہو سکتے احتمال خطا باقی رہتا ہے۔ البتہ تصریحات قطعی الثبوت تو پھر تکلیف مذکورہ اور تکفیر مسطور دونوں بجا تو یہاں ایسی تصریحات درجہ قطعیت کو نہیں پہنچیں یعنی نہ کلام اللہ میں ایسی تصریح ہے نہ کسی حدیث متواتر میں البتہ عبداللہ بن عباس سے ایک اثر منقول ہے جو درجہ تواتر تک نہیں پہنچا نہ اس کے مضمون پر اجماع اُمت منعقد ہوا''۔ (تحذیر الناس ص ۲۲)

اس عبارت میں نانوتوی صاحب نے وہ ساری عمارت منہدم کر کے رکھدی جسے تحذیر الناس میں پاپڑ بیل کر تیار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے۔ خاتم کے معنی مرتبی، اور نبوۃ کی تقسیم بالذات اور بالعرض، اور لفظ خاتم میں عموم و اطلاق، سب تاویلات میں احتمال خطا تسلیم کر لیا اور اس حقیقت کو مان لیا کہ اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا متواتر ہونا تو درکنار اس کے مضمون پر بھی اجماع اُمت منعقد نہیں ہوا لہٰذا اس سے کوئی عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا اور آخر میں اس حقیقت کو بھی تسلیم کر گئے کہ آیہ کریمہ وخاتم النبیین کے جو معنی میں نے بیان کیے ہیں، مجھ سے پہلے لوگوں کا اس کی طرف ذہن تک منتقل نہیں ہوا۔ اپنے متعلق خود فرماتے ہیں:

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں   بہ غلط بر ہدف زند تیرے

(تحذیر الناس ص ۲۵)

ترجمہ: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نادان بچے کا تیر غلطی سے ٹھیک نشانے پر لگ جاتا ہے۔ مگر افسوس کہ ان کے تیر کا ہدف پر لگنا ہی محتملِ خطا ہو گیا۔

(مقالات کاظمی حصہ سوم ص ۵۳۳، ۵۳۴)

جناب سرفراز گکھڑوی صاحب نے بھی لکھا:

''اہل السنّت والجماعت اور علماء عقائد جن اُمور کو عقائد کہتے ہیں، اُن کے ہاں وہ سب قطعی ہیں اور اُن کے دلائل بھی قطعی ہیں اور وہ سب کے سب ضروریاتِ دین سے ہیں اور ضروریاتِ دین کا انکار یا تاویل دونوں کُفر ہیں۔ عقیدہ کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو غیر قطعی ہو یا جس کا انکار یا تاویل کُفر نہ ہو یا جس کا ثبوت ظنی دلیل سے ہو سکتا ہے.... ہمارے اکابر عقیدہ کو قطعی دلائل سے پیش کرتے ہیں اور قطعی دلائل یہ ہیں (۱) قرآن کریم (۲) خبرِ متواتر (عام اس سے کہ تواتر لفظی ہو یا تواتر طبقہ، تواترِ قدرِ مشترک ہو یا تواترِ توارث، اِن میں سے ہر ایک کا انکار ہمارے اکابر کے نزدیک کُفر ہے۔ ملاحظہ ہو البیان الازہر صفحہ ۱۰۳، ۱۰۴۔ از حضرت مولانا انور شاہ کشمیری) اور (۳) اجماع قطعی۔ کوئی عقیدہ ہمارہ ان دلائل کے بغیر کسی اور چیز پر موقوف نہیں ہے۔'' (راہِ ہدایت ۱۶۲، ۱۶۳)

نانوتوی صاحب کا ردّ مفتی محمد شفیع دیوبندی سے:

بانی دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین کی بجائے ''بالذات نبی'' کیا ہے۔ یہ وہ معنی ہے کہ کوئی بھی دیوانہ تحذیر الناس اور عاشق نانوتوی اگر ترجمہ قرآن لکھنے بیٹھے تو یہ معنی نہیں لکھ سکتا۔ جو معنی تحذیر الناس میں اس بلند شان کا ہے وہ معنی قرآن میں کیونکر نہیں لکھا جا سکتا؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

نانوتوی صاحب جب خود کہتے ہیں:

''اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا ہو تو اُن کی شان میں کیا نقصان آ گیا اور کسی طفلِ نادان (مراد نانوتوی صاحب) نے

کوئی ٹھکانے کی بات (خاتم النبیین کا معنی ذاتی نبی) کہہ دی تو کیا اتنی
بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا''۔ (تحذیر الناس صفحہ ۷، مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

انکار کے پردے میں درحقیقت وہ اپنے عظیم الشان ہونے کا اقرار ہی کروا رہے ہیں۔ اس عبارت نے بتا دیا کہ تیرہ سو سال قبل سے نانوتوی صاحب تک کسی ایک مسلمان نے خاتم النبیین کا معنی سوائے آخر النبیین کے نہیں کیا۔ نانوتوی صاحب ہی وہ پہلے فرد ہیں جنھوں نے خاتم النبیین کا معنی ذاتی نبی کیا۔ اور اس کا اقرار بڑے کھلے دل سے اُنھوں نے خود کیا ہے۔ اثر ابن عباس کہ جس سے باقی چھ زمینوں میں بھی مزید چھ خاتم ثابت ہوتے ہیں۔ چونکہ اس روایت کا مضمون قرآن کریم کی آیت مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کے خلاف ظاہر ہوتا تھا اسلئے نانوتوی صاحب نے یہ کوشش کی کہ اثر ابن عباس اور آیت کریمہ کے ظاہری باہمی اختلاف کو ختم کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے بجائے اس کے کہ وہ اس مختلف فیہ قول یعنی اثر ابن عباس میں کوئی مناسب تاویل کرتے، اُنہوں نے قرآن کریم کی آیت کریمہ اور کلام اللہ کی نص صریح کو اپنی فاسد تاویلات کا تختہ مشق بنا ڈالا۔ قرآن کریم کا معنی ہی بدل دیا۔ آخری نبی کی بجائے بالذات نبی کر ڈالا۔ خوب یاد رکھیں کہ تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیین کا معنی خاتم الانبیاء، آخر الانبیاء، آخر النبیین یا لا نبی بعدہ (ﷺ) نہیں لیا گیا۔ صرف اور صرف بالذات نبی کیا گیا۔ اسی بنیاد پر تحذیر الناس کی عمارت کھڑی کی گئی۔ رہی یہ بات کہ ''ہر موصوف بالعرض کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے'' اور آگے نہیں چلتا یعنی اتصاف ذاتی کو تاخر زمانی لازم ہے تو اس کا ردّ بھی بعونہ تعالیٰ پیش کیا جائے گا۔ تو ملاحظہ فرمایئے اس معنیٰ کا ردّ جس کو نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ ''شایانِ شانِ محمدی ﷺ خاتمیتِ مرتبی ہے نہ زمانی''۔ جب خاتمیتِ زمانی شایانِ شان ہی نہیں تو اُس میں کسی قسم کی فضیلت کیسی؟ نام لئے بغیر گویا نانوتوی صاحب کے معنیٰ کا ردّ کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

(۱) صحابہ و تابعین اور اسلاف متقدمین کی تفسیروں کے بعد ان کے خلاف کوئی قول ایجاد کرنا اور آیت کی مراد اُن سب کے خلاف قرار دینا صاف یہ معنی رکھتا ہے کہ العیاذ باللہ تیرہ سو برس تک تمام اُمت نے قرآن کا مطلب غلط سمجھا۔

(ختم نبوت ص ۱۴۱ مطبوعہ ادارۃ المعارف کراچی)

(۲) غرض صحابہ و تابعین جو کہ اس کتاب (قرآن) کے علوم میں آنحضرت ﷺ کے بلا واسطہ یا صرف ایک واسطہ سے شاگرد ہیں اُن کے اقوال سے تجاوز کرنا اور اُن سب اقوال کے علاوہ کوئی نئے معنی ایجاد کرنا قرآن کو ناقابل اعتماد اور ناقابلِ عمل چیز قرار دینا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۴۳)

(۱) آج ہمارے لیے تفسیر قرآن کے بارے میں سیدھا راستہ اور سہل طریق اور سب سے زیادہ قابل اطمینان ذریعہ جس میں غلطی کا احتمال نہیں وہ صرف یہی ہے کہ ہم صحابہ و تابعین اور آئمہ متقدمین کی تفسیروں پر اعتماد کریں اور ان کے خلاف اگر کوئی معنی سمجھ میں آئیں تو اس کو اپنا قصور فہم خیال کریں۔ (ایضاً صفحہ ۴۵)

(۱) از روئے لغتِ عرب آیت مذکورہ میں خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے اور لفظ خاتم کے معنی آیت میں آخر اور ختم کرنے والے کے علاوہ ہرگز مراد نہیں بن سکتے۔ (ایضاً صفحہ ۷۰)

(۱) کیا قہر نہیں ہے کہ ایک شخص قرآن کی آیت کے معنی قواعدِ لغت کے خلاف اور خود تصریحاتِ قرآن کے خلاف اور پھر ڈیڑھ سو سے زائد احادیث نبویہ کے خلاف اور سینکڑوں صحابہ و تابعین اور ائمہ تفسیر کے خلاف صاف صاف علی الاعلان بیان کرتا ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں کہ یہ کہاں سے کہتا ہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۰۸)

اگر آج مفتی صاحب زندہ ہوتے تو ہم ان سے ضرور پوچھتے کہ نانوتوی صاحب نے جو خاتم النبیین کا معنی بالذات نبی کیا ہے یہ کہاں سے کیا ہے؟ وہ تو موجود نہیں مگر اُن کے صاحبزادگان اور دیگر اُن کو ماننے والے تو ہیں وہی بتا دیں کہ یہ معنی نانوتوی صاحب

نے کہاں سے لیا ہے؟ چودہ صدیوں میں کوئی ثبوت؟ بقول مفتی صاحب:

''لغتِ عرب کے طویل و عریض دفتر میں سے زائد نہیں صرف ایک نظیر اسکی پیش کر دیں یا کسی ایک لغوی اہل عربیت کے قول میں یہ معنی دکھلا دیں۔'' (ایضاً صفحہ ۱۰۹)

(۶) جس تفسیر کا یہ حال ہو کہ قواعد لغت اور نصوص قرآن و حدیث اور تصریحات صحابہ و تابعین سب ہی کے خلاف ہو تو اگر وہ بھی قرآن کی تحریف اور افتراء علی اللہ نہیں ہے تو پھر کوئی بُری سے بُری تحریف بھی تحریف کہلانے کے قابل نہ ہوگی'' (ایضاً صفحہ ۱۱۱)

تحذیر الناس کی متنازعہ عبارات پر یہ عبارت کس طرح فِٹ بیٹھ رہی ہے۔

(۷) خاتم النبیین ہونا آپ ﷺ کی مخصوص فضیلت ہے علاوہ بریں خود آنحضرت ﷺ نے ختم نبوت کو اپنے اُن فضائل میں شمار فرمایا ہے جو آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں.... وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّۃً خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ (رواہ مسلم) اور منجملہ مخصوص فضائل کے یہ ہے کہ میں تمام مخلوقات کی طرف مبعوث ہوا ہوں اور مجھ پر انبیاء ختم کر دیئے گئے۔'' (ایضاً صفحہ ۱۲۰)

نانوتوی صاحب جو کہتے ہیں کہ آخری نبی کو فضائل میں کچھ دخل نہیں تو اسکا ردّ ہوا یا نہیں؟ مفتی صاحب کے ان دلائل سے ثابت ہو گیا کہ نانوتوی صاحب کا معنیٰ و تفسیر قرآن و حدیث، صحابہ و تابعین، ائمہ و لغتِ عرب سب کے خلاف ہے۔

(۸) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''کتاب الشفاء'' میں اسی اجماع کی تصریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

''لِاَنَّہٗ اَخْبَرَ اَنَّہٗ.... اِجْمَاعاً وَّ سَمْعاً۔ (شفاء قاضی عیاض صفحہ ۳۶۲ مطبوعہ ہند)

اس لیے کہ آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپ ﷺ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول

ہے اور جو اس کا مفہوم ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہ ہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے پس اُن لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں جو اس کا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔'' (ختم نبوت صفحہ ۳۰۸) قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمد شفیع دیوبندی کا یہ شرعی حکم نانوتوی صاحب پر ہوا یا نہ؟ جنہوں نے کلام کو ظاہری مفہوم و معنیٰ سے ہٹایا اور فلسفہ اور اتباع ہویٰ کی گھاٹیوں میں لے گئے۔ اجماعی معنیٰ کا انکار کر دیا۔ نبوت کی غلط تقسیم کی۔ چھ خاتم بلکہ لاکھوں خاتم اور تسلیم کر لیے اور نئے معنیٰ کی خوبی یہ بتائی کہ بعد زمانہ نبی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

بناء خاتمیت (بالذّات نبی) کو تاخر زمانی لازم نہیں:

ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی تحذیر الناس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں!

الف: ختم نبوت مرتبی کو مانو تو ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں ہوسکتا۔

(صفحہ ۱۰ المکتبۃ حفیظیہ گوجرانوالہ)

ب: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے ہاں بناء خاتمیت تو یہ ہے کہ آپ وصفِ نبوت سے موصوف بالذات ہیں لیکن آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس بناء خاتمیت کو حضور ﷺ کے بالفعل تشریف لانے پر تاخر زمانی لازم ہے۔ آپ تحذیر الناس میں بھی اس کی تصریح فرما رہے ہیں۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں! خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔ (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۱)

اس مسلسل عبارت کا حاصل یہ ہوا

(۱) بناء خاتمیت کا مطلب ہے ذاتی نبی۔

(۲) بناء خاتمیت یعنی بالذات نبی کو تاخر زمانی لازم ہے۔ نانوتوی صاحب کے الفاظ میں ''ختم نبوت بمعنی معروض (یعنی بالذات نبی) کو تاخر زمانی لازم ہے''۔

ج: آپ (نانوتوی صاحب) کے عقیدے میں بناء خاتمیت کو تاخر زمانی کہ آپ کا

زمانہ آخری مانا جائے بہر حال لازم تھی۔ (مقدمہ صفحہ ۱۲)

د: آپ جس بات کو بناء خاتمیت قرار دیتے ہیں اُسے آپ کا سب سے آخری زمانہ میں ہونا خود بخود لازم آ رہا ہے۔ (مقدمہ صفحہ ۱۲)

س: جس طرح موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، آپ کی تشریف آوری پر اس سلسلے کا ختم ضرور تھا اس لیے آپ نبیوں کے ختم پر تشریف لائے بناء خاتمیت بس یہی ہے۔ اسکے آثار و نتائج میں سے تھا کہ آپ کو سب سے آخر میں رکھتے۔ یہ ختم نبوت زمانی اس بناء خاتمیت کو لازم تھی۔

(مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۵)

ڈاکٹر صاحب کے اس عنوان پر سب جملے ہم نے نقل کر دیئے۔ اب جو بات ہم کرنا چاہتے ہیں وہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب اور دیگر تمام علمائے دیو بند توجہ سے پڑھیں اور جواب دیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بناء خاتمیت کو تاخر زمانی کیوں لازم ہے؟ جواب ملتا ہے کہ:

''جس طرح موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کی تشریف آوری پر اس سلسلے کا ختم ضرور تھا اسلئے آپ نبیوں کے ختم پر تشریف لائے''۔

نانوتوی صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

''سو اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمایئے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض۔ اوروں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ ﷺ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے''۔

(تحذیر الناس صفحہ ۳۵)

اس سے چند سطر قبل بھی نانوتوی صاحب نے لکھا:

''الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔'' (صفحہ ۳۴)

بناء خاتمیت کو نانوتوی صاحب نے اسی بات پر رکھا ہے جیسا کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے کہ:

''موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔''

(صفحہ ۳۳، ۳۴)

مولانا منظور نعمانی صاحب بھی کہتے ہیں:

''جس طرح کہ ہر موصوف بالعرض کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں چلتا۔[1] اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء کی نبوت سے مستفاد ہیں لیکن آنحضرت ﷺ پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے.... پس اسی کو خاتمِ ذاتی کہا جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام خاتمِ ذاتیہ ہے۔''

(تحذیر الناس ص ۱۰۹، ۱۱۰)

ہم نے بڑی دیانت داری سے عبارات نقل کی ہیں مولانا محمد قاسم نانوتوی، ڈاکٹر خالد محمود اور مولانا منظور نعمانی تینوں کی عبارات نے بتایا کہ تحذیر الناس میں خاتم النبیین کے معنیٰ ''بالذات نبی'' کو تاخر زمانی لازم ہے۔ اس لیے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ (اس کا ایک جواب صفحہ ۱۹۱ پر ملاحظہ فرمائیں بعنوان ''ایک اعتراض کا جواب'')۔

اب اگر بناء خاتمیت کو تاخر زمانی لازم سمجھیں تو موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ماننا پڑے گا اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم مانا تو یہ بھی ماننا

(۱) ''ہر موصوف'' میں عموم پایا جاتا یعنی جس قدر بھی اوصاف بالعرض ہیں اُن کا سلسلہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے، آگے نہیں چلتا۔ اب ذرا علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ کی عبارت پلٹ کر پھر پڑھیں کہ پھر تو ایمان و ایقان وغیرہ سب کا سلسلہ حضور ﷺ پر ختم ماننا پڑے گا۔ کیونکہ بقول نانوتوی صاحب یہ سب بالعرض اوصاف ہیں۔ ذاتی تو صرف حضور ﷺ کے اوصاف ہیں جیسا وصفِ نبوت ختم ویسے سب اوصاف ختم۔ لہٰذا اب نہ کوئی مومن، نہ متقی، نہ صالح، نہ مجتہد۔ والعیاذ باللہ)

پڑے گا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی مومن بھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ جیسے باقی انبیاء کی نبوت عرضی ہونے کی وجہ سے چلتے چلتے آخر موصوف بالذات پر تمام ہوگئی، اسی طرح ہر کسی کا وصفِ ایمانی بھی عرض ہونے کی وجہ سے چلتے چلتے آخر موصوف بالذات پر تمام ہوجائے گا۔ بقول مولانا نانوتوی، وصفِ نبوت میں بھی آپ بالذات اور وصفِ ایمانی میں بھی آپ بالذات۔ جیسے نبی ختم ایسے مومن ختم۔

علامہ احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''نانوتوی صاحب کے عقیدہ تاخر زمانی کا دارومدار صرف اسی بات پر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ وصف نبوۃ کے ساتھ بالذات موصوف ہیں اور باقی جو بھی ہے وہ وصف نبوۃ کے ساتھ بالعرض موصوف ہے۔ موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا قصہ تمام ہوجاتا ہے۔ اسلیئے حضور ﷺ کے تشریف لانے کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس طرح جھوٹے مدعیان نبوت کی نبوت کا سد باب بھی ہوگا مگر اسی تحذیر الناس میں نانوتوی صاحب نے حضور ﷺ کو وصف ایمان کے ساتھ بھی موصوف بالذات اور مومنین کو موصوف بالعرض قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ تحذیر الناس میں ارقام فرماتے ہیں:

''اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذات ہو اور مومنین میں بالعرض''۔ (تحذیر الناس ص ۱۲)

اس عبارت کا مفاد یہ ہوا کہ جس طرح حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا کیونکہ موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا قصہ تمام ہوجاتا ہے (اسی طرح حضور ﷺ کے بعد کوئی مومن بھی نہیں آسکتا) اور اگر اس کے باوجود بھی نانوتوی صاحب حضور ﷺ کے بعد مومنوں کا پیدا ہونا تسلیم کرتے ہیں تو لامحالہ انہیں حضور ﷺ کے بعد نبیوں کا پیدا ہونا

بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اب آپ ہی بتائیں کہ نانوتوی کا عقیدۂ تاخرِ زمانی اور جھوٹے مدعیان نبوۃ کے سدِ باب کا قول کہاں گیا؟ صرف یہی نہیں بلکہ نانوتوی صاحب نے موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا دروازہ بھی بند کر دیا کیونکہ وہ بھی موصوف بالعرض ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ نانوتوی صاحب تحذیر الناس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا ذکر کس منہ سے کر رہے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا دروازہ اس لئے بند نہیں ہوا کہ وہ باوجود نبی ہونے کے شریعتِ محمدیہ پر عمل پیرا ہوں گے تو اس قول سے لازم آئے گا کہ حضور ﷺ کے بعد بھی شریعتِ محمدیہ پر عمل پیرا ہونے والا نبی آسکتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی عیسیٰ علیہ السلام کی طرح وصف نبوۃ کے ساتھ موصوف بالعرض ہوگا۔ مختصر یہ کہ نانوتوی صاحب نے موصوف بالعرض کے قصہ کو موصوف بالذات پر ختم کر کے اُمت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ کا انکار کیا ہے''۔

(مقالات کاظمی حصہ سوم ص ۵۱۱، ۵۱۲ مطبوعہ بزم سعید ملتان)

اور اگر یہ کہا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام پہلے کے پیدا شدہ ہیں، ختم نبوت کے منافی تو تب ہو کہ وہ بعد میں پیدا ہوں، تو نانوتوی صاحب اس کے بھی قائل ہیں کہ حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے۔ ''بالفرض'' اور ''ختم مرتبی'' مکمل طور پر زیر بحث آئیں گے۔ سرفراز گکھڑوی صاحب نے بھی یہ بات ثابت کرنے کے لیے کہ نانوتوی صاحب ختم زمانی کے قائل تھے، ثبوت میں یہی عبارت پیش کی ہے کہ بالعرض کا سلسلہ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرے انبیاء وصف نبوت کے ساتھ بالعرض متصف ہیں، حضور ﷺ بالذات متصف ہیں لہٰذا سلسلہ نبوت آپ پر ختم ہوگیا۔ اس پر مولانا غلام نصیر الدین سیالوی

مدظلہ ''عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' میں ''مولانا قاسم نانوتوی کا باقی انبیاء کی نبوت سے انکار'' کے عنوان سے فرماتے ہیں:

''سرفراز صاحب قاسم نانوتوی کی اس عبارت کو ختم نبوت زمانی پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں حالانکہ اس طرح تو باقی انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے تو انکار ہو جائے گا کیونکہ جو کسی وصف سے بالعرض موصوف ہو اسکے ساتھ اس کا اتصاف مجازی ہوتا ہے (یعنی جس کے پاس کوئی صفت عرضی ہو تو وہ صفت اُس کی غیر حقیقی ہے) جس طرح جالس فی السفینہ (کشتی میں بیٹھے ہوئے) کو بھی متحرک کہا جاتا ہے۔ کشتی وصفِ تحرُّک (یعنی صفتِ حرکت) کے ساتھ حقیقتاً متصِف ہے اور جو اس میں سوار ہے وہ مجازاً متصف ہے اور اس (وصفِ تحرک) سے اُس (سوار) کی نفی بھی جائز ہوتی ہے۔ جیسے کسی کو کہا جائے کہ تو شیر سا ہے تو اس سے شیر ہونے کی نفی کرنا بھی جائز ہے۔ مولانا سرفراز صاحب نے ''اتمام البرھان'' میں فرمایا ہے کہ حضرت نانوتوی نے واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض مراد لیا ہے جیسے چابی کی حرکت ہاتھ کے واسطہ سے ہوتی ہے اور خود ہاتھ بھی حرکت کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور دونوں متحرک ہونے کے ساتھ حقیقتاً متصف ہیں۔ حالانکہ یہ حضرت کا سفید جھوٹ ہے کیونکہ نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کا معنی بالذات نبی کیا ہے۔ اور حسین احمد مدنی نے ''الشہاب الثاقب'' میں کشتی والی مثال دے کر وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کشتی وصف تحرک کے ساتھ حقیقتاً متصف ہے اور کشتی سوار مجازاً متصف ہے۔ حسین احمد مدنی نے اسے واسطہ فی العروض قرار دیا ہے، کشتی، سوار کے لیے حرکت سے متصف ہونے کے لیے واسطہ فی العروض

ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ باقی انبیاء علیہم السلام کے لیے وصف نبوت میں واسطہ فی العروض ہیں۔ مولانا صاحب نے تلبیس سے کام لیتے ہوئے واسطہ فی العروض کو واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض قرار دیا، جس میں واسطہ اور ذوالواسطہ وصف سے حقیقتاً متصف ہوتے ہیں۔ حالانکہ واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض اور واسطہ فی العروض آپس میں قسیم (تقسیم کرنے والے) ہیں اور علامہ موصوف کو علم ہوگا کہ ''قسیم الشیء یجب ان یکون غیرہ'' جو کسی شے کا قسیم ہوتا ہے ضروری ہے کہ وہ اسکا غیر ہو۔ نیز اس دلیل سے (موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوتا ہے) اگر نبوت کا آپ ﷺ پر مختتم ہونا ثابت ہوتا ہے تو ایمان اور علم کا بھی آپ پر ختم ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ نمبر ۱۰ پر تحریر ہے کہ حضور ﷺ وصف ایمان سے بالذات متصف ہیں اور باقی لوگ بالعرض اور مابالعرض کا سلسلہ مابالذات پر ختم ہوتا ہے تو لازم آیا کہ ایمان بھی آپ ﷺ پر ختم ہو اور بعد میں کوئی مومن نہ ہو۔ اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۱۱ پر ہے کہ علم حضور ﷺ میں بالذات ہے اور آپ ﷺ کے علاوہ باقیوں میں بالعرض ہے۔ پھر ثابت ہوگا کہ حضور ﷺ کے بعد کسی میں علم بھی نہیں ہے کیونکہ مابالعرض کا سلسلہ مابالذات پر ختم ہوتا ہے۔ نیز لازم آئے گا کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اور آپ ﷺ کے زمانہ کے بعد سارے جاہل ہوں (اسکے بعد سید انور شاہ کشمیری دیوبندی کے رسالہ خاتم النبیین صفحہ ۳۷ کی فارسی عبارت دے کر یہ ترجمہ کیا گیا ہے) مابالذات اور ما بالعرض فلسفے کا عرف ہے۔ قرآن کریم اور محاورات عرب سے اسکا کوئی تعلق نہیں اور نہ الفاظ میں اس کی طرف

کوئی اشارہ پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس پر کوئی دلالت موجود نہیں۔ پس مراد قرآنی پر استفادہ نبوت کا اضافہ کرنا قرآن پر زیادتی ہے اور خالصاً خواہش نفسانی کی اتباع ہے۔ سرفراز صاحب اب تو مان جائیے کہ نانوتوی صاحب نے قرآن کی تفسیر بالرائے کی ہے۔ آپ کے خاتم الحفاظ مولانا انور شاہ کشمیری صاحب کی تمام عبارت کا رخ یقیناً تحذیر الناس کی طرف ہے اور نانوتوی صاحب نے اسی تحذیر الناس میں تفسیر بالرائے کرنے والے کے لیے حدیث نقل کی ہے کہ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهٖ فَلْيَتَبَوَّءْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ۔ جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرے وہ کافر ہے۔

آج تک کسی مفسر اور کسی عالم نے خاتم النبیین کی یہ تفسیر نہیں کی جو نانوتوی صاحب نے کی ہے۔ اگر کسی نے کی ہے تو اس کا حوالہ دیا جائے۔ نیز یہ جو کہا ہے کہ مابالعرض کا سلسلہ مابالذات پر ختم ہوتا ہے، یہ ماضی کی جانب ہوتا ہے کیونکہ ہر انسان کا وجود اپنے سے پہلے انسان والد کی وجہ سے ہے۔ اس طرح اس کا اپنے سے پہلے کی وجہ سے اگر یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے تو تسلسل لازم آئے گا جو باطل ہے۔ اگر کسی ممکن پر جا کر رُکے تو مابالعرض کا تحقق بغیر مابالذات کے لازم آئے اور یہ بھی باطل ہے اور اگر مابالذات پر ختم ہو تو ثابت ہو گیا کہ اللہ کے علاوہ کوئی خدا نہیں کیونکہ وہ واجب الوجود ہے اور باقی ممکن ہے اور واجب ممکن کے لیے علت ہے۔ نیز یہ کہنا کہ خاتمیت ذاتی، ختم زمانی کو مستلزم ہے غلط ہے کیونکہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۱۳ پر مرقوم ہے!

''اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں کہیں کوئی اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور قائم رہتا ہے''۔

صفحہ نمبر ۲۵ پر کہتے ہیں:

''اور اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں کیونکہ ان کے نزدیک اگر نیا نبی آجائے تو خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا تو جب خاتمیت زمانی جو لازم تھی وہ باطل ہو گئی تو خاتمیت ذاتی جو ملزوم تھی وہ بھی باطل ہو گئی۔ کیونکہ لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان پر دلیل ہوتا ہے''۔ (عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ص ۱۹۸ تا ۲۰۱)

ڈاکٹر خالد محمود صاحب دیوبندی نے ''مقدمہ تحذیر الناس'' کے صفحہ ۲۲ پر جو کہا ہے کہ

''افسوس کہ بعض کم علم حضرات نے تحذیر الناس کی اس بحث میں عرضی کو عارضی کے معنی میں سمجھ لیا اور گمان کیا کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی نے (معاذ اللہ) باقی سب انبیاء کی نبوت کو عارضی کہہ دیا ہے حالانکہ اہل اسلام میں سے کوئی اس کا قائل نہیں''۔

ڈاکٹر صاحب! واقعی اہل اسلام سے کوئی اس کا قائل نہیں البتہ آپ کے نانوتوی صاحب اس کے قائل ہیں جبھی تو نانوتوی صاحب پر فرد جرم عائد کی گئی ہے۔ کہ انہوں نے ایسا کہا ہے۔

ایک جواب تو اسکا علامہ غلام نصیر الدین سیالوی مدظلہ العالی کی عبارت سے ہو گیا جس میں انہوں نے ''شہاب ثاقب'' کا حوالہ دیا ہے۔ ہم شہابِ ثاقب کی پوری عبارت درج کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

''کشتی کو حرکت اولاً عارض ہوتی ہے اور اس کے ذریعہ سے بیٹھنے والے کو حصہ پہنچتا ہے۔ پس سلسلہ حرکت کشتی پر ختم ہو جاتا ہے۔ اس

صورت میں کشتی کو موصوف بالحرکت، اولاً بالذات کہیں گے اور جانشین کشتی کو ثانیاً و بالعرض۔'' (شہاب ثاقب ص ۷۷ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

اسی کتاب کے ص ۷۹ پر دوبارہ کہا:

''جتنے انبیاء کہیں گزرے ہیں سب کے سب حقیقت محمدیہ سے اسی طرح مستفیض ہوں گے جس طرح جانشین کشتی، کشتی سے اور نجوم ہائے آسمان، آفتاب سے، کہیں بھی ہوں''۔

اسی شہاب ثاقب میں ہے:

''پس جو شخص خاتم نبوت ہوگا اس کو نبی الانبیاء اور سید الرسل ہونا ضروری ہے اور جتنے کمالات نبوت ہوں گے وہ سب اس میں اولاً و بالذات کامل درجہ کے موجود ہوں گے اور دوسروں میں اسکا فیض ہوگا۔ جہاں کہیں نبی ہوں اور جس زمانہ کے رسول ہوں، سب کا وہ سردار اور رئیس اعظم ہوگا.... مگر ایسا شخص اس تمام مرتبہ کا خاتم ہوسکتا ہے چاہے کسی زمانہ میں پایا جاوے۔ بنظر اس کے علو (بلند) مرتبے کے اور اس کی ذات والا صفات کے لیے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر۔ اگر چہ اور دوسرے وجوہ سے اس کا آخر زمانہ میں ہونا ضروری ہو''۔ (ص ۷۷، ۷۸)

''جس زمانہ کے رسول ہوں'' سے ہر زمانہ مراد ہے۔ اس میں تخصیص نہیں کیونکہ لفظ ''جس'' میں عموم یہاں پر ظاہر و باہر ہے۔ چاہے ماضی ہو، حال ہو، یا مستقبل جو بھی زمانہ ہو۔ یعنی خاتم نبوت سے پہلے کوئی رسول ہوں، اُس کے زمانے میں ہوں یا اُس کے زمانے کے بعد کے رسول ہوں وہ سب کا سردار ہوگا۔ اور مولانا حسین احمد مدنی نے اگلی عبارت میں کھل کر کہہ دیا کہ ایسے بلند مرتبہ ذات والا صفات کے لیے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ درمیانہ اور نہ آخر.... ہاں کسی اور وجہ سے آخر میں ہونا ضروری ہوسکتا ہے۔ اور وہ وجوہ اگر نہ

ہوں تو ظاہر ہے کہ مدنی صاحب اور نانوتوی صاحب کے نزدیک زمانے کا اول یا آخر کوئی ضروری نہیں.... وہ دیگر انبیاء سے پہلے بھی آسکتا ہے اور بعد میں بھی آسکتا ہے۔ ایک اور دیوبندی فتاویٰ کے یہ سوال و جواب بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

سوال: ''الشہاب الثاقب'' میں یہ عبارت ہے ''پس بنظر اس کے وصف اصلی اور کمالِ ذاتی کے، ممکن ہوگا کہ کوئی نبی اس کے بعد آوے، اگر چہ یہ ممکن کسی وجہ خارجی سے ممتنع ہوگیا ہو۔''

جواب: حضور ﷺ تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے، یہ مطلب بھی درست ہے اور اس پر ہمارا عقیدہ ہے، لیکن اس کے علاوہ ایک اور معنٰی بھی ہیں۔ اور وہ یہ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور مرتبہ کے لحاظ سے بھی خاتم النبیین ہیں، اگر بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے حتی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے تشریف لاتے تب بھی آپ اپنے مرتبہ کے لحاظ سے خاتم النبیین ہی ہو کر تشریف لاتے اور اگر چند انبیاء کے بعد اور چند انبیاء سے پہلے تشریف لاتے جب بھی آپ مرتبہ کے لحاظ سے خاتم النبیین ہی ہوتے۔''

(جامع الفتاوی جلد اول صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹ مکتبہ رحمانیہ لاہور از مفتی مظفر حسین دیوبندی)

ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے بھی لکھا: ''اس ختم نبوت مرتبی کے ساتھ زمانے کی قید نہیں''۔ (مقدمہ ص ۱۵)

جب زمانے کی قید نہیں تو یہاں خاتمیتِ مرتبی کو خاتمیتِ زمانی لازم آنے کا قول بھی باطل ہوا۔

تضاد اور بدحواسی:

تحذیر الناس کے سلسلے میں اس کے شیدائیوں کی تشریحات، تضادات اور بدحواسیوں کا بے بدل نمونہ ہیں۔ یہ شیدائی یہ کہہ کہہ کر ہانپ اُٹھے ہیں کہ ''ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی لازم ہے''، یعنی ختم نبوت مرتبی کے لئے آخری زمانہ ہونے کی قید ہے۔ لیکن

اس کے خلاف خود ہی کہتے ہیں: ''ختمِ نبوت مرتبی کے ساتھ زمانے کی قید نہیں''۔ جہاں گرفت میں آتے ہیں، بیان بدل لیتے ہیں۔ یہ بھول جاتے ہیں کہ پہلے کیا کہا تھا اور اب کیا کہہ رہے ہیں، نانوتوی صاحب کو بچانے کی فکر میں اپنی آخرت برباد کر دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ بخدا توبہ کر لینے میں رسوائی نہیں عزت ہے۔ مگر توبہ کی توفیق بھی رحمتِ الٰہی سے ملتی ہے۔ مولا تعالیٰ تُو ہمیں ہدایت پر قائم و دائم رکھ اور انہیں توبہ کی توفیق عطا فرما۔

جناب ڈاکٹر صاحب! عرضی کو عارضی ہم نے نہیں سمجھا بلکہ خود نانوتوی صاحب فرماتے ہیں:

''الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا کے لیے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی بمعنی بالعرض ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود، کبھی معدوم، کبھی صاحب کمال، کبھی بے کمال رہتے ہیں۔ اگر یہ امور مذکور ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتے تو یہ انفصال و اتصال نہ ہوا کرتا۔ علی الدوام وجود اور کمالاتِ وجود ذات ممکنات کو لازم ملازم رہتے۔ سو اسی طور رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصفِ نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض''۔

(تحذیر الناس ص ۳۴، ۳۵ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہوا کہ بالعرض وجودِ ممکنات و کمالات کبھی قائم کبھی فنا، کبھی صاحب کمال کبھی بے کمال، ہاں یہ امور اگر ذاتی ہوتے تو پھر یہ انفصال (جدائی) اور اتصال (ملاپ) نہ ہوا کرتا۔ یعنی کبھی تو یہ امور جُدا ہو گئے اور کبھی ان کا قرب حاصل ہو گیا۔ سو اسی طور حضور ﷺ کے علاوہ باقی انبیاء کرام کی نبوت بالعرض ہے۔ یعنی عرضی بمعنی بالعرض اور یہی وجہ ہے کہ کبھی نبوت موجود (حاضر اور قائم) اور کبھی معدوم (گم اور فنا) کبھی

نبی صاحب کمال اور کبھی بے کمال، کبھی اس وصف نبوت بالعرض کا انفصال (کہ جُدا ہو گئی، نہ رہی) اور کبھی اتصال (پھر مل گئی) اسی لیے مولانا غلام نصیر الدین سیالوی نے لکھا:

''جو کسی وصف سے بالعرض موصوف ہو اُس کے ساتھ اُس کا اتصاف مجازی ہوتا ہے (یعنی صفت عرضی مجازی ہوتی ہے)۔۔۔۔اور اس سے اُس کی نفی بھی جائز ہوتی ہے''۔

اسی کو اُنھوں نے ''قاسم نانوتوی کا باقی انبیاء کی نبوت سے انکار'' کا نام دیا ہے۔ اسی کو آپ کے شیخ الاسلام مدنی صاحب نے کشتی کی مثال سے واضح کیا ہے کہ کشتی کی حرکت بالذات اور سوار کی حرکت بالعرض ہوگی۔ لہٰذا وہ سوار صفتِ حرکت کے ساتھ مجازاً متصف ہے اور اس وصفِ تحرک سے اُس سوار کی نفی بھی جائز ہے۔ یعنی یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ متحرک نہیں۔

نانوتوی صاحب ہی کی ایک اور کتاب میں بالذات اور بالعرض کی تعریف حاشیے کے اندر یوں لکھی ہے:

''جب کسی چیز یا شخص میں اپنی ذاتی صفت ہو جو اس نے اور کسی سے مستعار نہ لی ہو ایسی چیز یا شخص کو موصوف بالذات کہتے ہیں جیسے سورج کی حرارت اس کی اپنی ذاتی ہے، یا آگ کی حرارت اُس کی اپنی ذات میں موجود ہے۔ لیکن آگ سے گرم کئے پانی کی حرارت ذاتی نہیں ایسے شخص یا چیز کو موصوف بالعرض کہتے ہیں لہٰذا خداوند تعالیٰ ملکیت کے لئے موصوف بالذات ہے اور باقی جتنے مجازی مالک یعنی انسان ہیں وہ موصوف بالعرض کے طور پر مالک ہوتے ہیں''۔ (حاشیہ انوار النجوم از نانوتوی صاحب، صفحہ ۵۲)

اس عبارت میں موصوف بالذات کی صفت حقیقی اور موصوف بالعرض کی صفت کو مجازی کہا گیا ہے۔ یہی بات تحذیر الناس میں ہے یعنی حضور ﷺ کی نبوت ذاتی اور حقیقی اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت عرضی اور مجازی، جن سے اُس کی نفی بھی جائز ہے اس طرح دوسرے نبیوں کی نبوت کا انکار لازم آ گیا۔

ڈاکٹر صاحب! اب تو مان لیں کہ اس بحث میں عرضی کو عارضی اور غیر حقیقی کے معنی میں خود نانوتوی صاحب اور اُن کے عقید تمند جناب حسین احمد مدنی صاحب نے پیش فرمایا ہے اور دلائل کے ساتھ بتایا ہے کہ بالعرض نبوت کبھی موجود، کبھی معدوم کبھی اسکا انفصال اور کبھی اتصال.... اس کا ردّ آپ نے خود یہ کہہ کر کر دیا:

''اہل اسلام میں سے کوئی اس کا قائل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو فائز نبوت فرما کر پھر اس سے نبوت لے لیں۔ یہ تو یہودیوں کا اعتقاد تھا جو بلعم بن باعورا کے بارے میں اس قسم کا عقیدہ رکھتے ہیں''۔

(مقدمہ تحذیر الناس ص ۲۲)

اس عبارت میں ہمیں آپ سے مکمل اتفاق ہے۔ البتہ آپ اپنی دورنگی چال پہ غور فرمائیں کہ اپنے مولانا کا دفاع بھی کرتے ہیں اور اُن پر حملہ بھی، اہلِ اسلام میں اُنہیں شامل بھی رکھتے ہیں اور خارج بھی کرتے نظر آتے ہیں۔ فیاللعجب!

تھانوی صاحب کامُغالطہ:

نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس اور اپنی دیگر تصانیف میں حضور ﷺ کی نبوت کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوتوں کے لئے ''واسطہ فی العروض'' قرار دیا ہے۔ جس سے دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوتیں بے حقیقت قرار پاتی ہیں۔ تھانوی صاحب نے جب اس کا احساس کیا تو ایک باطل تاویل سے مغالطہ دینا چاہا۔ مگر اہل علم کے نزدیک ایسی تاویل از خود بے حقیقت ہے۔

''ملفوظاتِ حکیم الامت'' تھانوی صاحب کے بیانات کا مجموعہ ہے۔ ایک جگہ عنوان دیا گیا: ''کتاب ''تحذیر الناس'' میں حضرت مصنف کی مخصوص اصطلاح کی وضاحت''۔ اس کے تحت لکھا ہے:'' (تھانوی صاحب نے) فرمایا: تحذیر الناس میں کئی مقامات پر مولانا (نانوتوی) نے انبیاء کے اتصاف بالکمالات میں حضور ﷺ کو واسطہ فی العروض کہا ہے تو یہ مولانا کی اصطلاح ہے۔ اس سے مراد واسطہ فی الثبوت ہے کیونکہ واسطہ

فی العروض کے معنی تو یہ ہیں کہ ذی واسطہ حقیقۃً متصف بالحرکۃ ہی نہیں۔ تو کمالاتِ انبیاء میں بھی واسطہ فی العروض کے معنی یہ ہوں گے کہ ماکانوا متصفین بالنبوۃ و کمالاتھا حقیقۃ حالانکہ خود حق تعالیٰ نے جابجا قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ لقد ارسلنا نوحاً ومثلہ اورانہ کان صدیقا نبیا وغیر ذلک۔ پس واسطہ فی الثبوت مراد ہے جیسے حرکتِ ید مفتاح کے لئے کہ واسطہ اور ذی واسطہ دونوں بالذات متحرک ہیں محض تقدم ذاتی کا فرق ہے۔ اور اس واسطہ فی الثبوت کے قائل ہونے میں کسی نص کا خلاف لازم نہیں آتا گو اس پر کوئی دلیل قطعی بھی قائم نہیں مگر اس پر دلیل کی حاجت بھی نہیں۔ یہی کافی ہے کہ کسی دلیل شرعی سے مردود نہیں۔ اسی واسطے علامہ برزنجی مدنی نے واسطہ فی العروض ہونے پر انکار کیا ہے اور اس پر مولوی ظفر احمد صاحب نے کہا کہ مولانا خلیل احمد صاحب سلمہٗ سہارنپوری نے فرمایا تھا کہ اس کا خَلجان (اندیشہ) میرے دل میں بھی ہوا کرتا تھا اس کی تاویل کرنا ہوگی۔ باقی اصطلاح کا علیحدہ ہونا یہ امر کابرا عن کابر موروث ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب کی بھی خاص اصطلاحات ہیں۔ اس کے بعد ایک صاحب نے کہا کہ اس واسطہ فی العروض کی مولانا (نانوتوی) نے یہ امثلہ (مثالیں) لکھی ہیں جیسے دیوار کا منور ہونا آفتاب سے، یا پانی کا آگ سے گرم ہونا۔ فرمایا بس اس سے اس تاویل کی تصریح تائید ہوگی کیونکہ یہ اشیاء فی الحقیقت بھی موصوف ہوتی ہیں۔ اب صاف معلوم ہوگیا کہ واسطہ فی العروض سے مراد واسطہ فی الثبوت ہی ہے''۔

(ملفوظاتِ حکیم الامت، سلسلہ نمبر ۲۹ صفحہ ۴۰۵، ۴۰۶، ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ ملتان)

واسطہ فی العروض وواسطہ فی الثبوت:

اگر تحذیر الناس کی عبارات میں واسطہ فی العروض سے مراد واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض ہے تو پھر لازم ہے کہ ایک قسیم بول کر دوسرا قسیم مراد لیا جائے۔ یہ ایسے ہی ہوگا کہ جیسے اسم بول کر فعل مراد لیا جائے یا فعل بول کر اسم مراد لیا جائے۔ یا حرف بول کر اسم یا فعل مراد لیا جائے۔ واسطہ فی العروض کہہ کر نانوتوی صاحب درحقیقت بزعم خویش نبی کریم ﷺ

کی شان بیان کر رہے ہیں۔ اگر واسطہ فی العروض سے مراد واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض مراد لیا جائے تو اس میں کوئی شان ظاہر نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ جب کوئی آدمی اپنے ہاتھ سے چابی کو تالے کے اندر حرکت دیتا ہے تو ہاتھ اور چابی دونوں کے لئے محرک انسان کی ذات ہے۔ اس میں واسطہ کو کوئی کمال نہ ہوا۔ بقول تھانوی صاحب اگر واسطہ فی العروض سے مراد واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض مراد لیا جائے تو نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا بیک وقت متصفِ نبوت ہونا لازم آتا ہے حالانکہ حضور ﷺ کو نبوت سب سے پہلے عطا ہوئی اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو ہزاروں سال بعد ہی باری باری عطا کی گئی۔ اگر حرکتِ ید اور مفتاح کی مثال جو تھانوی صاحب نے دی ہے، لی جائے تو حضور ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک زمانے میں، ایک وقت میں، ایک ساتھ نبوت سے متصف ہونا لازم آتا ہے۔ نانوتوی صاحب کے مطابق ما بالعرض کا سلسلہ ما بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ وہ اصطلاح کے طور پر حضور ﷺ کو واسطہ فی العروض ہی قرار دے رہے ہیں، نہ کہ واسطہ فی الثبوت۔ جیسا کہ انہوں نے خود بھی آفتاب کی روشنی کو بالذات اور کہسار اور در و دیوار کی روشنی کو بالعرض کہا ہے۔ یہ مثالیں بھی باطل ہیں کیونکہ در و دیوار وغیرہ سے روشنی زائل بھی ہو سکتی ہے۔ جبکہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے نبوت کے زائل ہونے کا عقیدہ کفر ہے۔ جیسا کہ تمہید ابو شکور سالمی میں تصریح ہے کہ:

مَنْ جَوَّزَ زَوَالًا نُبُوَّةٍ فَإِنَّهُ يَصِيرُ كَافِرًا۔

یہ بھی یاد رہے کہ بالعرض اور واسطہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔ عارض کے ساتھ معروض کا واقع ہونا ضروری ہے جیسے سفینہ سے حرکتِ راکب لازم ہوتی ہے لیکن واسطے کے ہوتے ہوئے بالواسطہ چیز کا وجود یا ثبوت ضروری نہیں۔ جیسے باپ کے ہوتے ہوئے بیٹے کا وجود ضروری نہیں۔

علامہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کی تگ بندیاں:

لگے ہاتھوں ڈاکٹر صاحب کی ہوشیاریوں سے بھی آپ کو آگاہ کرتے جائیں۔

جب وہ کسی خطرے کے مقام پر پہنچتے ہیں کہ جہاں کوئی بات کسی صورت نہ بن پا رہی ہو اور مطلب و مفہوم اسلام کے خلاف جاتا ہو تو وہاں پچر (روک) کے طور پر ایک ایسا جملہ ٹھونس دیتے ہیں جس سے وہ خود کو محفوظ تصور کرنے لگتے ہیں لیکن یہ تو ایسا ہی ہے کہ خطرے کو آتا دیکھ کر کوئی آنکھیں بند کر لے اور یہ سمجھے کہ میں اُس کی نگاہ سے اوجھل ہو کر مکمل محفوظ ہو گیا ہوں۔

پہلی مثال: بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو بھی آپ کی خاتمیت مرتبی بے شک قائم رہتی اور وہ آپ کے ماتحت ہوتا، ہاں اس کے بالفعل آنے سے ختم نبوتِ زمانی بے شک قائم نہ رہتی اور یہ خلاف عقیدہ اسلام ہوتا۔

(مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۲، ۱۳)

جب دیکھا کہ یہ بات تو واقعی خلاف اسلام ہے تو اس کے آخر میں لکھ دیا:

''کیونکہ اسلام میں ختم نبوت زمانی پر ایمان لانا بھی ضروریات دین میں سے ہے''۔

لفظ بالفرض کو تو ہم اگلی سطور میں لیں گے لیکن یہاں بھی بتاتے چلیں کہ اگر پہلے جملے کو ''بالفرض'' کی وجہ سے فرضی سمجھیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نہ ہونے والی بات ہے۔ کیونکہ اسی تحذیر الناس کے مقدمہ ص ۱۶ کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے:

''کسی نہ ہونے والی بات کو فرض کر کے بیان کرنا اہل علم کے نزدیک کبھی قابل اعتراض نہیں رہا''۔

اسی بات کا رونا تو ہم روتے ہیں کہ اگر آپ اہل علم میں سے ہوتے تو ہونے والی بات کو فرض کر کے بیان نہ کرتے۔ مذکورہ بالا نقل کردہ عبارت میں اگر لفظ ''بالفرض'' ہٹا کر بھی یہ کہا جائے کہ

''آپ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو بھی آپ کی خاتمیت مرتبی بے شک قائم رہتی''

تو مطلب وہی ہوگا جو ''بالفرض'' کے ساتھ تھا۔ اس جملے میں ''تو بھی'' اور '' بے

شک'' کے الفاظ خاتمیت مرتبی کو باقی رکھنے کے لیے لائے گئے ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو جاتا تو بھی آپ کی خاتمیت مرتبی بے شک قائم رہتی۔ بلکہ یوں فرماتے ہیں:

الف: بلکہ اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا تو بھی آپ کی اس معنی کی خاتمیت میں فرق نہ آتا، خاتمیت مرتبی بہر حال قائم تھی۔ (مقدمہ ص ۱۵)

ب: بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی نبی ہوتا تو اس کے باوجود آپ کی خاتمیت مرتبی قائم رہتی۔ (مقدمہ ص ۱۵)

ج: آپ کا خاتم ہونا ختم نبوت مرتبی کے لحاظ سے بدستور قائم رہتا ہے۔ (مقدمہ ص ۱۶)

د: خاتمیت سے ختم نبوت مرتبی مراد نہ لینا اس عبارت پر بڑا ظلم ہوگا۔ (مقدمہ ص ۱۶)

س: یہاں یہی بات شرط کے ساتھ کہی جا رہی ہے اور موضوع ختم نبوت مرتبی کا بیان ہے۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر مانا جائے تو اسے بھی حضور ﷺ کے آفتاب نبوۃ سے مستنیر مقدر مانا جائیگا۔ اور اس سے حضور ﷺ کی خاتمیت مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (مقدمہ ص ۱۷)

اسی طرح ص ۱۸ پر بھی پہلی دو سطروں میں یہی لکھا۔ ان عبارات کا مفاد یہ ہوا۔

(۱) اب اگر واقعتہً کوئی نبی پیدا ہو تو

(۲) خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

تو اب بتائیے کہ جو آپ نے حاشیہ ص ۱۶ میں لکھا کہ:

''کسی نہ ہونے والی بات کو فرض کر کے بیان کرنا اہل علم کے نزدیک کبھی قابل اعتراض نہیں رہا۔''

تو نانوتوی صاحب کی بالفرض والی عبارت میں نہ ہونے والی بات کیا ہے، کیونکہ آپ کا ہر مولوی اور طالب علم رٹ لگائے پھرتا ہے۔ بالفرض، بالفرض، بالفرض، تو آج کھل کر بتا دیجئے کہ اس عبارت میں نہ ہونے والی بات کون سی ہے۔ ہم نے مقدمہ تحذیر الناس سے آپ کی چھ عبارتوں کا حوالہ دیا ہے کہ آپ خاتمیت محمدی سے مراد خاتمیت مرتبی لیتے

ہیں۔ جب اس کا معنی آپ خاتمیت مرتبی کا لیتے ہیں تو عبارت فرضی کس طرح ہوئی اور نہ ہونے والی بات کون سی ہوئی؟ نہ ہونے والی بات تو کسی نبی کا آنا تھا وہ تو آپ کے نزدیک بلا خوف وخطر آ سکتا ہے۔ آپ کی ساری پس وپیش نبی کے آنے کے عقیدہ میں نہیں بلکہ خاتم کا معنیٰ خاتم مرتبی نہ لینے میں ہے حالانکہ ہمارے علماء نے آپ کی منشاء کے مطابق یہی معنیٰ لے کر رد کیا ہے۔ کسی نبی کے آنے کے بعد ختم مرتبی میں فرق نہ آنے کا عقیدہ آپ کے نزدیک حقیقتاً ہے، فرضی نہیں۔ آپ لوگوں کا یہ کہنا یاد رہا ہوا یا نہیں کہ ''کیا کوئی انصاف پسند بلکہ ذی ہوش وحواس اور صاحبِ عقل وخرد بالفرض کے لفظ کو نظر انداز کر سکتا ہے۔'' (حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۵۵ مکتبہ حفیظیہ)

تو آپ نے جب دیکھا کہ یہاں بات نہیں بن رہی (بالفرض بالفرض کی گردان تو ہم لوگوں کی توجہ ہٹانے اور رخ پھیر دینے کے لیے کرتے ہیں) اور درحقیقت بات تو خلاف اسلام ہے تو آپ نے یونہی درمیان میں یہ جملہ ٹکا دیا ''اسلام میں ختم نبوت زمانی پر ایمان لانا بھی ضروریات دین میں سے ہے'' اور اطمینان کا سانس لیا۔

دوسری بات آپ نے یہ کہی کہ

''ہاں اسکے بالفعل آنے سے ختم نبوت زمانی بے شک قائم نہ رہتی اور یہ خلاف عقیدہ اسلام ہوتا۔''

ڈاکٹر صاحب کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا عقیدہ امکان میں ہے فعل میں نہیں یعنی فکر وخیال کے اندر یہ ممکن اور جائز ہے ہاں اگر بالفعل (یعنی خیال اور اِمکان کی منزل سے نکل کر وجود کی حد میں) مانتے تو یہ خلاف عقیدہ اسلام ہوتا۔ مطلب یہ ہوا کہ آدمی بالفعل، بت کو خدا سمجھ کر سجدہ کرے تو مشرک ہوتا ہے محض امکان کی حد تک عقیدہ رکھنے سے نہیں یعنی دل میں خدا سمجھ کر ممکن اور جائز مانے تو اس عقیدے میں کچھ حرج نہیں گویا عملاً نہ کرے دل میں عقیدہ رکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ والعیاذ باللہ۔ علامہ ارشد القادری نے اسکا بہت خوبصورت جواب دیا ہے لیکن اُن کے جواب سے پہلے ہم ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی

عبارت دوبارہ پیش کرنا چاہتے ہیں تا کہ قارئین کو عبارت دیکھنے کے لیے واپس لوٹنے کی زحمت نہ ہو۔ ڈاکٹر خالد محمود صاحب فرماتے ہیں:

''بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو بھی آپ کی خاتمیت مرتبی بے شک قائم رہتی اور وہ آپ کے ماتحت ہوتا۔ ہاں اس کے بالفعل آنے سے ختم نبوت زمانی بے شک قائم نہ رہتی اور یہ خلاف عقیدہ اسلام ہوتا۔'' (مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۲،۱۳)

اس کا جواب علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ سے سنیئے آپ لکھتے ہیں:

''غور فرمائیے! جب دیوبندی جماعت کے یہاں بھی بغیر کسی قباحت کے حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہوسکتا ہے تو قادیانیوں کا اس سے زیادہ اور قصور ہی کیا ہے۔ جو چیز اہل دیوبند کے یہاں جائز ممکن تھی اُسے انہوں نے واقع کرلیا۔ اصل کفر تو نئے نبی کے جواز وامکان سے وابستہ تھا، جب وہی کفر نہ رہا تو اب کسی نئے مدعی نبوت کو اپنے دعوے سے باز رکھنے کا ہمارے پاس ذریعہ کیا رہا۔''

(مسئلہ ختم نبوت ص ۲۷ مطبوعہ صفہ اکیڈمی لاہور کینٹ)

یہاں ڈاکٹر صاحب کے ان دو جملوں پر غور کیجئے کہ دونوں میں زبردست تضاد ہے اور دونوں ایک دوسرے کی نفی کررہے ہیں۔ کسی نبی کے آنے پر.....

(۱) خاتمیتِ مرتبی بے شک قائم رہتی۔

(۲) ختمِ نبوتِ زمانی بے شک قائم نہ رہتی۔

ڈاکٹر صاحب کے دونوں جملوں میں بے شک بے شک کی تکرار ہے۔ بتائیے جس عقیدے میں ختمِ نبوتِ زمانی قائم نہ رہتی ہو اُس عقیدے میں ختمِ نبوتِ مرتبی کس طرح قائم رہے گی کیونکہ نانوتوی صاحب، ڈاکٹر صاحب اور تمام حامیانِ تحذیر الناس کا عقیدہ یہ بھی ہے ''خاتمیتِ مرتبی کو تاخرِ زمانی لازم ہے'' جب تاخرِ زمانی یعنی خاتمیتِ زمانی بے شک

قائم نہ رہتی ہو جو کہ لازم ہے تو وہاں خاتمیتِ مرتبی بے شک کس طرح قائم رہے گی جو کہ ملزوم ہے۔ کیا لازم کے بطلان سے ملزوم کا بطلان نہیں ہوتا؟ کیا بادلوں کے اُڑ جانے سے بارش پھر بھی ہوتی رہتی ہے؟

تبسّم ہم بھی ہیں تیار اُٹھ کے لینے کو
وہ ہنس رہے ہیں نیا اک فریب دینے کو

یہ پہلی مثال تھی کہ عبارت سے عقیدہ جب خلاف اسلام برآمد ہوتا ہے تو ڈاکٹر صاحب جھٹ وہاں ایک پچر لگا دیتے ہیں۔ یہ عبارت بھی ایسی ہی تھی تو ڈاکٹر صاحب نے یہ پچر لگائی۔ ''اسلام میں ختم نبوت زمانی پر ایمان لانا بھی ضروریات دین میں سے ہے''۔ (لیکن یہ بھی سوچیے کہ ضروریات دین کا انکار کر کے کیا چھ طبقات ارضیہ کے چھ خواتم بالفعل نبی تحذیر الناس میں نہیں مانے گئے؟ تو ثابت ہوا کہ ڈاکٹر خالد محمود کے نزدیک بھی تحذیر الناس میں واقعی کفریات ہیں)

دوسری مثال: ''ختم نبوت مرتبی کیساتھ زمانے کی قید نہیں۔ آپ انبیاء سابقین کے بھی مرکز ہیں۔ آپ کی شان مرتبی کا یہ پہلو انبیاء سابقین سے ہی خاص نہیں بلکہ اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا تو بھی آپ کی اس معنی کی خاتمیت میں فرق نہ آتا۔ خاتمیت مرتبی بہر حال قائم تھی''۔ (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۵)

چونکہ یہ عبارت بھی خلاف اسلام تھی اس لیے اسکے ساتھ بھی جھٹ پچر لگائی۔

''لیکن حکمت خداوندی متقاضی ہوئی کہ آپکی تشریف آوری پر اس بناء خاتمیت کیساتھ ختم نبوت زمانی بھی لازم کی جائے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا زمانہ آخری زمانہ ہو اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو اور یہی عقیدہ اسلام ہے۔'' سب نے سکھ کا سانس لیا کہ چلئے بوجھ اتر گیا اور عبارت بے غبار ہوگئی۔

اب عبارت کا تجزیہ کیجئے:

''اس ختم نبوت مرتبی کے ساتھ زمانے کی قید نہیں۔''

چونکہ مرتبہ میں حضور ﷺ بڑے ہیں اس لیے چاہے کوئی آپ سے پہلے نبی ہو چاہے آپ کے زمانے کے بعد، خاتمیت بوجہ علوئے مرتبہ، آپ کی جانب رہے گی۔ اس مفہوم کو نانوتوی صاحب نے یوں پیش فرمایا ہے!''موصوف بوصف نبوت بالذات تو ہمارے رسول اللہ ﷺ ہی ہیں باقی اور انبیاء میں اگر کمال نبوت آیا ہے تو جناب ختم مآب ﷺ ہی کی طرف سے آیا ہے.....غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں.....اس صورت میں اگر اصل وظل میں تساوی (برابری) بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیت پھر بھی اُدھر رہے گی۔''[1]

(تحذیر الناس ص ۸۱،۸۲ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

اور اسی کو شہاب ثاقب میں جناب مدنی صاحب نے لکھا کہ''ایسے بلند مرتبہ نبی کے لیے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر''.... بتایئے خاتمیت مرتبی کو خاتمیت زمانی لازم آنے والا قول ھبآءً منثوراً ہوا یا نہیں؟ ڈاکٹر صاحب نے اس عبارت میں نانوتوی صاحب کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے:

''اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا تو بھی آپ کی اس معنیَ (مرتبی) کی خاتمیت میں فرق نہ آتا''۔

---

[1] اصل اور ظل کے الفاظ نے واضح کر دیا کہ اصل تو ایک حقیقت ہے مگر ظل کا اعتبار نہیں ہوتا یعنی اصل حقیقی ہوا، ظل مجازی۔ جب اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل ہے تو نانوتوی صاحب کے نزدیک اُن کی نبوت مجازی ٹھہری جس کی نفی بھی جائز ہے۔ مولانا عبدالحمید سواتی دیوبندی مدرس نصرۃ العلوم گوجرانوالہ''ایسا غوجی''میں لکھی ہوئی ذاتی اور عرضی کی تعریف کو غلط قرار دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:''صحیح تعریف یہ ہے کہ عرضی وہ ہوتی ہے جو خارج ہو اپنے افراد کی حقیقت سے، اور ذاتی وہ ہوتی ہے جو اس طرح نہ ہو (لایکون کذالك)''(تشریحاتِ سواتی علیٰ اِیسا غوجی صفحہ ۸۷) معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک دیگر انبیاء کرام کی نبوت چونکہ عرضی ہے اس لئے وہ اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہے، یعنی حقیقی نبوت نہ ہوئی۔''بوجہ اصلیت''سے مراد بوجہ بالذات نبی ہونا ہے یعنی بالذات کو اصل کہا گیا۔ لہٰذا نانوتوی صاحب کا یہ کہنا کہ''تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں''، اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں''تقدم یا تأخر زمانی میں اصلاً کچھ فضیلت نہیں''اور امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا درست ٹھہرا کہ مَعَ اَنَّہٗ لَافَضْلَ فِیْہِ اَصْلاً)

معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب اور اُن کے ترجمانوں کو حضور ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے اور آنے پر انکار واعتراض نہیں البتہ خاتمیت مرتبی میں کوئی فرق آنے کا کہے تو اس پر شدید انکار واعتراض ہے۔ ان تمام عبارتوں میں ڈاکٹر صاحب کا بطور ترجمان سارا زور''خاتمیت مرتبی''کے قائم رہنے پر ہے، بعد میں نئے نبی کے پیدا ہونے پر نہیں۔ وہ تو بار بار لکھ رہے ہیں کہ اگر آ بھی جائے تو آپ کی خاتمیت مرتبی میں بے شک اور واقعی کوئی فرق نہیں پڑتا۔

''بالفرض''کا لفظ تو مہمل ہے:

یہاں بالفرض کا لفظ تو قطعی طور پر مہمل ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں اگر خاتمیت محمدی سے مراد خاتمیت مرتبی لی جائے تو عبارت فرضی نہیں رہتی۔ یعنی بعد میں کوئی نبی پیدا ہو بھی جائے تو بقول ڈاکٹر صاحب حقیقتاً اور واقعی آپ کی خاتمیت مرتبی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تو اب عبارت فرضی نہ رہی حقیقی اور اصلی ہوگئی۔ کیا ڈاکٹر صاحب اپنی اتنی وضاحتوں کے بعد یہ کہہ سکتے ہیں!''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو آپ کی خاتمیت مرتبی میں فرق آجائے گا''

ڈاکٹر صاحب اور انکے عقیدت مند سوچیں اور آخرت کی فکر کریں۔ ہمارا یہ جملہ اب واقعی فرضی ہوگیا ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ''کسی نہ ہونے والی بات کو فرض کر کے بیان کرنا اہل علم کے نزدیک کبھی قابل اعتراض نہیں رہا''۔ (حاشیہ مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۶) لیکن تحذیر الناس کے شیدائی یہ بات نہیں کہہ سکتے۔

کیونکہ اس جملے میں شرط اور جزا میں مطابقت پائی جاتی ہے اسکو دو جملوں میں الگ الگ یوں سمجھیے!

☆ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو.....(شرط)

☆ تو آپ کی خاتمیت مرتبی وزمانی دونوں میں فرق آجائے گا.....(جزا)

لیکن نانوتوی صاحب اور انکے عقیدت مند جنہیں علوم صرف ونحو اور فلسفہ ومنطق

میں امام ہونے کا زعم ہے اُن کے نزدیک اگر شرط جملہ نمبرا ہو تو اُس کی جزا یہ ہوگی ''تو آپ کی خاتمیتِ مرتبی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' اسلام کے کسی دعوے دار کے نزدیک کیا یہ جزاء، شرط کے مطابق ہے؟ اور اگر ہے تو ہمارے اسلامی معاشرے میں وہ مرزائی قادیانی کہلاتا ہے مسلمان نہیں۔ علامہ بدر عالم میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں کہ ''آپ کا لقب خاتم النبیین اس وقت واقعہ کے مطابق ہوسکتا ہے جبکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے، اگر آپ کے بعد بھی کوئی نبی آتا ہے تو آپ کو آخری نبی کہنا ایسا ہی ہوگا جیسے درمیانی اولاد کو آخری اولاد کہنا''۔

(رسالہ ختم نبوت، صفحہ ۷۹)

اب قرآن پاک کی وہ آیہ کریمہ ملاحظہ کیجئے جس کو پیش کر کے نانوتوی صاحب کی عبارت کو بے غبار کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ○ (سورۃ الانبیاء آیت ۲۲)

ترجمہ: اگر ہوتے دونوں (زمین و آسمان) میں اور معبود، سوائے اللہ کے، تو دونوں خراب ہو جاتے۔ (حاشیہ مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۷)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں! ''کلمہ لَوْ محاورہ عرب میں محالات کے لیے مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ لو کان فیھما.... الخ''۔

(مسک الختام ص ۴۲ ادارہ اسلامیات لاہور)

علوم متداولہ پڑھانے والے دیوبندی علماء یقیناً جانتے ہوں گے کہ جملہ شرطیہ میں جزا کو شرط کے مطابق ہونا ضروری ہے آیت مذکورہ میں بھی جزاء، شرط کے عین مطابق ہے اس کو دو جملوں میں الگ الگ ملاحظہ فرمائیے۔

☆ اگر ہوتے دونوں (زمین و آسمان) میں اور معبود سوائے اللہ کے.... (شرط)

☆ تو دونوں خراب ہو جاتے.... (جزا)

بات بالکل درست ہے کہ اگر بالفرض زمین و آسمان دونوں میں سوائے اللہ کے اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان دونوں خراب یعنی درہم برہم اور تباہ و برباد ہو جاتے۔ اب

اگر (معاذ اللہ) لَفَسَدَتَا کو نفی میں کر دیا جائے تو معنی وحی الٰہی کے برعکس ہو جائے گا اور معنی یہ ہو جائے گا ''تو دونوں خراب نہ ہوتے'' اس صورت میں اس آیت سے پھر اثبات توحید ممکن نہیں۔ بعینہٖ نانوتوی صاحب کی عبارت میں بھی یوں ہے کہ ''خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' تو مفہوم میں فساد آ گیا اور اس سے خاتمیت محمدی کا اثبات نہ ہوا۔ بقول دیوبند مرتبی ہو یا زمانی۔

☆ اور اگر بالفرض زمین و آسمان میں سوائے اللہ کے اور خدا ہوتے.... تو دونوں (زمین و آسمان) میں کچھ فرق نہ آتا۔

اب ان جملوں میں کوئی مطابقت نہ رہی اور معنی و مفہوم میں فساد پیدا ہو گیا۔ ''لَوْ'' کا لفظ لگانے سے بھی معنی و مفہوم وہی رہے گا۔ تحذیر الناس کے جملے میں بھی ''بالفرض''، قطعی طور پر مہمل ہے۔ لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ.... الخ یہاں دو خداؤں کا ہونا اور فساد دونوں ممتنع امر ہیں لیکن مولانا نانوتوی کے جملے میں دونوں امر ممتنع نہیں۔ خوب ذہن نشین کر لیں کہ قرآن کریم میں جو نہ ہونے والی بات فرض کر کے بیان کی گئی ہے اس میں شرط و جزا میں مکمل مطابقت پائی جاتی ہے۔ جبکہ مولانا قاسم نانوتوی نے جو بالفرض والی عبارت تحریر کی ہے اُس کے اندر شرط و جزا میں کوئی مطابقت نہیں پائی جاتی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے پر خاتمیت میں فرق آنا بیان کرتے۔ چاہے مرتبی کہیں یا زمانی۔ مگر فرق کرنے کی بجائے کہا کہ کچھ فرق نہیں آئے گا۔ بات خاتمیت زمانی یا مرتبی کی نہیں، بات فرق آنے کی ہے۔ اگر بعد میں کوئی نبی آئے تو حضور ﷺ کے مرتبے میں بھی فرق آتا ہے۔

کون کہتا ہے کہ مرتبے یا خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں آتا۔ ابھی ان شاء اللہ ہم دیوبندی کتابوں سے ثابت کریں گے اور ڈنکے کی چوٹ پر ثابت کریں گے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہیں رہتی۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

"خاتمیت زمانیہ کے اعتبار سے حضور کے بعد کسی نبی کا آنا شرعاً محال اور ناممکن ہے۔ اور خاتمیتِ رُتبیہ کے اعتبار سے بفرض محال اگر حضور کے بعد بھی کوئی نبی مبعوث ہو تو حضور کی خاتمیتِ رُتبیہ میں کوئی فرق نہ آئیگا"۔ (تکملہ تحذیر الناس ص ۵۶ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

اس میں انکار بھی ہے اور اقرار بھی۔ کیونکہ خود نانوتوی صاحب کا انکار و اقرار ساتھ ساتھ چلتا ہے اس لیے جو بھی وضاحت کرنے بیٹھتا ہے پہلے عبارت کو سیدھا کرتا ہے اور اگلے جملے میں اُلٹی ہو جاتی ہے۔ اس اگلے جملے میں "بفرض محال" لکھنے کا فائدہ؟۔ کس قدر ڈھونگ رچایا جا رہا ہے اور کس قدر آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی ہے۔ بڑی درد مندی سے دکھے دل کے ساتھ کہتے ہیں کہ کوئی دیوبندی مولانا ایسی متضاد عبارات اور دھوکہ دہی پر صدائے احتجاج بلند کیوں نہیں کرتا۔ کیا سب کسی مصلحت کے تحت یا آخرت کے خوف سے بے نیاز چُپ سادھے ہوئے ہیں۔ چلئے عوام تو عوام ہیں نہیں سمجھ سکتے مگر یہ اساتذہ اور مدرسین مُہر بہ لب کیوں ہیں؟۔ کیا سب نے آخرت بھلا رکھی ہے؟ ہم ثابت کریں گے کہ خاتمیتِ رُتبیہ میں بھی فرق آتا ہے۔ اگر کہتے ہیں کہ فرق نہیں آتا تو گرائمر کی رو سے اور قاعدے ضابطے کے تحت یہ عبارت ہرگز فرضی بھی نہیں رہی۔ تحذیر الناس کے حاشیے میں آیات کریمہ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا.... اور قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ.... لکھ کر بتایا گیا ہے کہ نانوتوی صاحب نے بالفرض کی قید لگائی ہے جس کا مطلب کسی نبوت کا وقوع ناممکن اور محال ہے اور لکھا کہ! "دونوں آیات میں اِنْ اور لَوْ بالفرض کا معنی ادا کرتے ہیں"۔ (حاشیہ ص ۵۵) مطلب یہ کہ جو بات اِنْ اور لَوْ سے ہو رہی ہے یہ امور ممکن نہیں۔ جبکہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں: "کلمۂ لَوْ محاورۂ عرب میں محالات کے لئے مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا.... الخ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ.... الخ اور امور ممکنہ کے لئے کلمہ اِنْ اور اِذَا مستعمل ہوتا ہے" (مسک الختام صفحہ ۴۲، ۴۳) جو چیز تحذیر الناس کے حاشیہ نگاروں کے

نزدیک محال اور ممتنع ہے وہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے نزدیک امورِ ممکنہ سے ہے[1]۔

"بالفرض" والی عبارت ضرورتِ دینی کے نقیض کو ثابت کرنے کیلئے ہے:

نقیض کا مطلب ہے، وہ دو باتیں جو نہ باہم جمع ہو سکیں اور نہ دونوں معدُوم (نیست و نابُود) ہوں بلکہ ایک نہ ایک کا پایا جانا ضروری ہو جیسے موت و حیات، وجود و عدم، کفر و ایمان وغیرہ۔ علامہ پیر محمد چشتی (پشاور) "لزومِ کفر اور التزامِ کفر کی کچھ اور مثالیں" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"کسی مدعی اسلام کا یہ کہنا کہ "بالفرض اگر کوئی مَلَكٌ مُقَرَّب یا رسولِ معظم ﷺ علمِ غیب ذاتی کو جانے تو اللہ تعالیٰ کی توحیدِ علمی میں کوئی فرق نہیں آئے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی عالمیت بالغیب، بالذّات ہے جبکہ اِن ذواتِ قدسیہ کی عالمیت بالغیب، بالعرض ہے، یعنی اِن ہستیوں کا علمِ غیب ذاتی کو جاننا، کسی واسطہ کی وجہ سے ہے"....

لہٰذا اس قضیہ مفروضہ کے مطابق اِن مقدس ہستیوں کا علمِ غیب ذاتی کو جاننا، ایسا ہی حقیقت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا علمِ غیب ذاتی کو جاننا حقیقت ہے۔ دنیائے محسوسات میں اس کی ایسی مثال ہے، جیسے تالا کو کھولتے وقت چابی کو حرکت دینے والے ہاتھ پر بھی اور چابی پر بھی حرکت کا حمل (حکم کرنا) دُرست ہوتا ہے۔ جس کے مطابق اَلْمِفْتَاحُ مُتَحَرِّكٌ اور اَلْيَدُ مُتَحَرِّكَةٌ کے دونوں جملوں میں حمل (حکم لگانے) کی نوعیت یکساں ہے، دونوں حقیقت ہیں اور دونوں کا حرکت کے ساتھ متصِف ہونا امرِ واقعی ہے۔ اگر کچھ فرق ہے تو وہ

[1] اس وقت ہمارے سامنے کتاب "تفہیم المنطق" کھلی پڑی ہے جس کے مؤلف مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس الندوی سابق پروفیسر اُمّ القریٰ یونیورسٹی مکۂ مکرمہ ہیں۔ لکھتے ہیں: لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا یعنی فساد کا وقوع معلق ہے تعددِ خدایان برحق کے وجود پر اور فسادِ نظام موجود نہیں ہے، یہ نہیں ہوگا کہ آفتاب کسی روز نہ نکلے، ہوا نہ چلے، آفتاب کی گردش رُک جائے، تو اس سے معلوم ہُوا کہ فساد نہیں ہے۔ پھر اس کا واضح نتیجہ یہ ہے کہ تعددِ آلہہ برحق نہیں ہے۔ اور آیت میں ارتباط شرطی ایجابی ہے، اس لیے قضیۂ موجبہ ہُوا" (تفہیم المنطق صفحہ ۱۱۳ مطبوعہ دار الاشاعت کراچی)

صرف بالذّات اور بالواسطہ کا ہے جو حمل اور اتصاف (صفت رکھنے) کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہے۔ جیسے واسطہ فی العروض غیر سفیر محض کے تمام جزئیات میں ہوتا ہے انصاف یہ ہے کہ قائل کا یہ کلام التزامِ کفر کی دوسری قسم[1] ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ جس کے مطابق غیر اللہ کے لئے علمِ غیب ذاتی جاننے کو اللہ تعالیٰ کی توحیدِ علمی کے مُنافی (خلاف) نہ کہہ کر ضرورتِ دینی کے نقیض (برعکس) کا صراحتاً ارتکاب کیا گیا ہے کیوں کہ غیر اللہ کا علمِ غیب ذاتی کو جاننا توحیدِ علمی کے منافی (خلاف) ہونے کا جو اسلامی عقیدہ ہے، وہ اپنی جگہ ضرورتِ دینی ہے کہ اہلِ اسلام کے دین دار طبقہ کا خاص وعام، تاریخ کے ہر دور میں اس کو اسلام کا حصہ سمجھتا آیا ہے۔ اور مسلم معاشرہ میں اس کا اسلامی اعتقادیات کا حصہ ہونا اتنا مشہور ہے کہ اس پر دلیل دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی۔ جبکہ اس قول میں ''توحیدِ علمی میں کچھ فرق نہیں آئے گا'' کہنا، اس کی صریح نقیض (ضد) ہے اور نَقِیْضَین (دو نقیضوں) میں سے ایک کا ارتکاب آپ ہی دوسرے کی نفی پر دلیل ہے۔ جس کے بعد کوئی اور دلیل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس کے جواز کے لئے اتصاف بوصفِ العالمیت بالذّات و بالعرض کی مذکورہ تاویل (یعنی اللہ تعالیٰ کی عالمیت بالغیب بالذّات اور اُن ذواتِ قدسیہ کی عالمیت بالغیب بالعرض) کا سہارا لینا اور واسطہ فی العروض غیر سفیر محض کی مثال دینا الٰہیات کو مادیات پر قیاس کرنے کی بے محل جسارت کے سوا اور کچھ نہیں ہے کیوں کہ علمِ غیب ذاتی اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہونا الٰہیات کا مسئلہ ہے مادیات کا نہیں اور غیر اللہ کا اس کے ساتھ متصف ہونا ضرورتِ دینی کے منافی ہونے کی وجہ سے ضرورتِ دینی کا منافی ہونا عقیدہ کا مسئلہ ہے جو معنوی اور غیر محسوس چیز ہے جبکہ واسطہ فی العروض کی مذکورہ مثال محسوسات کے قبیلہ سے ہے لہٰذا توحید فی العلم کے منافی اس صریح التزامِ کفر کو اسلام کا حصہ ثابت کرنے کے لئے جو کچھ کہا گیا ہے، بے محل اجتہاد اور وسوسۂ شیطان کے سوا اور کچھ نہیں

[1] ''التزامِ کفر کی وہ قسم جس میں ملتِ اسلام کے کسی ایسے حکم سے انکار وتکذیب کرتا ہے جو ضرورتِ دینی ہے جیسے مسلم گھرانے کا کوئی فرد رسول اللہ ﷺ کے ختمِ نبوت کو ختمِ زمانی تسلیم کرنے سے انکار کر کے اسے نادان عوام کا خیال قرار دے۔'' (اُصولِ تکفیر صفحہ ۱۶۸، ۱۶۹)

ہے جس سے سطحی ذہنوں کا شکوک وشبہات میں مبتلا ہونا تو اُن کی مجبوری ہے جبکہ اسلام شناس حضرات اس کو مجنوں کی بڑ سے مختلف نہیں سمجھتے ہیں۔''

(اصولِ تکفیر صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸ نظامیہ کتاب گھر لاہور)

اس کے بعد علامہ پیر محمد چشتی نے اسی طرح کی دو اور مثالیں دے کر فرمایا:

''ضروریاتِ دینیہ چاہے علمِ غیب ذاتی کا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہونے کا عقیدہ ہو یا ازلیت وابدیت کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ جاننے کا عقیدہ ہو، اللہ وحدہٗ لاشریک کو وصفِ اُلوہیت میں تنہا، یکتا ومنفرد سمجھنے کا عقیدہ ہو یا رسولِ معظم خاتمی مرتبت ﷺ کو خاتم النبیین بمعنیٰ نبی آخر الزمان جاننے کا عقیدہ ہو یا کوئی اور ایسا عقیدہ وحکم ہو جس کا حصۂ اسلام ہونا تاریخ کے ہر دور میں جملہ اہلِ قبلہ کے مابین ایسا مُسلّمہ ومشہور ہو کہ اس کو اسلامی حکم ثابت کرنے کے لئے دلیل تلاش کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی جاتی ہو۔ تو اس کی ضد یا نقیض کا عقیدہ رکھنے والا یا انجانے میں اس کی ضد یا نقیض کا ارتکاب کرنے والا ملتزمِ کفر (اپنے اُوپر کفر لازم کر لینے والا) ہو جاتا ہے۔'' (اصولِ تکفیر صفحہ ۲۳۰)

قضیہ فرضیہ کا مغالطہ:

اس کے بعد علامہ پیر محمد چشتی ''خلاصۃ الکلام بعد التحقیق'' کے عنوان سے فرماتے ہیں:

''قضیۂ مفروضہ میں کسی غیر مرادی چیز کو موجود فرض کر کے اس سے جائز مدعا کو ثابت کیا جاتا ہے جیسے قرآن شریف کی مذکورہ آیات (لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا..... وغیرہ) میں اللہ تعالیٰ نے بالترتیب شرک کو باطل اور توحید کو ثابت کرنے کے لئے آلہہ غیر اللہ کو مفروض الوجود کر کے توحید کی فہمائش (نصیحت وہدایت) فرمائی.... علیٰ ہذا القیاس قرآن وسنت کے جن جن مقامات پر قضیہ مفروضہ

استعمال کیا گیا ہے وہیں پر ہمیشہ کسی جائز مدعا کو ہی ثابت کیا گیا ہے جبکہ التزامِ کفر کی مذکورہ مثالوں (بالذات و بالعرض والی) کے ارتکاب کرنے کے لئے اس کا ناجائز اور بے محل بہانہ بنایا جارہا ہے جس میں ذرہ برابر معقولیت نہیں ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید فی العلم کے ضرورتِ دینی والے عقیدہ کے مُنافی (خلاف) شرک ایجاد کرنے والوں کا یہ کہنا کہ ''بالفرض اگر کوئی مَلک مقرّب یارسولِ معظم علمِ غیب ذاتی کو جانے تو اللہ تعالیٰ کی توحیدِ علمی میں کوئی فرق نہیں آئے گا''۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عالمیت بالغیب بالذّات ہے جبکہ اُن کی عالمیت بالغیب بالعرض اور ہر ما بالعرض ما بالذات کا ثمر اور اُس کا لازمہ ہے۔ جب لازم وملزوم کا اور بالذات و بالعرض کا فرق ہے تو پھر مشرک کیوں ہوا اور توحید میں فرق کیوں آئے؟ تو ظاہر ہے کہ یہ اندازِ استدلال کسی جائز مدعا کو ثابت کرنے کے لئے نہیں بلکہ ضرورتِ دینی کے نقیض (خلاف) کو ثابت کرنے کے لئے ہے جو بجائے خود صریح التزامِ کفر ہے جس کی گنجائش قضیۂ مفروضہ کے حوالے سے اسلام میں نہیں ہے۔ اسی طرح غیر اللہ کی ازلیت و ابدیت کے محال کو مفروض الوجود تصور کر کے جھوٹے مدعیانِ تصوف گمراہوں کا یہ کہنا کہ ''اگر میرے قیومِ زمان پیر و مرشد کو ازلی وابدی کہا جائے تو توحید میں کوئی فرق نہیں آئے گا'' کسی جائز مدعا اور اسلامی بات کو ثابت کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ توحید توڑنے کے لئے ہے، ضرورتِ دینی کے نقیض (خلاف) کو ثابت کرنے کے لئے ہے۔ ایسا قضیۂ مفروضہ نہ دنیائے اسلام میں ممکن ہے نہ دنیائے عقل میں۔ اسی طرح ختمِ نبوتِ زمانی کا بند دروازہ توڑنے والوں کا یہ کہنا

کہ ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی دوسرا نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی ختمِ نبوتِ محمدی ﷺ میں کوئی فرق نہیں آئے گا''، کسی اسلامی بات کو ثابت کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ ختمِ نبوتِ محمدی ﷺ کو توڑنے کے لئے ہے، ضرورتِ دینی کے نقیض (خلاف) کو ثابت کرنے کے لئے ہے اور ختمِ نبوت کے ضرورتِ دینی والے اجماعی عقیدۂ اسلام کے مقابلہ میں جدید عقیدہ کو مروّج کرنے کے لئے ہے جو بجائے خود صریح التزامِ کفر ہے۔ ایسے قضیۂ مفروضہ کا مومن مسلمان تو سوچ بھی نہیں سکتا چہ جائیکہ اس کا بہانہ بنا کرنا سمجھ دنیا کو مغالطہ دے۔''

(اصول تکفیر صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۰)

اکثر کہا جاتا ہے کہ کسی مسئلہ میں تکفیر کی وجوہ بہت ہوں اور کفر سے بچنے کی صرف ایک وجہ ہو تو مفتی پر لازم ہے کہ اچھا گمان کرتے ہوئے اُس ایک پر عمل کرے۔ اس کے جواب میں علامہ پیر محمد چشتی فرماتے ہیں:

''ختمِ زمانی کا عقیدہ ضروریاتِ دین کے قبیلہ سے ہے، اسے جہلاء کا خیال قرار دے کر اس کے مقابلہ میں دوسرا مفہوم اختراع کرنے والا ضرورتِ دینی سے صراحتاً منکر ہو رہا ہے جو التزامِ کفر ہے۔''

(اُصولِ تکفیر صفحہ ۲۴۷)

جبکہ یہ جملہ بھی پڑھنے اور یاد رکھنے کے لائق ہے:

''التزامِ کفر کے لئے صریح فی الکفر ہونا ضروری ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۲۵۲)

یعنی صریح فی الکفر عبارت پر ہی التزامِ کفر کا حکم عائد کیا جاتا ہے۔

تیسری مثال: ڈاکٹر خالد محمود، مولانا نانوتوی کی عبارت ''اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں.... الخ''، نقل کر کے کہتے ہیں: ''یہ ساری بات اسی شرط پر کہی جارہی ہے ''اگر بایں معنی تجویز کیا جائے'' آگے اس کی جزا مذکور ہے۔ وہ معنی کیا ہے؟ ''حضور (ﷺ) کا وصف

نبوت سے موصوف بالذات ہونا'' ظاہر ہے اس معنی کے اعتبار سے آپ کے زمانہ میں بھی کہیں نبوت ہو تو آپ کا خاتم ہونا ختم نبوت مرتبی کے لحاظ سے بدستور قائم رہتا ہے۔ افسوس کہ ملحدین ان خط کشیدہ الفاظ کو سراسر مٹا دیتے ہیں اور بات اُلجھ کر رہ جاتی ہے اس عبارت کو اس شرط سے کاٹ کر بیان کرنا اور خاتمیت سے ختم نبوت مرتبی مراد نہ لینا اس عبارت پر بڑا ظلم ہوگا''۔ (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۶)

یعنی ختم نبوت مرتبی کے اعتبار سے آپ کے زمانہ میں بھی کوئی نبی آ سکتا ہے اور آپ کا خاتم ہونا بلحاظ ختم مرتبی بدستور قائم رہتا ہے۔ نبی کا آنا اس سے بھی ثابت ہوا۔ زور اس پر ہے کہ خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ یعنی نانوتوی صاحب کا معنی لیا جائے تو نبی کے آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں....

''(کیونکہ آپ باذن اللہ تعالیٰ نبی بالذات ہیں) پس اسی کو خاتم ذاتی کہا جاتا ہے اور اسی مرتبہ کا نام خاتمیت ذاتیہ ہے''۔

(تحذیر الناس صفحہ ۱۱ مولانا منظور نعمانی کی وضاحت)

اور حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے سے اس خاتمیت ذاتیہ میں فرق نہیں آتا (یاد رہے کہ خاتمیت ذاتی، خاتمیت رُتبی، خاتمیت مرتبی وغیرہ سب ایک ہی شے کا نام ہے۔ اور یہ سب ''مرتبہ'' ہی کے نام ہیں)

ڈاکٹر صاحب نے جب دیکھا کہ نبی کا آنا تو اس سے بھی ثابت ہوتا ہے تو اپنی عبارت کے آخر میں ذہن کا رخ موڑنے کے لیے یہ لکھ دیا:

''اسلام کے مجموعی عقیدے کے لیے ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں کو ماننا ضروری ہے''۔ (مقدمہ صفحہ ۱۶)

یعنی جہاں مشکل پیش آ جائے وہاں موقعہ کی مناسبت دیکھ کر بیان بدل لو۔ کبھی ایک خاتمیت کو مان لو، دوسری کو نکال دو۔ کبھی دونوں کو بیک وقت مان لو۔ کوئی اصول اور کوئی کُلیہ تسلیم نہ کرو۔ اسلام کے مجموعی عقیدے اور آپ کے عقیدے میں زمین و آسمان کا

فرق ہوا۔

چوتھی مثال: ''حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر مانا جائے تو اسے بھی حضور ﷺ کے آفتاب نبوت سے مستنیر مقدر مانا جائے گا۔ اور اس سے حضور ﷺ کی خاتمیت مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہیں آئے گا''۔ (مقدمہ صفحہ ۱۷)

آپ نے دیکھ لیا اس عبارت میں کہیں بھی الفاظ ''اگر'' اور ''بالفرض'' موجود نہیں۔ معنی وہی برآمد ہوگا جو ''بالفرض'' کیساتھ لکھ کر ہوگا۔ اسے آخر کیونکر تسلیم نہیں کیا جاتا کہ جب خاتمیت محمدی کو آپ نے خاتمیت مرتبی میں لے لیا تو اب بالفرض کیساتھ بھی عبارت فرضی نہ رہی۔ نبی کا آنا اس عبارت سے بھی ثابت ہوا۔ جب ڈاکٹر صاحب کو اسکا احساس ہوا تو پھر اس جملے کا اضافہ کر دیا تا کہ بات سمجھ میں آنے ہی نہ پائے۔ ''کیونکہ اسلام کے مجموعی عقیدے میں ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں کا ماننا ضروری ہے''۔ اور ہاں یہ بات تو مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی اور علامہ انور شاہ کشمیری سے پوچھئے کہ خاتمیتِ مرتبی میں واقعی فرق آتا ہے یا نہیں؟

یہاں ڈاکٹر صاحب اور اُن کے ہم نواؤں سے اگر پوچھ لیا جائے کہ ''خاتم النبیین'' کے معنیٰ ختمِ مرتبی کس نے اور کب کئے؟ صرف ایک حوالہ درکار ہے۔ چودہ پندرہ سو سالہ دینی اسلامی لٹریچر موجود ہے، کسی ایک کتاب سے صرف ایک حوالہ نکال کر دکھا دیں کہ فلاں صاحب نے ختم مرتبی اور ختم زمانی دونوں معنی لیے ہیں اور دونوں کا ماننا ضروری ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہیں رہتی:

ڈاکٹر خالد صاحب کو اپنے حلقہ میں ایسی متنازعہ عبارات پر گفتگو کرنے کا بہت ماہر فن سمجھا جاتا ہے آپ نے مقدمہ تحذیر الناس میں خون پسینہ ایک کر کے یہ منوانے کی کوشش کی ہے کہ نانوتوی صاحب نے ہر بات اپنے کیے گئے معنی ''بالذات نبی'' کے

حوالے سے کی ہے لہٰذا اس معنی کے اعتبار سے عبارتوں کو لیا جائے تو کوئی الجھن باقی نہیں رہتی۔ ورنہ تو اُنھوں نے ہمیں ''ملحدین'' کے لقب سے بھی نوازا ہے اور بار بار کہا ہے کہ اس شرط ''بایں معنی تجویز کیا جائے'' سے کاٹ کر بیان کرنا اس عبارت پر بڑا ظلم ہے۔ اسی تکرار پر اُنھوں نے عافیت سمجھی اور بار بار کہا کہ اس شرط کے اعتبار سے کوئی نبی اب آ بھی جائے تو خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ یہی طرز اور طریقہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا منظور نعمانی، مولانا فردوس شاہ قصوری، مولانا سرفراز صفدر گکھڑوی اور دیگر علمائے دیوبند نے اپنی کتابوں، رسالوں اور مضامین میں اختیار کیا۔ مولانا منظور نعمانی صاحب تو اس میدان کے مناظر تھے مگر ع

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

وہ بھی ایک لمبی چوڑی مثال دے کر آخر میں لکھتے ہیں:

''بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں ہے بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے۔ اور یہ دوسری خاتمیت ایسی ہے کہ اگر بالفرض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اُس کی اِس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا''۔

(فیصلہ کن مناظرہ/تحذیر الناس صفحہ۱۱۴ مطبوعہ مکتبہ حفیظیہ)

اب دیکھئے کہ فرق نہ آنے کا مذکورہ عقیدہ نئے نبی کے آنے سے ہی مشروط ہے ورنہ سرے سے نبی کا آنا ہی نہ مانا جائے تو فرق آنے، نہ آنے کا سوال ہی اٹھ جاتا ہے۔ دنیائے دیوبند میں جس خاتمیت مرتبی میں فرق نہ آنے کا ہنگامہ وغوغا برپا ہے وہ نبی کے آنے کے بعد ہی تو ہے۔ جب فرق نہ آنے کا عقیدہ تسلیم تو لامحالہ نئے نبی کا آنا بھی تسلیم۔ ورنہ آپ سے کوئی پوچھے کہ یہ جو بار بار ''خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں آتا'' کی رٹ آپ نے لگا رکھی ہے اور آسمان سر پر اُٹھا رکھا ہے اور کفِ افسوس مل مل کر کہتے ہیں کہ ہائے اس معنی کی شرط کو کاٹ کر خاتمیت کا بیان کیوں کیا جاتا ہے تو بتائیے کہ ''خاتمیت مرتبی میں فرق

نہیں آتا''، یہ عقیدہ آپ کا کس صورت اور کس بناء پر ہے؟ تو جواب یہ ہوگا کہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے پر۔ اگر یہ جواب غلط ہے تو پھر آپ ہی بتائیے کہ ''خاتمیت مرتبی کی بقا کا عقیدہ کس صورت میں ہے؟ جواب میں آپ اگر کہیں کہ ہمارے مولانا نے ''بالفرض'' کہا ہے اور یہ محض فرضی بات ہے تو یہ بہت بڑا دجل اور فریب ہوگا۔ کیونکہ یہ عقیدہ آپ کا فرضی عقیدہ ہرگز نہیں بلکہ حقیقی اور مستقل عقیدہ ہے۔ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے مقدمہ میں بار بار لکھا ہے کہ ''حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے'' تو واقعی خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہیں آئے گا اور دیگر علمائے دیوبند نے بھی یہی لکھا ہے۔ جیسا کہ مولانا منظور نعمانی صاحب نے ''فیصلہ کن مناظرہ'' میں طبیب کی مثال سے واضح کیا ہے مگر اسکے باوجود ہمیں تلبیس اور عریاں بے حیائی کے طعنے عطا فرماتے ہیں۔ اور اُنھوں نے خود کو اہل فہم کے اُسی گروہ میں شامل لکھا ہے جس اہل فہم کا ذکر نانوتوی صاحب نے فرمایا تھا۔ جو خاتم النبیین کا معنی ''آخری نبی'' عوام کا خیال سمجھتا ہے اور شایان شان معنی بالذات نبی کرتا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد نبی کے آنے سے آپ کی خاتمیت مرتبی قائم رہتی ہے یا وہ بھی باقی نہیں رہتی۔ تو ہمارا کہنا یہ ہے کہ خاتمیت مرتبی بھی باقی نہیں رہتی۔ اگر یہ واقعی ثابت ہو جاتا ہے جیسا کہ ہمارا دعویٰ ہے تو کیا خیال کرتے ہیں یہ لوگ اپنی ان کتابوں اور عبارتوں کو کہاں لے جائیں گے۔ کیا انہیں پھر حق پہنچتا ہے کہ یہ قادیانیوں کے خلاف آواز اُٹھائیں، تحریکیں چلائیں اور تنظیمیں بنائیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ نہ کریں اور تجدید ایمان نہ کریں۔ یہ تو کوئی عقلمندی کی بات نہیں کہ دوسرے کا ناحق دفاع کرتے ہوئے اپنا ایمان ضائع کر لیا جائے۔

ڈاکٹر خالد محمود صاحب لکھتے ہیں:

''آیئے پہلے اس پر غور کریں کہ حضور ﷺ کو خاتم النبیین کہنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے اور معلوم کریں کہ آپ کو کس وجہ سے آخری نبی بنایا گیا۔ اسکی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں''۔

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے چار وجوہ لکھ کر کہا:

''یہ وجوہ بے شک برحق ہیں لیکن علت العلل نہیں۔ بنیادی وجہ ایسی ہونی چاہیے جس میں حضور ﷺ کی اپنی شان لپٹی ہو''۔

(مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۴)

پھر علت العلل یعنی تمام وجوہات مذکورہ کی بنیاد بالذات نبی کو بتایا گیا۔ آسان الفاظ میں یہ کہ آپ کا خاتم النبیین ہونا آپ کے مرتبے کو ظاہر کرتا ہے لہٰذا آخری نبی میں حضور ﷺ کی شان لپٹی ہوئی نہیں، اس لیے اس کی وجہ ایسی ہو جس میں آپ کی اپنی شان لپٹی ہوئی ہو۔ اور وہ ہے آپ کا سب سے بلند مرتبہ نبی ہونا اس لیے کہ آپ بالذات نبی ہیں۔ اور ''فیصلہ کن مناظرہ'' میں مولانا منظور نعمانی صاحب نے فرمایا:

''اسی مرتبہ کا نام خاتمیت ذاتی ہے۔'' یہی عبارت یعنی ''اسی مرتبہ کا نام خاتمیّتِ ذاتیہ ہے'' تحذیر الناس مکتبہ حفیظیہ کے صفحہ ۱۰ پر بحوالہ منظور نعمانی موجود ہے۔

تحذیر الناس کے حاشیہ میں حافظ عزیز الرحمٰن دیو بندی لکھتے ہیں:

''خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔ (ص ۴۳)

اور ص ۴۳ کے حاشیہ میں ہے:

''خاتم النبیین کے معانی یہ ہوئے۔

پہلا معنی: کہ بلندی رتبہ میں سب سے بلند اور آخری رتبہ پانے والے۔

دوسرا معنی: یہ ہے کہ مرتبہ میں سب نبیوں سے آخری مرتبہ والے اور زمانہ کے لحاظ سے آخر میں آنے والے۔ (حاشیہ تحذیر الناس ص ۴۳ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

تحذیر الناس کے ایک دوسرے ایڈیشن میں ایک جگہ یوں حاشیہ دیا گیا:

''خاتم النبیین کے ایسے معنی لینے چاہئیں کہ جس سے پورے طور پر کامل و اکمل فضیلت محمدی ﷺ ثابت ہو۔''

(تحذیر الناس حاشیہ صفحہ ۳ کتب خانہ رحیمیہ دیو بند)

اسی ایڈیشن کے ایک حاشیہ میں لکھا ہے:

''جس قدر کمالات اور مراتبِ نبوت ہیں وہ سب آپ کی ذاتِ ستودہ صفات پر ختم ہیں۔'' (ایضاً صفحہ ۱۳)

مولانا فردوس شاہ قصوری دیو بندی لکھتے ہیں:

''بے شک حقیقت محمدیہ جو وقت اور زمانہ کی اصل بنیاد ہے تقدیم، تاخیر بلکہ تمام عوارض جسمانی سے بالاتر ہے ایسا بلند و برتر مرتبہ اور مقام ہے کہ اگر بالفرض کوئی نبی آپ کے بعد بھی آجاتا تو یہ مرتبہ پھر بھی آپ ہی کا تھا کیونکہ خاتمیت ذاتی اور مرتبی کا مطلب یہ ہے کہ تمام درجات کمالات و مراتب آپ کی ذات پر ختم ہیں''۔

(چراغ سنت ص ۱۷۳)

علاقہ فیصل آباد کے مولوی ابو الضیاء کرم الٰہی مراد صاحب، تھانوی صاحب کے مشہور خلیفہ ہوئے ہیں۔ وہ اپنی کتاب ''سفینۂ افضال الرحمٰن المعروف ابرِ کرم'' میں تحذیر الناس کی عبارات کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو مذکور ہوا (یعنی خاتم بمعنی بالذات نبی) تو نبی کریم ﷺ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ یعنی بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں فرق نہ آئے گا''۔ (صفحہ ۲۷۷) اس کے بعد وہی تحذیر الناس کا جملہ بھی نقل کر دیا گیا کہ ''ایسے ہی خاتم نبوت بمعنی معروف کو تاخر زمانی لازم ہے''۔ عقیدے کا تضاد ملاحظہ فرمائیے کہ آپ کے بعد کوئی نبی آئے تو خاتمیت میں فرق بھی نہیں آتا۔ اور آپ کی خاتمیت کو آخری زمانہ بھی لازم ہے (کیونکہ بعد کوئی نبی آئے تو خاتمیت میں فرق آتا ہے)۔ معلوم ہوا کہ پوری برادری کا عقیدہ ایک ہی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ اسی برادری کے ایک اور فرد محمد ابوبکر غازی پوری ابن تیمیہ کی ایک عبارت پر یوں تبصرہ کرتے ہیں: ''ان تمام باتوں کا حاصل کیا ہے؟۔ یہی تو کہ آپ ﷺ کی نبوت

اصل ہے اور آپ ہی اوّل نبی ہیں اور آخر بھی۔ ازل میں بھی اور ابد میں بھی، نہ آپ سے پہلے کوئی نبی اور نہ بعد کوئی نبی۔ سارے انبیاء کی نبوت آپ کی نبوت کا فیض ہے۔ اگر بفرضِ محال دوسرا نبی بھی آئے تو آپ کی نبوت اس کی نبوت کی اصل ہوگی اور آپ ہی کی نبوت کا فیض ہوگی، اور آپ اس کی نبوت کے بھی ذاتی اعتبار سے خاتم ہوں گے جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کے آپ خاتم ہیں''۔ (کیا ابن تیمیہ علماء اہل سنت و جماعت سے ہیں صفحہ ۱۷، ۱۸ مطبوعہ مکتبہ اہل سنت و جماعت لاہور روڈ، سرگودھا) وہی دورنگی چال اس عبارت میں بھی ہے کہ آپ خاتم بھی ہیں اور آپ کے بعد کسی نبی کے آنے سے آپ کی خاتمیت میں فرق بھی نہیں آتا۔

ہم جو بار بار لکھتے ہیں کہ مولانا نانوتوی کا سارا زور افضلیت و بلند مرتبہ پر ہے، زمانے کے اوّل وآخر پر نہیں۔ اور خاتمیتِ محمدی سے مراد خاتمیتِ زمانی ہی ہے۔ البتہ خاتم کا معنیٰ مرتبے کے اعتبار سے سب سے بلند لیا جائے تو اُن کے خیال میں بعد میں بھی کسی نبی کے آنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ بات جناب فردوس شاہ صاحب کی اِس عبارت سے اظہر من الشّمس ہے۔

مولانا سرفراز صفدر لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ بایں معنی خاتم النبیین ہیں کہ نبوت کے تمام مراتب آپ پر ختم ہیں۔'' (بانی دارالعلوم دیوبند صفحہ ۲۶)

علمائے دیوبند کی تصریحات سے ثابت ہوا کہ خاتمیت کا دارومدار مرتبہ پر ہے اور اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آجائے تو آپ کے مرتبہ میں کچھ فرق نہیں آتا کیونکہ علمائے دیوبند کی بتائی گئی خاتمیت مرتبی اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ آپ کے مرتبے میں فرق نہ آئے۔ مرتبے میں فرق آیا تو خاتمیت گئی۔ پھر خاتمیت مرتبی کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہتا۔ اسی مرتبے اور شان کو قائم رکھنے کے لیے نانوتوی صاحب نے بزعم خود خاتم النبیین کا معنی بالذات نبی کیا اور آخری نبی میں کچھ فضیلت نہ مانی۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ حضور ﷺ

کے بعد کوئی نبی آئے تو مذکورہ علمائے دیوبند کی بتائی گئی خاتمیت مرتبی بھی باقی نہیں رہتی۔

دلیل نمبر ۱:

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

''جب آنحضرت ﷺ کی بعثت سے کوئی قوم، کوئی انسان، کسی زمانہ اور کسی قرن میں پیدا ہونے والا مستثنیٰ اور خارج نہیں بلکہ قیامت تک دنیا میں پیدا ہونے والے انسان سارے آپ ہی کی اُمت ہیں۔ تو ان حالات میں اگر آپ کے بعد دوسرا نبی یا رسول آتا ہے تو آپ کی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی۔ آپ کی اُمت پھر اُس نبی کی اُمت کہلائے گی جو بعد میں مبعوث ہوا''۔ (ختم نبوت کامل صفحہ ۱۴۴ ادارۃ المعارف کراچی)

پرستارانِ تحذیر الناس کا کہنا تھا کہ نبی کے آنے سے خاتمیت مرتبی بدستور قائم رہتی ہے۔ انکے اپنے طبقے اور عقیدے کے جناب مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کے بعد دوسرا نبی یا رسول آئے تو آپ کی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی۔ جب امتیازی فضیلت ہی باقی نہ رہی تو آپ لوگوں کی بتائی گئی خاتمیت مرتبی کہاں باقی رہی۔ زمانی کے ساتھ مرتبی دونوں کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اس لیے کہ ''خاتمیّت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے۔''
(حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۳۳)

امتیازی فضیلت مرتبے میں بلندی پیدا کرتی ہے اور امتیازی فضیلت نہ ہونے سے مرتبہ کم ہوجاتا ہے، مرتبہ کم ہُوا تو خاتمیت ذاتی یا خاتمیت مرتبی بھی باقی نہ رہی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو پھر نہ خاتمیتِ زمانی باقی رہتی ہے نہ خاتمیتِ مرتبی۔ ایسا عقیدہ صریح کفریہ ہُوا۔ (والعیاذ باللہ)

دلیل نمبر ۲:

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی لکھتے ہیں:

''پس اگر آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کوئی کسی قسم کا نبی پیدا ہو خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی یا بقول مرزا صاحب ظلی یا بروزی بہرحال جب کہ وہ نبی ہے تو اُمت محمدیہ کی نجات اُس وقت اُس پر ایمان لانے اور اُس کی اتباع کرنے میں منحصر ہوگی اور وہ آنحضرت ﷺ پر کتنے صدق دل سے ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی کتنی ہی پیروی کریں اس وقت تک ہرگز جنت کی صورت نہیں دیکھ سکتے جب تک کہ اُس جدید نبی کی چوکھٹ پر سر نہ رکھ دیں اور اُس وقت اگر آپ کا کوئی اُمتی یہ چاہے کہ قرآن مجید کے تیس پاروں پر حرفاً حرفاً عمل اور آنحضرت ﷺ کی تمام احادیث کا کامل اتباع اور آپ ﷺ کی سنت کی انتہائی پیروی کر کے اپنے آپ کو دوزخ سے بچالے تو یہ اُس کے لیے غیر ممکن ہوگا۔ جب تک کہ اُس نبی کے سایہ میں پناہ نہ لے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس نبی کے پیدا ہونے کے بعد اہل عالم کی رشد و ہدایت اور اُن کی فلاح و بہبود (خاکم بدہن) آپ کے دامن شفقت میں نہیں اور آج اُن کی نجات اُخروی آپ کے سایہ عاطفت میں نہیں ملتی اور آج گنہگاروں اور گمراہوں کی دارُوئے شفا سے رحمۃ اللعالمین کا دربار خالی ہے (نعوذ باللہ) کیا ایسی حالت میں بھی رحمۃ اللعالمین کو رحمۃ اللعالمین کہا جا سکتا ہے جب کہ وہ اُن کی شریعت کا اتباع کسی ایک انسان کی نجات کا کفیل نہ بن سکے۔ والہذا ثابت ہوا کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی دنیا میں تجویز کرتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی توہین اور قرآن مجید کی صریح آیتوں کی تکذیب کر رہا ہے اور وہ آپ کو رحمۃ اللعالمین نہیں مانتا۔'' (ختم نبوت کامل ص ۱۴۷)

بخدا یوں محسوس ہوتا ہے کہ مفتی صاحب مرزا قادیانی کا نہیں، قاسم نانوتوی کا ردّ کر رہے ہیں۔

اس عبارت سے یہ نتیجہ نکلا:

(۱) نجات کا انحصار بعد میں آنے والے نبی کی اتباع پر ہوگا (کیونکہ نبوت کے لوازمات تو اُس کیساتھ ضرور ہوں گے اس سے حضور ﷺ کا مرتبہ کم ہو جائے گا)

(۲) حضور ﷺ کے بعد نبی آنے کا عقیدہ رکھنے پر حرفاً حرفاً تیس پاروں پر عمل، آنحضرت ﷺ کی تمام احادیث کے کامل اتباع اور آپ کی سنت کی انتہائی پیروی کے باوجود خود کو دوزخ سے بچانا غیر ممکن ہے (اس سے بھی آپ کے مرتبے میں معاذ اللہ کمی ثابت ہوئی کیونکہ اس طرح آپ کا لایا ہوا قرآن آپ کی تعلیمات و فرمودات اور آپ کی پیروی میں وہ خصوصیت نہ رہی جو بعد میں کسی نبی کے نہ آنے سے تھی۔ (والعیاذ باللہ)

(۳) حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننے سے حضور ﷺ کو رحمۃ اللعالمین نہیں کہا جا سکتا۔ (اس سے آپ کا مرتبہ یقیناً کم ہو جائے گا)

مفتی صاحب کی اس عبارت کی روشنی میں کیا اب بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ خاتمیت کا سارا دارومدار تو آپ کے مرتبہ پر بتایا گیا تھا جب مرتبہ ہی وہ نہ رہا تو خاتمیت کہاں رہے گی۔

دوسری بات یہ کہ نانوتوی صاحب نے بھی تجویز کا کہا تھا'' بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا چہ جائے کہ آپ کے معاصر (آپ کے زمانہ میں) کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''۔ (تحذیر الناس ص ۷۶)

مفتی صاحب کا فتویٰ یہ ہے:

''ثابت ہوا کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی دنیا

میں تجویز کرتا ہے وہ آنحضرت ﷺ کی توہین اور قرآن مجید کی صریح آیتوں کی تکذیب کر رہا ہے اور وہ آپ کو رحمۃ اللعالمین نہیں مانتا''۔

(ختم نبوت کامل ص ۱۴۷)

جب آپ کا رتبہ باقی نہ رہا تو خاتمیتِ مرتبی بھی باقی نہ رہی کیونکہ ''خاتمیت کا دار و مدار آپ کے مرتبہ پر ہے۔'' زمانی تو پہلے ہی باقی نہیں، اب مرتبی بھی باقی نہیں رہی۔ ایسے عقیدے والا شخص ختم نبوت کا منکر ٹھہرا۔

یہی وجہ ہے کہ خاتم النبیین کی تفسیر میں نانوتوی صاحب کی ''تحذیر الناس'' اور مفتی محمد شفیع دیوبندی صاحب کی ''ختم نبوت'' میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ نانوتوی صاحب خاتم النبیین کا معنی بالذات نبی کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں:

''اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا ہو تو اُن کی شان میں کیا نقصان آ گیا''۔ (تحذیر الناس ص ۷۷)

جبکہ مفتی صاحب کہتے ہیں:

''صحابہ و تابعین اور اسلاف متقدمین کی تفسیروں کے بعد ان کے خلاف کوئی قول ایجاد کرنا اور آیت کی مراد اُن سب کے خلاف قرار دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ العیاذ باللہ تیرہ سو برس تک تمام اُمت نے قرآن کا مطلب غلط سمجھا''۔ (ختم نبوت ص ۴۱)

نانوتوی صاحب کا کہنا ہے:

''اضافت الی النبیین بایں اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسام مراتب ہے یہی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے زمانہ نبوت نہیں''۔

(تحذیر الناس ص ۴۴)

مفتی محمد شفیع دیوبندی کہتے ہیں:

''لغت عرب کے تتبع (تلاش) کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ

لفظ خاتم بالکسر یا بالفتح جب کسی قوم یا جماعت کی طرف مضاف (نسبت) ہو تو اسکے معنی آخر ہی کے ہوتے ہیں (یعنی زمانہ نبوت) آیت مذکورہ میں بھی خاتم کی اضافت (نسبت) جماعت نبیین کی طرف ہے اس لیے اسکے معنی آخر النبیین اور نبیوں کے ختم کرنے والے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتے''۔ (ختم نبوت کامل ص ۶۷)

ہم نے بات سمجھا دی، آگے۔ ع

بات مانیں نہ مانیں خوشی آپ کی

دلیل نمبر۳:

مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی لکھتے ہیں:

''اگر کوئی نبی جدید آپ ﷺ کے بعد دنیا میں مبعوث ہو تو لازم ہو گا کہ اب صرف آپ ﷺ کا اتباع اور آپ پر ایمان لانا اُمت محمدیہ کے لیے کافی نہ رہے گا بلکہ اُس نبی کی اطاعت پر منحصر ہو جائے گا جو قطعاً سید الانبیاء کی شان کے خلاف ہے''۔ (ختم نبوت کامل صفحہ ۱۴۸)

جس کا آنا قطعاً سید الانبیاء ﷺ کی شان اقدس کے خلاف ہو اُس سے آپ کی خاتمیت مرتبی کس طرح باقی رہ سکتی ہے۔ ''شان کے خلاف ہے'' کا مطلب ہے کہ کسی نئے نبی کے آنے سے آپ کی شان کم ہوتی ہے اور شان میں فرق پڑتا ہے۔ جب شان کم ہو گئی اور شان میں فرق پڑ گیا تو خاتمیت مرتبی کس طرح باقی رہے گی۔ کیونکہ خاتمیت مرتبی کے لیے شان لازم ہے جب شان ہی کامل نہ ہو گی تو خاتمیت مرتبی کس طرح باقی رہے گی۔ اس لیے کہ ''خاتمیت کا دار و مدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔ (حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۳۳)

ایک فرق ملحوظ رہے:

ایک ہوتا ہے کسی دوسرے کا نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا، یا اُن کی توہین کرنا، جس سے نبی ﷺ کی شان اور مرتبہ تو وہی رہتا ہے البتہ گستاخی اور توہین کرنے والا

کافر ہو جاتا ہے۔ ایک ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد جدید نبی کا پیدا ہونا جو سابقہ نبیوں کی طرح اللہ کا بھیجا ہوا ایک سچا نبی ہو۔ ایسے نبی کے آنے سے حضور ﷺ کی ذات مقدسہ بلحاظِ مرتبہ اور شان، وہ نہیں رہتی جواب ہے۔ تو پھر آپ کا مرتبہ کم ہو جاتا ہے۔ مرتبہ کم ہوا تو خاتمیتِ مرتبی بھی باقی نہ رہی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آخری نبی بنایا، تاکہ قیامت تک صرف آپ کی نبوت و رسالت جاری رہے اور قیامت تک اُمت کی نسبت آپ کی طرف رہے اور سب کے لیے صرف آپ ہی کی تعلیمات باعث نجات ہوں۔ ہر زبان پر صرف ایک ہی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ رہے۔ برعکس اس کے آپ کی یہ خصوصیات باقی نہ رہتیں اور یوں آپ کا مرتبہ بھی کم ہو جاتا۔

دلیل نمبر۴:

مفتی محمد شفیع دیوبندی دو آیات کریمہ لکھ کر کہتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ ان دونوں آیتوں میں اُمت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو آخرین کے لقب کیساتھ ذکر فرما کر اس کا اعلان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی اور آپ کی اُمت آخری اُمت ہے۔''

(ختم نبوت ص ۱۵۲)

لہٰذا اب اگر کوئی نبی پیدا ہو تو اُمت کی نسبت آپ کی طرف نہیں رہتی اُس نئے آنے والے نبی کی طرف ہو جائے گی۔ یہ اُمت پھر آپ کی اُمت نہ رہی اسی طرح آپ کا مرتبہ کم ہوتا ہے۔ مرتبہ کم ہوا تو خاتمیت مرتبی بھی گئی اس لیے کہ آپ کے بقول ''خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔ (حاشیہ تحذیر الناس ص ۳۳) اور ''اسی مرتبہ کا نام خاتمیتِ ذاتیہ ہے۔'' توضیح بعض عبارات۔ منظور نعمانی۔ (تحذیر الناس صفحہ ۱۱۰)

خود ڈاکٹر خالد محمود سورۃ واقعہ کی آیت وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ کے تحت لکھتے ہیں:

''جو صورت بھی ہو اٰخِرِیْن سے بالاتفاق آں حضرت ﷺ کی اُمت مراد ہے۔ حضور ﷺ کی اُمت کا نام آخرین ہونا اس بات کی قوی

شہادت ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی تشریعی ہو یا غیر تشریعی نہ ہوگا۔ اگر آپ کے بعد کسی غیر تشریعی نبی کا ہونا مان لیا جائے تو ظاہر ہے کہ پھر اُس کی اُمت ہوگی، نہ کہ یہ اُمت آخرین کا نام پائے۔ جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا..... ضرور ہے کہ وہ ایک اُمت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو۔ (عقیدۃ الامت صفحہ ۱۲۴)

دلیل نمبر۵:

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

''الغرض انبیاء میں سے صرف آپ ﷺ کی اطاعت کو مدار نجات قرار دینا اور مغفرت کے لیے کافی بتلانا اسکا کھلا ہوا اعلان ہے کہ آپکے بعد اور کوئی قسم کا نبی پیدا نہ ہوگا۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ خدا کا کوئی نبی دنیا میں بھیجا جائے اور لوگ اُس کی اطاعت کے لیے مکلّف نہ کیے جائیں''۔ (ایضاً ص ۱۵۴،۱۵۵)

نانوتوی صاحب اور ڈاکٹر خالد صاحب کے مطابق اگر ''بایں معنی ''یعنی خاتمیت مرتبی کی شرط کیساتھ کسی نبی کا آنا دنیا میں بعد زمانہ نبوی ﷺ تسلیم کیا جائے تو مفتی صاحب کے مطابق حضور ﷺ کی اطاعت نہ مدار نجات رہے گی نہ مغفرت کے لیے کافی، تیسرے یہ کہ لوگ حضور ﷺ کی اطاعت کے مکلّف نہ رہیں گے، اور یہ کوئی توہین رسالت کا ارتکاب نہ ہوگا بلکہ حکمِ خداوندی سے پھر ایسا ہوگا۔ یہ تینوں صورتیں حضور ﷺ کے مرتبے کو کم کرنے والی ہیں۔ تو اب کسی نبی کے آنے سے جب آپ کا مرتبہ کم ہو گیا تو خاتمیت مرتبی بھی اُڑ گئی کیونکہ وہ بھی بقول عُلمائے دیوبند مرتبے کی وجہ سے قائم تھی وہ بلند مرتبہ نہ رہا تو خاتمیت بھی باقی نہ رہی۔ اس لیے کہ ''اسی مرتبہ کا نام

خاتمیتِ ذاتیہ ہے۔''

دلیل نمبر ۶:

مفتی صاحب کی کتاب ختم نبوت کے صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸ کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی نئے نبی کی آمد کے بعد اطاعت رسول ﷺ دخول جنت کو ناکافی اور قرآن مجید کی آیات کا منسوخ ہونا لازم آئے گا۔ یہ بات بھی حضور ﷺ کے مراتب میں کمی کا باعث ہے۔ لہٰذا جب نبی کی آمد سے مرتبہ نبوت کم ہو گیا تو خاتمیت مرتبی کا بھی خاتمہ ہو گیا اس لیے کہ ''خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔ (حاشیہ تحذیر الناس ص ۳۳ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

دلیل نمبر ۷:

مفتی محمد شفیع دیوبندی سورہ محمد کی ایک آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

''اس آیت کریمہ میں بھی صاف طور پر وعدہ ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ اور آپ کی وحی پر ایمان لائے گا اس کی مغفرت کی جائے گی اور اس وعدہ میں (آپ کے بعد) کسی دوسرے نبی پر ایمان لانا شرط نہیں۔ جس سے واضح ہو گیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، ورنہ لازم ہوگا کہ یہ آیت منسوخ ہو اور محض آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا اور آپ کا اتباع کرنا انسان کو نجات نہ دلا سکے اور جو وعدہ آیت میں مسلمانوں کے لیے کیا گیا ہے اس کا مستحق نہ بنا سکے''۔ (ختم نبوت کامل ص ۱۶۵)

جس نبی کے آنے سے رسول خدا ﷺ کا لایا ہوا قرآن منسوخ ہونے لگے اور آپ کی اتباع نجات نہ دلا سکے اور مسلمانوں پر گناہ اتارنے اور اچھی حالت میں رکھنے کا جو قرآنی وعدہ ہے وہ پورا نہ ہو سکے تو اس سے حضور ﷺ کا مرتبہ کم ہوا یا نہ؟ جب مرتبہ کم ہوا تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہ رہی۔ ''اس لیے کہ خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔ اور ''اسی مرتبہ کا نام خاتمیتِ ذاتیہ ہے۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۱۱۰)

دلیل نمبر ۸:

مفتی محمد شفیع دیوبندی سورہ اعراف کی ایک آیت کریمہ کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

''یہ آیت بھی پہلی آیتوں کی طرح آنحضرت ﷺ کے بعد کسی اور نبی پر ایمان لائے بغیر جنت و مغفرت کا وعدہ کرتی ہے اور اگر کوئی اور نبی (اگرچہ بقول مرزا صاحب) بروزی رنگ میں ہی دنیا میں پیدا ہوتا تو یہ قرآن کا وعدہ ہرگز پورا نہیں ہو سکتا''۔ (ختم نبوت ص ۱۶۶)

قرآن مجید پیش کرنے والے محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جس کا ہر ہر وعدہ سچا ہے تو حضور ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے آنے پر چاہے وہ بروزی ہو یا نانوتوی صاحب کا تجویز کردہ بالعرض، قرآن کا وعدہ ہرگز پورا نہیں ہو سکتا۔ اس سے حضور ﷺ کا مرتبہ کم ہوتا ہے کہ جس قرآن کو انھوں نے دنیا کے سامنے پیش کیا اُس کا کوئی وعدہ سچا نہیں بھی ہے۔ (معاذ اللہ) یہ قرآن پیش کرنے والے کی توہین اور مرتبہ کم کرنے کا باعث ہے۔ جس وجہ (نئے نبی کی آمد) سے آپ کا مرتبہ کم ہو وہ آپ کی خاتمیت مرتبی کس طرح باقی رکھ سکنے کا باعث ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ''اسی مرتبہ کا نام خاتمیتِ ذاتیہ ہے۔''

دلیل نمبر ۹:

مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

''ارشادات قرآنیہ اور احادیث نبویہ اس کا اعلان کرتی ہیں کہ یہ اُمت کمالات نبوت کیساتھ متصف ہے مگر منصب نبوت آپ کے بعد کسی کو اس لیے نہیں دیا جاتا کہ اس میں آپ کی شانِ عظمت کی تنقیص ہے''۔

(ختم نبوت کامل ص ۱۷۵)

ایسی عبارات نے تو تحذیر الناس اور اُس کے پرستاروں کی اس گردان کا ستیاناس کر دیا ہے کہ:

الف: حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر مانا جائے تو اُسے بھی حضور ﷺ کے آفتاب نبوۃ سے مستنیر مقدر مانا جائے گا۔ اور اس سے حضور ﷺ کی خاتمیت مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہیں آئے گا۔ (مقدمہ تحذیر الناس ص ۷ اڈاکٹر خالد محمود دیوبندی مانچسٹری)

ب: ''یہ عبارت اس شرط کے ساتھ کہی گئی تھی کہ ''اگر بایں معنی تجویز کیا جائے'' وہ معنی کیا ہے؟ ''حضور کا وصف نبوت سے موصوف بالذات ہونا'' (مقدمہ ص ۱۶)

ج: ''اور موضوع ختم نبوت مرتبی کا بیان'' (مقدمہ ص ۱۷) بقول مولانا منظور نعمانی کہ

د: ''مرتبہ کا نام خاتمیت ذاتی ہے'' اور بقول حافظ عزیز الرحمٰن ! حاشیہ نگار:

س: ''خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔ ان سب بیانات کا حاصل یہ کہ خاتمیت مرتبی بقول علمائے دیوبند حضور ﷺ کے مرتبہ کامل کی وجہ سے ہے۔ مرتبہ کم ہوا تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہ رہے گی۔ تو مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اپنے حجۃ الاسلام اور قاسم العلوم والخیرات کا نام لیے بغیر یہ کہہ کر رد بلیغ کر دیا کہ ''منصب نبوت آپ کے بعد کسی کو اس لیے نہیں دیا جاتا کہ اس میں آپ کی شان عظمت کی تنقیص ہے''۔ یعنی بغیر کسی تاویل اور ہیر پھیر کے مفتی صاحب کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو آپ کی خاتمیت مرتبی باقی نہیں رہتی۔ جس عقیدے کو علامہ خالد محمود اور دیگر ہم نوا ''مرتبہ'' بتا رہے تھے اُسے آپ کے مفتی صاحب نے تنقیص رسول ثابت کر دیا اور حق یہ ہے کہ مفتی صاحب کی بات قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔ اور جس عقیدے میں حضور ﷺ کی شانِ عظمت کی تنقیص ہوتی ہو ایسے عقیدے کی حمایت بھی مسلمان کو دائرہِ اسلام سے باہر کر دیتی ہے۔

دلیل نمبر ۱۰:

آیت خاتم النبیین سے ختم مرتبی مراد لینے والوں کی گوشمالی سید انور شاہ کشمیری یوں کرتے ہیں:

''حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت کا جاری رہنا آپ کی فضیلت ومنقبت کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ اس سے آپ کی تنقیص ہوتی ہے کہ سب سے اعلیٰ وافضل ہونے کے باوجود آپ مقاصد نبوت کی تکمیل نہیں کر سکے تبھی تو مزید انبیاء کے بھیجنے کی ضرورت لاحق ہوئی''۔

(خاتم النبیین ص ۱۶۲ از سید انور شاہ کشمیری ترجمہ وتشریح مولانا محمد یوسف لدھیانوی)

اس عبارت کو بار بار پڑھیں۔ علامہ انور شاہ نے صاحبِ تحذیر الناس اور اُن کے ہم نواؤں کی تاویلاتِ باطلہ کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ہے۔

بتائیے کیا اب بھی آپ کی بتائی گئی خاتمیتِ مرتبی باقی رہے گی؟ حافظ محمد مظہر الدین رمداسی رحمۃ اللہ علیہ آیت قرآنی الیوم اکملت لکم دینکم .....الخ لکھ کر فرماتے ہیں:

''اس آیت میں اکمال دین بھی آ گیا اور اتمام نعمت بھی اور اس کے بعد ''رَضِیْتُ'' بھی فرمایا گیا۔ اس لیے آپ خاتم النبیین ہوئے اور آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں جس کو منصب نبوت عطا ہو ورنہ معاذ اللہ آپ ﷺ کے دین اور تعلیم کو ناقص ونامکمل ماننا پڑے گا''۔

(خاتم المرسلین ص ۲۴ صفہ پبلیکیشنز لاہور)

سید انور شاہ کشمیری نے نانوتوی صاحب کا ردّ یوں بھی کیا ہے:

''جب کسی کام کا صاحب اختیار مالک خود ہی فیصلہ کر دے کہ فلاں سلسلہ جو فلاں حد سے شروع ہوا تھا، ہم اُسے فلاں حد پر ختم کر دیں گے، اب اگر کوئی شخص اس مقررہ حد کے بعد بھی تاویل وتحریف کے ذریعہ اس سلسلہ کا جاری رہنا تجویز کرتا ہے تو اُس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ اس مالک مختار سے معارضہ اور مقابلہ کرتا ہے اور اسکے کلام کا مذاق اُڑاتا ہے''۔ (ایضاً ص ۱۵۵)

ذہن میں رکھیے کہ نانوتوی صاحب نے تاویل وتحریف کے ذریعہ سے ہی خاتم کا

ایک نیا معنی تجویز کیا ہے۔ کشمیری صاحب کا یہ پیرا کیسا اُن پر فٹ بیٹھ رہا ہے۔ وللہ الحمد۔

ایک اور دیوبندی پروفیسر سید شجاعت علی شاہ گیلانی رقم طراز ہیں:

''چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ثابت کیا کہ آپ کی فضیلت اور بزرگی دیگر انبیاءؑ پر خاتمیت مرتبی کی وجہ سے ہے اور خاتمیت مرتبی کا یہ تقاضا ہے کہ خاتمیت زمانی ومکانی کو تسلیم کیا جائے کیونکہ ایسا نہ کرنے سے خاتمیت مرتبی پہ حرف آئے گا''۔

(تحذیر الناس ایک تحقیقی مطالعہ ص۲۰ مطبوعہ لاہور ۲۰۰۸)

یعنی جہاں مرتبی کو مان رہے ہیں وہاں زمانی اور مکانی کو بھی مانیں۔ ایسا نہ کرنے سے خاتمیتِ مرتبی پہ بھی حرف آئے گا۔ تو گیلانی صاحب! ہم تو آپ کی بات آپ کے جواب کی خاطر مان رہے ہیں کہ ''بالفرض بعد زمانہ.... الخ۔ والی عبارت میں مرتبی کے ساتھ زمانی کو بھی تسلیم کریں۔ ایسا نہ کرنے سے خاتمیتِ مرتبی پہ بھی حرف آئے گا۔ مگر دوسری جانب آپ خود اپنے لکھے ہوئے کے برعکس زمانی کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''بالفرض بعد زمانہ.... الخ''۔ والے جملے میں ہم صرف مرتبی کو مانیں گے زمانی کو نہیں۔ بتایئے نا! کہ نانوتوی صاحب کی عبارت میں خاتمیتِ مرتبی کا یہ تقاضا کیوں کر دم توڑ دیتا ہے۔ آپ کہیں کچھ کہتے ہیں اور کہیں کچھ۔ آپ کی کون سی بات مانی جائے اور کس کا انکار کیا جائے۔ تحذیر الناس کے حاشیہ نگار حافظ عزیز الرحمان لکھتے ہیں ''جیسے لفظ خاتم النبیین میں تعمیم مراد ہے اور تمام نبیوں کے آپ خاتم ہیں اسی طرح لفظ مِثلُھُنَّ میں بھی عموم ہے۔''

(حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۵۶)

جب لفظ خاتم النبیین میں بقول حافظ صاحب تعمیم مراد ہے یعنی زمانی، مکانی، مرتبی تینوں۔ تو بالفرض والے جُملے میں خاتمیتِ مرتبی کی تخصیص کیوں ہے؟ پھر اس تخصیص کا تقاضا یہ بتایا جاتا ہے کہ حضور ﷺ مراتبِ انبیاء کے خاتم ہیں (گویا افرادِ انبیاء کے نہیں) آپ اس بات کو جتنا سُلجھاتے ہیں اتنی اور اُلجھ جاتی ہے۔ کسی نے سچ ہی کہا: ع

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

اگر آپ نے اپنے حلقوں میں پھر اس عبارت میں ''بالفرض'' کا چکر چلانا ہے تو اس کی صفائی بارہا کرنے کے بعد پھر کئے دیتے ہیں۔ آپ کی یہ شکایت بے جا ہے کہ ہم عبارتوں کو کاٹ کاٹ کر پیش کرتے ہیں، ہم نے تو آپ کی مرضی ومنشا کے مطابق عبارتوں کو جوڑ جوڑ کر پیش کیا ہے، کاٹ کاٹ کر نہیں۔ ہمارے علمائے کرام کی کتابیں اِس پر گواہ ہیں۔

''بالفرض'' کی بابت سنیئے۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

''بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

جب خاتمیت محمدی سے مراد خاتمیت مرتبی لی جائے تو اب آپ کے نزدیک عبارت بے غبار ہے۔ اور اس عقیدے میں کوئی سقم اور خرابی نہیں۔ جب یہ بات مسلمہ ہے اور آپ کو ہرگز انکار نہیں بلکہ پکار پکار کر منواتے ہیں، غصہ کرتے ہیں برہم ہوتے ہیں طعن و تشنیع کرتے ہیں، معاند دشمن اور بے حیا کہتے ہیں آپ کی یہ سب ناراضگی فقط یہی ہے کہ خاتمیت محمدی سے مراد خاتمیت مرتبی نہیں لی جاتی۔ ڈاکٹر خالد محمود صاحب کا ''مقدمہ'' اس بات کی اُچھل اُچھل کر گواہی دے رہا ہے۔ جب خاتمیت محمدی کی جگہ خاتمیت مرتبی رکھ دی تو آپ نے کہا ہاں اب درست ہے اور حضور ﷺ کے بعد اگر کوئی نبی آجائے تو واقعی اس خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں آتا۔ بتایئے یہ عقیدہ اب فرضی کیوں ہوا؟ اگر اس عقیدے کے ساتھ عبارت میں ''بالفرض'' کا لفظ لکھ دیں یا نہ لکھیں بات برابر ہے۔ لکھ دیں گے تو مہمل ہونے کی وجہ سے اپنا مقصد پورا نہیں کرے گا۔ جب مقصد پورا نہیں کر سکتا تو بے کار ہوا۔ کوئی اردو گرائمر کا ماہر فن ان دونوں جملوں کا معنوی فرق بتائے:

(۱) اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی حضور ﷺ کی خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(۲) بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی حضور ﷺ کی خاتمیت مرتبی میں

کچھ فرق نہ آئے گا۔

علمائے دیوبند اپنے عقیدے میں پہلے حصے کی عبارت کو مان کر ہی کہتے ہیں کہ خاتمیت مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہ آئے گا۔ لہٰذا یہ بات ثبوت کو پہنچی کہ ''بالفرض'' کا لفظ یہاں مہمل بے معنی اور بے کار ہے۔ اب جب وہ کہتے ہیں کہ خاتمیت مرتبی کو خاتمیت زمانی لازم ہے تو مارے ڈر کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت زمانی باقی نہیں رہتی۔ یعنی جو خاتمیت، خاتمیت مرتبی کو لازم تھی۔ وہ نہیں رہتی۔ تو قاعدے کلیے کے تحت جب لازم نہیں رہتی تو جس کے لیے لازم تھی وہ بھی نہیں رہے گی۔ مثلاً خوشبو کے لیے پھول یا عطر وغیرہ کا ہونا لازم ہے جب پھول یا عطر (لازم) ہی نہ ہوگا تو خوشبو نہ ہوگی۔ یا حرف کے لیے کاغذ لازم، کاغذ نہیں تو حرف بھی نہیں اسی طرح بارش کے لیے بادلوں کا ہونا لازم ہے جب بادل (لازم) نہیں تو بارش بھی نہ ہوگی۔ کاغذ لازم، حرف ملزوم، بادل لازم، بارش ملزوم۔ لازم نہ ہوگا تو ملزوم بھی نہ ہوگا۔ اسی طرح خاتمیت زمانی کو جب مولانا نانوتوی لازم کہتے ہیں تو اس کے نہ ہونے سے خاتمیت مرتبی جو ملزوم ہے وہ بھی نہ رہے گی۔ تو مولانا نانوتوی کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ

''بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر خاتمیت زمانی (جو کہ مرتبی کو لازم ہے) باقی نہیں رہتی۔ جب خاتمیت زمانی (جو کہ لازم تھی) نہ رہی تو خاتمیت مرتبی (جو کہ ملزوم ہے) وہ بھی باقی نہ رہی۔ یعنی نہ زمانی باقی رہی نہ مرتبی۔ یہ ہے تحذیر الناس کا خلاصہ۔

علمائے حق نے نانوتوی صاحب پر یوں ہی شرعی حکم نافذ نہیں کیا تھا۔ مولانا فردوس شاہ قصوری دیوبندی رقمطراز ہیں:

''(نانوتوی صاحب نے) کلام الٰہی سے دوسرا معنی (خاتمیت مرتبی) بھی سمجھا ہے جو پہلے (معنی خاتمیت زمانی) سے مخالف نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں''۔ (چراغ سنت ص ۱۸۰)

لغت کی کتابوں میں لازم و ملزوم کا معنی یہ لکھا ہے کہ دو چیزوں کا ایک دوسرے پر

موقوف ہونا، وہ دو چیزیں جو جُدا نہ ہو سکیں۔ جیسے بارش کا ہونا بادلوں پر موقوف ہے۔ بارش کو بادلوں سے جُدا نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی شخص بارش کی موجودگی تو مانے مگر بادلوں کے بارے میں کہے کہ ''وہ موجود نہیں'' اور کہے کہ ''نہ ہی کوئی ذی ہوش و عقل مند بارش کی موجودگی میں بادلوں کا موجود ہونا مان سکتا ہے''۔ تو آپ ایسے شخص کی دماغی کیفیت کو کیا نام دیں گے۔ یہی معاملہ علمائے دیوبند کا ہے جو کہتے ہیں یہاں خاتمیت مرتبی کا بیان ہے۔ رہی خاتمیت زمانی اُس کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔ یعنی بارش کا ہونا مانتے ہیں اور بادلوں کا انکار کرتے ہیں۔ یہ حد درجہ کا جہل، آخرت سے بے خوفی یا پرلے درجے کی ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ جب بارش کا ذکر ہو گیا تو بادلوں کے ذکر کی ضرورت ہی کیا ہے، وہ ذکر کئے بغیر بھی موجود ہیں۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ بارش کے بیان کے ساتھ بادلوں کا ذکر نہ کیا جائے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ بادل موجود نہیں؟ کچھ تو ہوش کے ناخن لو۔ اگر علمائے دیوبند سے سوال کیا جائے کہ کیا بادلوں کے بغیر بارش کا ہونا باقی رہ سکتا ہے تو کیا جواب دیں گے۔ بات بارش کی نہیں بات لازم و ملزوم کی ہے، بتایئے کوئی بھی ملزوم، لازم کے بغیر باقی رہ سکتا ہے؟ ظاہر ہے نہیں رہ سکتا تو ثابت ہوا کہ خاتمیت مرتبی (ملزوم) خاتمیت زمانی (لازم) کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی۔ اب جو کہتے ہیں کہ یہاں نانوتوی خاتمیت مرتبی کا بیان فرما رہے ہیں، خاتمیت زمانی کا نہیں، انھیں اپنے دماغ کا علاج کرانا چاہیے۔ اگر یہ منظور نہیں تو ختمِ نبوت زمانی کے انکار پر آخرت میں جوابدہی کے لئے تیار رہیے گا۔

اس تابوت میں آخری کیل کے طور پر ہم نانوتوی صاحب کی کتاب کے ایک حاشیہ کی عبارت پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

''جب ایک چیز کے ساتھ دوسری چیز کا ہونا ضروری ہو تو ان میں ایک چیز لازم اور دوسری ملزوم کہلاتی ہے۔ جیسے سورج کے نکلنے کے ساتھ دن کا ہونا لازم ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ سورج تو ہو اور دن نہ ہو لہٰذا ان میں سے ایک لازم اور دوسرا ملزوم ہے۔ لازم اور ملزوم آپس میں جُدا نہیں ہو سکتے .... علت و معلول میں بھی لازم و ملزوم کا تعلق ہے

جہاں علت ہو گی وہاں معلول ضرور ہو گا جیسے سورج اور دن۔ سورج دن کی علت اور دن معلول ہے۔ سورج یعنی علت سے معلول یعنی دن جُدا نہیں ہوسکتا''۔

(حاشیہ انوار النجوم از نانوتوی صفحہ ۷۵ مطبوعہ ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور)

''لازم اور ملزوم آپس میں جُدا نہیں ہو سکتے''۔ حاشیہ انوار النجوم کی اس عبارت کی روشنی میں نانوتوی صاحب کے جملے ''بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' میں اگر خاتمیتِ محمدی سے مراد خاتمیتِ مرتبی ہے اور بقول نانوتوی صاحب خاتمیتِ زمانی اسے لازم تو اب دونوں آپس میں جدا نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا نانوتوی عقیدہ یہ ہوا کہ بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو نہ مرتبی میں فرق آتا ہے نہ زمانی میں۔ والعیاذ باللہ۔

نانوتوی صاحب تو فقط خود ساختہ معنی کی خوبی و کمال پر اسقدر خوش ہیں کہ پھولے نہیں سماتے اور سب کو قائل کرتے نظر آتے ہیں کہ میرے معنی کو لیا جائے تو نہ مرتبی میں فرق آتا ہے نہ زمانی میں، پہلے یا بعد سے اُن کا مقصد ہی نہیں۔ البتہ کسی انجانے خوف اور دفاعی نقطۂ نظر سے خاتمیت زمانی اور آخری نبی کا ذکر کر دیتے ہیں۔ (داشتہ آید بکار) کہ لکھ دو، لکھا ہوا کام آ ہی جائے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ نانوتوی صاحب نے جب بنیاد ہی غلط رکھی ہے تو دیواریں کس طرح سیدھی رہ سکتی ہیں؟۔ خاتم النبیین کا معنی غلط کیا، نبوت کی بالذات و بالعرض کی تقسیم غلط کی، مرتبی کو زمانی لازم ہے، کا قول باطل ہے۔ قرآن وحدیث اور اجماع اُمت میں سے آج تک کسی نے ایسا نہیں کہا۔

مولانا نانوتوی لکھتے ہیں:

''ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض (یعنی خاتمیت مرتبی) کو تاخر زمانی لازم ہے۔'' (تحذیر الناس ص ۴۴)

ڈاکٹر خالد محمود سیالکوٹی لکھتے ہیں:

''ختم نبوت مرتبی کو مانو تو ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں ہوسکتا بلکہ

دونوں مفہوم بیک وقت جمع ہو سکتے ہیں۔'' (مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۰)

ڈاکٹر صاحب کی دوسری عبارت:

''مولانا محمد قاسم نانوتوی کے عقیدے میں یہ دونوں مفہوم (مرتبی و زمانی) حضور ﷺ کی ذات گرامی میں جمع تھے۔ پس آپ کا ختم نبوت مرتبی کا اقرار ختم نبوت زمانی کا ہرگز انکار نہیں''۔ (مقدمہ ص ۱۰)

ڈاکٹر صاحب کی تیسری عبارت:

''اس بناء خاتمیت کو حضور ﷺ کے بالفعل تشریف لانے پر تاخر زمانی لازم ہے۔'' (مقدمہ ص ۱۱)

ڈاکٹر صاحب کی چوتھی عبارت:

''آپ (یعنی نانوتوی صاحب) کے عقیدے میں بناء خاتمیت کو تاخر زمانی کہ آپ کا زمانہ آخری مانا جائے بہرحال لازم تھی''۔ (مقدمہ ص ۱۲)

ڈاکٹر صاحب کی پانچویں عبارت:

''اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا تو بھی آپ کی اس معنی کی خاتمیت میں فرق نہ آتا، خاتمیت رتبی بہرحال قائم تھی لیکن حکمت خداوندی متقاضی ہوئی کہ آپ کی تشریف آوری پر اس بنائے خاتمیت (خاتمیت مرتبی) کیساتھ ختم نبوت زمانی بھی لازم کی جائے''۔

ڈاکٹر صاحب کی چھٹی عبارت:

''آپ جس بات کو بناء خاتمیت قرار دیتے ہیں اُسے آپ کا سب سے آخری زمانہ میں ہونا خود بخود لازم آ رہا ہے''۔ (ص ۱۲)

ڈاکٹر صاحب کی ساتویں عبارت:

''یہ ختم نبوت زمانی اس بناء خاتمیت کو لازم تھی''۔ (مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۵)

یقین مانیں سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کس کا رد کس کس طریقے سے کریں۔ سات

جملوں میں ایک ہی بات کہی گئی ہے کہ ختم مرتبی کو ختم زمانی سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اور بار بار لکھا کہ ختم نبوۃ مرتبی کا اقرار ختم نبوۃ زمانی کا ہرگز انکار نہیں۔ نیز ختم مرتبی کو ختم زمانی خود بخود لازم ہے (''یہ ہرگز اور خود بخود'' والے جملے بار بار دہرائیں تاکہ مفہوم اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے)۔

اب ڈاکٹر صاحب کی قلابازی اور انکار دیکھئے، کس طرح دن دیہاڑے اور سرِ راہ آنکھوں میں دُھول جھونکتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) ''اس بات کو اس شرط سے کاٹ کر بیان کرنا اور آخری الفاظ ''خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا'' سے ختم نبوت زمانی مراد لینا اس عبارت میں بڑا ظلم ہوگا''۔ (مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۷)

(۲) ''اس ختم نبوت مرتبی کے ساتھ زمانے کی قید نہیں''۔ (مقدمہ صفحہ ۱۵)

صفحہ صفحہ جب ڈاکٹر صاحب نے یہ لکھا ہو کہ ختم مرتبی کو ختم زمانی سے جدا نہیں کیا جاسکتا، مرتبی کا اقرار زمانی کا ہرگز انکار نہیں اور ختم مرتبی کو ختم زمانی خود بخود لازم ہے بتائیے اب نانوتوی صاحب کی عبارت میں زمانی کو جدا کرنے والا، زمانے کی قید نہ ماننے والا زمانی کا انکار کرنے والا اور خود بخود لازم کو اڑا دینے والا ظلم نہیں کر رہا تو کیا کر رہا ہے؟۔ اور ظلم کی تعریف ہی یہی ہے کہ کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا۔ جب آپ کے عقیدے میں مرتبی کو زمانی لازم ہے تو زمانی کو اپنے محل سے ہٹا کر ظلم کیوں کرتے ہیں؟ مرتبی کا اقرار اگر زمانی کا ہرگز انکار نہیں تو ''بالفرض بعد زمانہ.... الخ'' والے فقرے میں مرتبی کا اقرار کرتے ہوئے زمانی کا انکار کیوں ہے؟ آپ کے سات جملے کیا پکار پکار کر نہیں کہہ رہے کہ خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی سے جدا نہیں۔ آپ کے سات جملوں کا مفہوم یہ ہے کہ مرتبی و زمانی ہرگز ہرگز جدا نہیں۔ اور آٹھواں جملہ یہ ہے کہ خاتمیت محمدی (یعنی مرتبی) کے ساتھ زمانی مراد لینا عبارت پر بڑا ظلم ہوگا۔ یہ ظلم ہے تو پھر یہ ظلم سات جملوں میں آپ نے خود ڈھایا ہے۔ بتائیے آپ کے سات جملوں سے ہم کیا مراد لیں؟ اور آپ کے آٹھویں اور نویں متضاد مفہوم

والے جملوں کو کیا سمجھیں؟ کوئی بھی دیوبندی عالم اس کا جواب دے دیں، ہم اُن کے بڑے ممنون ہوں گے۔

تضادات اور بدحواسیوں کی بارش میں نانوتوی صاحب کے معنی کو آپ سیدھا کرنا چاہتے ہیں تو بالفرض والی عبارت اُلٹی ہو جاتی ہے، اور جب بالفرض والی عبارت سیدھی کرنا چاہتے ہیں تو ادھر معنی والی عبارت اُلٹی ہو جاتی ہے۔ معنی ''بالذات نبی'' کرتے ہیں تو آخری نبی والا مفہوم قائم نہیں رہتا، تو وہاں پھر یہ چال چلتے ہیں کہ اس کو تاخر زمانی لازم کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کہہ دیتے ہیں کہ معنی بالذات نبی ہے اور اس کو تاخر زمانی خود بخود لازم ہے آپ نے سُکھ کا سانس لیا کہ چلئے بات بن گئی میدان مار لیا لیکن ؎

اک اور دریا کا سامنا تھا منیر مجھ کو
میں ایک دریا کے پار اُترا تو میں نے دیکھا

ڈاکٹر صاحب نے سات جملوں میں لکھا کہ مرتبی کا اقرار زمانی کا ہرگز انکار نہیں۔ اور عین دوسری جانب یہ بھی کہتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ختم نبوت مرتبی کا بیان تھا زمانی کا نہیں''۔

(مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۸)

اب خدا معلوم وہ سات جملوں والا بیان حقیقت پر مبنی ہے یا یہ صفحہ ۱۸ والا۔ لیکن ہم تو اس بات پر حیران ہیں کہ اتنے متضاد عقیدوں والا شخص جو کہیں کچھ لکھتا ہے اور کہیں کچھ اور ہوشیاریوں، فریب کاریوں کے باوجود بات پھر بھی نہیں بن رہی۔ وہ مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ پر ناحق ''ہاتھ کی صفائی'' کا الزام دے، قیامت ہی کی نشانی ہے۔

کسی نبی کے آنے سے خاتمیتِ مرتبی بھی باقی نہیں رہتی، اگلی دلیل مُلاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱۱:

مفتی محمد شفیع دیوبندی حدیث لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ درج کر کے لکھتے ہیں:

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر میں کمالات نبوت موجود تھے مگر بایں ہمہ ان کو عہدہ نبوت نہیں دیا گیا۔ کیونکہ سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔ حدیث میں لفظ لو کان سے اسی طرف اشارہ ہے کیونکہ لفظ''لو'' عربی زبان میں اسی غرض کے لیے آتا ہے کہ شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں۔ لہٰذا حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ میرے بعد چونکہ کوئی نبی نہیں ہو سکتا اسلیئے عمر بھی نبی نہیں ہوئے.... آپ ﷺ کی نبوت چونکہ قیامت تک باقی اور قائم ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو عہدہ نبوت دینے کی ضرورت ہے اور نہ مناسب۔ کیونکہ آپ کی نبوت قائم ہوتے ہوئے کسی کو عہدہ نبوت دینا آپ کی کسر شان ہے اس لیے عہدہ نبوت کسی کو نہیں دیا گیا''۔

(ختم نبوت کامل ص ۲۳۹)

ثابت ہوا کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو اس میں آپ کی کسرِ شان ہے۔ فیروز اللغات میں کسر شان کے یہ معنی درج ہیں 'خلاف شان' وہ بات جس سے آدمی کی عزت و آبرو میں فرق آجائے''۔ آپ کے بعد جب کسی نبی کے پیدا ہونے سے آپ ﷺ کی عزت و آبرو میں فرق آتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ خاتمیت مرتبی میں فرق نہ آئے۔ عزت و آبرو میں فرق آئے تو مرتبے میں فرق آتا ہے اور مرتبے میں فرق آیا تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہ رہی۔ اس لیے کہ'' خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔

(حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۳۴)

تنقیصی قبیلہ اس پر بڑا زور دیتا ہے کہ خاتمیتِ محمدی سے مراد خاتمیتِ مرتبی ہے اور حضور ﷺ کے بعد نبی پیدا ہونے سے خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں آتا۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے اُن کے اس استدلال پر پانی پھیر دیا ہے۔ یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کہ جب قرآن وحدیث اور اجماع اُمت کے تحت قادیانیت کا ردّ کیا جائے گا تو تحذیر الناس اور

پرستاران تحذیر الناس کی عبارتوں اور استدلالات کا اپنے آپ ردّ ہوتا چلا جائے گا۔ اسی لیے دیوبندی علماء میں سے مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا سید انور شاہ کشمیری کے دلائل نے تحذیر الناس کی متنازعہ عبارات کا دھڑن تختہ کر دیا۔ دیگر دیوبندی مولانا جو گرتے پڑتے ''بالفرض'' کا سہارا لیتے ہیں۔ مفتی صاحب نے اُس کو بھی اُڑا کر رکھ دیا۔ احباب اہل سنت اس بات کو سمجھیں کہ اگر خاتمیتِ محمدی سے مراد خاتمیتِ مرتبی لیں تو یہ جملہ فرضی یا شرطیہ نہیں رہتا، چاہے اسکے آگے پیچھے اور درمیان میں چار چار دفعہ ''بالفرض'' لگا دیں۔ دیوبندی علماء کو جب نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا تو مجبوراً اپنے حلقوں میں بھرم قائم رکھنے کے لئے بالفرض کے کنویں میں چھلانگ لگا دیتے ہیں۔ بخدا جس دھوکے اور خیانت کا شدید ارتکاب ان کے یہاں نظر آیا کہیں نہیں دیکھا۔ کاش! کوئی انصاف پسند دیوبندی جرأت سے کام لے کر ان عالی دماغ علماء سے پوچھے کہ ہمیں لکھ کر بتائیں کہ اگر خاتمیت محمدی سے مراد یا خاتمیت محمدی کا معنی خاتمیت مرتبی لیں تو کیا یہ عبارت پھر بھی فرضی اور یہ جملہ بھی شرطیہ رہے گا؟۔ اگر جملہ پھر بھی شرطیہ ہے تو صرف ونحو کے قاعدے کے مطابق ثابت کر کے دیں۔ اگر کہیں کہ شرطیہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس جملے کی خرابی دور کرنے کی خاطر جن آیات سے وہ استدلال کرتے ہیں اُن کا مفہوم بھی ان کے نزدیک یہ ہو جائے گا۔ کہ ''اگر زمین و آسمان دونوں میں اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان دونوں واقعی خراب نہ ہوتے''۔ نانوتوی صاحب کے فقرے کی مطابقت قرآنِ حکیم کی آیت سے تبھی ممکن ہے کہ آیت کو (معاذ اللہ) بدل دیا جائے۔ ''دونوں خراب ہو جاتے'' کی بجائے ''دونوں خراب نہ ہوتے'' کر دیا جائے۔

کیونکہ یہ بار بار لکھتے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی اور نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت مرتبی میں واقعی فرق نہیں آئے گا۔ اب دونوں طرح ان کا جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا ہے کہ ایک تو خاتمیت مرتبی کا معنی لینے سے عبارت فرضی اور شرطیہ نہیں بلکہ بغیر کسی شرط کے بھی اپنے مفہوم و مطلب میں مکمل ہے۔ اور خاتمیت مرتبی کا معنی لے کر جو اودھم مچا رکھا تھا

کہ واقعی کچھ فرق نہیں آتا وہ بھی ہم نے ثابت کر دیا کہ فرق آتا ہے، ضرور آتا ہے اور اس طرح خاتمیت مرتبی بھی قائم نہیں رہتی۔

تمام دیوبندی بالعموم اور ''بالفرض'' کے حوالے سے آیات و احادیث سے استدلال کرنے والے بالخصوص اپنے استدلالات کا ردّ ملاحظہ فرمائیں۔ جب بھی ان پر اعتراض کیا جاتا ہے تو جھٹ ''بالفرض'' کا سہارا لیتے ہیں اور دو آیات کریمہ اور ایک حدیث شریف پیش کر دیتے ہیں۔ نانوتوی صاحب کے جُملے ''بالفرض بعد زمانہ.....الخ'' کو قرآنی آیات سے تبھی منطبق کیا جا سکتا ہے کہ یا تو یہ جُملہ بدل کر اسلامی اور ایمانی کر دیا جائے یا معاذ اللہ آیتِ کریمہ کو بدل دیا جائے۔ لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا کی بجائے لَاَفَسَدَتَا کر دیا جائے (معاذ اللہ) قرآن کی یہ بات تعلیق بالمحال ہے مگر نانوتوی صاحب کا جُملہ تعلیق بالمحال نہیں[1]۔ علمائے دیوبند جو یہ آیتِ کریمہ بڑی دھوم دھام سے بغیر سوچے سمجھے پیش کرتے ہیں تو اُن کے نزدیک کئی خُدا ہونے سے بھی زمین و آسمان میں فرق نہیں آتا۔ نانوتوی صاحب کے جُملے سے ایسی تطبیق اسی صُورت ممکن ہے ورگرنہ نہیں۔ اب ہم ان آیات کریمہ، حدیث مبارکہ اور نانوتوی صاحب کے متنازعہ جملے کا تجزیہ کرتے ہیں۔

(۱) لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا اگر ہوتے دونوں (زمین و آسمان) میں اور معبود سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہو جاتے۔

(۲) قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ کہہ دو اگر ہوتی رحمٰن کی کوئی اولاد تو عبادت کرنے والوں میں پہلا میں ہوتا۔

مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں! ''لفظ لَوْ عربی زبان میں اسی غرض کے لیے آتا ہے کہ شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں''۔ مشروط کا مطلب ہے کسی شرط پر موقوف۔ آیئے مفتی صاحب کے بتائے ہوئے کلیے کے مطابق دیکھتے ہیں کہ نانوتوی صاحب اور دیگر دیوبندی علماء کا خاتمیت مرتبی والا جملہ اس معیار پر پورا اُترتا ہے یا نہیں۔

۱ تعلیق بالمحال کی تشریح و مطلب کسی دوسری جگہ موجود ہے۔

لیکن اس سے قبل دو آیات کریمہ اور ایک حدیث مبارکہ کا تجزیہ بھی ضروری ہے تا کہ ان کی روشنی میں جملے کی حیثیت بھی واضح طور پر متعین ہو اور کسی قسم کا کوئی ابہام باقی نہ رہے۔

(۱) اگر ہوتے دونوں (زمین و آسمان) میں اور معبود سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہو جاتے۔

تجزیہ: یعنی زمین و آسمان دونوں کا خراب ہونا اس شرط پر موقوف ہے کہ زمین و آسمان دونوں میں کوئی خدا اور بھی موجود ہوں چونکہ زمین و آسمان میں فساد نہیں لہٰذا فساد نہ ہونا دلیل ہے اس بات کی کہ اور کوئی معبود نہیں۔ لہٰذا شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں۔ تفسیر مظہری میں ہے! لَوْ شرط اور جزا دونوں کی نفی کا تقاضا کرتا ہے''۔ (سورہ زخرف آیت ۸۱ کے تحت) نہ اور خدا، نہ زمین و آسمان برباد، دونوں کی نفی ہے۔ لَوْ شرطیہ سے مقصد شرط کی نفی کو ثابت کرنا ہوتا ہے، جس کے لیے جزا کی نفی کو دلیل بنایا جاتا ہے۔

(۲) اگر ہوتی رحمٰن کی کوئی اولاد تو عبادت کرنے والوں میں پہلا میں ہوتا۔

تجزیہ: یعنی میرا پہلا عبادت گزار ہونا اس شرط پر موقوف ہے کہ رحمٰن کا کوئی بیٹا ہو۔ چونکہ رحمٰن کا کوئی بیٹا نہیں اس لیے میں پہلا عبادت گزار بھی نہیں۔ لہٰذا شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں۔ دونوں کی نفی ہے۔

(۳) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔

تجزیہ: یعنی عمر بن خطاب کا نبی ہونا اس شرط پر موقوف ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہو۔ چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اس لیے عمر بن خطاب بھی نبی نہیں۔ لہٰذا شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں۔ یہ حدیث مبارکہ بھی لَوْ کَانَ سے شروع ہوتی ہے اور ہم بتا چکے ہیں کہ لَوْ شرط اور جزاء دونوں کی نفی کا تقاضا کرتا ہے۔

نوٹ: مذکورہ بالا تینوں جملوں میں ہر جملے کا پہلا حصہ شرط ہے اور دوسرا حصہ مشروط، اور یہ اصول منطق کے اعتبار سے بالکل درست جملے ہیں۔ اب خاتمیت مرتبی کا معنی لے کر نانوتوی صاحب کے جملے کا تجزیہ کرتے ہیں۔

(۴) بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

تجزیہ: بمطابق جملہ یعنی خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہ آنا اس شرط پر موقوف ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو، چونکہ حضور کے بعد نبی ہے، اِس لئے خاتمیت میں فرق بھی نہیں اِس جملے میں شرط اور جزاء دونوں کی نفی نہیں اس لیے اس کے بعد تجزیہ ممکن ہی نہ رہا۔ عبارت میں عناد وتضاد ہے۔ پہلا حصہ اثبات میں، دوسرا نفی میں، کیوں کہ آپ کے بعد جب نبی پیدا ہوگا تو اس سے آپ کی خاتمیت مرتبی میں فرق آجائے گا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کے بعد نبی ہو اور آپ کے مرتبہ میں فرق نہ آئے لیکن جملے میں ہے کہ فرق نہیں آتا لہٰذا علمائے دیوبند جو لَوْ اور اِنْ کے الفاظ لے کر استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح آیات و احادیث کا مفہوم درست رہتا ہے اسی طرح ''بالفرض'' والی عبارت بھی بے غبار ہے۔ یہ پرلے درجے کی جہالت ہے اور اُس سے زیادہ آخرت سے بے خوف ہونا۔ اصولِ منطق یا مفتی محمد شفیع صاحب کے بتائے گئے قاعدے کلیے کے مطابق یہ جملہ اس طرح ہوتا تو یقیناً آیات واحادیث کے بیان کے مطابق ہوتا۔ ملاحظہ فرمائیے!

بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہوتو پھر خاتمیت محمدی (زمانی یا مرتبی) میں فرق آجائے گا۔ (اگرچہ ہمارے نزدیک حقیقی معنی زمانی ہی کا ہے)

تجزیہ: یعنی خاتمیت مرتبی میں فرق آنا اس شرط پر موقوف ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہو۔

چونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اس لیے خاتمیت مرتبی میں فرق بھی نہیں۔ لہٰذا شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں۔ شرط اور جزاء دونوں کی نفی ہے۔ یا پھر جملہ یوں ہو: بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا نہ ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا یعنی خاتمیت میں فرق نہ آنا اِس شرط پر موقوف ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ چونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اِس لئے خاتمیت میں فرق بھی نہیں لہٰذا شرط موجود نہ ہونے کی وجہ سے مشروط بھی موجود نہیں۔ یہاں شرط اور جزا دونوں کی نفی ہے۔ یاد رہے ہمارے

نزدیک خاتم النبیین کا معنی صرف اور صرف آخری نبی ہے۔ یہ مثال علماء دیوبند کے استدلال کے ردّ میں پیش کی گئی ہے۔ یہاں دلیل نمبر ۱۱ کا اختتام ہوا۔ دلیل یہ تھی کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہوتو اس میں آپ کی کسرِ شان ہے اور عزت وآبرو میں کمی واقع ہوتی ہے تو جس بات میں آپ کی کسر شان ہو، عزت ومرتبہ میں کمی واقع ہو، کیسے ممکن ہے کہ آپ کی خاتمیت مرتبی میں فرق نہ آئے، مرتبہ کم ہوا تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہ رہی اس لیے کہ ''خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔ (حاشیہ تحذیر الناس ص ۳۳)

یاد رہے کہ جس عقیدے میں آپ ﷺ کی کسرِ شان ہو اور عزت وآبرو میں کمی واقع ہو تو وہ عقیدہ صریح کفر ہوگا۔ اور ایسے عقیدے کی حمایت بھی کفر ہے۔

دلیل نمبر۱۲:

علامہ سید انور شاہ کشمیری مشہور دیوبندی عالم ہیں، جن کے بارے میں اُن کے عقیدتمندوں کا یہ بیان قابل توجہ ہے!''اسلام کی آخری پانچ صدیاں مولانا انور شاہ کشمیری کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں''۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۸)

شاہ صاحب کشمیری (گویا تحذیر الناس کا رد کرتے ہوئے) لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کا ظہور پذیر ہونا اگرچہ آں حضور ﷺ سے استفادہ کے طور پر ہی ہو اس میں صریح منقصت ہے نبی کریم ﷺ کی''۔

(ملفوظات محدث کشمیری ص ۳۲۲ مطبوعہ ادارہ دعوت اسلام جامعہ یوسفیہ بنوریہ کراچی)

منقصت کے معنی ہیں کمی، گھاٹا اور عیب (فیروز اللغات) جو امر حضور ﷺ کی صریح تنقیص کا باعث ہو اور حضور ﷺ کی شان میں کمی، گھاٹا اور عیب پیدا کرے وہ آپ کی خاتمیت مرتبی کو کس طرح قائم رکھ سکے گا۔ مرتبہ کم ہوا تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہ رہی اس لیے کہ ''خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔

الف: آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کا ظہور پذیر ہونا۔ (انور شاہ کشمیری)

ب: بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو۔ (نانوتوی)

دونوں کا مطلب اور معنیٰ ایک ہے اسی طرح.....

الف: استفادہ کے طور پر ہی ہو۔ (انور شاہ کشمیری)

ب: ''انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی سے مستفاد ہیں۔''

(نانوتوی، تحذیر الناس صفحہ ۸۹)

ج: اُسے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوت سے مستنیر مقدر مانا جائے گا۔

(ڈاکٹر خالد محمود)

تینوں کا مطلب اور معنیٰ ایک ہے۔

نتیجہ:

(۱) ''خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' (نانوتوی صاحب اور ہم نوا)

(۲) ''اس میں صریح منقصت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی'' (انور شاہ کشمیری)

دونوں کے نتیجے الگ الگ ہیں۔ جس عقیدے میں حضور ﷺ کی صریح منقصت ہو وہ عقیدہ بھی صریح کفریہ ہوتا ہے۔ یعنی جو عقیدہ نانوتوی صاحب اور ہم نواؤں کے نزدیک عین اسلام ہے وہ علامہ انور شاہ کشمیری کے نزدیک عین کفر ہے۔

دلیل نمبر۱۳:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ،۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا۔ (ترجمہ مولانا عبدالماجد دریابادی)

''دین اسلام کا کامل ہونا اور نعمت الٰہی کا پورا ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ اب نبیوں کے آنے کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے کیونکہ اگر نزول قرآن کے مکمل ہونے کے بعد بھی نبوت جاری رہے اور وحی نازل ہوتی رہے تو پھر

نعمت الٰہی کا سلسلہ بھی جاری رہے گا اور یہ اس آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ کے خلاف ہے''۔ (شرح صحیح مسلم ج۶ ص۲۳۷ از علامہ غلام رسول سعیدی)

اگر حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ دین اسلام ابھی تک نامکمل اور نعمت الٰہی ناتمام ہے۔ اس میں حضور ﷺ کی شان اور مرتبے میں کمی پیدا ہوتی ہے کیونکہ یہ اعزاز آپ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ چونکہ قرآن مجید آپ ہی نے پیش کیا ہے اور یہ کلام آپ پر ہی اترا ہے اس کے بیان کا جھوٹا ہونا معاذ اللہ آپ کے سچا نہ ہونے پر دلیل بنتا ہے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) لہٰذا آپ کے بعد کسی نبی کے آنے سے جب ایسی دلیل قائم ہو تو اس میں آپ کی شان اور مرتبہ میں کمی آتی ہے تو جو چیز آپ کے شان اور مرتبے میں کمی پیدا کرے وہ آپ کی خاتمیت مرتبی کو بھی باقی نہیں رکھ سکتی اس لیے کہ ''خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔ (تحذیر الناس صفحہ ۳۳)

دلیل نمبر۱۴:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ (سبا۔۲۸)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف۔

یعنی قیامت تک کے لیے سب انسانوں کی طرف۔

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف۔۱۵۸)

ترجمہ: اے لوگو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء۔۱۰۷)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے۔

ختم نبوت کے حوالے سے یہی آیات نقل کر کے مولانا اللہ وسایا صاحب لکھتے ہیں:

''بالفرض اگر آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو حضور ﷺ کافۃ الناس کی طرف اللہ تعالیٰ کے صاحب الزماں رسول نہیں ہو سکتے''۔

(آئینہ قادیانیت ص ۳۲ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان)

اس جملے نے تو تحذیر الناس کے بالفرض...... الخ والے جملے کے پرخچے اُڑا کر رکھ دیئے ہیں۔ یعنی بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر حضور ﷺ تمام انسانوں کی طرف صاحب الزماں رسول نہیں ہو سکتے۔ جب صاحب الزماں رسول کا منصب ہی باقی نہ رہے گا تو خاتمیت مرتبی کا وجود کیسے باقی رہے گا۔

یہ آیت لکھ کر یہ بھی کہا! ''بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو آپ کی اُمت کو اس پر اور اُس کی وحی پر ایمان فرض ہوگا.....اور یہ رحمۃ اللعالمینی کے منافی ہے (ایضاً ص ۳۲)

یہاں ذرا توجہ فرمائیے۔ مولوی اللہ وسایا لکھتے ہیں:

''بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو آپ کی اُمت کو اُس پر اور اُس کی وحی پر ایمان فرض ہوگا.......اور یہ رحمۃ اللعالمینی کے منافی ہے۔''

جس امر سے آپ کا رحمۃ اللعالمین ہونا ہی باقی نہ رہے وہ امر خاتمیتِ مرتبی قائم رکھنے کا باعث کیونکر ہو سکے گا۔

اس میں لفظ ''بالفرض'' اپنے مفہوم و معنیٰ میں درست ہے۔ اگر اسی جُملے کی اگلی عبارت یُوں نفی میں کر دی جائے۔

''بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو آپ کی اُمت کو اُس پر اور اُس کی وحی پر ایمان فرض نہیں ہوگا......اور یہ رحمۃ اللعالمینی کے منافی نہیں ہے۔''

تو اب یہ عقیدہ غیر اسلامی ہوگا۔ بتائیے کیا یہ عبارت اب درست ہے؟ کیا لفظ ''بالفرض'' یہاں کوئی فائدہ دے رہا ہے؟ کیا کوئی دیوبندی یہ عقیدہ رکھنے کو تیار ہے؟ کیا یہ عقیدہ کفر یہ نہیں؟ اور کیا اس کی حمایت بھی کُفر نہیں؟

نانوتوی صاحب کے جُملے اور عقیدے میں بھی بعینہٖ یہی مناسبت ہے اور وہاں بالفرض قطعاً کوئی فائدہ نہیں دیتا۔

اگر حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا تسلیم کیا جائے تو جن لوگوں کے لیے وہ نبی یا رسول ہوگا اُن کے لیے حضور ﷺ آخری نبی یا رسول نہیں ہوں گے۔ اس سے یہ لازم آئے گا کہ آپ تمام لوگوں کے لیے آخری رسول نہ ہوں اور یہ اس آیت کریمہ (وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ) کے خلاف ہے۔ اسی طرح (اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰهِ اِلَیۡكُمۡ جَمِیۡعًا) کے خلاف ہے۔ اگر آپ کے بعد نبی آنا ممکن ہو تو پھر آپ تمام جہانوں کے لیے نذیر نہ رہے کیونکہ بعض لوگوں کا نذیر آپ کے بعد کوئی اور ہوگا۔ یہ اس آیت لِیَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرًا۔ (فرقان۔۱) کے خلاف ہے۔ اور اگر آپ کے بعد کوئی نبی آئے تو اپنی اُمت کے لیے وہ رحمت ہوگا۔ پھر آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت نہ ہوئے، یہ بھی قرآنی آیت مذکورہ کے خلاف ہے۔ اسی طرح دوسری آیات کے اعتبار سے پھر آپ تمام لوگوں کے لیے تعلیم دینے، تزکیہ کرنے، آیات کی تلاوت کرنے، حکمت سکھانے اور گمراہی سے بچانے والے نہ ہوں گے۔ جیسا کہ سورۃ جمعہ کی آیت ۲، ۳ میں آپ کے لیے یہ اعزاز و اوصاف بدرجہ کمال ثابت ہیں۔ جب یہ اعزاز نہ رہے تو آپ کی شان اور مرتبے میں کمی آگئی۔ مرتبہ کم ہوا تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہ رہی اس لیے کہ ''خاتمیت کا دار و مدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔

(تحذیر الناس حاشیہ ص ۳۳ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے اپنی کتاب ''ختم نبوت کامل'' میں یہی آیات کریمہ نقل کیں اور لکھا کہ یہ آیات آپ کی بہت بڑی مخصوص شرافت وفضیلت کا اعلان کر رہی ہیں آپ کا دین متین قیامت تک کے لیے ہدایت و رہبری کا وثیقہ ہے اس کا کمال غیر مؤقت اور ہمیشہ کے لیے ہے۔ تو جیسا کہ پہلے دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ اگر بالفرض حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہیں رہتی اس لیے کہ یہ مذکورہ تمام شرافت وفضیلت آپ کے لیے مخصوص نہیں رہتی۔ جب آپ کے لیے مخصوص نہ رہی تو شان اور مرتبے میں کمی آگئی اور مرتبے کی کمی خاتمیت کو بھی باقی نہیں رہنے دیتی۔ یہاں پھر یاد دہانی کرا دیں کہ بالفرض والا تحذیر الناسی جملہ نہ شرطیہ ہے نہ فرضی۔ بلکہ اس طرح بھی لکھ

دیا جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا"حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد سچ مچ کوئی نبی آجائے تو پھر بھی آپ کی خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"۔ جیسا کہ علامہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے مقدمہ تحذیر الناس میں بار بار اس کو دہرایا ہے۔ مثلاً تحذیر الناس سے ایک پیرا "ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے....الخ"، نقل فرما کر لکھتے ہیں:

"یہاں یہی بات شرط کے ساتھ کہی جا رہی ہے اور موضوع ختم نبوت مرتبی کا بیان ہے۔ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر مانا جائے تو اُسے بھی حضور ﷺ کے آفتاب نبوت سے مستنیر مقدر مانا جائے گا اور اس سے حضور ﷺ کی خاتمیت مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہیں آئے گا"۔

(مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۷)

ڈاکٹر صاحب کے جملے"یہاں یہی بات شرط کے ساتھ کہی جا رہی ہے" کا مطلب یہی ہے کہ یہاں خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی نہ لیا جائے بلکہ ذاتی نبی لیا جائے یا سب سے بلند مرتبہ نبی لیا جائے۔ تو حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد سچ مچ کوئی نبی آجائے تو حضور ﷺ کے آفتاب نبوت سے روشنی طلب کرنے والا ہوگا گویا آپ ہی کے فیض اور مُہر سے نبی بنا ہوگا تو اُس کی آمد سے حضور ﷺ کی خاتمیت مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہیں آئے گا۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے بھی یہی لکھا!"یہ لفظ بالفرض خود اس کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ بات محال ہے[1] کسی طرح ممکن نہیں۔ لیکن اگر بالفرض تھوڑی دیر کے لیے اس محال کو بھی تسلیم کرلیا جائے تب بھی حضور کی خاتمیت رُتبیہ اور آپ کی افضلیت اور سیادت میں کوئی فرق نہیں آتا"۔

(تکملہ تحذیر الناس ص ۵۶ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

اب وہ دیوبندی مولانا جو بزعم خود افلاطون بنے بیٹھے ہیں اور بار بار لکھتے ہیں کہ "دونوں آیات میں اِنْ اور لَوْ بالفرض کا معنی ادا کرتے ہیں۔ اگر

۱۔ یہاں محال کی تاویل ہی لایعنی ہے، جب چھ انبیاء خواتم کا اثبات کیا گیا ہے تو محال کب ہوا بلکہ وقوع ہوا)

یہاں بالفرض کے لفظ آجانے کے باوجود امکان کا تصور باقی رہتا ہے (یعنی نانوتوی صاحب کے جملہ میں) پھر آیات مذکورہ میں بھی یہ امکان کیوں نہیں پیدا ہو سکتا۔ کیا کوئی انصاف پسند بلکہ ذی ہوش وحواس اور صاحب عقل وخرد"بالفرض" کے لفظ کو نظر انداز کرسکتا ہے یا اس کے بعد بھی امکان کا قائل ہو سکتا ہے"۔ (حاشیہ تحذیر الناس ص ۵۵)

تو وہ بتائیں کہ ڈاکٹر صاحب اور ادریس کاندھلوی کا جو پیرا نقل کیا گیا ہے کیا اس معنی ومفہوم میں یہ عبارت فرضی یا شرطیہ بنتی ہے؟۔ ہرگز نہیں اور مطلق نہیں۔ تو دیوبندی مولانا بتائیں کہ وہ جان بوجھ کر غلط استدلال کیوں کرتے ہیں؟ مطلق جاہل ہیں یا آخرت سے بے خوف؟۔ خوب یاد رکھیں کہ فرض کرنے کا مطلب تسلیم کرنا ہی ہوتا ہے۔

محال کو تسلیم کرنے سے فساد کا لازم آنا ضروری ہے:

جیسے تھوڑی دیر کے لئے متعدد خداؤں کا ہونا (جو کہ محال ہے) تسلیم کرلیا جائے یعنی لو کان فیھما الھۃ تو نظام کائنات برباد ہو جائے۔ (یعنی فساد لازم آیا) اسی طرح جب حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا (جو کہ محال ہے) تسلیم کرلیا جائے تو اس میں آپ کی شان میں فرق آتا ہے (یعنی فساد لازم آیا) یہ کہنا کہ خاتمیتِ مرتبی میں فرق نہیں آتا، قطعاً باطل ہے۔ اس طرح تو فرض کرنے سے کوئی محال لازم نہ آئے تو وہ محال نہیں یعنی نبی کا آنا پھر محال نہ رہا اور یہ عقیدہ بجائے خود کُفر ہے۔

ہم ان مولانا حضرات سے پھر کہیں گے کہ آیات مذکورہ میں امکان اس لیے نہیں کہ وہ خدا کا کلام ہے اُس میں کوئی تناقض نہیں پایا جاتا۔ وہاں شرط اور جزاء میں مطابقت ہے لیکن نانوتوی صاحب کا کلام ایک عام بندے کا کلام ہے جس میں ہزار غلطیوں کا صدور ممکن ہے۔ نانوتوی صاحب کے جملے میں صرف ونحو کے اعتبار سے شرط مان بھی لی جائے تب بھی زبردست تناقض لازم آتا ہے۔ شرط اور جزاء کا کوئی جوڑ نہیں بنتا۔ اور ہم بارہا بیان کر چکے ہیں کہ جملہ نہ شرطیہ ہے اور نہ فرضی۔ مثلاً ایک اور طرح سے دیکھئے:

لَوْ حرفِ شرط ہے اور دو جملوں پر آتا ہے اور بہ سبب نفی جملہ اول کے، نفی جملہ ثانی پر دلالت کرتا ہے اور زمانہ ماضی کا جیسے لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا۔ یعنی نہ اور خدا تھے، نہ زمین و آسمان برباد ہوئے۔ اب نانوتوی صاحب کا جملہ دیکھئے! ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہیں آئے گا''۔ یہ دو جملے اب اُوپر بتائے گئے قاعدے کلیے کے مطابق درست نہیں۔ اِن جملوں میں جملۂ اوّل نفی کا بنتا ہی نہیں۔ ''اگر بالفرض'' (یعنی لَوْ) بہ سبب نفی جملہ اول کے، نفی جملہ ثانی پر دلالت نہیں کرتا۔ یا نفی ثانی کی بناء پر نفی اول نہیں۔ دیکھئے اگر یُوں لکھیں۔

نہ کوئی نبی آیا، نہ خاتمیت مرتبی میں فرق پڑا

اس طرح نفی جملہ اول نے نفی جملہ ثانی پر دلالت کی۔ مگر پرستاران تحذیر الناس کہتے ہیں کہ ''نبی آ بھی جائے تب بھی خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں پڑتا'' اس طرح ''نفی جملہ اول کا نفی جملہ ثانی پر دلالت'' کا کلیہ فٹ نہیں بیٹھتا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جملے کی ترکیب اور معنوی ساخت ہی غلط ہے۔ اور طعنے ہمیں دیئے جا رہے ہیں کہ

''تحذیر الناس کے مضامین بہت بلند پایہ ہیں اور پیرایہ بیان کہیں کہیں بہت دقیق ہو گیا ہے۔ اس لیے بریلوی علماء کا حدود اربعہ اس کا متحمل نہ ہو سکتا تھا''۔ (مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۳۰ از ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی)

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قضیہ شرطیہ کا صدق اور اس کے ساتھ علم کا تعلق واقع میں مقدم کے لیے تالی کے لزوم کا تقاضا کرتا ہے (یعنی مقدم اور تالی میں علاقہ لزوم پایا جائے) قضیہ شرطیہ کا وجود دونوں طرفوں (مقدم و تالی) کے پائے جانے کا مقتضی نہیں ہوتا (یعنی مقدم اور تالی کا پایا جانا ضروری نہیں، علاقہ لزوم ضروری ہے۔ اگر وہ پایا جائے گا تو قضیہ شرطیہ صحیح ہو گا) مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا

یہ قضیہ شرطیہ ہے اور سچا ہے۔ مقدم (بہت سے خدا) کے نہ پائے جانے کے باوجود اُس سے علم متحقق ہے.... ایک دوسری مثال سے سمجھئے۔ ہم کہتے ہیں اگر سورج طلوع ہو گا تو دن موجود ہو گا۔ پس یہ قضیہ شرطیہ سورج کے طلوع ہونے کی صورت میں دن کے وجود کے لزوم کا تقاضا کرتا ہے۔ سورج کے طلوع ہونے یا دن کے وجود کا تقاضا نہیں کرتا (اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا (حضرت موسیٰ و خضر کے قصہ میں) کہ بچہ زندہ رہے گا تو کفر کرے گا قضیہ شرطیہ صحیح ہے اور اس سے علم متحقق ہوتا ہے)''۔ (تفسیر مظہری اردو ج ششم ص ۷۶)

ڈاکٹر صاحب نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر ''کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے''۔ ڈاکٹر صاحب اور دیگر علمائے دیوبند کے تمام استدلالات هباءً منثوراً ہو گئے۔ فللہ الحمد۔

اگلے عنوان پر بات کرنے سے پہلے باطل استدلالات کے تابوت میں آخری کیل بھی ٹھونک دیں اور وہ یہ کہ قیاس استثنائی میں ثبوت مقدم، ثبوت تالی کو لازم ہے اور نفی تالی نفی مقدم کو مستلزم ہے۔ اس قاعدے پر یہ جملے دیکھئے:

(۱) اگر رحمٰن کے بیٹا ہوتا تو میں ____ اس کا پہلا عبادت گزار ہوتا۔

یہاں ثبوت مقدم ____ ثبوت تالی کو لازم ہے۔

یعنی اگر رحمٰن کا بیٹا ہوگا تو اس کو لازم ہے کہ سب سے پہلے میں اُس کی عبادت کروں۔

چونکہ میں اُس کا پہلا عبادت گزار نہیں ہوں ____ اس لیے رحمٰن کا بیٹا بھی ممکن نہیں

یہاں نفی تالی ____ نفی مقدم کو لازم ہے

(۲) اگر زمین و آسمان میں اور معبود ہوتے ____ تو زمین و آسمان دونوں برباد

ہو جاتے۔

ثبوت مقدم ——— ثبوت تالی کو لازم ہے

چونکہ زمین و آسمان دونوں برباد نہیں ——— اس لیے اور معبود بھی نہیں

نفی تالی ——— نفی مقدم کو مستلزم ہے

لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا قرآن کریم کی یہ آیت جملہ شرطیہ ہے۔ اس میں شرط اور جزا دونوں محال ہیں نہ اور خدا ہوں گے نہ زمین و آسمان برباد ہوں گے اور خدا ہوتے تو زمین و آسمان برباد ہوتے لیکن۔ نانوتوی صاحب کی عبارت میں شرط اور جزا محال نہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیت میں فرق نہ آنے کے الفاظ درج ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا نہ نبی ہوگا نہ فرق آئے گا اور نبی آئے تو فرق آئے۔

(۳) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا ——— تو وہ عمر بن خطاب ہوتے

ثبوت مقدم ——— ثبوت تالی کو لازم ہے

چونکہ عمر بن خطاب نبی نہیں ——— اس لیے میرے بعد کوئی نبی نہیں

نفی تالی ——— نفی مقدم کو مستلزم ہے

اب نانوتوی صاحب کا جملہ لیجیے:

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی آئے ——— تو پھر بھی خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہیں آئے گا

یہاں ثبوت مقدم ——— ثبوت تالی کو لازم نہیں رہا

اس لیے اگلی عبارت لکھنے کی ضرورت ہی نہیں کہ جب ثبوت مقدم ثبوت تالی کو لازم نہیں تو نفی تالی نفی مقدم کو کب لازم آئیگی۔ کیا اب بھی پتہ نہیں چلا کہ آیات کریمہ میں امکان پیدا کیوں نہیں ہوتا اور نانوتوی صاحب کی عبارت میں امکان کیوں پیدا ہوتا ہے۔ اور کیا کوئی انصاف پسند بلکہ ذی ہوش وحواس اور صاحب عقل وخرد بالفرض کے لفظ کو درخورِ اعتناء سمجھ سکتا ہے۔ البتہ جملہ اس طرح ہوتا تو آیات کریمہ اور حدیث مبارکہ کی طرح صرف

ونحو کا قاعدہ اس پر درست آتا۔ یہ محض آپ کو سمجھانے کے لئے ہے۔

اگر آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو ——— تو خاتمیت مرتبی میں فرق آئے گا

ثبوت مقدم ——— ثبوت تالی کو لازم ہے

چونکہ خاتمیت مرتبی میں کوئی فرق نہیں آیا ——— اس لیے میرے بعد نبی کوئی نہیں۔

نفی تالی ——— نفی مقدم کو مستلزم ہے[1] لیکن نانوتوی صاحب کے جملے میں اگر بالفرض.... الخ (یا لَوْ کہہ لیں) محال کے لیے نہیں، نانوتوی صاحب تو مطلق خاتمیت محمدی لکھتے ہیں کہ اس میں فرق نہیں آتا۔ پرستار مرتبی کی تاویل کرتے ہیں دونوں طرح نبی کا آنا محال نہ رہا۔ (مصنف)

آیت لو کان فیھما ...... الخ اگر اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو زمین و آسمان دونوں برباد ہو جاتے۔ اس میں توحید کا اثبات ہے۔ اگر الفاظ یہ ہو جائیں کہ دونوں برباد نہ ہوتے'' تو مفہوم برعکس ہو جائے اور اس سے توحید کی نفی ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح نانوتوی صاحب کے الفاظ ''خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' سے خاتمیت محمدی کا اثبات نہیں خاتمیت کی نفی ہو رہی ہے۔ دیوبندی اسے مرتبی کہیں یا زمانی۔

دلیل نمبر ۱۵:

ڈاکٹر خالد محمود مانچسٹروی لکھتے ہیں:

''آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت و نذارت سب بنی نوعِ انسان کے لیے ہے، جسے اب تک آپ کے نائبین العلماء ورثۃ الانبیاء آپ

[1] مولانا اللہ وسایا صاحب، ایک قادیانی اعتراض کے جواب میں حدیث ''لو عاش ابراھیم''.... الخ کے متعلق لکھتے ہیں! ''اس میں حرف (لَوْ) '' قابل توجہ ہے۔ اس لیے کہ جیسے لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا''، ''لَوْ'' عربی میں محال کے لیے بھی آجاتا ہے۔ اس روایت میں بھی تعلیق بالمحال ہے''۔ (آئینہ قادیانیت صفحہ ۸۶ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان)

کی طرف سے نیابۃً ادا کر رہے ہیں۔ حقیقت میں اب آپ ہی سب انسانوں کے لیے بشیر و نذیر ہیں۔ آپ کے بعد اور نبی تجویز کیا جائے (جیسا کہ نانوتوی صاحب نے کیا ہے، راقم) تو پھر آں حضرت ﷺ سب انسانوں کے بشیر و نذیر نہیں رہتے۔ پھر وہ نیا نبی اپنے وقت کا بشیر و نذیر ٹھہرتا ہے جو خدا سے خبریں پا کر بشارت اور نذارت دے۔''

(عقیدۃ الامت صفحہ ۹۶)

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو اس وقت کی امت کے لیے وہی بشیر و نذیر ہو گا۔ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نہیں اور یہ ہمارے آقا و مولا ﷺ کی ہتک ہے، آپ کی کسرِ شان ہے، آپ کے مرتبہ میں نقصان اور کمی واقع ہوتی ہے، جب آپ کے مرتبہ میں کمی آ گئی تو پھر آپ کی خاتمیتِ مرتبی بھی باقی نہ رہی کیونکہ بقول علمائے دیوبند ''آپ کی خاتمیّت کا دار و مدار آپ کے مرتبہ پر ہے۔''

(حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۳۳)

لہٰذا مولوی قاسم نانوتوی صاحب اور وکیلانِ صفائی کا یہ کہنا باطل ٹھہرا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی ''خاتمیتِ مرتبی'' میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ خاتمیتِ زمانی میں فرق آنا تو پہلے ہی مُسلّم، جب خاتمیتِ مرتبی میں بھی فرق آنا روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا تو ایسے عقیدے والے صریحاً دائرہ اسلام سے خارج ٹھہرے۔ (والعیاذ باللہ)

دلیل نمبر ۱۶:

ڈاکٹر خالد محمود صاحب سورۃ آلِ عمران آیت ۸۴ کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ بات کہ ہم اُس کے نبیوں میں سے کسی کا انکار نہیں کرتے، یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ سب نبی اس دُنیا میں آ چکے ہوں اور ہمارا حضور ﷺ پر ایمان لانا اُن تمام نبیوں کی تصدیق ہو۔ اگر کچھ اور نبی ابھی آنے باقی ہوں تو قرآن کا یہ اعلان لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اعجازی بلاغت

سے گرتا ہے۔'' (عقیدۃ الامت صفحہ ۱۲۱-۱۲۲)

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی زبانِ مقدسہ مطہرہ سے ہو کر ہم تک پہنچا ہے، جس کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف اپنے معانی کے ساتھ سچا اور صادق ہے۔ اگر سچ مُچ قرآن بلاغت سے گرے تو اس سے حضور ﷺ کی صداقت پر حرف آتا ہے۔

اور حضور ﷺ کی صداقت پر سچ مُچ حرف آنا آپ کے مرتبے کو کم کرتا ہے یعنی بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو قرآن اپنی بلاغت سے گرتا ہے، قرآن اپنی بلاغت سے گرے تو حضور ﷺ کی صداقت پر حرف آتا ہے۔ قرآن (معاذ اللہ) مشکوک ہو جائے تو پیغمبرِ اعظم کی نبوّت مشکوک ٹھہرتی ہے۔ قرآن و نبوت کی تشکیک باری تعالیٰ کے وجود میں تشکیک کا باعث ہے۔ بتایئے کتنی خرابیاں لازم آئیں۔ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد کسی جدید نبی کا آنا آپ کے مرتبے میں کمی کا باعث ہے۔ مرتبہ کم ہُوا تو خاتمیتِ مرتبی بھی باقی نہ رہی کیونکہ بقول علمائے دیوبند ''خاتمیت کا دار و مدار آپ کے مرتبہ پر ہے۔'' ختمِ زمانی کا باقی نہ رہنا پہلے ہی متفق علیہ، اب جب ختمِ مرتبی بھی باقی نہ رہی تو یہ عقیدہ کہ ''بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی ''خاتمیتِ مرتبی'' میں کچھ فرق نہیں آتا، صریح کُفر ٹھہرا۔ (والعیاذ باللہ)

یہاں ایک دیوبندی فتاوے کی عبارت نقل کرنا بہت مناسب ہو گا۔ مفتی مظفر حسین دیوبندی ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

''..... حضور ﷺ تمام انبیاء کے بعد تشریف لائے، یہ مطلب بھی درست ہے اور اس پر ہمارا عقیدہ ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور معنیٰ بھی ہیں اور وہ یہ کہ رسولِ اکرم ﷺ اپنی ذات اور مرتبہ کے لحاظ سے بھی خاتم النبییّن ہیں۔ اگر بالفرض آپ ﷺ سب سے پہلے حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے تشریف لاتے، تب بھی آپ اپنے

مرتبہ کے لحاظ سے خاتم النبیّین ہی ہو کر تشریف لاتے اور اگر چند انبیاء کے بعد اور چند انبیاء سے پہلے تشریف لاتے جب بھی آپ مرتبہ کے لحاظ سے خاتم النبیّین ہی ہوتے۔'' (جامع الفتاویٰ جلد اول صفحہ ۱۴۸ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

محض ایک نانوتوی صاحب کے دفاع کے لیے قرآن وسُنّت اور پوری اُمّت کی تشریحات کو کس بے دردی سے ٹھکرا دیا جاتا ہے، اس کا مظاہرہ ان لوگوں کی کتابوں میں اس طرح کے بیانات میں دیکھا جا سکتا ہے، جب خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی ہے، کوئی دوسرا معنیٰ ہو ہی نہیں سکتا تو پھر یہ کہنا کہ حضور ﷺ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے تشریف لاتے یا دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان میں کہیں تشریف لاتے پھر بھی مرتبہ کے لحاظ سے خاتم النبیّین رہتے، تو صاف پتہ چلا کہ یہ لوگ تحذیر الناس کی پیروی کرتے ہوئے خاتم النبیّین کا معنیٰ ''آخری نبی'' کی بجائے ''بالذات نبی'' لیتے ہیں۔

ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ حضور ﷺ کے بعد صرف ایک نبی جدید پیدا ہو تو۔

(۱) حضور ﷺ کی امتیازی فضیلت باقی نہ رہے۔

(۲) اہلِ عالم کی رُشد وہدایت اور اُن کی فلاح وبہبود آپ کے دامنِ شفقت میں نہیں رہتی۔

(۳) آپ کی شریعت کا اتباع کسی ایک انسان کی نجات کا کفیل نہ بن سکے۔

(۴) رحمۃ اللعالمین نہ کہا جا سکے۔

(۵) یہ اُمّت قیامت تک صرف آپ کی اُمّت نہ رہے۔

(۶) آپ کی اطاعت دخولِ جنت کو نا کافی ہو۔

(۷) قرآنِ مجید کی آیات کا منسوخ ہونا لازم آئے۔

(۸) گویا آپ مقاصدِ نبوت کی تکمیل نہ کر سکے۔

(۹) آپ کا دین نامکمل اور الٰہی نعمتیں نا تمام رہیں۔

(۱۰) آپ کے لائے ہوئے دین کو ناقص اور تعلیم کو نامکمل ماننا پڑتا ہے۔

(۱۱) فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ کے تحت اپنے جھگڑوں میں پھر حضور ﷺ کو حَکَم ماننے کا انکار لازم آئے۔

بقول مفتی مظفر حسین صاحب دیوبندی، اگر ہزاروں لاکھوں انبیاء حضور ﷺ کے بعد آتے تو پھر یہ خصوصیات کس طرح باقی رہتیں اور آپ خاتم النبیّین کس طرح کہلاتے۔ اتنے انبیاء اگر آپ کے بعد آتے تو خاتمیتِ زمانی کا باقی نہ رہنا مُسلّم، رہی خاتمیتِ مرتبی، تو آپ ﷺ کے بعد صرف ایک نبی آئے تو خاتمیتِ مرتبی باقی نہ رہے، ہزاروں لاکھوں انبیاء آنے کے بعد خاتمیتِ مرتبی کس طرح باقی رہ سکتی ہے؟ بالذات نبی مان کر بھی مذکورہ بالا اور کئی دیگر عظیم الشان خصوصیات حضور ﷺ میں باقی نہیں رہتیں۔ جب وہ مرتبہ ومقام باقی نہ رہا، چند خصوصیات کم ہو گئیں تو خاتمیتِ مرتبی بھی باقی نہ رہی اس لیے کہ خاتمیت کا دار ومدار آپ کے مرتبے پر ہے۔ جب تک کامل واکمل مرتبہ نہ ہو، ہر اعتبار سے، تب تک خاتمیت کا درجہ نہیں دے سکتے۔

مزید وضاحت:

احادیثِ مبارکہ میں ہے کہ حضور ﷺ کے اسمائے گرامی الخاتم، الحاشر، العاقب، المقفّیٰ اور الآخر بھی ہیں جو آپ ﷺ کی ختمِ نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ ان اسمائے مبارکہ میں الخاتم اور الآخر تو واضح ہیں۔ الحاشر کے معنیٰ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد انعقادِ محشر ہے، درمیان میں کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ عاقب کے معنیٰ بھی سب سے آخری ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ المقفّیٰ بھی عاقب اور آخری فرد کے معنوں میں ہے، یعنی سلسلۂ انبیاء کے آخری فرد۔ اِن سے آپ کی شانِ خاتمیت کا واضح اظہار ہو رہا ہے۔ اگر مولانا قاسم نانوتوی کی حمایت میں یہ کہا جائے کہ ''بالفرض بعد زمانۂ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''، تو اس عقیدے سے اِن احادیثِ مقدسہ کی تکذیب اور الخاتم، الحاشر، العاقب، المقفّیٰ اور الآخر جیسے اسمائے مقدسہ کا انکار لازم آئے گا،

یعنی اقرار کرنے والے پر لازم آئے گا کہ وہ اِن اسمائے مقدسہ کو نہیں مانتا اور اُس کا آپ کے ارشادات پر ایمان و اعتماد نہیں ہے، اس طرح وہ اپنے عقیدے میں حضور ﷺ کا مرتبہ گھٹانے اور آپ کی شان کم کرنے والا ہو کر آپ کے ارشاداتِ عالیہ کو ٹھکرانے والا بھی ہوا۔ بالفاظِ دیگر اگر بالفرض حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے تو آپ ﷺ الخاتم، الحاشر، العاقب اور الآخر نہیں رہتے۔ جب کہ یہ امتیازی اوصاف و اعزاز صرف آپ ہی کے ہیں، تو اِن کے نہ ہونے سے آپ کا مرتبہ بڑھتا نہیں، کم ہوتا ہے، اِس میں آپ کی کسرِ شان ہے۔ تو جب آپ کے یہ مراتب اور امتیازی اوصاف باقی نہ رہے اور مولانا قاسم نانوتوی کی بتائی گئی خاتمیتِ مرتبی بھی باقی نہ رہی کہ اُن کے نزدیک خاتمیت کا دارومدار مرتبہ پر ہے۔ لہٰذا اگر کوئی حضور نبیٔ اکرم ﷺ کے بعد کسی بھی صورت میں خاتم کے معنیٰ میں تحریف کر کے کسی نبی کی آمد کو جائز قرار دے اور کہے کہ اس طرح آپ کی خاتمیتِ مرتبی میں کچھ فرق نہیں آتا، وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ خاتم کا معنیٰ بالذات نبی کرنا قرآن کی معنوی تحریف ہے اور ''بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو'' کہنا، نئے نبی کی آمد کو جائز قرار دینا ہے اور'' خاتمیتِ محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہیں آئے گا'' کہنا، اُن تمام آیات و احادیث کا انکار ہے جس میں ختمِ نبوت کا بیان ہے۔ یعنی وہ احادیثِ مبارکہ جن میں آپ نے مختلف تمثیلات کے ذریعے خاتم النبیین کے معنیٰ ''آخری نبی'' کو بلیغ انداز سے واضح فرما دیا ہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی کی تشریح اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ آپ ﷺ الخاتم، الحاشر، العاقب اور الآخر نہیں۔ اس کے سوا دوسرا کوئی مفہوم نہیں نکلتا۔

''آخری نبی'' ہونے میں فضیلت:

خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہونے میں بہت بڑی فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے بعد زمانے کے لئے قیامت تک جو نبوت کا دروازہ بند کر دیا ہے، یہ بات آپ کی عظمت اور مرتبہ پر دلالت کرتی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آخری کہہ کر فرما دیا کہ محبوب! آپ کے بعد اگر میں کوئی نبی بھیجوں تو اس میں آپ کی ہتکِ شان ہے۔ ''آخری''

کہہ کر آپ کا درجہ بتلا دیا کہ آپ کے بعد دین میں کوئی کمی باقی نہیں رہنے دی جائے گی۔ دین اپنے کمال کو پہنچا دیا جائے گا اور نعمتیں تمام کر دی جائیں گی، اب تو قیامت تک کے لوگوں کے لئے صرف آپ ہی نبی ہیں، قیامت تک آنے والی اُمت صرف آپ سے منسوب رہی گی، اب آپ کے بعد کسی اور نبی کو بھیجنا آپ کے مرتبہ کو گھٹانا اور کم کرنا ہے، اب آپ کے بعد کسی بھی عنوان سے کوئی نبی نہیں آئے گا ورنہ دشمن طعنہ دیں گے کہ محمد ﷺ کی تعلیمات اگر اُدھوری نہ ہوتیں تو کسی اور نبی کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی۔ یا یہ کہتے کہ آپ کی نبوت نعمتِ عظمیٰ ہوتی تو نئی نبوت کی احتیاج کیوں کر باقی رہتی۔ محبوب! پھر تو آپ کی شان میں جو آیات نازل کی ہیں اُن کی تکذیب ہو جائے گی۔ لہٰذا آپ کو آخری نبی کا درجہ دے کر آپ کی عظمت و شان کو سب سے بلند و بالا کر دیا ہے، نہ آپ کے بعد کسی سے کلام کریں گے نہ وحی کا نزول ہوگا۔ آپ کی بعثت کے بعد اب قیامت تک ایک ہی کلمہ پڑھا جائے گا۔ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ آپ کے لائے ہوئے نظامِ رُشد و ہدایت کے بعد کسی اور نظام کے آنے سے آپ کی عزت و آبرو فرق آ جائے گا۔

حضور ﷺ نے جو ارشاد فرمایا: اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَلَا فَخْرَ (دارمی، طبرانی، بیہقی) ''میں آخری نبی ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں''۔ اگر یہ ''آخری'' ہونا امتیازی وصف اور فضیلت کی بات نہ ہوتی تو آپ وَلَا فَخْرَ ہرگز نہ فرماتے۔ جیسے اسی حدیثِ پاک میں اس سے پہلے ہے۔ اَنَا قَائِدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَلَا فَخْرَ، چونکہ رسولوں کا قائد ہونا فضیلت کی بات تھی اس لئے وَلَا فَخْرَ فرمایا۔ آپ کا قائد المرسلین اور آخر الانبیاء ہونا مخصوص فضیلت ہے، آپ جامع کمالاتِ انبیاء ہیں، نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے چلا تھا، بعثتِ محمدی ﷺ کے ساتھ اپنے منتہائے کمال کو پہنچ کر ختم ہو گیا۔ اب قیامت تک آپ ﷺ ہی کی نبوت جاری و ساری رہے گی۔ آپ کی دیگر خصوصیات کے ساتھ خاتم النبیین ہونے کے امتیازی وصف کو بھی آپ نے واضح الفاظ میں بیان فرمایا۔ جس کے بعد کسی قسم کی نبوت کے احتمال کی گنجائش باقی نہ رہی۔ اگر حضورِ اکرم ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی آمد کو کسی بھی

صورت میں جائز خیال کیا جائے تو پھر یہ ماننا لازم آئے گا کہ نبوت اپنے منتہائے کمال کو نہیں پہنچی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی ایسا فرد باقی ہے جس پر وصفِ نبوت اپنے نقطۂ عروج پر پہنچے گا، اس اعتبار سے منتہائے کمال کو پہنچنے والا وہ فرد افضلیت کا حامل ہوگا، اس سے حضور ﷺ کی شانِ افضلیت پر حرف آئے گا۔ حضورِ اکرم ﷺ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے سے جب آپ ﷺ کی شانِ افضلیت پر حرف آتا ہے تو ثابت ہوا کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کا ''خاتمیتِ محمدی'' میں فرق نہ آنے کا قول غلط ٹھہرا۔ یوں ایسا عقیدہ رکھنے والے ختم نبوت زمانی کے منکر ٹھہرے۔ لہٰذا تحذیر الناس کے شروع میں خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی کو جو عوام کا خیال بتلا کر اس میں کسی قسم کی کوئی فضیلت نہ مانی اور آخری نبی کا معنیٰ کرنے سے ایک درجن سے زیادہ خرابیاں بتلائیں، وہ سب کا سب باطل اور مردود ٹھہرا۔ بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے بھرپور سولہ دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو آپ کی خاتمیت مرتبی میں فرق آتا ہے۔ اس طرح یہ کوئی نظر انداز کرنے والا عقیدہ نہیں رہا کہ معمولی بات سمجھ کر چھوڑ دیا جائے بلکہ درحقیقت یہ عقیدہ برآمد ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آجائے تو خاتمیت زمانی و مرتبی دونوں میں فرق نہیں پڑتا۔ والعیاذ باللہ۔ اور ایسا عقیدہ قادیانیوں کی صف میں لاکھڑا کرتا ہے۔ کیونکہ نانوتوی صاحب کے ساتھ آپ کے مؤیّدین بھی خاتمیت مرتبی کو خاتمیت زمانی لازم کہتے ہیں۔ جب کسی نبی کے آنے سے خاتمیت زمانی جو لازم تھی نہ رہی تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہ رہی۔ لازم کے باطل ہونے سے ملزوم کا بطلان مسلمہ اصول ہے۔ اور نبی کا آنا تو آپ کو بہرحال تسلیم ہے۔ خاتمیتِ مرتبی میں فرق آنا تسلیم نہ تھا، اور ہم نے ثابت کر دیا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ لوگوں کی مزعومہ خاتمیتِ مرتبی میں فرق آتا ہے۔ ان سولہ (بلکہ کچھ زیادہ) دلائل کے بعد ہم یہ ضرور عرض کریں گے کہ جو آدمی یہ کہے کہ خاتم النبیین کا معنیٰ ''بالذات نبی'' یا ''سب سے بلند مرتبہ نبی'' ہے اور حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے سے خاتمیتِ مرتبی میں کوئی فرق نہیں آتا، بالفاظِ دیگر حضور ﷺ کا مرتبہ کم نہیں ہوتا تو لامحالہ اُس کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ آپ

کے بعد کسی نبی کے آنے سے نہ تو آپ ﷺ کی کسرِ شان ہے نہ آپ کی منقصت، نہ یہ کوئی آپ ﷺ کے لئے توہین کی بات ہے نہ اس میں کچھ عیب، نہ آپ کی عزت و آبرو میں فرق آتا ہے نہ عظمت و مرتبہ میں کمی، نہ قرآنی آیات کی تکذیب ہوتی ہے نہ کسی حدیث کی تردید، نہ نعمتِ الٰہی کو ادھورا ماننے میں کچھ حرج ہے اور نہ اسلام نامکمل سمجھنے میں کوئی خرابی۔ اور اِس پر یہ کہنا کہ ایسا معنیٰ فضیلتِ نبوی کو دوبالا کر دیتا ہے، کس قدر بدعقیدگی کو جنم دینا ہے۔ بتایئے کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہو سکتا ہے؟

انقطاع و اختراع:

یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ''کچھ فرق نہ آئے گا'' کے الفاظ سے حضور ﷺ کے بعد نبیوں کا ممکن اور جائز ہونا از خود ثابت ہوتا ہے۔ مولانا نانوتوی نے جب یہ لکھا:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو''[1] اگر اس کے بعد یہ الفاظ آجاتے ''تو اس سے لازم آتا ہے کہ آپ خاتم النبیین نہ ہوں'' تو یہ بیان مفروضہ کی صورت ہوتا جس میں کسی قسم کی کوئی خرابی واقع نہ ہوتی۔ مگر جب یہ کہا گیا کہ ''بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو.... خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے'' اب یہ عبارت مفروضہ نہ رہی بلکہ ایک مستقل عقیدہ بن گئی۔ اس عبارت میں آپ ﷺ کے بعد نبیوں کا وجود ممکن اور جائز ماننا خود بخود ثابت ہو گیا۔ ممکن کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اگر بالفعل بھی ہو جائے تو حرج نہیں۔ علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں ''جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ ''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو اُن کو بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔'' (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰)..... یہ امر بھی مفروض و مقدر ہے نہ کہ محقق اور واقع۔'' (خاتم النبیین صفحہ ۲۷۶)

حضور ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم کے متعلق حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہ صغر سنی ہی میں خدا کو پیارے ہو گئے تھے، اور اگر تقدیرِ خداوندی

[1] راشد کمپنی دیوبند کی مطبوعہ تحذیر الناس میں ''نبی پیدا ہو'' کی جگہ تحریف کر کے ''نبی آئے'' کر دیا گیا ہے۔

کا فیصلہ یہ ہوتا کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو آپ کے صاحب زادہ گرامی حیات رہتے مگر آپ کے بعد نبی ہی نہیں (اس لئے صاحب زادے بھی زندہ نہ رہے)'' (خاتم النبیین صفحہ ۲۷۷)

اس کے بعد حضرت مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب موضوعاتِ کبیر کے حوالے سے ابنِ ماجہ کی حدیث لو عاش ابراھیم .... الخ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''ارشادِ خداوندی و خاتم النبیین.... الخ بھی اسی جانب مشیر ہے۔ چنانچہ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ آپ کا کوئی صاحب زادہ زندہ نہیں رہا جو بالغ مردوں کی عمر کو پہنچتا۔ کیونکہ آپ کا بیٹا، آپ کی صُلبِ مبارک سے تھا اور یہ امر اس کو مقتضی تھا کہ وہ آپ کا ثمرۂ دل (یعنی آپ کے محاسن و کمالات کا جامع) ہوتا۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے ''بیٹا باپ پر ہوتا ہے'' اب اگر وہ زندہ رہتا اور چالیس کے سن کو پہنچ کر نبی بن جاتا تو اُس سے لازم آتا ہے کہ آپ خاتم النبیین نہ ہوں۔'' (خاتم النبیین صفحہ ۲۷۷، ۲۷۸)

آگے لکھتے ہیں:

''آپ ﷺ کے بعد اگر کسی قسم کی نبوت کی گنجائش ہوتی تو اس کے لئے صاحب زادہ گرامی کو زندہ رکھا جاتا، اور وہی نبی ہوتے۔ گویا حدیث نے بتایا، ابراہیمؑ اس لئے نبی نہ ہوئے کہ آپ کے بعد نبوت کا دروازہ ہی بند تھا۔ یہ نہ ہوتا تو وہ زندہ بھی رہتے اور ''صدیق نبی'' بھی بنتے۔ مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ برملا تصریح کرتے ہیں کہ ''اگر صاحب زادہ گرامی سیدنا ابراھیم زندہ رہ کر نبی بن جاتے تو اُس سے آپ کا خاتم النبیین نہ ہونا لازم آتا'' (خاتم النبیین صفحہ ۲۷۸).... ''گویا حضرت مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس امر کی تقریر کے درپے ہیں کہ اگر

بالفرض حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ زندہ رہ کر نبی ہوتے تو کس طرح کے نبی ہوتے؟ یہ نہیں کہ انہوں نے آپ ﷺ کے بعد نبوت غیر تشریعیہ کے وجود میں آنے کو جائز قرار دیا ہے (نہیں بلکہ) اس دلیل کے ساتھ اُنہوں نے نبوتِ تشریعیہ کے انقطاع کو ثابت کیا ہے اور دوسرے دلائل کے ساتھ نبوتِ غیر تشریعیہ کے منقطع ہو جانے اور اس کے وجود میں نہ آسکنے کو ثابت کیا ہے۔ اور مخفی نہیں کہ حدیث نے اس مفروضہ میں زمانۂ ماضی کا ذکر کیا ہے، مستقبل کا نہیں.... حاصل یہ کہ بغیر تشریع کے نبوت کا باقی رہنا انبیاء گذشتہ کے حق میں ہے اور مستقبل کے حق میں محض ایک مفروضہ ہے۔'' (خاتم النبیین صفحہ ۲۷۹)

''پھر مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نبوتِ تشریع کو انقطاع کے زیرِ عنوان رکھا اور نبوتِ غیر تشریعیہ کو فرض کے زیرِ عنوان۔ تاکہ حدیث لو عاش ابراھیم کے مقدم و تالی کے درمیان جو ملازمہ ہے اُس استلزام کی صُورت بیان کر سکیں۔'' (ایضاً صفحہ ۲۸۱)

ان تمام عبارات کا ماحصل یہ ہوا کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ چونکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں تھا اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ کے دور تک زندہ نہ رکھا گیا اور آپ ﷺ کے صاحب زادہ کو صغر سنی میں اُٹھا لیا گیا اس لئے علامہ انور شاہ کشمیری نے مُلا علی قاری علیہ الرحمتہ کے حوالہ سے لکھا کہ ''اگر صاحب زادہ گرامی سیدنا ابراہیمؓ زندہ رہ کر نبی بن جاتے تو اس سے آپ کا خاتم النبیین نہ ہونا لازم آتا۔''

نتیجہ:

(۱) مولانا محمد قاسم نانوتوی والا جملہ بالفرض بعد زمانہ.... الخ مفروضہ نہیں، مستقل عقیدہ ہے اور وہ یہ کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی آپ کی

خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا اس لئے کہ بقول مولانا مذکور، حضور ﷺ بالذات نبی ہیں باقی انبیاء بالعرض اور موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوتا ہے اس لئے آپ کے بعد آنے والا نبی بالعرض ہی ہوگا لہٰذا خاتمیت بوجہ اصلیت (یعنی بالذات نبی ہونے کے) حضور ﷺ کی جانب ہی رہے گی مطلب یہ آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا (خاتمیتِ محمدی سے مراد خاتمیتِ مرتبی لینا علمائے دیوبند کا صریح دھوکہ اور مولانا نانوتوی کے جملے کو مفروضے کے طور آیات واحادیث کے مطابق بتانا کھلا فریب ہے) احادیث کے مذکورہ مفروضے انقطاعِ نبوت کے لئے اور مولانا نانوتوی کا جملہ ''اختراعِ نبوت'' کے طور پر ہے۔

(۲) علامہ انورشاہ کشمیری اکابر علمائے دیوبند سے ہیں اور مولانا قاسم نانوتوی کے بعد ہوئے۔ اُنہوں نے تحذیر الناس کا مطالعہ بھی کیا اور بغیر نام لئے ردّ بھی۔ نانوتوی صاحب کی بالذات و بالعرض نبوت کی تقسیم کو اُن کی اتباعِ ہویٰ قرار دیا۔ اسی لئے مذکورہ بالا عبارت سے بار بار یہی نتیجہ نکلا کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو لازم ہے کہ آپ خاتم النبیین نہ ہوں۔ کیا وکیلانِ تحذیر الناس یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں اُنہوں نے خاتمیتِ مرتبی کو باقی رکھا ہے اور خاتمیتِ زمانی کے اعتبار سے کہا ہے کہ آپ خاتم النبیین نہیں رہتے؟

(۳) نتیجہ یہ کہ خاتمیتِ زمانی کا فرق، خاتمیتِ مرتبی کا فرق ہے یعنی جس عقیدے میں خاتمیتِ زمانی میں فرق آرہا ہو، وہاں خاتمیتِ مرتبی میں بھی فرق آجانا ضروری ہے۔ چنانچہ علامہ خالد محمود خود لکھتے ہیں: ''سب سے آخر میں وہی ہونا چاہیے جو سب سے عالی مرتبہ ہو۔'' (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۲۰)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''ختمِ نبوتِ مرتبی کو مانو تو ختمِ نبوتِ زمانی کا انکار نہیں ہوسکتا بلکہ یہ

دونوں مفہوم بیک وقت جمع ہو سکتے ہیں اور یہی عقیدہ اسلام ہے۔''

(مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

پہلی عبارت میں یہ ہے کہ سب سے آخر میں وہی ہونا چاہیے جو سب سے عالی مرتبہ ہو اس عالی مرتبہ کے بعد اگر کوئی نبی آئے تو یہ عالی مرتبہ نبی، عالی مرتبہ بھی نہ رہا۔ علامہ صاحب کے مطابق عالی مرتبہ وہ ہوگا جو سب سے آخر میں ہوگا۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بعد میں آنے والا نبی، جس کے پیدا ہونے سے بقول نانوتوی صاحب، خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا، وہ عالی مرتبہ اور آخری نبی ہوگا۔ کیونکہ خاتمیت کا دارومدار مرتبہ پر ہے۔ لہٰذا یہ کہنا خود ان کے قول سے باطل ہوگیا کہ بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اس لیے کہ بقول ڈاکٹر خالد محمود صاحب ''سب سے آخر میں وہی ہونا چاہیے جو سب سے عالی مرتبہ ہو۔''

دوسری عبارت کا مفاد یہ ہے کہ مرتبی کو ماننے سے زمانی کا انکار نہیں ہوتا۔ لیکن عین دوسری جانب بالفرض والے جملے میں مرتبی کو مانا جارہا ہے اور زمانی کا انکار کیا جارہا ہے اور اُسے بھی عقیدۂ اسلام بتایا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دونوں کو بیک وقت ماننے کا نام عقیدۂ اسلام ہے یا ایک کا انکار اور ایک کا اقرار عقیدۂ اسلام ہے؟

ع کیوں چپ سی لگ گئی ہے ارے کچھ تو بولیے

(۴) علامہ انور شاہ کشمیری نے نانوتوی صاحب کی بالذات و بالعرض کی تقسیم کو اتباعِ ہویٰ کہا یعنی اپنی خواہشوں کی پیروی۔ چونکہ حضور ﷺ نے خاتم کا معنیٰ آخری نبی بتایا تھا، نانوتوی صاحب کو وہ قبول نہ ہوا اور اپنی خواہش کا اتباع کرتے ہوئے اس کا معنیٰ ''بالذات نبی'' کر دیا اور اس کا فائدہ یہ بتایا کہ یہ معنیٰ لینے سے بعد میں نبی پیدا ہونے کے باوجود خاتمیتِ محمدی قائم رہتی ہے۔ ''اتباعِ ہویٰ'' خود اُن کے نیازمند کا فتویٰ ہے، آیئے دیکھتے ہیں قرآن کا فتویٰ کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (القصص، آیت نمبر ۵۰)

ترجمہ: (اے نبی!) پھر اگر وہ یہ تمہارا فرمانا قبول نہ کریں تو جان لو کہ بس وہ اپنی خواہشوں ہی کے پیچھے ہیں اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون جو اپنی خواہش کی پیروی کرے، اللہ کی ہدایت سے جُدا، بے شک اللہ ہدایت نہیں فرماتا ظالم لوگوں کو"۔

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام:

تحذیر الناس کی صریح کفریہ عبارات کو بے غبار ثابت کرنے کے لیے جس دیوبندی مولانا نے قلم اٹھایا اُس نے ایک دوسرے کی نقل میں بغیر کچھ سوچے سمجھے یہ ناحق الزام دھرا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے الگ الگ صفحات کی عبارات کو مسلسل لکھ کر کفریہ بنا دیا اور عبارت کا غلط ترجمہ اور لفظی و معنوی تحریف کر کے خیانت اور بددیانتی سے کام لیا ہے۔ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ سے چھپنے والی تحذیر الناس کے آخری صفحے پر جو عنوان لگایا گیا ہے، یہ ہے۔ "احمد رضا خان صاحب بریلوی کی علمی دیانت کا ایک نمونہ" عنوان کو پڑھ کر عام دیوبندی خوش ہو جاتے ہوں گے کہ نانوتوی صاحب نے جو الگ الگ صفحات پر عبارتیں لکھی ہیں وہ تو عین قرآن وحدیث کے مطابق ہیں البتہ یہ احمد رضا خان کی بددیانتی ہے جس نے ان مختلف صفحات کی الگ الگ عبارات کو ایک جگہ اکٹھا لکھ کر کفریہ بنا دیا۔ لہٰذا اس عنوان کے تحت بھی یہی کچھ لکھا گیا کہ! "اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت تحذیر الناس میں مسلسل نہیں ہے بلکہ اس کتاب کے مندرجہ ذیل صفحات میں متفرق جگہ درج ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ! "اور پھر طرہ یہ کہ ان جملوں کے معنی بھی فاضل بریلوی نے خود ساختہ پہنائے ہیں"۔ (صفحہ ۱۲۰) تحذیر الناس کے اسی ایڈیشن کے صفحہ ۱۸ پر علامہ ڈاکٹر خالد محمود نے یہ عنوان جمایا "مولانا احمد رضا خاں کے ہاتھ کی صفائی" اور لکھا کہ

"مولانا احمد رضا خان نے تحذیر الناس کے صفحہ ۶، ۵۶، ۷ اور ۳۲ کی عبارتیں (ہر ہر عبارت کی شرطیں اور اضراب حذف کر کے) جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنا دی ہے۔ اس مسلسل عبارت سے یہ بات واضح

ہوتی ہے کہ مولانا محمد قاسم ختم نبوت زمانی کے منکر تھے"۔

(مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۸)

مولانا منظور نعمانی نے بھی کتاب "فیصلہ کن مناظرہ" میں اسی طرح لکھا۔ اس کتاب سے تحذیر الناس کی صفائی میں لکھا گیا حصہ تحذیر الناس کے اس ایڈیشن (مکتبہ حفیظیہ) کے آخر میں شامل کیا گیا ہے۔ وہ بھی لکھتے ہیں:

"(امام احمد رضا) خان صاحب کے اس ترتیب بدل دینے کا یہ اثر ہوا کہ "تحذیر الناس" کے تینوں فقروں کو اگر علیحدہ علیحدہ اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکارِ ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہاں انہوں نے جس طرح تحذیر الناس کی عبارت نقل کی ہے اُس سے صاف ختم نبوت کا انکار مفہوم ہوتا ہے اور یہ صرف آپ کی قلم کاری کا نتیجہ ہے ورنہ تحذیر الناس کا دامن اس سے بالکل پاک ہے۔" (تحذیر الناس ص ۱۰۱)

اس کے بعد بھی مولانا منظور نعمانی بہت برسے کہ اُنہوں نے دیدہ دلیری کے ساتھ جعل سازی کی انتہا کر دی اور فقروں کو توڑ پھوڑ کر ایک فقرہ بنا ڈالا اور پہلے فقرہ کا مسند الیہ حذف کیا اور دوسرے ہی کے مسند الیہ کو پہلے کا بھی مسند الیہ بنا دیا وغیرہ۔ پھر لکھا! "اس قسم کی تحریفات سے اصل مضمون کا بدل جانا اور کسی اسلامی کلام کا خالص کفر ہو جانا بالکل بعید نہیں۔ تحذیر الناس تو بہر حال ایک بشر کی کتاب ہے۔ اگر کوئی بدنصیب کلام اللہ میں اس قسم کی تحریف کر کے کفریہ مضامین بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے.... وہ قرآن حکیم کی ایک سورۃ بلکہ ایک ہی آیت میں اس قسم کا ردّ و بدل کر کے کفریہ مضامین نکال لے گا مثلاً قرآن عزیز میں ارشاد ہے: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ کہ نیکوکار جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں۔ اب اگر خان صاحب کا کوئی مرید یا شاگرد خان صاحب کی سنت پر عمل کر کے اس آیت کریمہ میں صرف اس قدر تحریف کر دے کہ "نعیم" کی جگہ "جحیم" پڑھے اور "جحیم" کی جگہ "نعیم" تو مطلب اُلٹا ہو جائے گا اور کلام صریح کفر ہو گا۔

(تحذیر الناس ص ۱۰۲، ۱۰۳)

پیرے کے آخر میں لکھا:

''اس لیے ہم اُن کے اس فتوے کو دانستہ فریب اور معاندانہ تلبیس سمجھنے پر مجبور ہیں''۔

معلوم ہُوا کہ دیوبندی علماء بھی اعلیٰ حضرت کی پیش کردہ تحذیرالناس کی عبارت کو کفریہ ہی سمجھتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ ان کو الگ الگ لکھا جائے سیاق وسباق کیساتھ تو کفر سے پاک ہے۔ یعنی عبارتوں کا مجموعہ کفر ہے فرداً فرداً نہیں۔ یہ الزام کہ عبارتوں کی شرطیں اوراضراب حذف کر کے مسلسل عبارت بنادی گئی۔ تو ڈاکٹر خالد صاحب جن شرائط کا ذکر کر رہے ہیں وہ شرائط اُن کے خیال میں وہی خاتمیت مرتبی والی ہیں۔ یعنی نانوتوی صاحب خاتم النبیین کا معنیٰ بالذّات نبی لے کر کہہ رہے ہیں کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آجائے تو خاتمیت محمدی بمعنیٰ مرتبی میں فرق نہیں آتا۔ ہم نے سولہ دلائل سے ثابت کر دکھایا ہے کہ بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہیں رہتی۔ ہم نے بڑی دیانتداری سے عبارتیں نقل کیں اور دیوبندی علماء کی مرضی ومنشا کے مطابق ہر جگہ خاتمیت محمدی کو خاتمیت مرتبی لکھ کر ان کے باطل استدلالات کو خاک میں ملا دیا۔ ہم نے سیاق وسباق کے مرکزی نکتہ اور معنی ومفہوم وموضوع ''ختم مرتبی'' لکھ کر ثابت کر دیا ہے کہ اس طرح بھی جملہ صریح کفریہ ہے۔ اعلیٰ حضرت پر خیانت اور تحریف کا الزام آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ آپ یہاں تو اپنی ملت کو جھوٹی تسلیاں دے کر اپنا بھرم رکھ لیں گے، آخرت میں کیا کریں گے۔ اعلیٰ حضرت نے جو عبارات نقل فرمائی ہیں اور پھر اُن کا خلاصہ بیان کیا ہے یہ تینوں عبارات الگ الگ بھی صریح کفر پر مبنی ہیں۔

پہلی عبارت: عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے.... الخ کا تجزیہ کر کے ثابت کر دیا کہ یہ عبارت مستقل کفریہ ہے اور نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنی ''آخری نبی'' کو جن سولہ طریقوں سے ردّ کیا ہے وہ ہم تفصیل کے ساتھ پچھلے صفحات میں بیان کر آئے ہیں۔ دوبارہ ملاحظہ کر لیں اور نانوتوی صاحب نے جس

''بالذات نبی'' کو بنائے خاتمیت بتایا ہے اُس کا ردّ آپ کے مولانا انور شاہ کشمیری نے کر دیا۔ اُن کی تینوں تصانیف ''عقیدۃ الاسلام''، ''فیض الباری'' اور ''خاتم النبیین''، مشہور ومعروف ہیں۔ انہوں نے بالذات اور بالعرض نبوت کی تقسیم کو قرآن وحدیث اور لغت عرب کے خلاف قرار دے کر اُسے محض ہوائے انسانی کہا ہے۔ اسی کو تفسیر بالرائے کہا جاتا ہے اور تفسیر بالرائے پر کفر کا فتویٰ خود نانوتوی صاحب نے تحذیرالناس میں دے دیا ہے۔ یہاں پر بہت ضروری ہو گیا ہے کہ مشہور معروف دیوبندی مناظر مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی ایک طویل عبارت کو نقل کیا جائے تا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے۔ ہاں ازلی بدنصیب کی بات ہی اور ہے۔ مولانا منظور نعمانی لکھنوی مدیر رسالہ ''الفرقان'' اپنی کتاب ''فیصلہ کن مناظرہ'' (جس کا تحذیرالناس حصہ)، تحذیرالناس کے اس ایڈیشن کے آخر میں شامل کیا گیا ہے۔ ''تحذیرالناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب'' کا عنوان دے کر لکھتے ہیں:

''اسکے بعد ہم ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے کفر کا مضمون بنا لیا ہے۔ ان میں سے پہلا فقرہ ص ۵۶ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم (نانوتوی) اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں اس موقعہ پر تحذیرالناس کی پوری عبارت اس طرح تھی! ''غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہو گا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے''.... خان صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا (نانوتوی) کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق حذف کر

کے ایک ناتمام ٹکڑا نقل کر دیا اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ ۷۶ کے ایک فقرہ کیساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے درمیان میں ختم فقرہ کی علامت (ڈیش) بھی نہیں دیا اور پھر اس دوسرے فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی۔ اس موقعہ پر پوری عبارت اس طرح تھی:

''ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔

اس عبارت میں بھی مولانا احمد رضا خان صاحب نے یہ کارروائی کی کہ اسکا ابتدائی حصہ (جس سے ناظرین کو صاف معلوم ہوسکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا نیز آنحضرت ﷺ کی افضلیت کے متعلق بھی مصنف تحذیر الناس کا عقیدہ اس سے معلوم ہو جاتا) اس اہم حصہ کو خان صاحب نے یک قلم حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کر دیا۔ اور دوسری کارروائی یہ کی کہ اس ناتمام فقرہ کو بھی صفحہ ۳۲ کے ایک ناتمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ڈیش تک نہیں دیا۔ بہر حال صفحہ ۵۶ اور صفحہ ۷۶ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم (نانوتوی) صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ایک ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض

آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ رہی خاتمیت زمانی اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں اور نہ کوئی ذی ہوش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا''۔

(تحذیر الناس ص ۱۱۱ تا ۱۱۳ توضیح بعض عبارات از مولانا منظور نعمانی)

''آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی'' بعد اور تب بھی کو بار بار پڑھیں۔ نبی کا آنا تسلیم کیا جا رہا ہے یا نہیں؟

اب اس عبارت کا پوسٹ پارٹم دیکھئے۔ آپ نے انصاف پسندی کا ثبوت دیا تو یہ کہنے پر ضرور مجبور ہو جائیں گے۔

گر ہمیں مکتب وہمیں مُلّا ۔۔۔ کار طفلاں تمام خواہد شد

(۱) انتہائی عرق ریزی سے مناظرِ لکھنؤ نے اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالا کہ نانوتوی صاحب کے ان دو فقروں میں ''خاتمیت ذاتی'' کا بیان ہے لیکن خان صاحب نے بڑا ظلم کیا اور جن الفاظ سے صاف معلوم ہوسکتا تھا کہ یہاں بیان صرف اور صرف خاتمیت مرتبی کا ہے وہ الفاظ چھوڑ دیئے نقل نہیں کیے جس کی وجہ سے مفہوم یہ نکل آیا کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کے منکر ہیں۔ اور فقروں کو آگے پیچھے کر کے اس طرح جوڑا کہ ڈیش تک نہیں دیا اور کہا کہ یہ صریح خیانت کی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ خود مولانا منظور نعمانی صاحب نے بھی بالفرض والے دو مختلف صفحات کے جملے ایک ہی جگہ جوڑ کر لکھے ہیں۔ ''اِن دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ایک ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا''۔

دیکھ لیجئے دو الگ الگ صفحوں کی عبارت کو ایک جگہ کر دیا یا نہ؟ معلوم ہوا کہ عبارت

اکٹھی ہو یا الگ جملے، ہر طرح سے مفہوم ایک ہی رہے گا۔ البتہ نعمانی صاحب کا اصل مقصد ''خاتمیتِ ذاتی'' کے متعلق بتانا ہے کہ امام احمد رضا خان نے اس شرط کو بیان کئے بغیر باقی عبارت نقل کی۔

جواباً گذارش ہے کہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پیرے کے پیرے نقل کر کے نہیں دیئے اور نہ اس کی ضرورت تھی۔ اُنھوں نے تو وہ مطلب و مفہوم پیش کیا جو تحذیر الناس کی عبارات سے عیاں تھا۔ جو جملے مولانا منظور نعمانی صاحب نے خط کشیدہ کیے ہیں وہ ہم نے بھی خط کشیدہ کر دیئے، ان کا مطلب وہی ہے کہ نانوتوی صاحب ''خاتمیت ذاتی'' کا بیان کر رہے ہیں یعنی خاتمیت مرتبی کا۔ اور ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آئے تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہیں رہتی (جس پر علمائے دیوبند کا بہت زور ہے) اور جب خاتمیت مرتبی باطل ہوگئی تو لامحالہ ختم زمانی بھی باطل ہوگئی کیونکہ خود نانوتوی صاحب اور اُن کے پرستاران بار بار لکھ چکے ہیں کہ ختم مرتبی کو ختم زمانی لازم ہے۔ ختم مرتبی تب ہی باقی رہ سکتی ہے کہ ختم زمانی باقی رہے۔ جب ختم زمانی ہی نہ ہوگی تو مرتبی کا وجود کہاں ہوگا۔ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ لازم کے نہ ہونے سے ملزوم بھی باقی نہیں رہتا۔ جبکہ مولانا منظور نعمانی نے جس تحذیر الناسی پیرے سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اس میں خاتمیت ذاتی یا مرتبی کا بیان ہے۔ تو توجہ اس بات پر دیں کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آئے تو خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ یہ عبارت نہ فرضی ہے نہ شرطیہ۔ یعنی خاتمیت مرتبی کے باقی رہنے اور اس میں کچھ فرق نہ آنے کا عقیدہ رکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا یا آنا علماء دیوبند کو دل و جان سے تسلیم ہے۔

علامہ ڈاکٹر خالد محمود اور مولانا منظور نعمانی وغیرہ کے عقیدتمندوں کو اب بد کنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ عقیدہ تحذیر الناس پر مر مٹنے والے چھوٹے بڑے (اکابر و اصاغر) دیوبندی علماء کا ''لوہے کی لٹھ'' سمجھئے۔ اس عقیدے کی یہ اتنی بار تکرار کر چکے ہیں اور لکھ لکھ کر تشہیر کر رہے ہیں بلکہ ہم عاجز بندوں پر اتنے برہم ہو رہے ہیں کہ جس کا بیان بھی احاطہ تحریر

میں نہیں آسکتا۔ غصے سے دانت پیس پیس کر کہتے ہیں کہ یہ بریلوی ہمارے مولانا کی عبارتوں سے ختم مرتبی شرط کو کاٹ کر کیوں ظلم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تو نبی کا آنا اس صورت میں تسلیم کرتے ہیں کہ بیان ختم مرتبی کا ہو۔ اس معنی کو جملے میں رکھ دیا جائے تو وہ ہر شرط اور ہر فرض سے ہاتھ اُٹھا کر کہتے ہیں کہ اب ہمیں منظور ہے۔ ڈاکٹر خالد صاحب کا یہ جملہ غور سے پڑھئے اور مطلب اخذ کیجئے:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مقدر مانا جائے تو اسے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوۃ سے مستنیر مقدر مانا جائے گا اور اس سے حضور کی خاتمیت مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہیں آئے گا''۔ (مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۷)

ڈاکٹر صاحب نے اس جملے میں اسی لیے کوئی لفظ ایسا نہیں لگایا جو فرضی یا شرطیہ عبارت ظاہر کرے کیونکہ وہ لفظ مہمل ہوتا۔ جب مستقل اور ٹھوس عقیدہ ہو گیا کہ آپ کے بعد کسی نبی کے آنے سے خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہیں آتا تو پھر ''اگر'' کی ڈگر پر چلنے اور ''فرض'' کا مرض لگانے کی کیا ضرورت ہے؟۔ مثلاً! مولانا منظور نعمانی دکھاوے کے طور پر ''اگر بالفرض'' لگا کر خود کو محفوظ خیال کرنے لگے۔ حالانکہ اس کے بغیر بھی اُن کا ٹھوس عقیدہ ہے کہ بالذات نبی کا معنیٰ رکھ کر کسی نبی کا آنا تسلیم کیا جائے تو آپ کی خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہیں آتا۔[1] اب یہاں ایک عجیب تماشہ دیکھئے کہ مولانا منظور نعمانی خود کہتے ہیں کہ بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے آنے سے ختم مرتبی میں تو فرق نہیں آتا لیکن خاتمیت زمانی باقی نہیں رہتی۔ جب خاتمیت زمانی باقی نہیں رہتی تو خاتمیت مرتبی بھی باقی نہیں رہتی کیونکہ

(۱) علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! ''بالفرض'' کے لفظ سے ''پیدا'' ہونے کے معنی نکلتے ہیں کیونکہ پہلے انبیاء میں کسی نہ کسی نبی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہونا تو امر واقعی ہے جیسے عیسیٰ علیہ السلام۔ امر واقعی کو ''بالفرض'' سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے زمانہ نبوی میں کہیں کسی اور نبی کا ہونا مطلقاً ''ہونے'' کے معنی نہیں دیتا بلکہ پیدا ہونے کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک مستقل مضمون ہے جسے مستقل فقرہ میں صاحب تحذیر الناس نے بیان کیا ہے''۔
(التبشیر برد التحذیر / مقالات کاظمی حصہ دوم ص ۳۲۷)

نانوتوی کی اتباع میں یہ سب لوگ کہتے ہیں کہ خاتمیت مرتبی کو خاتمیت زمانی لازم ہے۔ تو بقول مولانا منظور نعمانی جس جملے میں ختم زمانی باقی نہیں رہتی وہاں ختم مرتبی کس طرح باقی رہے گی۔ آپ کا مطلب یہ ہوا کہ چاند نہ بھی ہو تو چاندنی باقی رہ سکتی ہے۔ حالانکہ چاندنی کے لیے چاند کا ہونا لازم ہے۔ چاند نہیں تو چاندنی بھی نہیں۔ چاند کو لازم کہیں گے، چاندنی کو ملزوم ——— لازم ہو گا تو ملزوم ہوگا، لازم ختم، ملزوم ختم ——— خاتمیت مرتبی ملزوم ہے، خاتمیت زمانی لازم ہے ——— تو بتائیے جس عبارت میں لازم باطل ہو رہا ہو، ملزوم وہاں باطل نہیں ہوگا؟ آپ کا تو دھڑن تختہ یوں بھی ہو گیا۔ آپ ایڑی چوٹی کا زور لگا کر ان عبارات میں خاتمیت مرتبی کو باقی رکھنا چاہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں: ''اور نہ کوئی ذی ہوش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا''۔ آپ کے تین قول اور تین عقیدے سامنے آ گئے۔

(۱) خاتمیت مرتبی کو خاتمیت زمانی لازم ہے۔

(۲) نانوتوی صاحب کے بالفرض...... والے فقروں میں خاتمیت ذاتی باقی رہتی ہے۔

(۳) نانوتوی صاحب کے بالفرض...... والے فقروں میں خاتمیت زمانی باقی نہیں رہتی۔

اب خود ہی فیصلہ کیجئے جب تیسرے قول اور عقیدے کے مطابق فقروں میں خاتمیت زمانی جو خاتمیت ذاتی کو لازم ہے باقی نہیں رہتی تو آپ کا دوسرا قول اور عقیدہ ردّ ہو گیا۔ کیونکہ جس فقرے میں خاتمیت زمانی (لازم) باطل ہو رہی ہو وہاں خاتمیت ذاتی (ملزوم) بھی خود بخود باطل ہو جائے گی۔ اس لیے کہ پہلے قول اور عقیدے بلکہ قانون وقاعدے اور اصول و کُلیے کے مطابق آپ خاتمیت مرتبی کے لیے خاتمیت زمانی کو لازم مانتے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ تحذیر الناس کے ان متنازعہ فقروں میں نہ خاتمیت زمانی باقی بچی نہ خاتمیت مرتبی۔ اور اب وہ فقرے اس طرح کے معنوں میں ہو گئے:

''بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت زمانی اور خاتمیت

مرتبی دونوں میں فرق آتا ہے''۔ لیکن ڈاکٹر خالد صاحب بضد ہیں اور کہتے ہیں ''اس معنی کی خاتمیت میں فرق نہ آتا۔ خاتمیت مرتبی بہر حال قائم تھی''۔ (صفحہ ۱۵ مقدمہ)

اور صفحہ ۱۷ پر لکھتے ہیں ''خاتمیت مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہ آئے گا''۔ ''بہر حال''، یعنی ہر حالت میں اور سچ مُچ خاتمیت مرتبی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔ تو اب دونوں طرح ان کا بھرپور ردّ ہو گیا۔ مذکورہ بالا تین اقوال کے لحاظ سے اور ہمارے پیش کردہ سولہ دلائل قاطعہ سے بھی، نہ ختم مرتبی رہی نہ زمانی اور نانوتوی صاحب کے ساتھ اُن کے چاہنے والے بھی خاتمیت محمدی کے منکر ٹھہرے۔

(۲) تحذیر الناس سے نقل کردہ یہ پیرا غور سے پڑھیں جو مولانا منظور نعمانی نے پیش کیا ہے!''ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے.... الخ''اس عبارت کا صاف اور صریح مطلب یہ ہوا کہ اگر خاتم النبیین کے یہ معنی لیے جائیں کہ حضور ﷺ زمانے کے اعتبار سے آخری نبی ہیں (جیسا کہ تمام اُمت کا قطعی اجماعی عقیدہ ہے) تو اس میں یہ خرابی ہے کہ حضور ﷺ کا صرف انہی انبیاء علیہم السلام میں بے مثل ہونا ثابت ہوگا جو آپ سے پہلے گزر چکے لیکن اگر خاتم النبیین کے وہ معنی لیے جائیں جو خود میں (نانوتوی) نے بیان کیے ہیں کہ حضور ﷺ بغیر کسی دوسرے نبی کے واسطے کے اپنی ذات سے خود بخود نبی ہیں تو اس میں یہ خوبی ہے کہ جو نبی پیدا نہیں ہوئے اور حضور ﷺ کے بعد ان کا پیدا ہونا مقدر ہے اُن سے بھی حضور پاک کا افضل ہونا ثابت ہو جائے گا اور خاتمیت محمدی میں بھی کچھ فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ حضور ﷺ کے زمانے کے بعد جو نبی پیدا ہوں گے وہ بھی حضور ﷺ کے آفتاب نبوۃ سے مستنیر نبی ہوں گے۔ پھر اسی مفہوم کو تحذیر الناس میں آگے جا کر یوں بیان کیا ہے!''غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں''۔

(صفحہ ۸۱ مکتبہ حفیظیہ)

اور چند سطر بعد یہ لکھا:

''اس صورت میں اگر اصل وظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیت پھر بھی ادھر رہے گی''۔ (صفحہ ۸۲)

ان عبارات کا بھی صاف اور صریح مطلب یہ ہے کہ اگر حضور ﷺ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد نبی پیدا ہوں تو آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا کیونکہ وہ بھی آپ کا ظل اور عکس ہی ہوں گے بلکہ اصل اور ظل میں برابری بھی ہو یعنی وہ بھی حضور ﷺ کی طرح خاتم النبیین ہوں تو بھی کچھ حرج نہیں کیونکہ بوجہ اصلی اور ذاتی نبی ہونے کے افضلیت پھر بھی حضور ﷺ کے لیے ہی ہوگی۔ چنانچہ اگلی سطور میں جا کر صاف لکھ دیا:

''اب خلاصہ دلائل بھی سنیئے کہ درباره وصف نبوت فقط اسی زمین کے انبیاء علیہم السلام ہمارے خاتم النبیین ﷺ سے اس طرح مستفید و مستفیض نہیں جیسے آفتاب سے قمر وکواکب باقیہ بلکہ اور زمینوں کے خاتم النبیین بھی آپ سے اسی طرح مستفید و مستفیض ہیں۔ مگر یہ بات.....آپ کے واسطہ فی العروض ہونے پر موقوف ہے''۔ (صفحہ ۸۵،۸۶)

یعنی خاتم النبیین تو اور زمینوں میں بھی ہیں مگر چونکہ ذاتی ہونے کے اعتبار سے حضور خاتم النبیین ہیں اس لیے اور خاتم النبیین ہونے کے باوجود آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ جیسا کہ پہلے تحذیر الناس میں یہ موجود ہے:

''غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے (حضور کا وصف نبوت سے بالذات ہونا) تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔'' (صفحہ ۵۶)

اسی بات کو اور مضبوطی کیساتھ صفحہ ۸۵، ۸۶ پر بیان کیا گیا ہے کہ نہ صرف اسی زمین کے نبی ہوں بلکہ دیگر زمینوں میں خاتم النبیین بھی ہوں تب بھی حضور ﷺ کی

خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ اس لیے کہ اُن کی نبوت بالعرض ہوگی یا وہ بالعرض خاتم ہوں گے اور آپ بالذات نبی ہیں تو افضلیت بوجہ اصلیت ادھر ہی رہے گی۔ یہاں بھی واضح طور پر معلوم ہوگیا کہ نانوتوی صاحب خاتم کا معنیٰ بالذات نبی لے کر خاتمیتِ مرتبی کا نام دیتے ہیں اس سے اُن کے عقیدے میں بعد زمانہ نبوی کسی نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیتِ محمدی میں فرق نہ آنا، زمانی اعتبار سے ہی ہے، صرف مرتبی اعتبار سے نہیں۔ نانوتوی صاحب نے آگے جا کر مزید واضح کر دیا کہ! ''یہ سمجھیے کہ نورِ قمر نورِ آفتاب سے مستفاد (فائدہ حاصل کیے ہوئے) ہے، ایسے ہی بعد لحاظ مضامین مستورہ فرق مراتب انبیاء کو دیکھ کر یہ سمجھیں کہ کمالات انبیاء سابق اور انبیاء ماتحت کمالات محمدی ﷺ سے مستفاد ہیں''۔ (صفحہ ۸۹)

اب ناظرین اس پر غور کریں کہ انبیاء سابق تو وہ ہوئے جو آپ ﷺ سے پہلے گزر چکے یہ انبیاء ماتحت کون ہوئے؟ یہ انبیاء ماتحت وہی ہوئے جو خاتمیت مرتبی کا معنی لے کر حضور ﷺ کے زمانہ میں اور زمینوں پر ہیں یا جن کا پیدا ہونا حضور ﷺ کے زمانے کے بعد جائز مانا گیا ہے۔ اور اسی کو نانوتوی صاحب نے پہلے صفحہ ۷۶ پر یوں بیان کیا! ''اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجیے (یعنی خاتم بمعنی بالذات نبی یا افضل النبیین لیجیے)....اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی (انبیاء سابقین) ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی، افراد مقدرہ (انبیاء ماتحت جو تقدیر الٰہی میں ہیں) پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر (آپ کے زمانے میں) کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''۔ (صفحہ ۷۶)

کیا اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ یہاں صرف ختمِ مرتبی کا بیان ہے، زمانی کا نہیں؟

علامہ ڈاکٹر خالد محمود سیالکوٹی نے بھی یہ عبارت ذرا وضاحت کیساتھ یوں لکھی:

''ہاں خاتمیت مرتبی کا وہ پہلو جس کے تحت انبیاء سابقین کو آپ کا فیض ملا اور انہوں نے آپ سے اس طرح جلا پائی جیسے چاند سورج

سے مستنیر ہوتا ہے۔ انبیاء کے افرادِ خارجیہ (جو عملاً دنیا میں تشریف لاتے رہے) سے ہی خاص نہیں۔ ان کے افرادِ مقدرہ (جو صرف فرض کیے جائیں) کے لحاظ سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو بھی آپ کی خاتمیت مرتبی بے شک قائم رہتی اور وہ آپ کے ماتحت ہوتا۔ ہاں اُس کے بالفعل آنے سے ختم نبوت زمانی بے شک قائم نہ رہتی اور یہ خلاف عقیدہ اسلام ہوتا''۔

(ص ۱۲، ۱۳)

بریکٹ کے الفاظ بھی ڈاکٹر صاحب ہی کے ہیں۔ اس عبارت میں ڈاکٹر صاحب نے کھل کر بتا دیا ہے کہ آپ کے بعد بھی نبی آجائے تو بے شک آپ کی خاتمیت مرتبی قائم رہتی ہے۔ ساتھ ہی یہ لکھ کر اس کا ردّ بھی کر دیا کہ ''ہاں اس کے بالفعل آنے سے ختم نبوت زمانی بے شک قائم نہ رہتی''۔ ان جملوں میں عجیب قسم کا تماشا دیکھیے۔ ''بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مقدّر ہوتا'' کیا مطلب؟ یعنی بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی بالفعل آتا۔ تو کیا ہوتا؟ ''آپ کی خاتمیتِ مرتبی بے شک قائم رہتی'' لیکن اگلا جُملہ یوں لکھا ''ہاں اُس کے بالفعل آنے سے ختمِ نبوتِ زمانی بے شک قائم نہ رہتی'' یعنی بالفعل نبی آنے سے خاتمیتِ مرتبی قائم رہتی ہے، خاتمیتِ زمانی نہیں۔ جبکہ ہم نے ثابت کر دکھایا ہے کہ بالفعل نبی آنے سے خاتمیتِ مرتبی بھی قائم نہیں رہتی۔ اور ان کے اپنے قاعدے کُلیے کے مطابق بھی باقی نہیں رہتی۔ علمائے دیوبند اس بات پر بہت زور دیتے ہیں کہ مولانا قاسم نانوتوی حضور ﷺ کے بعد نبیوں کا آنا بالفعل نہیں مانتے بلکہ وہ تو صرف فرض کرتے ہیں۔ اور ایسی فرضی عبارات قرآن کریم میں بھی موجود ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ اور واقعی جن کی قسمت میں ہدایت نہ ہو، سمجھانے ڈرانے پر بھی اُن کا سیدھی راہ پر آنا ممکن نہیں۔ ہم سمجھا سمجھا کر تھک چکے ہیں کہ یہ عبارت ہرگز فرضی نہیں اور ایسی انوکھی ''فرضی عبارت'' تحذیر الناس کے علاوہ کہیں نہیں ملے گی۔ علامہ خالد محمود صاحب نے تحذیر الناس

کی جس عبارت کی تشریح فرمائی ہے اسکا یہ جملہ پھر ملاحظہ فرمائیے: ''ہاں اُس کے بالفعل آنے سے ختم نبوت زمانی بے شک قائم نہ رہتی''۔ بالفاظ دیگر اُس کے بالفعل آنے سے ختم نبوت مرتبی قائم رہتی ہے۔ جیسا کہ یہی مفہوم پچھلے جملے میں ہے۔ ''بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو بھی آپ کی خاتمیت مرتبی بے شک قائم رہتی اور وہ آپ کے ماتحت ہوتا''۔ ''بالفرض'' یہاں پیدا ہونے کا معنی دے رہا ہے۔ جملہ یوں درست ہوتا ''بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو آپ کی خاتمیت مرتبی بھی قائم نہ رہتی'' اب یہ عبارت واقعی فرضی ہے۔ اگر چہ ہم خاتم کا معنی صرف خاتمیت زمانی یا آخری نبی کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ کچھ نہیں۔ نانوتوی صاحب یا اُن کے مؤیدین کو بالفعل نبی آنے پر انکار ہرگز نہیں۔ انکار اس بات پر ہے کہ ''ختم نبوت مرتبی میں فرق آتا ہے''۔ وہ فرق آنے کا عقیدہ نہیں رکھتے، فرق نہ آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اُن کے عقیدے میں بالفعل نبی آ بھی جائے تو ختم نبوت مرتبی قائم رہتی ہے۔ ہمارے نزدیک آپ کے بعد کوئی نبی آئے تو اس میں آپ کی کسر شان ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعد قیامت تک کسی نئے نبی کا آنا نہیں رکھا۔ تو یہ کہنا کہ خاتمیت مرتبی میں فرق نہیں آتا یہ عقیدہ بھی اسلام کے خلاف ٹھہرا۔ تو علامہ خالد صاحب جب یہ کہتے ہیں کہ ''ختم نبوت زمانی بے شک قائم نہ رہتی'' تو اب بتائیں کہ جس عقیدے میں یا جس صورت میں ختم نبوت زمانی قائم نہ رہتی ہو وہاں ختم نبوت مرتبی کس طرح قائم رہ سکتی ہے۔ کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ ''ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی لازم ہے''۔ تو جہاں لازم باطل وہاں ملزوم باطل اس طرح جب زمانی میں فرق واقع ہوا، مرتبی بھی باقی نہ رہی۔ تو نانوتوی صاحب کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ خاتم النبیین کا معنی وہ لیا جائے جو میں نے کیا ہے یعنی بالذات نبی۔ تو اس کی خوبی یہ ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں اسی زمین پر کوئی اور نبی ہو، آپ کے زمانے میں دیگر زمینوں میں نبی ہوں، اُن دیگر زمینوں کے خاتم النبیین بھی ہوں، انبیائے سابق ہوں یا حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد کوئی نبی ہو، کوئی بھی صورت ہو آپ کی خاتمیت (زمانی و مرتبی) میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کیونکہ

آپ سے سابقہ انبیاء، آپ کے زمانہ یا آپ کے بعد پیدا ہونے والے سب کے سب آپ کے فیض سے نبی ہوں گے اور چونکہ خاتم النبیین کا اصلی معنی افضل النبیین ہے، بوجہ بالذات نبی ہونے کے، لہٰذا افضلیت ہر حالت میں حضور ﷺ کی طرف ہی رہے گی۔ یوں علمائے اہل سنت عرب وعجم کا نانوتوی صاحب پر فتویٰ درست ٹھہرا، عبارات میں تحریف وخیانت محض الزام ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم نے تشریح کر کے دلائل سے ثابت کر دیا اور امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفصیل وتشریح بیان نہیں فرمائی۔ جن الفاظ سے ثابت ہوتا کہ نانوتوی صاحب کا یہ بیان ختمِ ذاتی کے متعلق ہے، نقل کرنا نہ کرنا ایک ہی بات ہے۔ نقل کریں تب، نہ کریں تب، عبارتوں کا صریح اور واضح مطلب ومفہوم وہی ہے جو ہم بار بار دلائل سے ثابت کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت پر عبارات کا آگے پیچھے کر دینے کا الزام محض ایک چال ہے اور اعلیٰ حضرت پر تحریف وخیانت کا الزام ''خیانت'' اور ''تحریف'' کے مفہوم سے ناآشنائی، پرلے درجے کی جہالت اور یا پھر صریح دھوکہ دہی ہے۔

(۳) مولانا منظور نعمانی صاحب کی جو عبارت ہم نے نقل کی ہے اُس میں اُنہوں نے اس بات کا رونا رویا ہے کہ فقرے الگ الگ تھے مگر احمد رضا خان نے ان کو مسلسل کر دیا اور درمیان میں ڈیش تک نہیں دیا۔ یہ صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۳ کی عبارت میں لکھا۔ اس سے پہلے صفحہ ۱۰۱ پر لکھا! ''یہ عبارت تحذیر الناس کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس طرح کہ ایک فقرہ صفحہ ۳۲ کا ہے اور ایک صفحہ ۵۶ کا اور ایک صفحہ ۶ ۷ کا۔ اور صفحات کا نمبر درکنار فقروں کے درمیان امتیازی خط (ڈیش) تک نہیں دیا گیا ہے''۔ صفحہ ۱۰۲ پر لکھا! ''صفحہ ۱۴ اور ۲۸ کے پہلے دونوں فقروں کو توڑ پھوڑ کے ایک ہی فقرہ بنا ڈالا ہے۔ اس طرح کہ پہلے فقرہ کا مسند الیہ حذف کیا اور دوسرے ہی کے مسند الیہ کو پہلے کا بھی مسند الیہ بنا دیا''۔ قارئین! لطف کی بات یہ کہ مولانا منظور نعمانی نے مولانا نانوتوی صاحب کی عبارت نقل کرتے ہوئے خود بھی یہی کچھ کیا ہے۔

ع میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

صفحہ ۱۱۱ تا ۱۱۳ کا جو پیرا مولانا منظور نعمانی صاحب کا ہم نے پیچھے نقل کیا ہے اُس کے آخری حصے کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں! ''بہر حال صفحہ ۵۶ اور صفحہ ۶ ۷ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا''۔ دیکھ لیا آپ نے! مولانا منظور نعمانی نے خود بھی الگ الگ صفحات کی عبارت کو مسلسل بنا دیا، علیحدہ علیحدہ نہیں لکھا اور نہ درمیان میں کوئی ڈیش دیا۔ اور جس طرح اعلیٰ حضرت پر الزام رکھا کہ اُنہوں نے پہلے فقرہ کا مسند الیہ حذف کیا اور دوسرے ہی کے مسند الیہ کو پہلے کا بھی مسند الیہ بنا دیا، خود بھی اسی کے مرتکب ہوئے جس طرح مولانا منظور نعمانی نے ہو بہو عبارت نقل نہیں کی بلکہ اُنکی اپنی سمجھ اور عقیدے یا عقیدت کے مطابق جو مفہوم تھا وہ بیان کر دیا اور اسی تشریح کے در پردہ چال اور خیانت بھی ظاہر وباہر ہے مگر امام احمد رضا بریلوی نے بھی خیانت نہیں کی نہ تحریف کی بلکہ عبارات کا جو اصل مفہوم تھا اُسے بیان کر دیا۔ اور اصل مفہوم یہی ہے کہ نانوتوی صاحب اپنے معنی وتشریح سے ختم نبوت زمانی کے منکر ہوئے۔

کتب خانہ رحیمیہ دیو بند سے چھپنے والی تحذیر الناس کے صفحہ ۱۳ پر حاشیے کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں! ''یعنی اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدیہ ﷺ میں فرق نہ آئے گا''۔ اس عبارت میں بھی تحذیر الناس کے دو الگ الگ صفحات کے فقروں کو بغیر کسی علامت کے یکجا کر دیا گیا ہے یعنی حاشیہ نگار نے عبارت کا مطلب جو اُس نے سمجھا بیان کر دیا۔ بتائیے مولانا منظور نعمانی اور حاشیہ نگار کے ان جملوں کو خیانت، جعل سازی، تحریف یا علمی بددیانتی کا نام آپ دیں گے۔ اگر نہیں تو پھر اعلیٰ حضرت کا قصور کیا ہے؟ اُنہوں نے تو پورے جملے نقل کر کے نتیجہ وہی کچھ بیان کر دیا جو عبارات سے ظاہر تھا جیسا کہ ہم صفحہ بہ صفحہ ثابت کرتے چلے آ رہے ہیں۔

فللّٰہ الحمد۔

(۴) مولانا منظور نعمانی نے جو قرآن حکیم کی آیت کا حوالہ دیا اور جس کو ہم نے پیچھے نقل کیا ہے کہ: اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔ ''نیکوکار جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں''، تو اگر کوئی ''نعیم'' کی جگہ ''جحیم'' پڑھے اور ''جحیم'' کی جگہ ''نعیم''، تو مطلب اُلٹا ہو جائیگا اور کلام صریح کفر ہوگا۔ ہم یہاں صرف اتنا کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی تحریف نہیں کی اسلیئے کہ انہوں نے عبارات نقل کر کے اُن کا اصل مطلب و معنی بیان کیا ہے۔ رہی آیت کریمہ کی مثال تو یہ مثال اعلیٰ حضرت کی نقل کردہ عبارت سے کچھ میل نہیں کھاتی۔ اس لیے کہ وہ عبارات الگ الگ لکھیں تب، مسلسل لکھیں تب یا آگے پیچھے ترتیب بدل کر لکھیں، بہر صورت اُن میں صریح ختم نبوت زمانی کا انکار پایا جاتا ہے۔ وہ کسی طور پر بھی اسلامی نہیں، طعن و تشنیع تو تب کیجئے کہ وہ الگ الگ ڈیش دے کر لکھنے یا صفحات کا نمبر دیکر لکھنے سے اسلامی بن جاتیں۔ اگر کوئی حوالے کے طور پر آیت اس طرح لکھ دے یا نماز میں بھول کر اسی طرح پڑھ دے تو بتائیے اُس پر کیا فتویٰ ہے؟ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَّاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔ ''بدکار دوزخ میں رہیں گے اور نیکوکار جنت میں'' اس تبدیلی سے بتائیے معنوں میں کیا فرق پڑا اور کون سا کفر لازم آیا؟ اگرچہ یہ قرآن ہے اور ایک لفظ بھی آگے پیچھے نہیں کیا جا سکتا مگر خطا و نسیان کے اعتبار سے اگر کوئی اس طرح پڑھ دے تو فرمائیے کون سا کفر لازم آئے گا؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نہ تو تحریف ہے نہ بددیانتی اور نہ خطا و نسیان بلکہ جملے نقل کر کے عبارات کا اصلی اور حقیقی مفہوم لکھا گیا ہے۔ نہ تو ابرار کے ساتھ جحیم والا معاملہ ہے اور نہ فجّار کے ساتھ نعیم والی صورت۔ خاتمیت مرتبی کا ذکر تو وہ تب کرتے جب یہ معنی عبارت کو کوئی فائدہ دیتا۔ ہمارے دیئے گئے دلائل کے بعد موجودہ علمائے دیوبند ثابت فرمائیں کہ خاتمیت

مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہیں آتا اور خاتمیت زمانی (لازم) کے نہ ہونے سے بھی خاتمیت مرتبی (ملزوم) باقی رہتی ہے۔ ہمیں انتظار رہے گا۔ ناظرین! اگر یہی تحذیر الناس کسی قادیانی کی لکھی ہوتی یا بتایا نہ جاتا کہ یہ مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب کی لکھی ہوئی ہے تو آپ دیکھتے کہ یہی مدنی، نعمانی، سیالکوٹی، گکھڑوی اور قصوری وغیرہ علمائے دیوبند اس کے ردّ میں پتا پانی کر چکے ہوتے۔ یہ لوگ خود اس کتاب کو قادیانیت کی بنیاد ٹھہراتے۔ اعلیٰ حضرت نے جو حصہ نقل نہیں فرمایا، آپ حضرات نے نقل کر کے بھی دیکھ لیا کہ نتیجہ دونوں طرح ایک نکلا۔ ہم دیوبندی علماء کو کھلم کھلا دعوت دیتے ہیں کہ وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کے نقل کردہ تین جملوں کو (ہر جملہ اپنی جگہ ثابت رکھتے ہوئے) سب صورتوں میں، کہ جتنی بن سکتی ہیں، لکھیں اور پھر ثابت کریں، کسی بھی ایک صورت کو، کہ لیجئے اس طرح یہ کُفر یہ نہیں، کیا کوئی ایسا کرنے کے لئے تیار ہے؟

یہاں خاتمیتِ ذاتی کی شرط کا پھر ذکر کرنا تحصیلِ لاحاصل ہوگا۔

یہاں پہ سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری کی اُس عبارت کا جواب بھی ہو گیا، جو انہوں نے لکھا تھا:

''جناب خان صاحب (امام احمد رضا) نے جو عبارت تحذیر الناس کی نقل فرمائی ہے وہ حضرت مولانا نانوتوی...... کی تحذیر الناس میں نہیں۔ ہاں اگر قرآن شریف میں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۔ ہے تو بے شک یہ عبارت منقولہ بھی تحذیر کی ہے، ورنہ نہیں۔''

(السحاب المدرار صفحہ ۱۲/ رسائل چاند پوری حصہ دوم صفحہ ۳۴۹)۔ مختلف صفحات سے جُملے لے کر ایک کُفر یہ عبارت بنا لینے کا الزام و بہتان تو علمائے دیوبند کی اندھی عقیدت مندی، باطل پرستی، بے جا تعصّب، سر سے بلا ٹالنے کی ناکام کوشش یا پھر کم علمی و جہل کے سبب ہے۔ ورنہ ان جملوں کا ماتقدم و ماتاخر حذف

بھی کر دیا جائے تو یہ جُملے اپنی الگ الگ حیثیت و ہیئت میں مستقل کُفر یہ مفہوم پر مشتمل ہیں۔

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ○ (نیکوکار جنت میں رہیں گے) اور وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔ (بدکار دوزخ میں جائیں گے)۔

یہ دونوں جملے اسمیہ ہیں۔ جملہ اسمیہ میں پہلے جز کو مبتداء اور دوسرے کو خبر کہتے ہیں۔ جملہ اسمیہ پر اِنَّ داخل ہو جائے تو مبتداء کو منصوب پڑھا جاتا ہے اور خبر بدستور مرفوع ہوتی ہے۔ صفت کی طرح خبر بھی وحدت، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں اپنے مبتداء کے مطابق ہوتی ہے۔ جیسے اَلْاَشْجَارُ طَوِیْلَۃٌ، اَلْحُرُوْبُ مُہْلِکَۃٌ۔

لیکن اگر الاشجار مھلکۃ کہہ دیا جائے تو خبر اپنے مبتداء کے مطابق نہ رہے گی۔
بعینہٖ اگر ان الابرار لفی جحیم کر دیا جائے تو یہ تحریف ہو جائے گی اور خبر اپنے مبتداء کے مطابق نہ رہے گی۔ یعنی نیکوکار جہنم میں جائیں، یہاں خبر اپنے مبتداء کے مطابق نہیں۔

اب تحذیر الناس کی وہ عبارات جو الگ الگ صفحات پر ہیں اور امام احمد رضا خاں بریلوی نے اُنہیں ایک جگہ اکٹھے نقل فرما لیا، لکھ کر بتایا جائے کہ الگ الگ لکھنے سے یُوں کفریہ معنیٰ پیدا نہ ہوتے اور اکٹھے لکھ دینے سے یُوں کُفر یہ معنیٰ پیدا ہو گئے۔ اس ''تحریف'' اور ''کُفر'' کو جو علمائے دیو بند کے بقول امام احمد رضا خاں بریلوی نے عبارات کو بغیر اضراب (علامات) کے ایک جگہ نقل کر کے پیدا کیا، ذرا الگ الگ لکھ کر واضح فرما دیں۔ بہت مہربانی ہو گی اور بہتوں کا بھلا ہو گا۔ وضاحتی بیان قرآنِ حکیم کی آیات ان الابرار ......الخ لکھ کر کیا جائے۔ یہ شرط ہے۔

متضاد عبارت کسی دعوے کی دلیل نہیں بن سکتی:

تحذیر الناس کی ایک اور عبارت ختم نبوت زمانی کے حق میں پورے اعتماد کے ساتھ پیش کی جاتی ہے۔ وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ

تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اَوْ کَمَا قَالَ۔ جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی۔ کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا۔ گو الفاظ مذکور بسند تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواترِ الفاظ باوجود تواترِ معنوی یہاں ایسا ہی ہو گا۔ جیسا تواترِ عددِ رکعاتِ فرائض و وتر وغیرہ باوجود یکہ الفاظ حدیث مشعرہ تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا اُن کا منکر کافر ہے، ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہو گا''۔ (تحذیر الناس ص ۴۷)

اس کے جواب میں حضرت غزالیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہر مسلمان جانتا ہے کہ اعداد رکعات فرائض کا منکر اسی لیے کافر ہے کہ یہ اعداد تواتر سے ثابت ہیں اور تواترِ شرعی کا منکر کافر ہوتا ہے جب نانوتوی صاحب نے اس تواتر میں وتر کو بھی شامل کر لیا ہے تو نانوتوی صاحب کے نزدیک وتر کی تعدادِ رکعات کا منکر بھی کافر قرار پائے گا اور کافر بھی ایسا جیسا کہ ختم نبوت کا منکر کافر ہوتا ہے۔ لیکن ہر مسلمان جانتا ہے کہ فرائض کی طرح وتر تواتر میں شامل نہیں۔ آج تک فرضوں کی رکعتوں میں اختلاف نہیں پایا گیا۔ کسی مسلمان نے یہ نہیں کہا کہ مثلاً ظہر کے تین فرض جائز ہیں یا مغرب کے فرضوں کی دو رکعتیں پڑھ لی جائیں تو نماز ہو جائے گی۔ بخلاف وتر کے کہ سلف صالحین سے لے کر آج تک وتر کی رکعتوں میں اختلاف چلا آ رہا ہے۔ دیکھئے بخاری شریف میں ہے!

قال القاسم ورأينا.... الخ

تعداد رکعات وتر میں اختلاف اُمت:

یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں! ہم نے جب سے لوگوں کو پایا اُنہیں تین رکعات وتر پڑھتے دیکھا۔ اور گنجائش سب میں ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ کسی شئی میں کچھ مضائقہ نہ ہو۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں اس کے تحت فرماتے ہیں:

قال الکرمانی قوله(ای قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی الله تعالیٰ عنهم اجمعین)ان کلا ای وان کل واحدة من الرکعة او الثلاث والخمس والسبع وغیرها جائز۔ انتھیٰ

(فتح الباری ج ۲ ص ۳۸۹)

یعنی علامہ کرمانی نے فرمایا کہ حضرت قاسم بن محمد کے قول اِنَّ کُلًّا کے معنی یہ ہیں کہ وتر ایک رکعت، تین رکعت اور پانچ رکعتیں اور سات وغیرہ سب جائز ہیں۔ یہ مسئلہ اُمت مسلمہ کے نزدیک قطعی اجماعی ہے کہ فرائض کی رکعات کی تعداد تواتر سے ثابت ہے، اس لئے اس کا منکر کافر ہے اور ظاہر ہے کہ وتر کی رکعات کی تعداد تواتر سے ثابت نہیں، لہٰذا اس کا منکر کافر نہ ہوگا، مگر نانوتوی صاحب نے دونوں کو تواتر میں شامل کر کے تعدادِ رکعاتِ وتر کے منکر کو بھی کافر قرار دے دیا۔ بنا بریں نانوتوی صاحب کے نزدیک معاذ اللہ وہ تمام اسلاف کرام اور ائمہ دین کافر قرار پائیں گے جنہوں نے تعدادِ رکعاتِ وتر میں اختلاف کیا۔ اب اگر نانوتوی صاحب کے خلاف اُمت مسلمہ کے مسلک کو حق سمجھتے ہیں تو ان پر اجماع قطعی کے انکار کا حکم لگانا پڑے گا اور ساتھ ہی یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ان کی عبارت منقولہ بالا کے مفہوم میں صریح تضاد ہے کہ اعدادِ رکعاتِ فرائض کے منکر کی طرح ختم نبوت کا منکر کافر ہے اور اعدادِ رکعاتِ وتر کے منکر کی طرح وہ کافر نہیں۔ متضاد عبارت کسی دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی۔ لہٰذا تحذیر الناس کی اس عبارت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ منکر ختم نبوت ان کے نزدیک کافر ہے''۔ (مقالات کاظمی حصہ سوم صفحہ ۴۸۸، ۴۸۹)

تحذیر الناس کی یہ عبارت ''تعدادِ رکعاتِ فرائض و وتر'' والی مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے تکملہ تحذیر الناس ص ۵۴، ۵۵ (دارالاشاعت کراچی) پر لکھی اور کہا! اس عبارت میں اس امر کی صاف تصریح موجود ہے کہ خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا

کہ تعداد رکعات کا منکر کافر ہے''۔ چونکہ کاندھلوی صاحب نے تعداد رکعات کے ساتھ فرائض و وتر کی تخصیص نہیں کی، مطلق عبارت نانوتوی کا مفہوم لکھا ہے اس لیے کاندھلوی صاحب کے جملے کا مطلب بلا تردید یہ ہے کہ خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ فرائض و وتر کی تعدادِ رکعات کا منکر کافر ہے۔ یوں نانوتوی صاحب کی اتباع میں کاندھلوی صاحب نے بھی تعداد رکعات وتر میں اختلاف بیان کرنے والے تمام اسلاف کرام اور ائمہ دین کو کافر قرار دے ڈالا۔ اسی عبارتِ نانوتوی کو ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی سیالکوٹی نے مقدمہ تحذیر الناس کے ص ۱۹ پر نقل کر کے لکھا!'' آپ دیکھیں کہ مولانا مرحوم (نانوتوی) کس طرح جگہ جگہ خاتمیت زمانی کا اقرار کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ مولانا احمد رضا خان کس ہوشیاری سے خوف خدا سے بے پرواہ ہو کر مولانا مرحوم کی کتاب تحذیر الناس کے ص ۵۶، ۶، ۷ اور ۳۲ سے عبارتوں کے نامکمل ٹکڑے لیے ہیں اور انہیں جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنا دی ہے اور پھر اسے مولانا مرحوم کے ذمے لگایا ہے اور پھر علمائے حرمین سے جو اُردو نہ جانتے تھے اُن پر کفر کا فتویٰ لیا ہے''۔ (مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۹ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

''وتر'' فرض کا معطوف نہیں، عدد کا معطوف ہے:

ایک دیوبندی مولوی کہتا ہے:

''آپ نے جو وتر کا عطف فرض پر ڈالنے کی بجائے اس کو عدد کا معطوف سمجھ کر عبارت کے ساتھ جو کھلواڑ کیا ہے...... اس نے ہمارے احساسات کو کافی گدگدایا''۔

اب تحذیر الناس کا جملہ ملاحظہ فرمائیں:

''جب تواترِ عددِ رکعاتِ فرائض و وتر'' لفظ ''تواتر''، ''عدد'' اور ''رکعات'' تینوں کے ساتھ اضافت ہے، جو کا، کے، کی کا معنیٰ ادا کرتی ہے تو جملہ یوں ہوگا:

''فرائض اور وتر کی رکعات کے عدد کا تواتر''

لفظ رکعات فرض اور وِتر دونوں کی طرف مضاف ہے اور معطوف، معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہاں معطوف وِتر اور معطوف علیہ فرض ہے۔ لہٰذا بقول نانوتوی صاحب وِتر اور فرض کی رکعات کی تعداد کا منکر کافر ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک فرض اور وِتر کی رکعات کی تعداد کا ثبوت تواتر معنوی سے ہے۔

قارئین! ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھیں کہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کس ہوشیاری سے خوفِ خدا سے بے پرواہ ہو کر ایک متضاد عبارت کو خاتمیت زمانی کے حق میں پیش کر رہے ہیں اور تعدادِ رکعاتِ فرائض وتر کے الفاظ کو کس طرح ہضم کر گئے ہیں۔ نانوتوی صاحب نے فرائض کی تعدادِ رکعات اور وتر کی تعدادِ رکعات دونوں کے تواتر کے منکر کو کافر قرار دیا ہے۔ اس میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ دین سب کے سب آ گئے۔ گویا ان سب کو نانوتوی صاحب نے کافر قرار دے دیا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب نے یہ تضاد بیان نہیں کیا کیونکہ اس طرح انکی اپنی علمی بے مائیگی کا راز فاش ہو جاتا (دھوکہ اور فریب کے الفاظ کو نظر انداز کیا جاتا ہے)، اس لیے ثابت ہوا کہ جس طرح نانوتوی صاحب نے تعدادِ رکعاتِ وتر کے منکر کو کافر کہا ڈاکٹر صاحب بھی اپنے حجۃ الاسلام اور قاسم العلوم والخیرات سے متفق ہیں۔ ہوشیاری اور خوفِ خدا سے بے پرواہی کا الزام آپ نے امام احمد رضا کے سر رکھا اور ہم نے آپ کے بارے میں بھی یہی تاثر پیش کیا۔ پڑھنے والے خود فیصلہ کر لیں گے کہ حق و صداقت کا نور کہاں روشنی بکھیر رہا ہے۔ علمائے حرمین میں سے مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی جو حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ تھے جن کو تذکرۃ الرشید میں مولانا عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے مشہور محدث لکھا ہے اور لکھا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی بھی مکہ مکرمہ میں اُن کے درس میں بیٹھتے وہ ہندوستانی اور اُردو جاننے والے تھے۔ نہ صرف اُردو جاننے والے بلکہ ایک طرح کے مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا اشرف علی تھانوی کے پیر بھائی بھی تھے، حسام الحرمین میں اُن کا فتویٰ بھی موجود ہے۔ اور پھر علمائے حرمین شریفین اگرچہ اُردو نہ جانتے تھے، مگر فتویٰ دینے کا سلیقہ اور طریقہ ضرور جانتے تھے۔

بالفرض انہوں نے فتویٰ درست نہیں دیا تھا اور امام احمد رضا نے تلبیس سے کام لیا تھا تو دار العلوم دیوبند کے علماء نے کیونکر صَرفِ نظر کر لیا تھا۔ فتوے سامنے آنے کے بعد علمائے حجاز تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ اور جو امام احمد رضا کی دھوکہ دہی بتاتے ہیں اُس کا راز فاش کرنے سے قاصر رہے۔ رہی بات ''المہند'' کی تو وہ حسام الحرمین کا جواب ہرگز نہیں۔ ایک اور بات ضمناً آ گئی ہے اس کو بھی کرتے چلیں۔ مولانا حسین احمد مدنی نے ''شہاب ثاقب'' کے شروع میں لکھا کہ امام احمد رضا بریلوی کی ملاقات جب مفتی سید احمد برزنجی شافعی سے ہوئی اور امام احمد رضا نے اپنے رسالہ علم غیب کو پیش کیا اور تقریظ و تصدیق چاہی تو مفتی صاحب نے اس مسئلہ میں اُن سے اختلاف کیا۔ اب مولانا مدنی صاحب کے اپنے الفاظ سنیئے! ''چنانچہ مفتی صاحب دام فضلہ نے حسام الحرمین پر جو تقریظ لکھی تھی اُس پر سے اپنا نام مٹا دیا اور بہت کچھ سخت اور سست ان کو کہا مگر دوسرے روز مجدد صاحب نے اپنے صاحبزادے کو مفتی صاحب کے مکان پر بھیجا اور بہت کچھ عاجزی وغیرہ کرنے کے بعد مفتی صاحب نے پھر اس تقریظ پر اپنی مہر کر دی''۔

(شہاب ثاقب ص ۲،۳ مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

شہاب ثاقب کے ص ۲ پر مولانا مدنی نے مفتی صاحب کے علم و فضل کا اعتراف کرتے ہوئے اُن کا نام یوں لکھا: مولانا السید احمد برزنجی مفتی الشافعیہ دامت برکاتہم'' اور یہ بھی لکھا:

''چونکہ مفتی صاحب موافق اہل حق تھے اس لیے انہوں نے اس مسئلہ میں مخالفت کی''۔

جب علم غیب جیسے فروعی مسئلے پر قبلہ مفتی صاحب نے کسی رو رعایت سے کام نہ لیا تو سوچنے کی بات ہے کہ اصولی مسئلے پر وہ کس قدر محتاط ہوں گے۔ مولانا حسین احمد مدنی ایک طرف اُن کو اہل حق کہہ کر ادب و احترام بھی کرتے ہیں مگر دوسری جانب خوشامد و عجز کرنے کے باعث اُن سے حسام الحرمین پر دوبارہ مہر بھی کرواتے ہیں۔ بہرنوع جب

اُنھوں نے دوبارہ مہر کر دی تو مطلب یہ ہوا کہ انھوں نے دوبارہ علمائے دیوبند پر مہر تکفیر ثبت کر دی۔

یہاں علامہ ڈاکٹر خالد محمود سیالکوٹی کے اس شبے کا ردّ ہو گیا جو مطالعہ بریلویت میں کہیں اُنھوں نے ظاہر کیا تھا کہ!''علمائے حرمین شریفین کی یہ تقاریظ کس نے دیکھی ہیں سچی ہیں یا جھوٹی''۔ یہ تقاریظ جھوٹی اور جعلی ہوتیں تو دارالعلوم دیوبند میں بیٹھ کر ''المہند علی المفند'' نہ ترتیب دی جاتی، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کوئی دور بھی نہ تھا مگر خدا معلوم کہ اکابرین علمائے دیوبند کو وہاں تک جانے کی زحمت گوارا کیوں نہیں ہوئی۔ قارئین کے علم میں ہم یہ بات بھی ضرور لانا چاہتے ہیں کہ ''مفتی سید احمد برزنجی کی کتاب ''غایۃ المامول'' علمائے دیوبند نے پاکستان سے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کی ہے۔ جس کا ترجمہ ارشاد المسلمین کے اوّل نائب امیر مولانا نعیم الدین صاحب دیوبندی نے کیا اور ناشر ہیں۔ (۲-بی شاداب کالونی حمید نظامی روڈ لاہور)۔

اس کتاب میں جہاں مفتی صاحب نے امام احمد رضا بریلوی سے مسئلہ علم غیب میں اختلاف فرمایا ہے وہیں حسام الحرمین میں دیئے گے استفتاء کی عبارت یعنی دیوبندیوں کی کفریہ عبارات بھی درج کیں۔ جن کو دیوبندیوں نے خود چھاپا اور اُن کا ترجمہ بھی خود کیا۔ چنانچہ یہ عبارات درج کر کے مفتی صاحب نے لکھا!''ہم نے اس (حسام الحرمین) پر تقریظ و تصدیق لکھ دی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں (علمائے دیوبند) سے یہ مقالات شنیعہ ثابت ہو جائیں تو یہ لوگ کافر و گمراہ ہیں کیونکہ یہ سب باتیں اجماع اُمت کے خلاف ہیں''۔ غایۃ المامول ص ۲۹۹ بحوالہ دعوت فکر مطبوعہ مکتبہ اشرفیہ مرید کے) اسی انجمن ارشاد المسلمین نے شہاب ثاقب شائع کی جس کے آخر میں علمائے حرمین شریفین میں سے تقاریظ میں شرط لگانے والے صرف سات علماء کی عربی عبارات مع ترجمہ درج کیں۔ اور لکھا:''اور ۳۳ میں سے جب سات علماء یوں نکل گئے اب باقی بچے ۲۶ گویا علمائے دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں علمائے حرمین شریفین میں سے

صرف ۲۶ علمائے کرام نے احمد رضا خان صاحب کی بظاہر غیر مشروط تائید و تصدیق کی ہے''۔ (شہاب ثاقب ص ۷۱ مطبوعہ انجمن ارشاد المسلمین لاہور)

قارئین! ۲۶ کے ساتھ صرف کا لفظ دیکھ کر ضرور پھڑک اُٹھے ہوں گے چلیئے ۳۳ نہ سہی ۲۶ سہی اور وہ بھی ''صرف ۲۶'' ان غیر مشروط تصدیق کرنے والے ۲۶ علماء میں ہندوستان کے اردو جاننے والے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور مولانا نانوتوی و گنگوہی و تھانوی صاحبان کے پیر بھائی مشہور محدث مولانا عبدالحق مہاجر الہ آبادی بھی شامل ہیں۔

تعدادِ رکعاتِ فرائض و وتر والی عبارت مشہور دیوبندی مناظر مولانا منظور نعمانی نے بھی ''فیصلہ کن مناظرہ'' میں نقل کی اور اُسی کا ایک حصہ تحذیر الناس کے اس ایڈیشن میں دیا گیا۔ یہ عبارت نقل کرنے کے بعد مولانا منظور نعمانی لکھتے ہیں کہ مولانا نانوتوی نے اس میں خاتمیت زمانی کو پانچ طریقوں سے ثابت کیا ہے۔ پانچ طریقے لکھنے کے بعد مولانا منظور نعمانی رقمطراز ہیں:

> ''ان پانچ طریقوں سے آنحضرت ﷺ کی خاتمیت زمانی ثابت کرنے کے بعد مولانا مرحوم نے یہ بھی تصریح فرما دی کہ خاتمیت زمانی کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ دوسرے ضروریات وقطعیات دین کا''۔ (تحذیر الناس ص ۱۰۶)

مولانا نانوتوی نے جسے فرائض اور وتر کی تعدادِ رکعات کا تواتر کہا ہے، مولانا منظور نعمانی نے اُسے ضروریات دین اور قطعیات دین کہا۔ تواتر کا منکر بھی کافر ہوتا ہے اور ضروریات دین کا منکر بھی کافر ہوتا ہے۔ وتر کا تواتر جب ہے ہی نہیں تو نہ یہ تواتر ہوا نہ ضروریات وقطعیات دین اور نہ اس کا منکر کافر۔ جبکہ مولانا نانوتوی و مولانا منظور نعمانی اس کو تواتر اور ضروریات دین کہہ کر اس کے منکر کو ختم نبوت کے منکر کی طرح کافر قرار دے رہے ہیں۔ تو ان کے نزدیک جو وتر کے تواتر کا منکر ہے وہ ختم نبوت کا بھی گویا منکر ہے اور دونوں کا کفر ایک جیسا ہے۔ تو نانوتوی و مولانا منظور نعمانی وغیرہ سب کے نزدیک صحابہ کرام

سے آج تک تمام مسلمان کافر قرار پائے جو وتر کے تواتر کے قائل نہیں۔ والعیاذ باللہ۔ اور ظاہر ہے وہ تو بحمد اللہ تعالیٰ مسلمان ہیں البتہ حدیث شریف کی رو سے اُنہیں کافر قرار دینے والے خود نہیں بچ سکتے۔ گویا اب یہ عبارت کفر و ایمان کا ملغوبہ بن گئی جس کو ختم نبوت زمانی کے حق میں علمائے دیوبند پیش کرتے ہیں۔ فرضوں کی تعدادِ رکعات والی بات ایمانی اور وتروں والی بات کفریہ۔ لہٰذا جو عبارت کفر و ایمان کا مجموعہ ہو وہ کسی دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی۔ جیسا کہ تھانوی صاحب نے ''الافاضات الیومیہ'' میں لکھا کہ ''خسیس اور نفیس کا مجموعہ خسیس ہوتا ہے''۔ اور یہ بات مسلمہ ہے کہ ۹۹ عقیدے اگر اسلامی ہوں اور ایک عقیدہ صریح کفر ہو تو اُسے مسلمان نہیں کافر کہیں گے۔ حیرت اسی بات پر ہے کہ پرستاران تحذیر الناس یوں تو بال کی کھال نکالنے کے درپے رہتے ہیں مگر جب اپنے اکابر کی بات آئے تو پھر اُنھیں عین دوپہر کے اجالے میں پہاڑ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ اس مضمون کے حقائق پڑھنے کے بعد ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی سیالکوٹی کے اس جملے میں کیا وزن رہ جاتا ہے؟ جو کہتے ہیں کہ

''مولانا احمد رضا خاں کے پھیلائے ہوئے تفریق کے یہ کانٹے اب تک اُمت کے پاؤں زخمی کر رہے ہیں''۔ (مقدمہ تحذیر الناس ص ۱۹)

فکر کا یہ انداز کس قدر تباہ کن، غیر حقیقی اور متعصبانہ ہے کہ مولانا نانوتوی کی جس کتاب کی چند عبارات پر ہندوستان بھر کے علماء حق نے کفر کے فتوے دیئے اُس کے ردّ میں کتابیں لکھیں مناظرے ہوئے اُس شخص کی لگائی ہوئی فتنہ و فساد کی آگ اور پھیلائے ہوئے تفریق کے وسیع خارزار ڈاکٹر صاحب کی باریک بین آنکھوں سے اوجھل ہیں۔

مولانا نانوتوی سرفراز صفدر کی زد میں:

مولانا نانوتوی کا عقیدہ یہ ہے:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔ (تحذیر الناس ص ۷٦)

جناب سرفراز صفدر صاحب گکھڑوی اپنے مولانا کا ردّ یوں فرماتے ہیں:

''اگر بالفرض کسی اور کو رسالت و نبوت مل جائے تو اس سے ختم نبوت پر زد پڑتی ہے کیونکہ اس سے پیغمبروں کی تعداد اور گنتی میں اضافہ ہو جائے گا اور نمبر شماری بڑھ جائے گی''۔ (ختم نبوت قرآن و سنت کی روشنی میں ص ۲۷)

ناظرین اگر یہ عبارت سرفراز صاحب کی بجائے ہم لکھتے اور نانوتوی صاحب کا ردّ کرتے تو ممکن ہی نہ تھا کہ سرفراز صاحب میخ کی بیخ نہ نکالتے۔ اب معاملہ اپنے قلم کا ہے آپ انتظار فرمائیں اور دیکھیں کہ اس کی تاویل میں کتنی دور سے اور کون سی کوڑی لاتے ہیں۔ ساری دنیا یہی جانتی اور سمجھتی ہے کہ ''ختم نبوت'' سے مراد ختمِ نبوت زمانی ہی ہے۔ جہاں بھی ختم نبوت مطلق بولا جائے گا ختم نبوت زمانی ہی سمجھا جائے گا۔ کبھی کسی نے زمانی اور مرتبی کی تفریق و تقسیم نہیں کی۔ یعنی ختمِ نبوت کا مطلب سارے مسلمان یہی لیتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا اور قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا۔ ''ختم نبوت پر زد پڑتی ہے'' کا سب یہی معنیٰ لیں گے کہ حضور ﷺ آخری نبی نہیں رہتے۔ یہاں پھر یہ کہنا کہ زمانی پر زد پڑتی ہے مرتبی پر نہیں، عبارت پر بڑا ظلم ہوگا۔

مولانا نانوتوی اور سرفراز صاحب کے جملے اپنے اپنے مفہوم میں اتنے واضح ہیں کہ مزید کسی تشریح و تفہیم کی ضرورت ہی نہیں مگر ہم پھر بھی ناظرین کی سہولت کی خاطر دو چار باتیں سمجھائے دیتے ہیں۔

مولانا نانوتوی نے لکھا: ''اگر بالفرض'' اور سرفراز صاحب نے بھی یہی لکھا....

مولانا نانوتوی نے لکھا! ''بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو'' اور سرفراز صاحب نے یہی مفہوم ''کسی اور کو رسالت و نبوت مل جائے'' کے الفاظ کے ساتھ ادا کیا یعنی کوئی نبی پیدا ہو۔ دونوں میں الفاظ کا فرق ہے معنوں کا نہیں.... مولانا نانوتوی نے لکھا! ''خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔

اور سرفراز صاحب نے اس کے بالکل برعکس ''اس سے ختم نبوت پر زد پڑتی

ہے'' کہا۔ دونوں جملے اُوپر تلے دیکھئے۔

نانوتوی:	اگر بالفرض	بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو	تو پھر بھی	خاتمیت محمدی	میں کچھ فرق نہ آئیگا
گکھڑوی:	اگر بالفرض	کسی اور کو رسالت و نبوت مل جائے	تو اس سے	ختم نبوت	پر زد پڑتی ہے

جس تحذیر الناس کا ردّ سرفراز صاحب نے انتہائی بے دردی سے کیا ہے اُسی تحذیر الناس کی تعریف و توصیف بھی ذرا ملاحظہ فرمائیے تاکہ جناب کی تلوّن مزاجی سمجھنے میں قارئین کو دقت محسوس نہ ہو۔ فرماتے ہیں!

''ہم نے عربی، فارسی اور اردو میں بہت سی کتابیں مسئلہ ختم نبوت پر پڑھی ہیں لیکن بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ جس نرالے، انوکھے اور ٹھوس عقلی انداز میں جو خامہ فرسائی حضرت نانوتوی نے اس مسئلہ پر کی ہے ہم نے اور کہیں نہیں پڑھی''۔ (بانی دارالعلوم دیوبند ص ۶۱)

جس بے دردی سے سرفراز صاحب نے اپنے بزرگ قاسم العلوم والخیرات کا رد فرمایا ہے اس کی نظیر بھی مشکل سے ملے گی۔ ردا تنا حقیقت پسندانہ ہے کہ ہمیں بھی خوش کر دیا اور تعریف و توصیف میں بھی ایسا مخولیہ انداز اپنایا کہ طنز و مزاح کے بادشاہ مشتاق یوسفی کو بھی پیچھے چھوڑ گئے۔ سرفراز صاحب شاید فرمائیں کہ خاتمیت محمدی سے مراد خاتمیت مرتبی ہے۔ تو اس کا رد بھی آپ نے یہ کہہ کر خود کر دیا!'' کیونکہ اس سے پیغمبروں کی تعداد اور گنتی میں اضافہ ہو جائے گا اور نمبر شماری بڑھ جائے گی'' سرفراز صاحب بھی یہی کہنا چاہتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے سے پیغمبروں کی تعداد اور گنتی میں اضافہ ہو جائے گا تو اس سے آپ کا مرتبہ کم ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ نبی آپ کے بعد ہی ہوگا۔ بعد ہوا تو یہ اُمت آپ کی اُمت نہ رہی، آخری دین آپ کا دین نہ رہا، قیامت تک کے انسانوں کے لیے آپ رسول نہ رہے۔ رحمۃ اللعالمین آپ کا لقب نہ رہا، آپ کی تعلیمات ناکافی ہوئیں اور قرآن کریم کی جملہ آیات کی معاذ اللہ تکذیب لازم آئی۔ جب یہ خصوصیات اور صفات

آپ کے پاس باقی نہ رہیں تو آپ کا مرتبہ یقیناً کم ہوگا۔ جب مرتبہ کم ہوا تو آپ کی بتائی ہوئی خاتمیتِ مرتبی بھی باقی نہ رہی۔ اس لیے کہ آپ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ

''آنحضرت ﷺ بایں معنی خاتم النبیین ہیں کہ نبوت کے تمام مراتب آپ پر ختم ہیں''۔ (بانی دارالعلوم دیوبند ص ۶۲)

اور جیسا کہ تحذیر الناس کے حاشیہ میں لکھا گیا ہے کہ

''خاتمیت کا دارومدار آپ کے مرتبہ پر ہے''۔

(حاشیہ تحذیر الناس ص ۳۳ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ)

بتائیے جن اُمور میں حضور ﷺ کی جانب نقصان قدر کا احتمال ہو، اُن کی موجودگی میں خاتمیت مرتبی کس طرح باقی رہ سکتی ہے۔ نیز اس لیے بھی خاتمیت مرتبی باقی نہیں رہ سکتی کہ آپ کے نزدیک اس کو تاخر زمانی لازم ہے۔ اور جب تاخر زمانی میں فرق آنے کا اقرار آپ خود بھی کرتے ہیں تو لامحالہ خاتمیت مرتبی بھی باقی نہ رہی۔ لازم باطل تو ملزوم خود بخود باطل یا زمانی (لازم) پہ زد پڑے تو مرتبی (ملزوم) پر بھی زد پڑے گی، نیز اس لیے بھی خاتمیت مرتبی باقی نہیں رہ سکتی کہ آپ کے مناظر مولانا منظور نعمانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ:

''تحذیر الناس کے صفحہ ۴۷ پر حضرت مولانا (نانوتوی) نے جس (خاتمیت) کو خود مختار بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ خاتمیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دو نوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دونوں نوعیں بیک وقت مراد لی جائیں....اور یہ دونوں قسم کی خاتمیت آپ کے لیے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے''۔ (فیصلہ کن مناظرہ/تحذیر الناس ص ۱۱۱)

خاتمیتِ محمدی سے جب مرتبی و زمانی دونوعیں بیک وقت مراد ہیں خاتمیت کو جنس مان کر، اور مولانا نانوتوی کا یہی مختار و محقق ہے تو آپ خاتمیت محمدی سے صرف ایک نوع

خاتمیت مرتبی کس طرح مراد لیں گے؟ لیکن ناظرین کو ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مولانا منظور نعمانی نے ایسی دورنگی کھیلی ہے کہ سب کو مات کر دیا ہے۔ مولانا منظور نعمانی ''قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دونوں نوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں'' لکھ کر اُسی صفحے کے آخر میں لکھتے ہیں!'' ان میں پہلا فقرہ صفحہ ۵۶ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم (نانوتوی) اپنی مذکورہ بالا تحقیق کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں'' جبکہ مذکورہ بالا تحقیق یہ تھی کہ خاتمیت کو جنس مان کر ختم ذاتی اور ختم زمانی کو اس کی دونوعیں قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دونوں نوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں''۔ اب ڈاکٹر خالد محمود صاحب اور سرفراز گکھڑوی صاحب اس گورکھ دھندے کو حل کریں کہ مذکورہ بالا تحقیق اور زیریں تحقیق میں کون سی تحقیق درست ہے۔ اگر مذکورہ بالا تحقیق کو درست مانا جائے تو نچلی غلط اور نچلی کو صحیح مانا جائے تو اُوپر والی غلط، ہے کوئی مردِ میدان جو اس صریح تضاد بیانی میں تطبیق دے سکے۔

بہرحال ثابت ہوا کہ خاتمیت مرتبی مراد لینا قطعی طور پر غلط اور باطل ہے۔ سر سے بلا ٹالنے کو جو یہ معنی لیتے ہیں پھر بھی یہ خاتمیت باقی نہیں بچتی جیسا کہ دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا علمائے دیوبند جو لفظ ''بالفرض'' کا سہارا لے کر اُسے قضیہ فرضیہ قرار دیتے ہیں اور آیات کریمہ سے غلط استدلال کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ پر ناحق الزام لگاتے ہیں کہ فقروں کی ترتیب بدل کر کفریہ عبارت بنا ڈالی وغیرہ سب اعتراضات پر سرفراز گکھڑوی صاحب نے یہ کہہ کر پانی پھیر دیا کہ ''اگر بالفرض کسی اور کو رسالت و نبوت مل جائے تو اس سے ختم نبوت پر زد پڑتی ہے''۔

مولانا نانوتوی اور سرفراز صفدر، سرفراز صفدر کی زد میں

عنوان آپ کو بہت عجیب لگا ہوگا مگر اب یہ دیکھیں کہ مولانا سرفراز صفدر گکھڑوی نے اپنا اور مولانا نانوتوی کا ردّ کیسے کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں، سُنیئے اور سر دھنیے۔

الف: سرفراز صاحب مولانا نانوتوی کی تائید میں فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا نانوتوی تو ختم نبوت مرتبی کے اعلیٰ مقام کو ثابت کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ اگر فرض کیجئے یا اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے زمانہ کے بعد بھی کوئی نبی آجائے تب بھی آپ کی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں آتی''۔ (بانی دار العلوم دیوبند ص ۶۶)

جب کہ اپنے دوسرے رسالے میں خود ہی لکھا کہ

''اگر بالفرض کسی اور کو رسالت و نبوت مل جائے تو اس سے ختم نبوت پر زد پڑتی ہے''۔ (ختم نبوت قرآن وسنت کی روشنی میں ص ۲۷)

سرفراز صاحب نے جب ختم نبوت کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان فرمایا تو سچی بات منہ سے نکل گئی اور جب بانیٔ دار العلوم دیوبند کی کتاب تحذیر الناس کا دفاع کیا تو قرآن وسنت سے اختلاف واقع ہو گیا۔ ایک رسائلے میں لکھا، نبی کے آنے سے زد پڑتی ہے، دوسرے میں لکھا، زد نہیں پڑتی۔ ع

کھاؤں کہاں کی چوٹ بچاؤں کہاں کی چوٹ

سرفراز صاحب بھی دیگر وکیلان صفائی کی طرح ''جو یہ ٹانکا تو وہ اُدھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ اُدھڑا'' کے بھنور میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ غلط کو صحیح بنانے کا منطقی نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی پر جو فقروں کی ترتیب بدلنے کا الزام لگایا جاتا ہے کہ مختلف صفحات جوڑ کر مسلسل بنا دیا۔ کسی کا مسند الیہ یوں حذف کیا اور کسی کا یوں، اب دیکھیں خود سرفراز صاحب نے بھی صفحہ ۳۲ اور صفحہ ۶۷ کے فقروں کو توڑ پھوڑ کر مختصراً ایک جگہ لکھ دیا ہے۔ بقول مولانا منظور نعمانی!'' انہی کارروائیوں کو قرآن کی زبان میں تحریف کہتے ہیں''۔

(فیصلہ کن مناظرہ/تحذیر الناس ص ۱۰۶)

اگر یہ تحریف نہیں تو وہ بھی تحریف نہیں۔ مکمل فقروں کو اپنے اُنہی معنوں کے ساتھ مسلسل لکھ دینے سے جبکہ مفہوم ایک ہو، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تحریف کہتے ہیں کہ اصل الفاظ

بدل کر کچھ اور الفاظ لکھ دیئے جائیں یا ترجمہ کرتے وقت ارادتاً اصل معنیٰ اور مفہوم کو بدل دیا جائے۔ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ اصل الفاظ بدلے ہیں نہ معنیٰ و مفہوم اور نہ ایک عبارت کے الفاظ دوسری عبارت میں شامل کئے ہیں۔ محض تین عبارات مختلف صفحات سے پوری پوری لے کر ایک جگہ اکٹھی کر دی ہیں جو الگ الگ بھی وہی مفہوم دیتی ہیں۔ سرفراز صاحب نے مولانا نانوتوی کی عبارت سے یہ استدلال کیا ہے کہ وہ تو ختم نبوت کے اعلیٰ مقام کو ثابت فرما رہے ہیں، اُنھیں اس سے کوئی غرض نہیں، اور نہ ہمیں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ کوئی نبی آپ سے پہلے ہے یا بعد میں آتا ہے۔ بس یہ دیکھو کہ مولانا نانوتوی کے کئے گئے معنی میں کیا خوبی اور کیا کمال ہے۔ آخری نبی کے معنی میں تو کوئی فضیلت نہیں۔

"اہل علم و عقل بخوبی جانتے ہیں کہ محض زمانے کے لحاظ سے پیچھے آنا باعث فضیلت نہیں بلکہ کچھ اوصاف و کمالات ہوتے ہیں جو بعد میں آنے والے کو پہلے لوگوں پر فوقیت دیتے ہیں"۔ (حاشیہ تحذیر الناس ص ۳۲)

تو مولانا نانوتوی کا یہ علمی کارنامہ ہے کہ جس سے فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے کیونکہ عوام جو معنی لیتے ہیں اُسمیں حضور ﷺ کی فضیلت صرف اُن نبیوں پر ثابت ہوتی ہے جو آپ سے پہلے ہو چکے مگر مولانا نانوتوی کے کیے گئے معنی کی خوبی یہ ہے کہ حضور ﷺ کی فضیلت اُن نبیوں پر بھی ثابت ہو جائے گی جو فرض کیجئے آپ کے زمانہ میں ہوں یا جن کا تقدیر الٰہی میں آپ کے بعد پیدا ہونا لکھا ہو، سب پر ثابت ہو جاتی ہے۔ اس طرح آپ کی ختم نبوت مرتبی کا اعلیٰ مقام ثابت ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ "درصورت تسلیم اراضی و دیگر بطور معلوم بشہادت جملہ خاتم النبیین تمام زمینوں میں ہمارے نبی پاک شہ لولاک ﷺ کی جلوہ گری ہوگی اور وہاں کے انبیاء آپ ہی کے دریوزہ گر ہوں گے اور سب جانتے ہیں کہ اس میں جو فضیلت ہے درصورت انکار اراضی ماتحت وہ فضیلت ہاتھ سے جاتی رہے گی"۔

(تحذیر الناس ص ۸۲)

اس معنی میں یہ بھی خوبی ہے:

"کہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی (انبیاء گزشتہ) ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی، افراد مقدرہ (جن کا تقدیر الٰہی میں آنا ابھی لکھا ہے) پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔ (تحذیر الناس ص ۷۶)

کیونکہ شایانِ شان خاتمیت مرتبی ہے، خاتمیت زمانی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جو چیز آپ کے شایان شان نہیں اُس میں فضیلت بھی کچھ نہیں، اُلٹا کئی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ ترتیب وار صفحہ اول دوم پر ہمارے قاسم العلوم والخیرات نے گنوا دی ہیں۔ لہٰذا آپ مرتبی پہ نظر رکھئے زمانی پر نہیں۔ رہی یہ بات کہ ساری اُمت کے مسلمانوں سے اختلاف اُن کی تحقیر کا باعث ہے تو —— "یہ انہی لوگوں کے خیال میں آسکتی ہے جو بڑوں کی بات از راہِ بے ادبی نہیں مانا کرتے"۔ (تحذیر الناس ص ۷۷)

چونکہ ہمارے مولانا نے بڑوں کی بات از راہِ ادب نہیں مانی اس لیے اُن کی تحقیر ثابت نہیں ہوتی۔ "اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون (مطلب) تک نہ پہنچا ہو تو اُن کی شان میں کیا نقصان آ گیا"۔ (ایضاً ص ۷۷)

اور ہمارے مولانا نے ٹھکانے کی بات کہہ دی تو وہ تھوڑے عظیم الشان ہو گئے۔

ب: سرفراز صفدر صاحب نے اپنا آپ مع مولانا نانوتوی کے عقیدے کا ردّ دوسری جگہ یوں کیا۔ وہ مولانا نانوتوی کے جملے کا مفہوم سمجھاتے ہوئے اُن کی تائید میں رقمطراز ہیں: "اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی نبی آ جائے اور فرض کیجئے کہ کسی کو آپ کے بعد بھی نبوت مل جائے تب بھی آپ کی ختم نبوت چونکہ مرتبی ہے جس کے اُوپر اور کوئی مرتبہ نہیں اسلیے آپ کی ختم نبوت پر کوئی اثر اور زد نہیں پڑتی۔ کیونکہ ہر قسم کا مرتبہ آپ پر ختم ہے لہٰذا کوئی آپ سے پہلے آئے یا بعد کو

آئے، آپ کی ختم نبوت پر اس سے کیا حرف آتا ہے؟''[1]۔

(بانی دار العلوم دیوبند ص ۶۲، ۶۳)

اثر اور زد پڑتی ہے اور حرف بھی آتا ہے کیونکہ مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ کے نامور شیخ الحدیث مولانا سرفراز صفدر صاحب فرماتے ہیں! ''اگر بالفرض کسی اور کو رسالت و نبوت مل جائے تو اس سے ختم نبوت پر زد پڑتی ہے''۔ تاویل کے چکر میں پھر پڑے تو ہم یہیں پوچھ لیتے ہیں کہ کون سی ''ختم نبوت'' پر زد پڑتی ہے زمانی پر، یا مرتبی پر؟۔ اگر زمانی پر زد پڑتی ہے تو آپ کے علم میں آجانا چاہیے کہ پھر مرتبی پر بھی زد پڑے گی، کہ آپ کے نزدیک زمانی لازم ہے مرتبی کو۔ زمانی نہ رہی تو مرتبی کہاں رہے گی۔ اور آپ نے لکھا ہے!''زد پڑتی ہے'' آپ تو یہ بھی تاویل نہیں کر سکتے کہ یہاں ''ختم مرتبی'' مراد ہے کیونکہ دوسری طرف بار بار لکھ رہے ہیں کہ مرتبی پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ چار و ناچار آپ کو کہنا پڑے گا کہ یہاں خاتمیت زمانی مراد ہے۔ تو اب کچھ خوف خدا اور خیال آخرت کے ساتھ مان جائیے کہ آپ کا یہ دوسرا جملہ ''اگر بالفرض کسی اور کو رسالت و نبوت مل جائے تو اس سے ختم نبوت پر زد پڑتی ہے''، واقعی قضیہ فرضیہ ہے اور قرآنی آیات کے ساتھ منطق کی شرائط پر پورا اُترتا ہے لیکن مولانا نانوتوی کے فقروں میں قضیہ فرضیہ نہیں اور نہ آپ لوگوں کا اُن کے ثبوت کے لیے لو کان فیھما الھۃ.... الخ پیش کرنا درست ہے۔ آپ بار بار سوچیں کہ معنوی اعتبار سے آپ کے جملے اور مولانا نانوتوی کے جملے میں وہی فرق ہے جو بار بار ہم آپ لوگوں کو سمجھا رہے ہیں۔ حیلے بہانوں کو چھوڑ دیجئے کہ جہاں زد پڑتی ہے اور فرق آتا ہے وہاں زمانی لے لیں اور جہاں لکھا ہو کہ زد نہیں پڑتی اور فرق نہیں آتا وہاں مرتبی مراد

---

[1] کتنی بے باکی اور جرأت کے ساتھ لکھا جا رہا ہے کہ ''کوئی آپ سے پہلے آئے یا بعد میں آئے، آپ کی ختم نبوت پر اس سے کیا حرف آتا ہے؟''۔ ان لوگوں کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آتی کہ حضور ﷺ کے بعد اگر کوئی نبی آئے تو اس سے آپ کے مرتبے میں فرق آتا ہے۔ پھر وہ مقام و مرتبہ نہیں رہتا جو اس وقت ہے۔ سرفراز صاحب کے اس جملے میں ختمِ نبوت زمانی کا انکار اتنا واضح اور روشن ہے کہ مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

لے لیں۔ یہ درحقیقت خود فریبی ہے۔ آپ سے یہ بھی پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ نے بھی بات تو ''اگر بالفرض'' کے الفاظ کے ساتھ شروع کی ہے تو کیوں زد پڑتی ہے اور کیوں فرق آتا ہے۔ کیا اپنے مولانا کی اس بات کو بھلا دیا کہ ختم مرتبی کا معنی لیا جائے تو نہ زد پڑتی ہے نہ فرق آتا ہے بلکہ فضیلت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔ تو بتائیے اُن کی تحقیق درست ہے یا آپ کی؟ سرفراز صاحب! آپ دو متضاد عقیدوں کا شکار ہیں۔ اُمت مسلمہ کے ہم نوا ہو کر ختم نبوت کے متعلق بات کرتے ہیں تو آپ کو لکھنا پڑ جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے تو ختم نبوت پر زد پڑتی ہے اور فرق آتا ہے۔ اور جب تحذیر الناس کی حمایت میں بات کرتے ہیں تو آپ کہتے ہیں ختم نبوت پر اثر اور زد نہیں پڑتی اور نہ کوئی حرف آتا ہے نہ فرق ___ آپ کے اور مولانا نانوتوی کے فقروں میں ''نہ'' کا فرق ہے باقی لفظوں کا فرق ضرور ہے معنی کا فرق نہیں۔ آپ کا عقیدہ ختم نبوت پر اُس وقت صحیح ہوگا جب آپ تحذیر الناس کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیں گے۔ مولانا نانوتوی کا اور اپنا جملہ ایک ہی جگہ ملاحظہ فرمائیے مفہوم اور عبارت مولانا نانوتوی کے عقیدے کے مطابق ہے:

''اگر بالفرض کسی اور کو رسالت و نبوت مل جائے (یعنی بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو) تو پھر بھی ختم نبوت پر کوئی زد نہیں پڑتی (یعنی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا)''۔

کیا آپ اس عقیدے کو اسلامی عقیدہ کہہ سکتے ہیں؟ اگر کہہ سکیں گے تو ختم نبوت کے منکر ٹھہرے اور اگر اس عقیدہ کے خلاف ہیں تو مولانا نانوتوی ختم نبوت کے منکر ہوئے۔ لیکن آپ چونکہ تحذیر الناس کی بھی حمایت میں کمربستہ ہیں اس لیے علماء فرماتے ہیں کہ کفر کی حمایت بھی تو کفر ہی ہوتی ہے۔

ختم نبوت کے اقرار پر مولانا نانوتوی کی عبارات:

''تعدادِ رکعاتِ فرائض و وتر'' والی عبارت کا ردّ پہلے ہی کیا جا چکا ہے جس میں آپ کہتے ہیں کہ مولانا نانوتوی نے لکھا ہے کہ جس طرح تعداد رکعات کا منکر کافر ہے ایسا

ہی ختم نبوت کا منکر بھی کافر ہے۔ جواباً ہم عرض کر چکے ہیں کہ مولانا نانوتوی نے فرضوں کی رکعات کے ساتھ وتر کی تعداد رکعات کا بھی تواتر بتایا ہے۔ اور دونوں کے منکر کو کافر کہا ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اعداد رکعاتِ فرائض کا منکر تو کافر ہے اعداد رکعات وتر کا نہیں۔ سو اگر اس عبارت کو صحیح مانا جائے تو معاذ اللہ اُمت مسلمہ کو کافر قرار دینا پڑتا ہے۔ یہ دیو بندیوں وہابیوں ہی کے دل گردے کا کام ہے، ہم اہلسنت اس کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ آپ لوگوں کے نزدیک اگر یہ عبارت صحیح ہے تو آپ فرائض اور وتر کے بارے میں الگ الگ فقرے لکھ کر پیش فرمائیں۔ چونکہ اس عبارت میں صریح تضاد ہے اور اس تضاد پر آپ بھی گم سم اور چپ چاپ ہیں لہٰذا ایسی متضاد مفہوم والی عبارت اُن کے ختم نبوت کے اقرار کے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی۔ ہر دیو بندی عالم جو تحذیر الناس کی صفائی میں قلم اُٹھاتا ہے اندھے کی طرح اندھیرے میں یہ لاٹھی ضرور گھماتا ہے کہ دیکھو مولانا نانوتوی نے اپنی کتاب ''مناظرہ عجیبہ'' میں لکھا ہے کہ! ''خاتمیت زمانی اپنا عقیدہ ہے، ناحق تہمت کا کچھ علاج نہیں''۔ لیکن اس طرح کی کوئی عبارت مولانا نانوتوی کے حق میں مفید نہیں ہو سکتی۔

اس کے جواب میں علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں ''اب بجا طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب شیخ نانوتوی نے اتنی صراحت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خاتمیت زمانی کو تسلیم کیا ہے پھر فاضل بریلوی نے ان کی تکفیر کیوں کی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تحذیر الناس کی جن عبارات سے خاتمیت زمانی کا انکار لازم آتا ہے (مثلاً یہ ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'') چونکہ شیخ نانوتوی نے ان عبارات سے رجوع نہیں کیا اور ان کو بحالہا قائم رکھا اس وجہ سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اُن کی تکفیر کر دی''۔ (شرح صحیح مسلم، جلد رابع، صفحہ ۴۵۳)

آپ لوگ کوئی شیر خوار بچے نہیں، دوسروں کو سمجھانے بیٹھتے ہیں تو یہی دلائل خود دے کر سمجھاتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ آپ لوگ یہ ماننے کو تیار نہیں کہ تحذیر الناس میں ختم نبوت کا انکار ہے۔ اور جس طرح سے جواب دینے کا واقعی حق بنتا ہے آپ جان بوجھ کر نہیں

دیتے۔ محض مولانا نانوتوی کی ایک آدھ عبارت لکھ کر اُس کا مفہوم بیان کرنے کی بجائے اپنا مفہوم ڈال کر خلاصہ بیان کر دیتے ہیں کہ شاید یہ حیلہ کارگر ثابت ہو جائے۔ اور جو توضیح و تشریح میں قدم ڈالتا ہے پھنس کر رہ جاتا ہے جیسا کہ ہم نے ڈاکٹر خالد محمود سیالکوٹی، مولانا منظور نعمانی اور مولانا سرفراز صفدر کی عبارات نقل کر کے ثابت کر دیا ہے۔ بخدا یقین کریں کہ تحذیر الناس کی عبارات میں اس قدر تضادات ہیں اور وکیلانِ صفائی ان کو مزید اس قدر الجھا دیتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کس کس جملے کا رد کیا جائے۔ اور کہاں کہاں تضاد ثابت کیا جائے۔ تضادات کی اتنی بھرمار اور تکرار ہے کہ اللہ کی پناہ۔ الامان الحفیظ۔ اور اُس کی وجہ صرف یہی ہے کہ جب قرآن وحدیث کے مطابق جملہ لکھا جاتا ہے تو تحذیر الناس کا ردّ ہو جاتا ہے اور تحذیر الناس کی صفائی میں کچھ کہا جاتا ہے تو وہ قرآن وحدیث کے خلاف جا پڑتا ہے۔

تمام بقید حیات علمائے دیو بند سے دردمندانہ گزارش ہے کہ جو اعتراضات ہم نے اُٹھائے ہیں اُن کا نہایت تحقیقی جواب ارشاد فرمایئے لیکن یہ ممکن نہیں اس لیے کہ جتنا زور دکھانا تھا آپ دکھا چکے۔ مولانا حسین احمد مدنی، مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا منظور نعمانی اور سید مرتضیٰ حسن چاندپوری وغیرہ دیو بند کے نامور اور پائے کے عالم تھے مگر ان عبارات کا جواب دینے میں نہ صرف ناکام و نامراد رہے بلکہ اپنے سروں پر مزید بوجھ لاد لیا۔ اب جو بقید حیات اور اپنے بزرگوں کے جانشین ہیں وہ بھی اپنے طبقہ کے معروف عالم ہیں لیکن وہ بھی اس معاملہ میں بے بس ہیں، اکابر کی بے جا حمایت اُنکی راہ میں زبردست رکاوٹ ہے۔ اپنی جگہ وہ خود بھی حیران و پریشان ہیں کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ بہر کیف ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ تحذیر الناس میں واقعی ختم نبوت کا انکار ہے۔ اس لیے مولانا نانوتوی کا دیگر کتابوں میں یہ لکھ دینا کہ ختم نبوت زمانی اپنا عقیدہ ہے کچھ مفید نہیں جب تک تحذیر الناس کی عبارات سے توبہ ثابت نہ ہو۔ دیکھیں مرزائیوں کو جواب دیتے ہوئے سید مرتضیٰ حسن دیو بندی چاندپوری خود لکھتے ہیں:

''مرزائی دھوکہ دینے کی غرض سے وہ عبارات مرزا صاحب کی پیش کر

دیتے ہیں جن میں ختم نبوت کا اقرار ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم اور عظمت شان کا اقرار ہے۔ اسکا مختصر جواب یہ ہے.... کہ جب تک کوئی ایسی عبارت نہ دکھادیں کہ میں نے جوفلاں معنی ختم نبوت کے غلط بیان کیے تھے وہ غلط ہیں.... لہٰذا جوعبارات مرزا صاحب اور مرزائیوں کی لکھی جاتی ہیں جب تک اُن (کفریہ) مضامین سے توبہ نہ دکھائیں یا توبہ نہ کریں تو اُن (اقراری عبارات) کا کچھ اعتبار نہیں''۔

(اشدالعذاب ص۱۵)

مولانا انور شاہ کشمیری کے متعلق لکھا ہے کہ وکیل قادیانی نے مرزا صاحب کی طرف سے صفائی میں بعض عبارتیں ایسی پیش کیں جن سے انبیاء علیہم السلام کی مدح نکلتی ہے تو اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ

''جب ایک جگہ کلمات توہین ثابت ہوگئے تو دوسری ہزار جگہ بھی کلمات مدحیہ لکھے ہوں اور ثناخوانی کی ہو تو وہ کفر سے نجات نہیں دلا سکتے''۔

(ملفوظات محدث کشمیری ص۵۵)

ایک اور مقام پر شاہ صاحب رقمطراز ہیں:

''اُن (مرزائیون) کی کتابوں سے ایسے اقوال پیش کرنا، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بعض عقائد میں اہل سنت و جماعت کے ساتھ شریک ہیں، ان کے اقوال وافعال کفریہ کا کفارہ نہیں بن سکتے جب تک اس کی تصریح نہ ہو کہ جوعقائد کفریہ انھوں نے اختیار کیے تھے، ان سے توبہ کر چکے ہیں۔ اور جب تک توبہ کی تصریح نہ ہو چند عقائدِ اسلام کے الفاظ کتابوں میں لکھ کر کفر سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ زندیق اسی کو کہا جاتا ہے جو عقائد اسلام ظاہر کرے اور قرآن وحدیث کے اتباع کا دعویٰ کرے لیکن ان کی ایسی تاویل وتحریف کردے جس سے

ان کے حقائق بدل جائیں۔ لہٰذا جب تک اس کی تصریح نہ دکھائی جائے.... اس وقت تک ان کی کسی ایسی عبارت کا مقابلہ میں پیش کرنا مفید نہیں ہوسکتا جس میں خاتم النبیین کے الفاظ کا اقرار کیا ہو''۔

(ملفوظات محدث کشمیری ص۵۹)

چند سطر بعد لکھتے ہیں:

''یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ مرزا صاحب اپنی آخری عمر تک دعوائے نبوت پر قائم رہے اور اپنے کفریہ عقائد سے کوئی توبہ نہیں کی علاوہ ازیں اگر یہ ثابت بھی نہ ہو تو کلمات کفریہ اور عقائد کفریہ کہنے اور لکھنے کے بعد اس وقت (تک) ان کو مسلمان نہیں کہہ سکتے جب تک ان کی طرف سے عقائد سے توبہ کرنے کا اعلان نہ پایا جائے، اور یہ اعلان ان کی کسی کتاب یا تحریر سے ثابت نہیں کیا گیا''۔ (ایضاً ص۵۹)

تحذیر الناس کی پہلی اشاعت پر بقول تھانوی صاحب، پورے ہندوستان کے علماء کرام نے مولانا نانوتوی کی موافقت نہیں کی۔ مولانا نانوتوی سے مناظرہ بھی ہُوا اور تحذیر الناس کے ردّ میں کتابیں بھی لکھی گئیں۔ لیکن مولانا نانوتوی نے کسی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی، اور بغیر توبہ کئے اس جہانِ فانی سے رُخصت ہوگئے۔ بعدازاں دیگر علمائے کرام بشمول علمائے حرمین شریفین نے بھی تکفیر کا شرعی فریضہ ادا کیا۔ لہٰذا اب علمائے دیوبند کا اُن کی دیگر کتابوں سے کوئی عبارت پیش کرنا مفید نہیں ہوسکتا جب تک کہ تحذیر الناس کی متنازعہ عبارات سے توبہ نہ دکھائی جائے۔ اور وہ ثابت نہیں۔ یادرہے کہ تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین موجود نہیں۔ بلکہ اس کے برعکس الفاظ لائے گئے ہیں جو عقیدۂ آخر النبیین کو توڑ کر ایک اور نبی کے آنے کی خبر دیتے ہیں۔

انور شاہ صاحب کشمیری اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کے اعتراض کا جواب یوں دیتے ہیں:

''اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے اتفاق کیا ضروریات دین

پر اور اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کی مراد یہ ہے کہ کافر نہ ہوگا جب تک کہ نشانی کفر کی اور علامتیں کفر کی اور کوئی چیز موجبات کفر میں سے نہ پائی گئی ہو"۔ (ایضاً ص ۶۳)

۹۹ وجہ کفر اور ایک اسلام کی، اس پر شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"یہ حکم اپنے عموم پر نہیں بلکہ اس وقت ہے جب کہ قائل کا صرف ایک کلام مفتی کے سامنے آئے اور قائل کا کوئی دوسرا حال معلوم نہ ہو اور نہ اس کے کلام میں کوئی تصریح ہو جس سے معنی کفر متعین ہو جائے تو ایسی حالت میں مفتی کا فرض ہے کہ معاملہ تکفیر میں احتیاط برتے.... لیکن اگر ایک شخص کا یہی کلمہ کفر اس کی سینکڑوں تحریرات میں بعنوانات والفاظ مختلفہ موجود ہو۔ جس کو دیکھ کر یہ یقین ہو جائے کہ یہی معنی، معنی کفری مراد لیتا ہے، یا خود اپنے کلام میں معنی کفری کی تصریح کر دے تو باجماع فقہاء ایسے شخص پر قطعی طور پر کفر کا حکم لگایا جائے گا اور اس کو مسلمان ہرگز نہیں کہہ سکتے"۔ (ایضاً ص ۶۴)

آگے شاہ صاحب ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں! توجہ سے پڑھئے:

"ضروریات دین میں اگر کوئی تاویل کرے اور اجماعی عقیدہ کے خلاف کوئی نئے معنی تراشے تو بلاشبہ اسکو کافر کہا جائے گا۔ اسکو قرآن مجید نے الحاد اور حدیث نے زندقہ قرار دیا ہے"۔ (ایضاً ص ۶۴)

کیا یہ قادیانیت اور تحذیر الناس دونوں کا رد نہیں؟

مولانا محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی کراچی اپنی کتاب تحفہ قادیانیت جو کہ مختلف رسائل کا مجموعہ ہے، "قادیانی جنازہ" کا عنوان دیئے گئے رسالہ میں لکھتے ہیں:

"امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مسوی شرح عربی موطا میں لکھتے ہیں!"جو شخص دین حق کا مخالف ہے اگر وہ دین اسلام کا اقرار

ہی نہ کرتا ہو اور دین اسلام کو مانتا ہو، نہ ظاہری طور پر اور نہ باطنی طور پر، تو وہ کافر کہلاتا ہے اور اگر زبان سے دین کا اقرار کرتا ہو لیکن دین کے بعض قطعیات کی ایسی تاویل کرتا ہو جو صحابہ و تابعین اور اجماع اُمت کے خلاف ہو تو ایسا شخص "زندیق" کہلاتا ہے"۔

(تحفہ قادیانیت ص ۵۰۷ مطبوعہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان)

لدھیانوی صاحب مزید رقم طراز ہیں:

"آگے زندیقانہ تاویلوں کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے شاہ (ولی اللہ) صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "یا کوئی شخص یوں کہے کہ نبی کریم ﷺ بلاشبہ خاتم النبیین ہیں لیکن اسکا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کا نام نبی نہیں رکھا جائے گا لیکن نبوت کا مفہوم یعنی کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کی طرف مبعوث ہونا، اُسکی اطاعت کا فرض ہونا اور اُسکا گناہوں سے اور خطاؤں پر قائم رہنے سے معصوم ہونا، یہ آپ ﷺ کے بعد بھی اُمت میں موجود ہے تو یہ شخص "زندیق"۔

(تحفہ قادیانیت ج ۱ ص ۵۰۸)

یہ بات ذہن میں رہے کہ مولانا قاسم نانوتوی نے خاتم کا جو معنی کیا ہے وہ صحابہ و تابعین اور اجماع اُمت کے خلاف ہے۔

ختم کمالات کو خاتمیت سے تعبیر کرنا عرف قرآن کے قطعاً خلاف ہے:

مولانا نانوتوی خاتم النبیین کا معنی ختم کمالات لیتے ہیں۔ یعنی تمام مرتبے آپ پر ختم ہیں۔ یہی مفہوم بالذات نبی کا ہے، یہی مطلب خاتمیت مرتبی کا ہے۔ مگر سید انور شاہ کشمیری دیوبندی نے یہ کہہ کر مولانا نانوتوی کے سارے کارنامے پر پانی پھیر دیا ہے کہ

"بالجملہ تعبیر با خاتمیت از کمالات عرف قرآن اصلاً نیست عرف قرآن دریں باب یعنی در مفاضلہ مانند آیۃ تلك الرسل فضلنا

بعضھم علی بعض منھم من کلم اللہ و رفع بعضھم درجات و مانند ایں طریق مستقیم است"۔ (خاتم النبیین ص ٦٨)۔ یعنی ختم کمالات کو خاتمیت سے تعبیر کرنا (جیسا کہ مولانا نانوتوی نے کیا ہے۔ مضمون نگار) عرف قرآن کے قطعاً خلاف ہے۔ قرآن کا عرف اس باب میں یعنی انبیاء علیہم السلام کا ایک دوسرے سے افضل ہونے میں آیت کریمہ تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض ہے"۔

مولانا کشمیری صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا جامع کمالات ہونا قرآن وحدیث کی دیگر بے شمار نصوص سے ثابت ہے لیکن قرآن حکیم میں لفظ خاتم النبیین سے مراد صرف آخر النبیین ہی ہے۔ اس سے ختم کمالات کا معنی لینا عرف قرآن کے قطعاً خلاف ہے۔ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن مجید کے ایک لفظ خاتم سے حضور ﷺ کے تمام کمالات کو ثابت ماننے کے لیے اجماع اُمت کا خرق اور معنی منقول متواتر کا انکار کرنا صاحبِ تحذیر (الناس) نے کیوں ضروری سمجھا۔ کیا رسول اللہ ﷺ کے جامع کمالات ہونے کے لیے انہیں یہی ایک لفظ خاتم نظر آیا ہے جس کے قطعی معنی صرف آخر ہونے کے ہیں۔ وہ بے شمار آیات و احادیث جن سے حضور ﷺ کا رحمۃ اللعالمین، سید المرسلین والآخرین ہونا ثابت ہے مولانا نانوتوی کو نظر نہیں آئیں۔ ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

مولانا نانوتوی نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تحذیر میں صاف کہہ دیا ہے کہ اس صورت میں (یعنی خاتمیت مرتبی یا بالذات نبی کا معنی لینے کی صورت میں) فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت

نہ ہوگی، افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئیگا۔ (تحذیر الناس ص ٢٤۔ ص ٧٦)

اس عبارت میں مولانا نانوتوی نے رسول اللہ ﷺ کو معدومین کا بھی خاتم قرار دیا ہے۔ اس کے متعلق انور شاہ صاحب کشمیری اپنے رسالہ خاتم النبیین میں لکھتے ہیں کہ!

"ہشتم ایں کہ مدلول کلمہ ختم ایں ہم است کہ حکم و تعلق خاتم بر ماقبل وے جاری شود و زیر سیادت و قیادت وے باشد مانند بادشاہ کہ قائد موجودین باشنہ معدومین وظہور سیادت و آغاز عمل وے بعد اجتماع باشد نہ قبل آں گویا انتظار قوم بعد اجتماع بسوئے کسے اظہار توقف بروے است بر خلاف عکس ایں کہ محض معنوی و ذہنی است ولہٰذا عاقب وحاشر و مقفّی ہمہ در اسمائے گرامی آمدہ اند نہ برلحاظ مابعداہ"۔

(رسالہ خاتم النبیین ص ٧٣)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ختم اور خاتم کا حکم اور تعلق ہمیشہ اس کے ماقبل پر حاوی ہوتا ہے اور جو اس سے پہلے ہوں وہ انہیں کا خاتم قرار پائے گا۔ خاتم کا مفہوم یہ ہے کہ وہ موجودین کا قائد ہو نہ معدومین کا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اسمائے گرامی میں عاقب، حاشر اور مقفّی آئے ہیں اور حضور کا عاقب ہونا بلحاظ ماقبل ہے مابعد کے لحاظ سے نہیں۔ اس عبارت میں کشمیری صاحب نے مولانا نانوتوی کا ردّ بلیغ فرما دیا۔ توضیح مزید کے لیے کشمیری صاحب کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں!

"پس چوں حق تعالیٰ یکبار نص فرمود کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط پس شیوہ ایمان ایں است کہ ہمگی تعلل و تحمل را گذاشتہ آنحضرت ﷺ را خاتم ہمہ نبیین یقین کنیم و بایں ایمان آوریم کہ در ہمیں عقیدہ ایں آیت آمدہ، وچوں

حضرت حق در ہیچ جا تقسیم وتقیید فرمودہ ماراحق نیست کہ بہ شبہات زیغ والحاد از عموم واطلاق آیت بدر رویم، کہ مقابلہ نص با قیاس اوّلاً ابلیس کردہ، سپس اجماع بلا فصل بریں عقیدہ منعقدہ شد، واز عصر نبوۃ تا ایں وقت ہمیں استمرار و استقرار ماند پس ایں عقیدہ قطعی الثبوت و ایں آیت دراثبات قطعی الدلالۃ ماند۔ اھ بلفظ‘‘۔

(خاتم النبیین ص ۱۰۰،۱۰۱)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ’’جب اللہ تعالیٰ نے بطور نص قرآن مجید میں فرمادیا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کے حیلہ و حجت کو چھوڑ کر ہمیں آنحضرت ﷺ کو سب نبیوں کا خاتم یقین کرنا چاہیے اور ہمیں اس بات پر ایمان لانا چاہیے کہ اسی عقیدہ میں آیت نازل ہوئی۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم کجروی کے شبہات اور الحاد میں مبتلا ہو کر آیت کے عموم و اطلاق سے باہر چلے جائیں۔ کیونکہ نص کے مقابلہ میں سب سے پہلے قیاس کرنے والا شیطان ہے۔ پھر یہ کہ اس عقیدہ پر بلا فصل اجماع اُمت منعقد ہو چکا ہے اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ساری اُمت اسی عقیدہ پر مستمر اور برقرار رہی۔ پس یہ عقیدہ قطعی الثبوت ہے اور یہ آیت اس کے اثبات میں قطعی الدلالۃ ہے‘‘۔

مولانا نانوتوی نے تحذیر الناس میں خاتم کا مضاف الیہ لفظ ’’النبیین‘‘ میں افرادِ انبیاء یعنی جنس نبوت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ انہوں نے وصف نبوت کو مضاف الیہ قرار دیا۔ گویا ان کے نزدیک النبیین کی جماعت وصف نبوۃ ہے۔ مولانا کشمیری صاحب نے واضح طور پر لکھ دیا کہ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے آقائے نامدار ﷺ کو تمام نبیین کا خاتم یقین کریں اور اس بات پر بھی ایمان لائیں کہ آیت خاتم النبیین اسی عقیدہ میں نازل ہوئی ہے۔ ہمیں اس بات کا کوئی حق نہیں پہنچتا کہ غلط قسم کے شبہات اور الحاد کی بناء پر آیۃ کریمہ میں النبیین کے عموم واطلاق سے باہر جائیں۔ پھر اس میں یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ اجماع اسی عقیدہ پر قائم

و مستمر ہے۔ لہٰذا یہی عقیدہ قطعی الثبوت ہے اور یہ آیت عقیدہ ختم نبوۃ پر قطعی الدلالۃ ہے۔ آیہ کریمہ ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبین میں مختلف قسم کے حیلے بہانے تلاش کر کے غلط تاویلیں کرنے میں پرستاران تحذیر الناس کی روش بھی ٹھیک نہیں۔ اس سے مرزائیہ کو بہت زبردست تقویت ملتی ہے اور دونوں ایک نقطے پر آ کھڑے ہوتے ہیں۔ صاحب تحذیر الناس نے لفظ خاتم میں غلط تاویلیں کیں اور ساتھ ہی النبیین کو مضاف الیہ ماننے سے انکار کر دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ النبیین کو وصف نبوۃ کے ساتھ بالعرض موصوف مان کر ان کی شان میں منقصت کا ارتکاب کیا۔ بایں طور کہ ان کی نبوۃ کو ظلی و عکسی قرار دیدیا۔ مولانا نانوتوی لکھتے ہیں!

’’غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں۔‘‘ (تحذیر الناس ص ۲۸/ص ۸۱)

انبیاء علیہم السلام کی نبوۃ کو ظلی اور عکسی قرار دینا اور انہیں وصف نبوۃ سے بالعرض موصوف ماننا دراصل اُن کی نبوۃ کا انکار کرنا ہے‘‘۔ (مقالات کاظمی حصہ سوم ص ۵۲۷ تا ۵۲۹ مطبوعہ بزم سعید ملتان)

عبارات تحذیر الناس کے خلاف حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی تقریظ:

حاجی صاحب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مکہ معظّمہ چلے گئے تھے (تفصیل دیکھئے ’’حیات حاجی امداد اللہ‘‘ ص ۱۱۳ از حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی) پھر تادم وصال مکہ مکرمہ میں رہے۔ اس دوران ہندوستان میں کیا ہوتا رہا، کس نے کون سی کتاب لکھی، کیا دینی فتنے برپا ہوئے، وہ صوفی منش مرد درویش تھے اس بات سے کچھ تعلق نہ رکھا۔ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

’’(حضرت امیر شاہ خاں صاحب نے) فرمایا کہ جب مولوی صادق الیقین حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب کی خدمت میں جانے لگے تو مولانا گنگوہی..... نے وصیت فرمائی..... کہ میاں مولوی صادق الیقین! جیسے جا رہے ہو ویسے ہی چلے آئیو۔ اپنے اندر کوئی تغیّر پیدا نہ کیجئیو۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اس سے مولانا کا یہ مطلب

تھا کہ وہاں جا کر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افعال میرے خلاف دیکھو گے۔ اگر مجھ سے عقیدت رہی تو حاجی صاحب کو چھوڑ دو گے اور اگر حاجی صاحب سے عقیدت رہی تو مجھے چھوڑ دو گے چنانچہ اُنہوں نے مسلک مولانا (گنگوہی) کا رکھا اور حضرت حاجی صاحب کے بھی جاں نثار تھے...... مجھ سے مولوی صادق الیقین کہتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں اور مولانا (گنگوہی) کے یہاں تو زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کوئی تطبیق ہو ہی نہیں سکتی۔''

(ارواحِ ثلاثہ صفحہ ۳۱۸، ۳۱۹)

معلوم ہوا کہ عقائد میں کافی اختلاف تھا۔

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں!۔

''(گنگوہی صاحب) نے یہ بھی فرمایا کہ ان مسائل (اسلامی) میں حضرت (حاجی صاحب) کو ہم سے فتویٰ لے کر عمل کرنا چاہیے نہ کہ ہم آپ کے قول پر عمل کریں''۔ (افاضات الیومیہ ج ۳ ص ۸۵)

''حضرت حاجی صاحب نے (مولانا گنگوہی سے) فرمایا جو کچھ دینا تھا میں دے چکا۔ مولانا نے دل میں کہا، کہ کیا دیا؟ میں تو جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہوں''۔ (ایضاً ج ۳ ص ۱۶۱)

حج پہ جاتے ہوئے جہاز کے اندر مولانا نانوتوی کے درمیان کسی مسئلہ پر گفتگو ہو گئی جب کچھ فیصلہ نہ ہوا تو مولانا نانوتوی نے کہا اسکا فیصلہ حضرت حاجی صاحب فرمائیں گے اس پر مولانا گنگوہی نے کہا:

''حضرت فن تصوف کے امام ہیں ان علوم کا فیصلہ حضرت کس طرح فرما سکتے ہیں یہ علمی بحث ہے''۔ (ایضاً ج ۳ ص ۳۹۳)

''حاجی محمد علی انیٹھوی نے حج سے واپس آ کر مشہور کر دیا کہ حضرت حاجی

صاحب نے مجھ کو سماع کی اجازت دے دی ہے.... مولانا (گنگوہی) نے سن کر فرمایا وہ غلط کہتے ہیں اگر صحیح کہتے ہیں تو حاجی صاحب غلط کہتے ہیں۔ ایسے مسائل میں خود حاجی صاحب کے ذمے ہے کہ ہم سے پوچھ پوچھ کر عمل کریں''۔

مرشد کی حکم عدولی:

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

''مکہ معظمہ میں حضرت مولانا گنگوہی سے حضرت حاجی (امداد اللہ) صاحب نے فرمایا کہ فلاں جگہ مولود شریف ہے، تم چلتے ہو؟ حضرت مولانا گنگوہی نے صاف انکار کر دیا، کہ نہیں، حضرت میں نہیں جا سکتا کیونکہ میں ہندوستان میں اس کو منع کیا کرتا ہوں۔''

(قصص الاکابر حصہ اول صفحہ ۳۸ از مولانا تھانوی مطبوعہ ادارہ اشرف الامداد لاہور)

اس سے چھ باتیں معلوم ہوئیں:۔

(۱) حضرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ مولود شریف کے قائل تھے، اس کے باوجود مولانا گنگوہی اُن کے مرید تھے۔

(۲) اگر مولود شریف بدعت ہے، جیسا کہ علمائے دیوبند کا خیال ہے۔ تو کیا مولانا گنگوہی ایک بدعتی پیر کے مُرید تھے؟

(۳) اگر اُن کے اس عمل (مولود شریف) میں غیر شرعی افعال کی آمیزش نہیں تھی (جیسا کہ علمائے دیوبند آج کل قائلین کو مطعون کرتے ہیں) تو ایسی مجلس جس میں حضور ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور ولادتِ پاک کا بیان ہوتا تھا، مولانا گنگوہی کیونکر شرکت نہیں کرتے تھے؟

(۴) معلوم ہوا اُس وقت حجاز مقدس کے مسلمان میلاد شریف مناتے تھے (وہ وہابی نجدی نہیں تھے بالفاظِ دیگر بریلوی تھے)

(۵) اگر اُس وقت کے آئمہ مسجد الحرام یا آئمہ مسجد نبوی شریف سے اختلاف جائز تھا

تو آج بھی امامِ کعبہ وغیرہ سے اختلاف کسی خرابی کا باعث نہیں (ظاہر ہے اُن کے حکم سے اور اُن کے سامنے مولود شریف کی محفلیں سجتی ہوں گی)

(۶) مولانا رشید احمد گنگوہی اپنے مرشد کا حکم ٹھکرا بھی دیا کرتے تھے۔

ایسے اختلافات پر رسالہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' گواہ ہے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''ضیاء القلوب'' میں، حسن ظن کی بنا پر مولانا نانوتوی اور مولانا گنگوہی کے لیے جو تعریفی کلمات لکھے اُس وقت آپ مکہ مکرمہ میں تھے اور آپ اس سے قطعی بے خبر تھے کہ ان لوگوں کی کتابوں میں کیا کچھ لکھا ہے کیونکہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا وصال حسام الحرمین کی اشاعت سے دو سال قبل ہو چکا تھا۔ لیکن ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے عبارات تحذیر الناس کے خلاف بھی تقریظ لکھی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا انوار اللہ حیدر آبادی (انڈیا) جو کہ حاجی صاحب کے خلیفہ تھے اُنھوں نے ایک کتاب ''انوار احمدی'' کے نام سے تصنیف فرمائی جس پر حاجی صاحب کی تقریظ موجود ہے۔ اس کتاب کی تلخیص اور تبصرہ انوار احمدی کے نام سے فرید بک سٹال لاہور سے شائع ہوا ہے۔ جس کو علامہ ارشد القادری رحمۃ اللہ علیہ نے ترتیب دیا ہے۔ ان کے متعلق پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''پیش نظر کتاب (انوار احمدی) علامہ ارشد القادری کی مساعی جمیلہ کے طویل سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے ——— تقریباً ۱۹۸۰ء میں علامہ حیدر آباد دکن تشریف لے گئے، وہاں فاضل جلیل مولانا محمد انوار اللہ حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۳۵ھ/ ۱۹۱۷ء کی تصنیف لطیف انوار احمدی ملاحظہ فرمائی جو ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء میں مکہ معظمہ کے قیام کے دوران لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں عقائد اہل سنت کو بڑے معقول اور دل پذیر انداز میں بیان کیا گیا ہے ——— حضرت مولانا انوار اللہ حیدر آبادی جنوبی ہند کی معروف علمی شخصیت ہیں۔ وہ جامعہ نظامیہ (حیدر آباد دکن) دائرۃ المعارف اور کتب خانہ آصفیہ کے بانی تھے اور اکابر دیوبند مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا مولوی اشرف علی تھانوی کے شیخ طریقت حضرت

مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اجل تھے ——— اس کتاب پر حضرت مہاجر مکی نے تقریظ لکھی ہے جس میں وہ مولانا محمد انوار اللہ حیدر آبادی کو ان القاب سے یاد فرماتے ہیں:

''حضرت علامہ زماں، فرید دوراں، عالم باعمل، فاضل بے بدل جامع علوم ظاہری و باطنی، عارف باللہ مولوی محمد انوار اللہ حنفی چشتی الخ''

(انوار احمدی مطبوعہ دہلی ص ۹)

اور کتاب انوار احمدی کے مندرجات کے لیے تحریر فرماتے ہیں:

''اس کتاب کے ہر ہر مسئلے کی تحقیق محققانہ میں تائید ربانی پائی گئی۔''

(انوار احمدی دہلی ص ۹)

نوٹ: علمائے دیوبند بھی ان کا بہت احترام کرتے ہیں جیسا کہ ختم نبوت کامل نمبر، ماہنامہ دار العلوم دیوبند جون تا اگست ۱۹۸۷ء کے صفحہ نمبر ۱۳ پر لکھا ہے ''مولانا انوار اللہ صاحب حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ'' پاکستان میں بھی ان کی کتابیں دیوبندی مطابع سے چھپتی ہیں۔

حضرت شاہ امداد اللہ مہاجر مکی کی تقریظ:

اس عنوان کے تحت لکھا ہے کہ

''اس کتاب (انوار احمدی) کی ایک خصوصیت اور بھی ہے جو ساری خصوصیات پر حاوی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے اس کتاب کی سطر سطر اور حرف حرف کی تصدیق فرمائی ہے جو اردو اور عربی زبان میں کتاب کے شروع میں درج ہے۔ حضرت مہاجر مکی نے اختلافی مسائل پر اس کتاب کے جملہ مشتملات کی تصدیق کر کے اُن لوگوں کے لیے قبول حق کا کام آسان کر دیا ہے جو اُنھیں اپنے بزرگوں کا بھی بزرگ مانتے ہیں اس کتاب پر حضرت موصوف کی تقریظ اردو میں بھی ہے اور عربی میں بھی۔ اردو کی تقریظ کا یہ حصہ خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

''ان دنوں ایک عجیب و غریب کتاب لاجواب مسمیٰ بہ انوار احمدی مصنفہ

حضرت علامہ زماں وفرید دوراں، عالم باعمل وفاضل بے بدل، جامع علوم ظاہری وباطنی، عارف باللہ مولوی محمد انوار اللہ حنفی وچشتی سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر کی نظر سے گزری اور بلسان حق ترجمان مصنف علامہ اول سے آخر تک سُنی ۔اس کتاب کے ہر ہر مسئلے کی تحقیق محققانہ میں تائید ربانی پائی گئی کہ اسکا ایک ایک جملہ اور فقرہ امداد مذہب اور مشرب اہل حق کی کررہا ہے اور حق کی طرف بلاتا ہے''۔(انوار احمدی صفحہ ی)

اس تقریظ میں ''تحقیق محققانہ''، ''تائید ربانی''، ''امداد مذہب اہل حق''، اور ''دعوت حق'' کے گراں قدر الفاظ خاص طور پر محسوس کرنے کے قابل ہیں کہ یہ ایک مرشد روشن ضمیر کے الہامی کلمات ہیں۔عربی زبان میں رقم کردہ تقریظ اگرچہ بہت مختصر ہے لیکن بے حد جامع اور ناقابل انکار حقائق پر مشتمل ہے۔مصنف کی زبان سے کتاب کی سماعت کے بعد اپنے قلبی تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں فرماتے ہیں:

وَجَدْتُهٗ مُوَافِقًا لِلسُّنَّةِ السَّنِيَّةِ فَسَمَّيْتُهٗ بِالْاَنْوَارِ الْاَحْمَدِيَّةِ وَاِنَّمَا هٰذَا مَذْهَبِيْ وَعَلَيْهِ مَدَارُ مَشْرَبِيْ يَقْبَلُهٗ رَبُّ الْمَقْبُوْلِيْنَ وَجَعَلَهٗ ذَخِيْرَةً لِيَوْمِ الدِّيْنِ۔ (انوار احمدی ص)

ترجمہ: میں نے اس کتاب کو سنت کریمہ کے مطابق پایا اس لیے میں نے اس کتاب کا نام انوار احمدی رکھا اور یہی میرا مذہب ہے اور اسکے مشتملات پر ہی میرے مسلک ومشرب کا مدار ہے۔مقبول بندوں کا پروردگار اسے قبول فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔(انوار احمدی ص ۱۵ تا ۱۶ طبع فرید بک سٹال لاہور)

اس کتاب سے تحذیر الناس کے ردّ میں ایک اقتباس پیش کرنا چاہتے ہیں جن کی حقانیت پر شیخ المشائخ حضرت مہاجر مکی نے اپنی مہر توثیق ثبت فرمائی ہے اور جنھیں اپنا مذہب، اپنے مشرب کا مدار، اور امداد مذہب اہل حق قرار دیا ہے۔صاحب تحذیر الناس کو تنبیہ کرتے کرتے ایک مقام پر مولانا انوار اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی غیرتِ عشق وایمان نقطہ انتہا کو پہنچ

گئی۔تحریر فرماتے ہیں!

''بھلا جس طرح حق تعالیٰ کے نزدیک صرف آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں ویسا ہی اگر آپ کے نزدیک بھی رہتے تو اس میں آپ کا کیا نقصان تھا۔کیا اس میں بھی کوئی شرک وبدعت رکھی تھی جو طرح طرح کے شاخسانے نکالے گئے۔یہ تو بتائیے کہ ہمارے حضرت (ﷺ) نے آپ کے حق میں ایسی کون سی بدسلوکی کی تھی جو اسکا بدلہ اس طرح لیا گیا کہ فضیلت خاصہ بھی مسلّم ہونا مطلقاً ناگوار ہے۔یہاں تک کہ جب دیکھا کہ خود حق تعالیٰ فرمارہا ہے کہ آپ سب نبیوں کے خاتم ہیں تو کمال تشویش ہوئی کہ فضیلت خاصہ ثابت ہوئی جاتی ہے۔جب اس کے ابطال (جھٹلانے) کا کوئی ذریعہ دین اسلام میں نہیں ملا تو فلاسفہ معاندین کی طرف رجوع کیا اور امکان ذاتی کی شمشیر دودم (دودھاری تلوار) اُن سے لیکر میدان میں آکھڑے ہوئے۔افسوس ہے اس دھن میں یہ بھی نہ سوچا کہ معتقدین سادہ لوح کو اس خاتم فرضی کا انتظار کتنے کنویں جھنکائے گا۔مقلدین سادہ لوح کے دلوں پر اس تقریر نامعقول کا اتنا اثر تو ضرور ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی خاتمیت میں کسی قدر شک پڑ گیا۔چنانچہ بعض اَتباع نے اس بنا پر الف لام خاتم النبیین سے یہ بات بنائی کہ حضرت صرف اُن نبیوں کے خاتم ہیں جو گذر چکے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور کے بعد بھی انبیاء پیدا ہوں گے اور اُن کا خاتم کوئی اور ہوگا۔معاذ اللہ اس تقریر نے یہاں تک پہنچا دیا کہ قرآن کا انکار ہونے لگا۔ذرا سوچیے تو کہ حضور کے خاتم النبیین ہونے کے سلسلے میں یہ سارے احتمال حضور ﷺ کے روبرو نکالے جاتے تو حضور پر کس قدر شاق گزرتا''۔

(انوار احمدی ص۷۰،۷۱)

ایک مغالطے کا ازالہ:

کتاب ''خاتم النبیین'' مولانا انور شاہ کشمیری کی مشہور کتاب ہے جس کا ترجمہ و تشریح مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے کی۔اس میں لکھا ہے:

''(اجرائے نبوت کے لئے قادیانی یہ مغالطہ پیش کیا کرتے ہیں کہ

جس طرح شہنشاہِ اعظم کے ماتحت بہت سے بادشاہ ہوا کرتے ہیں، اور یہ اُس کی عظمت کی دلیل ہے، اسی طرح آنحضرت ﷺ کے ماتحت انبیاء کا اس اُمت میں آنا آپ کی عزت وقدر کو دوبالا کرتا ہے)''

(خاتم النبیین صفحہ ۲۷۰)

ذہن نشین رہے کہ قادیانیوں سے بہت پہلے بانیِ دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی یہ مغالطہ پیش کر چکے ہیں، اب علمائے دیوبند چشم پوشی سے کام لیں تو اُنہیں کون روک سکتا ہے۔ مولانا نانوتوی لکھتے ہیں:

''بادشاہِ ہفت اقلیم (سات ملکوں کے بادشاہ) کی عزت اور عظمت اپنی اُس اقلیم (سلطنت) کی رعیت پر حاکم ہونے سے، جس میں خود مقیم ہے، اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہانِ اقالیمِ باقیہ (باقی تمام مُلکوں کے بادشاہوں) پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے۔ ایسے ہی رسول اللہ ﷺ کی عزت وعظمت فقط اس زمین کے انبیاء کے خاتم ہونے سے نہیں سمجھی جا سکتی جتنی خاتمینِ اراضی سافلہ (نچلی زمینوں کے خاتموں) کے خاتم ہونے سے سمجھی جاتی ہے'' (تحذیر الناس صفحہ ۹۳، ۹۴ مکتبۂ حفیظیہ گوجرانوالہ) اسی طرح ایک اور جگہ لکھا ''اگر ہفت (سات) زمین کو بطورِ مذکور بہ ترتیب فوق وتحت (اوپر نیچے کی ترتیب سے) نہ مانیئے تو پھر عظمتِ شانِ محمدی ﷺ بہ نسبت اس قدر عظمت کے جو درصورتِ تسلیم اراضی ہفت گانہ (سات زمینیں تسلیم کر لینے کی صُورت میں) بطورِ مذکور لازم آتی تھی، چھ گنی کم ہو جائے گی۔'' (ایضاً صفحہ ۸۰)

ایک اور جگہ یوں لکھا:

''درصورتِ تسلیم اراضی ودیگر بطورِ معلوم بشہادت جملہ خاتم النبیین

تمام زمینوں میں ہمارے نبی پاک، شہِ لولاک ﷺ کی جلوہ گری ہوگی اور وہاں کے انبیاء آپ ہی کے دریوزہ گر ہوں گے اور سب جانتے ہیں کہ اس میں جو فضیلت ہے درصورتِ انکار اراضی ماتحت وہ فضیلت ہاتھ سے جاتی رہے گی۔'' (ایضاً صفحہ ۹۱)

جب اس نظریے نے شدت اختیار کی تو لکھا:

''بلکہ سات زمینوں کی جگہ اگر لاکھ دو لاکھ اوپر نیچے اسی طرح اور زمینیں تسلیم کر لیں (اور اُن زمینوں پر اتنے ہی انبیاء بطورِ خاتم مان لیں۔ راقم) تو میں ذمہ کش ہوں کہ انکار سے زیادہ اس اقرار سے کچھ دِقت نہ ہوگی نہ کسی آیت کا تعارض نہ کسی حدیث سے معارضہ۔''

(ایضاً صفحہ ۸۴)

علامہ انور شاہ کشمیری اس عقیدۂ فاسد کا ردّ یوں فرماتے ہیں:

''مگر اس شہنشاہی اور شاہی کی مُغالطہ آمیز مثال میں کھلا ہوا مغالطہ ہے۔ اس لئے کہ (اوّل تو نبوت کو بادشاہت پر قیاس کرنا ہی بالبداہت غلط اور مقامِ نبوت سے ناآشنائی کی دلیل ہے، دوسرے، بادشاہ کے ماتحت اُس کے نائبوں کا ہونا اُس کی عظمت کی دلیل نہیں بلکہ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اس کا منشاء بادشاہ کا عجز و درماندگی اور کوتاہ دستی ہے، چنانچہ) نائب کا تقرر اگر شہنشاہ کے بعد کے لئے ہے تو اس کا سبب یہی تو ہے کہ وہ خود (چونکہ) موجود نہیں رہا (اس لئے بذاتِ خود کارِ سلطنت انجام دینے سے عاجز ہے) اور کارِ سلطنت کو (چونکہ) جاری رکھنا ہے، اسے ختم نہیں کرنا (اس لئے لامحالہ کسی نائب کی ضرورت لاحق ہوئی) اور اگر نائب کا تقرر خود شہنشاہ کے عہد میں ہوا ہے، پس اگر کاروبارِ سلطنت میں مدد لینے کے لئے ہے تو اس کے

دستِ نارسا کے سبب ہے (کہ وہ بذاتِ خود یہ سارے کام انجام دینے سے قاصر ہے) اور اگر وہ سلطنت کو (مثلاً گورنروں یا شہزادوں پر) تقسیم کر دیتا ہے، تب بھی یہ اس کے دستِ نارسا کا نتیجہ ٹھہرا (الغرض بادشاہ کے ماتحتوں کا سلطنت میں دخیل ہونا اس کی عزت و توقیر نہیں بلکہ عجز و تقصیر کی علامت ہے) اور (اس تقریر سے معلوم ہوا ہوگا کہ) خاتمیت کو شہنشاہیت پر قیاس کرنا (اوّل تو) قیاس مع الفارق (ہے، پھر اس) کے (ساتھ) ساتھ یہ نہایت رکیک (سطحی اور بودا) قیاس ہے۔ (ایسی اٹکل پچو قیاس آرائی جھوٹے نبی کے ''دانش مند'' حواریوں کا حصہ ہے، لطف یہ کہ) کسی زمانے میں یہ مُلحد (قادیانی) کہا کرتا تھا:

''اگر آپ کے بعد بھی اُمت کے خلیفوں اور صُلحاء پر نبی کا لفظ بولا جانے لگتا، جیسا کہ موسیٰ کے بعد کے لوگوں پر بولا جاتا رہا، تو اس میں آپ کی ختمِ نبوت کی ہتک تھی'' اخبار الحکم قادیان ۱۷۔ اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۹ کالم ۳'' (خاتم النبیین صفحہ ۱۷۰،۱۷۱،۱۷۲۔ انور شاہ کشمیری)....

نیز لکھا ہے:

''قادیانی نے نبوت کو بادشاہت پر قیاس کرتے ہوئے کہا ہے کہ شہنشاہ وہی کہلاتا ہے جو اپنے ماتحت بہت سے بادشاہ رکھتا ہو۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کا کمالِ نبوت اسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے جبکہ آپ کے فیضِ نبوت سے بہت سے نبی وجود میں آئیں۔ لیکن (اس شقی غبی نے بزعمِ خود کمال ثابت کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی تنقیص کا التزام کیا ہے کیونکہ شہنشاہ کو اپنے ماتحت بادشاہوں اور جانشینوں کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کہ مقصد ہنوز نامکمل

ہے.... (اب اگر آنحضرت ﷺ کے بعد بھی انبیاء کے مبعوث ہونے کی ضرورت باقی رہے تو اس کے صاف معنیٰ یہ ہیں کہ آپ مقصدِ رسالت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے سے معاذ اللہ قاصر رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر آپ کی تنقیص اور کیا ہو سکتی ہے)''

(اِن بریکٹ تشریح ''خاتم النبیین'' صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱)

مولانا نانوتوی کہتے ہیں کہ اس طرح شانِ خاتمیت بڑھ جاتی ہے مثلاً

الف: ''محکوموں اور رعیت کی افزائش پر اس کی ترقی اور عظمت موقوف ہے۔''

(تحذیر الناس صفحہ ۱۷)

ب: ''جیسے بادشاہِ ہفت اقلیم کی عزت اور عظمت اپنی اُس اقلیم کی رعیت پر حاکم ہونے سے جس میں خود مقیم ہے اتنی نہیں سمجھی جاتی جتنی بادشاہانِ اقالیم باقیہ پر حاکم ہونے سے سمجھی جاتی ہے۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۸۴)

ج: ''بادشاہِ ہفت اقلیم کو اگر کوئی نادان فقط اسی اقلیم کا بادشاہ سمجھے جس میں وہ رونق افروز ہے تو یوں کہو اس کی عظمت کے چھ حصے گھٹا دیئے۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۱۷)

جبکہ کتاب ''خاتم النبیین'' کے مترجم و شارح مولانا محمد یوسف لُدھیانوی، سید انور شاہ کشمیری کی ترجمانی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس مثال سے بڑھ کر آپ ﷺ کی تنقیص اور کیا ہو سکتی ہے؟ جب ثابت ہو گیا کہ یہ ایک کھلا ہوا مغالطہ، مقامِ نبوت سے نا آشنائی، حضور ﷺ کی عجز و تقصیر، عزت و توقیر کی نفی، توہین و تنقیص، رکیک قیاس اور مرزا قادیانی کے حواریوں کا حصہ ہے تو مولانا نانوتوی کی ایسی عبارات اور اُن کے وکیلانِ صفائی سے برأت کا اعلان کر کے کتاب تحذیر الناس کو دریا بُرد کیوں نہیں کر دیا جاتا؟

متفرقات

ایک غلط تاویل کا ازالہ:

تحذیر الناس کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے دو تین بار ایسا ہوا کہ مدِّ مخالف نے ''بالفرض بعد زمانہ.... الخ'' کی یہ تاویل کہ کی جھوٹے نبیوں کے آنے سے حضور ﷺ کی خاتمیت میں کیا فرق پڑ گیا؟ کیا وہ خاتم النبیین نہیں رہے؟ اسی قسم کا استفسار حضرت علّامہ سیّد احمد سعید کاظمی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ہوا۔ جو ماہنامہ ''السعید'' ملتان مارچ اپریل ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ اس میں بہت سے سوالوں کے جواب از خود آ گئے ہیں۔ ذیل میں استفسار اور جواب دونوں ملاحظہ فرمائیں۔

استفسار: مکرمی و معظمی حضرت غزالئی زماں جناب علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ بعد سلام مسنون، معروض خدمت عالیہ میں ہے کہ جو حوالہ تحذیر الناس، ص ۲۸ پر مرقوم ہے:

''اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔ الخ

اس کے مقابل عقیدۂ اہلِ سنت جو کہ آپ کی تصنیف ''الحق المبین'' میں مرقوم ہے، ایک دیوبندی سے اس پر گفتگو ہوئی، اور اس نے اس میں یہ تاویل کی کہ ''خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا''، اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور خاتم النبیین ہی ہوں گے اور مدعی کا دعویٰ باطل ہوگا، جس طرح مشرکین شریک باری تعالیٰ مانتے تھے، لیکن ان کے ماننے سے الوہیت الٰہیہ میں کچھ فرق نہیں آتا تھا۔

بقول دیوبندی اس سے حضور کی فضیلت اور خاتمیت ثابت ہوتی ہے، لہٰذا جوابی لفافہ ارسال خدمت ہے کہ براہ نوازش مسلک کی بہتری کے پیشِ نظر تفصیلی جواب سے سرفراز فرما کر ممنون فرمائیں، تاکہ دیوبندی کو مکمل جواب دیا جا سکے اور باقی عوام بھی مطمئن

ہو سکیں۔

منہاج الحق۔ خریدار ماہنامہ السعید نمبر ۱۰۵۴

ناظم اعلیٰ جمعیۃ الطلباء مدرسہ اسرار العلوم حنفیہ، مری روڈ راولپنڈی

جواب: مولانا المکرّم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی!

عنایت نامہ پہنچا، جواباً عرض ہے کہ تحذیر کی عبارت میں جو تاویل کی گئی ہے وہ قطعاً باطل و مردود ہے۔ مؤوّل (تاویل کرنے والے) کی تاویل سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ صاحب تحذیر کی یہ تمام گفتگو اثر سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو صحیح ماننے کی تقدیر پر ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر طبقۂ زمین میں انبیاء علیہم السلام موجود ہیں، اس مضمون پر یہ اعتراض وارد ہوتا تھا کہ جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں تو حضور ﷺ کے علاوہ کسی نبی کا وجود کسی طبقۂ زمین میں حضور ﷺ کی خاتمیت کے منافی قرار پائے گا، اس کا جواب دیتے ہوئے صاحب تحذیر نے کہا:

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''۔

اس پوری تفصیل اور عبارت منقولہ کو ذہن نشین کرنے کے بعد مؤوّل کی تاویل ملاحظہ فرمائیے، مؤوّل کہتا ہے:

''اس کا یہ مطلب ہے کہ حضور خاتم النبیین ہی رہیں گے اور مدعی کا دعویٰ باطل ہوگا''۔

چشم بددور، کیا نفیس توجیہہ کی گئی ہے! مؤوّل صاحب نے صاحبِ تحذیر کی عبارت کو خود اس کے مسلک کے معارض ومنافی قرار دے دیا، صاحب تحذیر تو اثر عبداللہ بن عباس کو صحیح مان کر حضور ﷺ کے ماسوا دیگر انبیاء علیہم السلام کے وجود کو طبقات

زمین میں تسلیم کرتا ہے، حتیٰ کہ بل اضرابیہ لاکر زمانۂ نبوی کے بعد بھی نبی کا وجود فرض کر کے خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آنے کا اقرار کر رہا ہے اور مؤوّل کہتا ہے کہ:

''حضور خاتم النبیین ہی رہیں گے اور مدعی کا دعویٰ باطل ہوگا''۔

مؤوّل سے میں دریافت کرتا ہوں کہ تحذیر کی عبارت منقولہ بالا میں لفظ نبی سے جھوٹا مدعی نبوت مراد ہے یا سچا نبی؟ اگر سچا نبی مراد ہے تو مؤوّل اس کے دعویٰ نبوت کو باطل کہہ کر منکر نبوت قرار پایا، اور اگر (معاذ اللہ) جھوٹا مدعی نبوت مراد ہے تو اس عبارت میں بالفرض کے کیا معنیٰ ہوں گے؟ فرض تو ایسی چیز کو کیا جاتا ہے جو خلافِ واقع ہو، اور ظاہر ہے کہ بعد زمانۂ نبوی ﷺ جھوٹے مدعیان نبوت کا بکثرت پیدا ہونا امر واقع ہے اسے بالفرض کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ تاویلِ مذکور باطل و مردود ہے، اور تحذیر کی اس عبارت کا مطلب یہی ہے کہ اثر عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مطابق حضور ﷺ کے ماسوا زمین کے ساتوں طبقوں میں انبیاء علیہم السلام کا پایا جانا حضور ﷺ کی خاتمیت کے منافی نہیں بلکہ:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔

تاویل مذکور کے ذیل میں جو مثال پیش کی گئی ہے وہ بھی غلط اور بے محل ہے، جس سے مؤوّل کی جہالت ثابت ہوتی ہے، وہ اتنی بات بھی نہیں سمجھ سکتا کہ مشرکین شریکِ باری تعالیٰ کے وجود کو بالفرض نہیں مانتے تھے یعنی وہ محض فرضی شریک کے قائل نہ تھے، بلکہ اپنے زعم باطل میں واقعی شریکِ باری کے معتقد تھے، یہ صحیح ہے کہ خلافِ واقعہ اعتقاد سے واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، اگر کوئی شخص دن کو رات کہہ دے تو دن کی روشنی رات کی تاریکی میں نہیں بدل سکتی، اسی طرح خدا تعالیٰ کے لئے شریک ماننے سے اس کی توحید میں فرق نہیں پڑ سکتا لیکن یہاں مشرکین کے شریک باری ماننے اور خلاف واقعہ اعتقاد رکھنے سے بحث نہیں، گفتگو اس بات میں ہے کہ اگر باری تعالیٰ کے لئے شریک فرض کر لیا جائے تو اس کی توحید

میں فرق آئے گا یا نہیں؟

میں عرض کروں گا کہ ضرور فرق آئے گا، کیونکہ شریک باری محال ہے، اور فرض محال، محال کو مستلزم ہوتا ہے، جب کوئی شخص شریک باری کو فرض کرے گا تو اس کے قول پر (معاذ اللہ) توحید باری کا بطلان ضرور لازم آئے گا، مثلاً ہم کہیں کہ خدا ایک ہے، اگر بالفرض دوسرا خدا پایا جائے تو ایک کی بجائے دو خدا ہو جائیں گے، جو محال ہے، اور مستلزم محال یقیناً محال ہوتا ہے، لہٰذا دوسرے خدا کا پایا جانا محال ہے۔

خوب یاد رکھئے! جس چیز کے فرض کرنے سے کوئی محال لازم نہ آئے، وہ محال نہیں، اگر بقول مؤوّل شریک باری فرض کرنے سے توحید باری میں کچھ فرق نہ آئے تو شریک باری محال نہیں ہو سکتا، لہٰذا اگر کسی کے نزدیک شریک باری فرض کرنے سے توحید باری میں فرق نہیں آتا تو سمجھ لیجئے کہ وہ شریک باری کو ممکن سمجھتا ہے اور شریک باری کو ممکن سمجھنا خود شرک ہے۔

اس تقریر سے مؤوّل کی تاویل اور عبارتِ تحذیر دونوں کا بطلان واضح ہو گیا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ آیتِ کریمہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کی رُو سے بعد زمانہ نبوی ﷺ نبی کا پیدا ہونا محال ہے، اگر بالفرض یہ محال واقع ہو جائے تو خاتمیت محمدیہ میں ضرور فرق آئے، اور خاتمیتِ محمدیہ میں فرق آنا محال ہے، لہٰذا بعد زمانۂ نبوی کسی نبی کا پیدا ہونا محال ہے، اس کے برخلاف صاحبِ تحذیر کا یہ کہنا کہ

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا''۔

اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ حضور ﷺ کے بعد نبی پیدا ہونے کو جائز مانتا ہے جو تمام اُمتِ مسلمہ کے نزدیک محال اور باطلِ محض ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جس طرح شریکِ باری فرض کرنے سے توحید باری میں فرق آنا اس بات کی دلیل ہے کہ شریک باری محال ہے، اسی طرح حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کی

پیدائش فرض کرنے سے حضور علیہ السلام کی خاتمیت میں فرق آنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا ممکن نہیں۔

جو شخص شریکِ باری فرض کرنے کو توحیدِ باری کے منافی نہیں سمجھتا، وہ توحید کا قائل نہیں اور جو حضور ﷺ کے بعد نبی کی پیدائش فرض کرنے کو حضور ﷺ کی خاتمیت کے خلاف نہیں جانتا وہ ختمِ نبوت کا معتقد نہیں، توحیدِ باری اور ختمِ نبوت پر اسی شخص کا ایمان ہے جو شریکِ باری فرض کرنے کو توحید کے منافی جانتا ہے، اور حضور علیہ السلام کے بعد نبی کی پیدائش فرض کرنے کو ختمِ نبوت کے خلاف مانتا ہے۔

اُمید ہے اس بیان کو پڑھ کر انشاء اللہ آپ مطمئن ہو جائیں گے۔

والسلام فقیر احمد سعید کاظمی غفرلہٗ (ملتان)

(ماہنامہ السعید، ملتان، شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۶۱ء)

حیلہ سازی:

اب ایک اور دیو بندی مفتی صاحب کا کارنامہ دیکھئے جن کو اُن کے فتاوے کے ٹائٹل پر ''محدثِ کبیر''، ''فقیہ العصر''، ''مفتیٔ اعظم'' اور ''عارف باللہ'' لکھا گیا ہے کسی صاحب نے مفتی صاحب کی خدمت میں ایک سوال بھیجا۔ سوال و جواب دونوں ملاحظہ فرمائیں۔

''سوال:۔ ایک کتاب تحذیر الناس میں لکھا ہے ''کہ اگر بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور رہتا ہے۔ دوسری عبارت یہ ہے کہ اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کوئی فرق نہیں آئے گا'' (کتاب تحذیر الناس) تو مولانا محمد قاسم .... کا ان الفاظ سے کیا مطلب ہے؟''

الجواب: اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت دینے کے بعد کسی کو منصب نبوت نہیں دیا جائے گا۔ پس اگر رُوئے زمین پر اُس زمانہ میں کوئی پیغمبر

تھا جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام اور یا اُس زمانہ کے بعد کوئی پیغمبر آ جائے جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام۔ تو یہ ختمِ نبوت سے معارض نہ ہوں گے۔''

(فتاویٰ فریدیہ جلد اوّل صفحہ ۴۷۰، ۴۷۱)

مفتی صاحب سے یہ توقع ہرگز نہیں تھی کہ وہ اس قدر علمی بددیانتی، حقائق سے چشم پوشی اور حق سے فرار کی راہ اختیار کریں گے۔ مفتی صاحب کا جواب پوری اُمتِ مُسلمہ کا عقیدہ و ایمان ہے۔ اس سے اختلاف کیوں کر ممکن ہے۔ اختلاف جواب کے اُس پہلو سے ہے کہ جب تحذیر الناس کی عبارات پر ہندوستان بھر کے علماء نے موافقت نہیں کی اور فتوے دیئے جیسا کہ تھانوی صاحب نے اپنی کتاب ''الافاضات الیومیہ'' اور ''ارواحِ ثلاثہ'' میں خود لکھا ہے کہ تحذیر الناس کے خلاف ایک شور برپا تھا اور جس وقت مولانا قاسم صاحب نے تحذیر الناس لکھی ہے، کسی نے ہندوستان بھر میں مولانا کے ساتھ موافقت نہیں کی سوائے مولانا عبدالحئی صاحب کے (وہ بھی اس لئے کہ) مولانا عبدالحئی کو ہمارے بزرگوں سے بہت محبت تھی۔ اس کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ مفتی فرید صاحب کا یہ جواب کہ تحذیر الناس کی ان عبارات کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے آپ کی ختمِ نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑتا درست مان لیا جائے تو ہندوستان بھر کے علمائے حق نے تحذیر الناس کی ایسی عبارات پر تکفیر کا جو شرعی فریضہ انجام دیا وہ کس کھاتے میں جائے گا، کیا علمائے کرام ایک صحیح اسلامی عقیدے پر کفر کا حکم لگاتے رہے؟ اور پھر اُس وقت سے لے کر آج تک یہ کتاب کیونکر وجۂ نزاع بنی ہوئی ہے؟ نیز تحذیر الناس کے تمام وکیلانِ صفائی نے آپ کے جواب کی عبارت کہاں لکھی ہے؟ مفتی صاحب! آپ کے جواب کا مطلب یہ ہے کہ اگر بالفرض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ جائیں تو حضور ﷺ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

بتایئے اس عبارت میں بالفرض کے پھر کیا معنی ہوں گے؟ فرض تو ایسی چیز کو کہا

جاتا ہے جو خلافِ واقع ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ والسلام کا آنا تو امرِ واقع ہے، اسے بالفرض کہنا کیونکر درست ہو سکتا ہے؟

مُستفتی (فتویٰ طلب کرنے والے) نے وہی جملہ نقل کر کے بھیجا جس کو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرما کر علمائے حرمین شریفین سے ایک شرعی فریضے کی تکمیل کروائی تھی۔ لیکن وکیلانِ تحذیر الناس نے اس جملے کو ادھورا قرار دے کر امام احمد رضا پر طعن و تشنیع کے وہ تیر برسائے کہ الامان والحفیظ۔ ڈاکٹر خالد صاحب کی طرح مفتی صاحب مذکور نے اس جملے پر صاف صاف کیوں نہ کہہ دیا کہ "یہاں یہی بات شرط کے ساتھ کہی جا رہی ہے اور موضوع ختمِ نبوت مرتبی کا بیان ہے، حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر مانا جائے تو اُسے بھی حضور ﷺ کے آفتابِ نبوۃ سے مستنیر مقدر مانا جائے گا اور اسے حضور ﷺ کی خاتمیتِ مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہیں آئے گا"۔ (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۷)

اگر مفتی صاحب کے مطابق اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آنا ہے تو ڈاکٹر صاحب اور دیگر وکیلانِ صفائی نے یہ مفہوم مراد کیوں نہ لیا؟

وقت ہے اب بھی کہ تُو مان لے قرآن کی بات
"پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا"

بہت تفصیل سے رد کیا جا سکتا ہے مگر قبولِ حق کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ مزید تسلی و تشفی کیلئے حضرت علامہ احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا مذکورہ بالا نقل کردہ جواب دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔

دونوں کا مفہوم ایک ہے

علامہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی نے لکھا ہے کہ

"مرزا غلام احمد قادیانی نے ختمِ نبوت کے عنوان سے انکار نہیں کیا نہ کہیں یہ کہا کہ وہ اور اس کی جماعت حضورؐ کو خاتم النبیین نہیں مانتے، اُس نے ختمِ نبوۃ کا یہ معنیٰ بیان کیا کہ حضور نبوت کا مرکز ہیں جن سے

آگے نبوت پھیلتی ہے اور جو بھی نبوت پائے گا اس پر آپ کی نبوت کی مُہر ہوگی۔" (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۹)

اگر ہم انہیں الفاظ میں مولانا قاسم نانوتوی کے بارے میں یوں لکھیں:

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے ختمِ نبوت کے عنوان سے انکار نہیں کیا نہ کہیں یہ کہا کہ وہ اور اُن کی جماعت حضور ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے، اُنہوں نے ختمِ نبوت کا یہ معنیٰ بیان کیا کہ حضور ﷺ "بالذّات نبی" ہیں۔ جن کے بعد بھی اگر بالفرض کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا، کیوں کہ جو بھی نبوت پائے گا حضور ﷺ کے فیض سے پائے گا (یعنی اُس کی نبوت بالعرض ہوگی) اور بالعرض کا اختتام چونکہ بالذّات پر ہوتا ہے اس لئے گذشتہ انبیاء ہوں یا بعد کے افرادِ مقدرہ، حضور ﷺ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا، افضلیت بوجہ اصلیت حضور ﷺ کی جانب ہی رہے گی۔ مولانا قاسم نانوتوی کی عبارت کے اس مفہوم اور مرزا قادیانی کی عبارت میں معنوی طور پر کوئی فرق نہیں البتہ ایک بات کہی جا سکتی ہے کہ مولانا نانوتوی نے امکان پیدا کر کے ممکن اور جائز مانا اور مرزا قادیانی نے بالفعل نبوت کا جھوٹا دعویٰ کر دیا۔ مگر فتویٰ دونوں پر ایک ہوگا۔

ڈاکٹر صاحب کا جملہ "اُس (قادیانی) نے نبوۃ کا یہ معنیٰ بیان کیا کہ حضور نبوت کا مرکز ہیں جن سے آگے نبوت پھیلتی ہے" تو نانوتوی صاحب نے بھی یہی لکھا ہے:

"تقدم یا تاخرِ زمانی میں بالذّات کچھ فضیلت نہیں"

تقدم کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اگر آپ سے آگے نبوت پھیلتی۔ تقدم کا معنیٰ ہی پہلے ہونے کے ہیں یعنی آپ اگر نبیوں سے پہلے آتے۔ جب پہلے آتے تو ظاہر ہے کہ باقی انبیاء آپ کے بعد ہی ہوتے، آپ سے آگے نبوت پھیلتی۔ تو ثابت ہُوا مولانا نانوتوی کے نزدیک زمانے کے آگے پیچھے ہونے سے حضور ﷺ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آتا اور عین یہی مفہوم جب مرزا قادیانی کے ہاتھ آیا تو اُس نے کہا "حضور نبوت کا مرکز ہیں جن سے آگے نبوت پھیلتی ہے اور میرے نبی ہونے سے اُن کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا"

مرزا قادیانی کا یہ عقیدہ کہ ''جن سے آگے نبوت پھیلتی ہے'' یہ مواد اُس دجال کو ''افرادِ مقدرہ'' کے الفاظ میں تحذیر الناس سے حاصل ہوا۔ وہاں کہا گیا:

''ہاں اگر خاتمیت بمعنیٰ اتصافِ ذاتی بوصفِ نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ ﷺ اور کسی کو افرادِ مقصود بالخلق میں سے مماثلِ نبوی ﷺ نہیں کہہ سکتے بلکہ اِس صورت میں فقط انبیاء کی افرادِ خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی، افرادِ مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی'' (تحذیر الناس صفحہ ۷۵)

مولانا نانوتوی آخریت نہیں، افضلیت ثابت کرنے پر لگے ہوئے ہیں، جبکہ خاتم النبیین کا مقام آخری نبی کے ثبوت میں ہے افضلیت کے ثبوت میں نہیں۔ نانوتوی صاحب کی عبارت میں افرادِ مقدرہ کا ذکر کیا گیا اور مرزا نے اس کو یوں لکھا، جن سے آگے نبوت پھیلے گی۔ دونوں کے عقائد میں کیا فرق باقی رہا۔ سوائے اس کے کہ ایک نے امکان پیدا کیا، دوسرے نے بالفعل دعویٰ کر دیا۔

حصر کا جواب:

مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا نانوتوی اس حصر پر انکار فرما رہے ہیں کہ اگر خاتمیتِ زمانی ہی مراد لی جاوے تو اس میں کوئی خاص مدح اور شرافت حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والا صفات میں بہ نسبت دیگر انبیائے کرام، لازم آنا ضرور نہیں اور چونکہ یہ صفت مدح کی ہے اس لئے ایسے معنیٰ لینے چاہئیں کہ جس سے فضیلت اعلیٰ درجہ کی ثابت ہو اور خاتمیتِ زمانی بھی قائم رہے۔'' (شہاب ثاقب صفحہ ۷۸)

یعنی جو معنیٰ پہلے سے موجود ہے اور جس پر اجماع ثابت ہے اور جس معنیٰ کا منکر کافر ہے اور جو قطعی متواتر معنیٰ ہے اُس میں کوئی خاص فضیلت پائی ہی نہیں جاتی۔ نتیجہ صریح کہ حضورِ اکرم ﷺ کے دورِ اقدس سے لے کر اب تک جو معنیٰ اُمتِ مسلمہ نے لیا اُس میں

کوئی خاص فضیلت نہیں پائی جاتی۔ سب نے (معاذ اللہ) فضیلت کم کر رکھی تھی، بھلا ہو نانوتوی صاحب کا جنھوں نے نیا معنیٰ بتا کر فضیلتِ نبوی کو دوبالا کر دیا۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ ''خاتم النبیین'' آخری نبی یعنی خاتمیتِ زمانی کے ثبوت میں ہے، افضلیت یعنی خاتمیتِ مرتبی کے ثبوت میں نہیں۔ حصر کے بارے میں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رہا یہ امر، کہ شفا شریف اور ختم النبوۃ فی الآثار کی عبارت میں حصر بِالنِّسْبَۃِ اِلٰی تَاوِیْلِ الْمَلَاحِدَۃِ ہے تو اس جواب کی حیثیت خرط القتاد (مکڑی کے جالے) سے زیادہ نہیں۔ کیوں کہ خاتمیت کی تقسیم ختمِ زمانی اور ذاتی کی طرف آج تک کسی نے نہیں کی بلکہ لفظ خاتم النبیین کی تاویل ایسی خاتمیتِ ذاتیہ کے ساتھ کر کے مرزائی رسول اللہ ﷺ کے آخر النبیین ہونے کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ مدیر ''الفرقان'' (منظور نعمانی صاحب) نے بھی خاتم الاطباء کی مثال پیش کی ہے۔ معلوم ہوا کہ خاتمیتِ ذاتیہ کی تاویل بھی تاویلاتِ ملاحدہ میں داخل ہے۔ ان سب کی نفی اس حصر کے ضمن میں یقیناً آ گئی لہٰذا نانوتوی صاحب پر جو الزام تھا وہ بدستور باقی رہا۔''

(التبشیر برد التحذیر صفحہ ۳۶)

حصر کی تاویل تو سرے سے غلط ہے کیونکہ نانوتوی صاحب ختمِ زمانی کو مان کر ختمِ مرتبی دوسرا معنیٰ ہرگز نہیں لے رہے، بلکہ انہوں نے تو ختمِ زمانی یعنی آخری نبی معنیٰ کا سرے سے انکار کر دیا ہے۔ تحذیر الناس اور انوار النجوم کی عبارت دوبارہ صفحہ نمبر ۱۵۷ پر ملاحظہ فرمالیجئے۔ ہاں اگر وہ یہ کہتے کہ اس کا اصل اور حقیقی معنیٰ ''آخری نبی'' ہی ہے البتہ اس معنیٰ کے ساتھ یہ بھی کہ آپ آخری نبی ہونے کے ساتھ ساتھ بلند مرتبہ نبی بھی ہیں اور اگر اب کوئی نبی آپ ﷺ کے بعد پیدا ہو تو نہ صرف آپ کی خاتمیت بلکہ آپ کی عظمت میں

بھی فرق آتا ہے۔ نانوتوی صاحب تو آخری نبی کے معنیٰ میں جملوں کو بے تعلق کہہ رہے ہیں بلکہ تحذیر الناس میں تو ڈیڑھ درجن کے قریب خرابیاں گنوادی ہیں۔ ہمیں تحذیر الناس میں وہ جملہ دکھایئے جس میں کہا گیا ہو کہ خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' ہے۔

''خاتم الاطباء'' والی مثال کا ردّ (۱)

مولانا محمد منظور نعمانی نے نانوتوی صاحب کے کیئے گئے معنیٰ کی توضیح کے لئے ایک مثال درج کی ہے کہ کسی ملک میں کسی وبائی مرض کے لئے بادشاہ کی طرف سے بہت سے طبیب بھیجے گئے۔ آخر میں بادشاہ نے سب سے بڑا طبیب جو پہلوں کا اُستاد تھا، بھیجا۔ اور اعلان کیا کہ اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا چنانچہ بادشاہ نے اُسے خاتم الاطباء کا خطاب دے دیا۔ اب عوام یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شاہی طبیب زمانہ کے اعتبار سے آخری طبیب ہے مگر اہلِ فہم کے نزدیک وہ خاتم الاطباء صرف اس اعتبار سے نہیں کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ پہلے طبیبوں کی طب کا سلسلہ اسی جلیل القدر طبیب پر ختم ہے لہٰذا دونوں قسم کی خاتمیت خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں:

''بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں ہے بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاتمیت ایسی ہے کہ اگر بالفرض اُس کے زمانہ میں یا اُس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اُس کی اِس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔''

(فیصلہ کن مناظرہ/تحذیر الناس صفحہ ۱۱۴)

اس کے جواب میں ہم علامہ انور شاہ کشمیری کی عبارت پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ وتشریح مولانا محمد یوسف لُدھیانوی کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ اور جو ریمارکس دیئے گئے ہیں وہ مولانا منظور نعمانی صاحب پر بھی فٹ کر کے دیکھتے جائیں۔ علامہ کشمیری لکھتے ہیں:

''(خاتم المحدثین وغیرہ کا) عُرفِ جدید اس وجہ سے پیدا ہوا کہ لوگوں

نے دیکھا کہ کمالات کا رُخ دن بدن انحطاط کی جانب ہے (اس لئے اُنہوں نے کسی نابغہ کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ آئندہ دورِ زوال میں ایسا بُلند پایہ شخص کہاں پیدا ہوسکتا ہے؟ پس مستقبل میں نا اُمیدی کے پیشِ نظر اُنہوں نے اِس باکمال کو اس فن کا خاتم قرار دے دیا) مگر یہ نظر اور اعتبار حق تعالیٰ کے حق میں مفقود ہے۔ اس کی بارگاہِ عالی کے لئے زیبا نہیں کہ وہ مایوسانہ انداز میں یوں کہے کہ ''افسوس! فلاں پیغمبر کمالات کو ختم کر گیا، اب اُس جیسا کوئی دوسرا پیغمبر کہاں آسکتا ہے''۔ البتہ اس قسم کا کلام کہ ''ہم نے فلاں پیغمبر پر کمالات ختم کر دیئے لہٰذا اب اِس جیسا کوئی دوسرا پیغمبر ہم نہیں لائیں گے'' اگرچہ اُس کی بارگاہ کے مناسب ہے، مگر قرآنِ کریم کی عبارت میں یہ مضمون نہیں۔ اور حق تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ فلاں پیغمبر آخری ہے، بالکل سیدھی، صاف اور واضح بات ہے (جس میں بے سروپا تاویلات کی گنجائش نہیں اور نہ اس کے مقصد و مدعا کے سمجھنے میں کوئی اُلجھن ہے) اور تحقیق یہ ہے کہ خاتم المحدثین (یا خاتم الاطباء۔ راقم) کا لفظ ختم کمالاتِ مخصوصہ کے اعتبار سے نہیں بولا جاتا بلکہ ''الناقص کالمعدوم'' کے اُصول پر ناقصوں کو کالعدم اور ناقابلِ اعتبار فرض کر کے یہ لفظ بولا جاتا ہے'' (خاتم النبیین صفحہ ۱۹۸، ۱۹۹) سید انور شاہ کشمیری آگے لکھتے ہیں ''اور مخفی نہ رہے کہ اہلِ عُرف خود بھی ان محاورات میں اپنے تسامح سے مطلع ہیں، اور ان کا تعامل ان کے مطلع ہونے کی خبر دیتا ہے۔ چنانچہ ایک زمانہ میں ایک شخص کو ''خاتم المحدثین'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں، لیکن جب اس کے بعد کوئی دوسرا کامل کھڑا ہوجائے تو اُس کو بھی یہی لقب دے دیتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ان کی مراد ختم کمال کے لحاظ سے بھی

آخریتِ حقیقیہ نہیں ہوتی، بلکہ اپنے زمانے کے اعتبار سے آخریّت مراد ہوتی ہے۔ بلکہ ایک ہی زمانہ میں متعدد اشخاص کو بھی خاتم کہہ دیتے ہیں، اور مقصد دوسروں سے کمال کی نفی کرنا نہیں ہوتا بلکہ اپنے مخصوص دائرہ ذہن اور سانح وقتی کے لحاظ سے بات کرتے ہیں، تمام زمانوں اور تمام اشخاص کے لحاظ سے نہیں''۔

(خاتم النبیین صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱)

مزید آگے فرماتے ہیں:

''یہ تو ہے اہلِ عُرف کا اطلاق باعتبارِ ازمنہ واشخاص کے۔ اب دوسری طرف اللہ جل شانہٗ کے طرز کو دیکھو کہ اُس نے ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک سوائے محمد رسول اللہ ﷺ کے کسی کو ''خاتم النبیین'' کا لقب نہیں دیا....اور یہ غایت جہل وشقاوت ہے کہ عُرفِ قرآن اور عُرفِ عامیانہ میں امتیاز نہیں کرتے، اور ذرا احتیاط ملحوظ نہیں رکھتے، بلکہ جو کچھ سامنے آجائے بلاخطر تراشتے اور ہانکتے رہتے ہیں۔ درحقیقت یہ دیدہ دلیری اور ڈھٹائی اس شخص کا کام ہے جو دراصل قرآن پر ایمان ہی نہ رکھتا ہو بلکہ اپنے فہمِ سقیم اور طبعِ منحرف پر ایمان رکھتا ہو.... مخفی نہ رہے کہ حق تعالیٰ کے ارشاد وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کو عوام الناس کے قول ''فلاں خاتمِ محققین ہے (یا خاتم الاطباء ہے۔ راقم)'' پر قیاس کرنا انتہائی جہالت ونادانی کا کرشمہ ہے۔ کیوں کہ اوّل تو یہ مقولہ ایک عامی محاورہ ہے جو تحقیق پر مبنی نہیں، بہت سے محاورات مقاماتِ خطابیہ میں استعمال ہوتے ہیں جن کا مدار تحقیق پر نہیں ہوتا، بخلاف ارشادِ خداوندی کے، کہ وہ سراسر تحقیق ہے، اور حقیقتِ واقعیہ سے سرِ مُو متجاوز نہیں بلکہ قرآنِ کریم کے وجوہِ اعجاز میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُس کے ایک کلمہ کی جگہ مخلوق دوسرا کلمہ نہیں لاسکتی....پس یہ محاورات نہ تو تحقیقی ہیں اور نہ شرعی ہیں۔''

(خاتم النبیین صفحہ ۲۰۲، ۲۰۳)

اگر ان لوگوں نے انور شاہ کشمیری کی کتاب کا مطالعہ کیا ہوتا تو کبھی بھی ایسی مثال

پیش کر کے ختمِ نبوتِ زمانی کے منکرین میں سے نہ ہو جاتے مگر افسوس! صد افسوس!

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

''خاتم النبیین'' کا معنیٰ خاتمِ کمالات، نصِ صریح کے خلاف ہے

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے لفظ ''خاتم النبیین'' میں، اضافتِ خاتم، جو گروہِ انبیاء کی طرف دی گئی، اس کو مراتب کی اقسام سے مان کر کہا:

''اضافت الی النبیین بایں اعتبار کہ نبوت مُنجملہ اقسامِ مراتب ہے، یہی ہے کہ اس مفہوم کا مُضاف الیہ وصفِ نبوّت ہے، زمانۂ نبوت نہیں۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۵۳)

اضافت کا مطلب ہے نسبت، مُضاف علمِ نحو میں وہ اسم جو کسی دوسرے اسم کے ساتھ لگایا جائے۔ اور مُضاف الیہ وہ اسم، جس کے ساتھ کوئی دوسرا اسم منسوب کیا جائے۔ خاتم مُضاف ہے اور انبیاء مُضاف الیہ۔ تو خاتم کی نسبت جو انبیاء کی طرف کی گئی ہے، بقول نانوتوی صاحب، اسے ''اشخاص انبیاء'' مراد نہیں بلکہ انبیاء کے مراتب مُراد ہیں۔ یعنی مراتبِ انبیاء کے خاتم، نہ کہ اشخاصِ انبیاء کے خاتم۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے ختمِ نبوت کی عمارت کو نقب لگائی گئی اور مرزا قادیانی کا حوصلہ بڑھا۔ جب یہ کہہ دیا گیا کہ ''اس مفہوم کا مضاف الیہ وصفِ نبوت ہے، زمانۂ نبوت نہیں''، یعنی حضور ﷺ کمالاتِ نبوت کے خاتم ہیں، زمانۂ نبوت کے نہیں، تو اس سے یہ بات سامنے آئی کہ آپ کے بعد بھی نبی آتے رہیں تو کچھ فرق نہیں کیونکہ آپ تو بلحاظ مراتب وکمالات آخری نبی ہیں۔ بعد میں آنے والا نبی مرتبے میں آپ سے کم درجے کا ہوگا لہٰذا افضلیّت کی نسبت آپ ہی کی جانب رہے گی اور آپ ہی خاتم النبیین کہلائیں گے۔ مولانا نانوتوی کی اس معنوی تحریف کا ردّ علاّمہ انور شاہ کشمیری نے یوں کیا ہے، آپ لکھتے ہیں:

''اگر کہا جائے کہ'' (آنحضرت ﷺ بایں معنیٰ خاتم النبیین ہیں کہ)

آپ کمالاتِ نبوت کے خاتم ہیں یعنی آپ نے کمالات و اجزاءِ نبوت کی مسافت کو اختتام تک پہنچا دیا اور ختم کر دیا ہے اگر چہ نبوّت کا دور اور زمانہ ابھی باقی ہے"۔ (1) تو (یہ بے معنیٰ تقریر نصِ قرآن کے خلاف ہے اس لئے کہ) نصِ قرآن میں کہاں ہے کہ خاتم کمالات، کا لفظ فرمایا ہو؟ اور یہ کس کو حق ہے کہ قرآن کی نص صریح سے باہر نکلے؟ قرآن نے تو اشخاصِ انبیاء کے ختم کرنے والا فرمایا ہے اور یہ امر خود بھی ختم کمالات کی فرع ہے"۔ (خاتم النبیین صفحہ ۲۳۶)

آخری نبی ہونا خود بھی ختمِ کمالات کی فرع ہے تو مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا یوسف لُدھیانوی کو بانیٔ دار العلوم دیو بند مولانا نانوتوی کی رُوح سے سوال کرنا چاہئے تھا کہ نصِ قرآن کے خلاف معنیٰ کیوں کیا؟ اور اُنہیں کس نے حق دیا تھا کہ وہ نصِ قرآنی سے باہر نکلیں؟ بہر حال گھر کی گواہی سے ثابت ہو گیا کہ مولانا نانوتوی کا اختیار کردہ معنیٰ قرآن کی نصِ صریح کے خلاف ہے اور جو نصِ قرآنی کے خلاف ہو، اس پر کیا فتویٰ ہے؟ کتبِ فقہاء دیکھ لیں۔

ع ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

اب کیا کہتے ہیں علامہ خالد محمود اور دیگر پرستارانِ تحذیر الناس، مولانا انور شاہ کشمیری کے بارے، جو اُن کے نزدیک امام العصر کا درجہ رکھتے ہیں۔ اگر یہی بات امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمۃ فرماتے تو نہ جانے کس قدر اُن پر سنگِ طعن برسائے جاتے۔ ہم گرفت کریں تو مطعون و مقہور اور شاہ صاحب کشمیری پکڑ کریں تو مسعود و محمود۔

(1) اگر کوئی کہے کہ نانوتوی صاحب نے تو یہ نہیں کہا کہ "اگر چہ نبوت کا دور اور زمانہ ابھی باقی ہے" تو عرض ہے کہ خاتم النبیین کا معنیٰ "کمالاتِ نبوت کے خاتم" کرنا مولانا کشمیری کے مطابق نص قرآنی کے خلاف ہے۔ اور یہی معنیٰ مولانا نانوتوی نے کیا۔ اور جب یہ کہا کہ بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کسی نبی کے آنے سے خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا تو خود بخود یہ عقیدہ نکل آیا کہ "نبوت کا دور اور زمانہ ابھی باقی ہے"۔ یا باقی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

دورنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا   سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

"فرق نہ آنے" کا مطلب "نبی کا آنا منافیِ خاتمیت نہیں" ہے

مولانا محمد قاسم نانوتوی نے جو لکھا "اور اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"۔ اس "فرق نہ آنے" کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا آپ کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف نہیں۔ اور مولانا نانوتوی کے نزدیک خلاف اس لئے نہیں کہ حضور ﷺ کی نبوت ذاتی ہے جس کی وجہ سے آپ سب انبیاء سے افضل ہیں۔ اور یہ وصف ایسا ہے کہ کوئی آپ سے پہلے نبی بن کر آئے یا بعد آئے آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسا کہ مولانا منظور نعمانی نے طبیب وغیرہ کی مثالوں سے استدلال کر کے اسی مفہوم اور موقف کو پیش کیا ہے۔ مولانا نانوتوی نے بھی لکھا کہ:

> "تقریر متعلق معنیٰ خاتم النبیین سے تو یہ بات سب ہی اہل فہم سمجھ گئے ہوں گے کہ موصوف بوصفِ نبوت بالذّات تو ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، باقی اور انبیاء میں اگر کمال نبوت آیا ہے تو جناب ختم مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے آیا ہے۔" (تحذیر الناس صفحہ ۸۱)

مولانا نانوتوی نے دیگر انبیاء کی نبوت کو ظِلّ اور عکسِ محمدی بھی کہا ہے۔ اور اس دیے گئے حوالہ میں عبارت کا آخری جُملہ بھی اسی مفہوم میں ہے۔ اُنہوں نے واضح طور پر لکھا:

> "غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظِلّ اور عکسِ محمدی ہے کوئی کمالِ ذاتی نہیں۔" (تحذیر الناس صفحہ ۸۱)

"اور انبیاء"..... میں مولانا نانوتوی کے نزدیک نہ صرف گزشتہ بلکہ حضور ﷺ کے زمانہ یا آپ کے بعد کے زمانہ کے انبیاء بھی ہوں، سب بالعرض، ظلّی اور عکسِ محمدی کے تحت

ہوں گے، اسی وجہ سے وہ لکھتے ہیں کہ خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ علامہ سید انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

> ''(مرزا کو ظِلّی نبوت کا دعویٰ ہے، سوال یہ ہے کہ یہ ظِلّی نبوت واقعتہً نبوت ہے یا نہیں؟) اس ظِلّیت میں اگر نبوت واقعتہً حاصل ہے تو ''مُہر نبوت'' ٹوٹ گئی، کیونکہ مُہرِ نبوت کا مقصد تو یہ تھا کہ نبوت کسی کو حاصل نہ ہو، یہ مقصد تو نہیں تھا کہ ظاہری صُورت کے اعتبار سے مُہر ٹوٹنے سے محفوظ رہے (خواہ سر بمُہر صندوق کے اندر کی ساری چیز چُرالی جائے) اور اگر واقعتہً نبوت حاصل نہیں تو (نبوت کا دعویٰ کرنا اور اُس کے) منکروں کو کافر کہنا بجائے خود کفر ہے۔'' (خاتم النبیین صفحہ ۲۱۳)

مولانا نانوتوی نے جو کہا ہے کہ ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو''۔ تو پیدا ہونے والا نبی اگر واقعتہً نبی ہے تو مُہر نبوت'' ٹوٹ گئی۔ کیونکہ مُہر نبوت کا مقصد تو یہ تھا کہ نبوت کسی کو حاصل نہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ مولانا نانوتوی کا تجویز کردہ نبی واقعتہً نبی ہے، جس کے بالعرض ہونے کے باعث، یا ظِلّی اور عکسِ محمدی ہونے کی وجہ سے، افضل النبیین ﷺ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ یہ بیان مفروضہ نہیں بلکہ عقیدے کی حقیقت پر مبنی ہے۔ کیونکہ محال کے فرض کو امکان یا صحت لازم نہیں آتی۔ جیسا کہ حدیثِ مبارکہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عُمر ہوتا۔ ظاہر ہے یہ بعد کا نبی واقعتہً نبی ہوتا۔ مگر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ صحابی رہے نبی نہ ہوئے، کیونکہ آپ ﷺ کے بعد نبی کا آنا محال ہے۔ اور فرض کریں کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نبی مانا جائے تو اس محال کو تسلیم کرنے پر عقیدۂ ختمِ نبوت کا بطلان ہو جاتا ہے جو کہ صریح کُفر ہے۔ جبکہ عبارتِ نانوتوی میں نبی کے آنے سے عقیدۂ ختمِ نبوت میں بطلان اور فساد لازم نہیں آتا بلکہ خاتمیتِ محمدی بدستور باقی اور سلامت رہتی ہے، کسی قسم کا فرق نہیں آتا۔ اور یہ عقیدہ صریح کُفر ہے۔ خوب یاد رہے کہ علامہ انور شاہ کشمیری نے مولانا نانوتوی کا نام لئے بغیر اُن کے عقائدِ فاسدہ کا ہر

پُہلو سے ردّ کیا ہے۔

تعلیق بالمحال

کچھ علمائے دیوبند مولانا نانوتوی کے بالفرض والے جُملے کو تعلیق بالمحال قرار دیتے ہیں۔ تعلیق بالمحال کا مطلب ہے ''کسی امر کو ناممکن الوقوع امر پر ٹھہرانا''۔ مثلاً میں صدر بنا تو تمہیں وزیر بنا دوں گا۔ ظاہر ہے کہ ایک عام آدمی کا صدر بننا ہی جب ناممکن اور محال ہے تو اُس کا کسی کو وزیر بنانا بھی ناممکن اور محال ہو گا۔ یا حدیثِ پاک میں ہے۔ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عُمر ہوتا۔ چونکہ حضور ﷺ کے بعد نبوت ناممکن الوقوع امر ہے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی بھی نہیں۔ تو کسی امر (جیسے حضرت عمر کے نبی ہونے) کو ناممکن الوقوع اور محال امر (جیسے حضور ﷺ کے بعد نبی ہونے) پر ٹھہرانا۔ یہ تعلیق بالمحال کہلاتا ہے۔ اس محال کو فرض (تسلیم) کیا جائے تو عقیدۂ ختمِ نبوت کا بطلان ہوتا ہے جو کہ صریح کفر ہے۔ اسی طرح آیتِ کریمہ لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ''اگر ان (زمین و آسمان) میں ہوتے اور الٰہ سوائے خُدا کے تو یہ دونوں (زمین و آسمان) تباہ ہو جاتے'' تو کسی امر (زمین و آسمان کے تباہ ہونے) کو ناممکن الوقوع اور محال امر (جیسے سوائے اللہ کے اور خُدا ہونے) پر ٹھہرانا تعلیق بالمحال کہلاتا ہے۔ اس محال (دیگر خُدا ہونے) کو تسلیم یا فرض کرنے پر عقیدۂ توحید کا بُطلان ہوتا ہے اور اِن محالات میں بطلان اور فساد نہ مانا جائے تو کُفر و شرک لازم آتا ہے۔ مولانا نانوتوی کے جُملے (اور عقیدے میں) حضور ﷺ کے بعد نبی کا آنا، جو محال اور ناممکن الوقوع امر ہے، فرض (تسلیم) کرنے پر عقیدۂ ختمِ نبوت کا بطلان نہیں ہوتا۔ ''خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا'' کا مطلب ہے، خاتمیتِ محمدی میں فساد لازم نہیں آتا اور نہ ختمِ نبوت کا بطلان ہوتا ہے، اور یہ عقیدہ صریح خلافِ اسلام ہے۔ لہٰذا مولانا نانوتوی کی عبارت کا جُملہ نہ فرضی ہے اور نہ تعلیق بالمحال۔ البتہ نام نہاد علمی دھونس جمانے کا فریب ضرور ہے۔ (مرتبی کی تاویل کا ردّ ہو چکا ہے)۔

خاتم الاطباء والی مثال کا ردّ (۲)

مختلف علمی فنون میں مہارتِ تامہ رکھنے والوں کو خاتم المحدثین، خاتم المحققین اور خاتم الاطباء وغیرہ القابات سے نوازا جانا ہر معاشرے کا طریقہ اور دستور چلا آتا ہے۔ مرزا قادیانی کے پیرو عموماً اس قسم کے القابات سے استدلال کر کے اپنے جھوٹے مؤقف کو تقویت دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں لیکن مقامِ افسوس ہے کہ مشہور دیوبندی مناظر مولانا محمد منظور نعمانی نے اپنے ممدوح مولانا محمد قاسم نانوتوی کے انکارِ ختمِ نبوت والے جُملے "بالفرض بعد زمانۂ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" کو صحیح ثابت کرنے کے لئے جو ہاتھ پاؤں مارے، اس میں اُنہوں نے "خاتم الاطباء" کی مثال دے کر ہماری گرفت کو اور مضبوط کر دیا۔ ایک ہی عبارت میں اتنا بڑا تضاد کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ کچھ کہہ نہیں سکتے کہ یہ ضد ہے، جہالت ہے یا بے جا حمایت ہے۔ مثال کے آخر میں لکھتے ہیں: "بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں ہے بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری خاتمیت ایسی ہے کہ اگر بفرض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اُس کی اِس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔" (فیصلہ کن مناظرہ/تحذیر الناس صفحہ ۱۱۴)

پہلے کہا کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے بھی خاتم ہے، اگلی سطر میں یہ کہہ کر ردّ کر دیا کہ اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اُس کی اِس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ چونکہ یہ مثال نبوت کے معاملے میں دی جارہی ہے۔ اس لئے بعد میں طبیب کا آنا تو مانا جا سکتا ہے کہ یہ عقیدے کا معاملہ نہیں۔ لیکن بعد میں نبی کا آنا نہیں مانا جاسکتا یعنی شاہی طبیب کے بعد کسی کو طبیب کہہ سکتے ہیں مگر حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی نہیں کہہ سکتے۔ ایک بادشاہ اپنی صوابدید پر کسی کو خاتم الاطباء کہتا ہے، چند سال بعد وہی یا دوسرا بادشاہ کسی دوسرے طبیب کو بھی خاتم الاطباء قرار دے سکتا ہے، اب کسی کے پاس کوئی ایسا پیمانہ نہیں جس پر پرکھ

کرنے کے بعد دونوں میں سے کسی ایک کا خاتم الاطباء ہونے کا تعیّن کیا جاسکے۔ جبکہ حق تعالیٰ کو بادشاہ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں انسانوں کی رائے اور خیال ہے جو ناقص بھی ہو سکتا ہے وہاں تو عالم الغیب والشہادۃ، قادرِ مطلق اور علیم وخبیر اللہ جلّ شانہ، بذریعہ وحی، حضور ﷺ کو خاتم النبیین کہہ رہا ہے، جہاں غلطی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرے، یہ کہ، شاہی طبیب کے کمالِ فن کی خاتمیت میں بھی فرق آتا ہے۔ یہ کہنا کہ "اس خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آتا" غلط ہے۔ اگر بالفرض آپ کی بات مان لی جائے کہ اس مرتبی خاتمیت میں فرق نہیں آتا (حالانکہ ایسا مانا بھی نہیں جاسکتا) لیکن دوسری جانب خاتمیتِ زمانی میں فرق آتا ہے اور ایسا عقیدہ جس میں خاتمیتِ زمانی میں فرق آتا ہو، وہ صریح خلافِ اسلام ہے۔ خوب یاد رکھیں کہ مولانا نانوتوی کا یہ کہنا کہ بالفرض بعد زمانۂ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو یہ نبی کا صرف پیدا ہونا ہی نہ مانا جائے گا بلکہ اُس کی نبوت پر ایمان لانا بھی ضروری ہوگا۔ اور وہ واقعتہً نبی ہوگا۔ جب اُس پر ایمان لایا جائے گا تو اب بقول مولانا نانوتوی حضور ﷺ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ وہ بدستور باقی رہے گی کیا یہ عقیدہ صریح کفر نہیں؟ نبی آتے ہی اس لئے ہیں کہ اُن پر ایمان لایا جائے۔ جب اُن پر ایمان رکھنے کے بعد بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آیا تو عقیدۂ نانوتوی میں حضور ﷺ کے بعد نبی کا آنا محال نہ ہُوا۔ اور جو آپ کے بعد نبی کے آنے کو محال نہ مانے، دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا لہٰذا جو چیز مولانا نانوتوی کے ہاں ممکن اور جائز تھی، مرزا قادیانی نے اُسے واقع بنالیا۔ فتویٰ دونوں پر ایک ہوگا البتہ اگر یہ کہا جاتا کہ آپ کے بعد نبی کے آنے اور اُس پر ایمان رکھنے سے خاتمیتِ محمدی میں فرق آتا ہے، پھر عقیدہ درست تھا۔ اور جب یہ عقیدہ نہیں تو انکارِ ختمِ نبوت لازم آیا۔ اسے بہتان کہنا پرلے درجے کی ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ بہر حال یہاں ہم علامہ انور شاہ کشمیری کی عبارت پیش کر رہے ہیں جو خاتم المحدثین یا خاتم الاطباء وغیرہ کہنے کے جواب میں ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ کسی شخص کو خاتم المحدثین یا خاتم الاطباء کہہ دینے کا مطلب بھی آخری محدث یا آخری طبیب ہی ہوتا ہے۔ پھر لکھا:

"اس اطلاق اور محاورے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص خصائص اور کمالاتِ مخصوصہ کا ختم کنندہ ہوتا ہے۔ پس ان خاص کمالات کے ختم کا لحاظ کرتے ہوئے اُس پر خاتم کا اطلاق کر دیتے ہیں، پھر اس کے ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ اطلاق کنندہ کو نہ تو زمانۂ مستقبل کے حال کی تحقیق ہوتی ہے، نہ مستقبل کا علم ہوتا ہے، نہ اُسے غیب کا علم ہے، نہ پردۂ غیب میں جو کچھ پوشیدہ ہے، اُس کی ذمّہ داری اُس پر عائد ہوتی ہے، بلکہ وہ صرف اپنی معلومات اور وقتی علم کے اعتبار سے بطورِ مُسامحت (چشم پوشی) وسہل انگاری (کاہلی) کے، اس بات پر اعتماد کرتے ہوئے کہ اس کا مخاطب اُس کی مُراد کو سمجھ جائے گا، یہ فقرہ استعمال کرتا ہے اور بشر کبھی ناتمام بات بھی کہہ دیتا ہے اور تمام قیود وشرائط کا احاطہ نہیں کرتا۔ چونکہ اظہار خصوصیّت کی حاجت تھی اس لئے محاورہ بنالیا تا کہ اِس خصوصیت کو ختم زمانی کے بغیر بھی ادا کر سکیں۔"

(خاتم النبیین صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳)

جب ان القابات میں قیود وشرائط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا اور ختم زمانی کے بغیر بھی ادا ہو سکتے ہیں تو اب دیو بندی مناظر مولانا منظور نعمانی کا یہ بیان کہ:۔

"ناظرین انصاف فرمائیں کہ اہلِ فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتم الاطباء کو آخری طبیب نہیں مانتے، اور اُس کی اس حیثیت کے منکر ہیں، کتنی بڑی تلبیس اور کس قدر عریاں بے حیائی ہے۔" (تحذیر الناس صفحہ ۱۱۴)

کا کیا وزن باقی رہ جاتا ہے۔ نیز یہ تحریر شاہ صاحب پر بھی حملہ آور ہے۔

ایک اور طرح سے حق کی زبردست تائید

مولانا منظور نعمانی دیوبندی نے جو خاتم الاطباء والی مثال بیان کی یا قادیانی جو خاتم المحدثین وغیرہ کی مثال پیش کر کے اپنے بزرگوں کا وبال اُن کے سر سے اُتارنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، ان کا ردّ مولانا سید انور شاہ کشمیری دیوبندی نے اس طرح بھی

کیا ہے، لکھتے ہیں:

"نیز یہ کہنا تو معقول ہے کہ فُلاں عالم، فلاں کے مقابلہ میں لائقِ شمار اور قابلِ اعتبار نہیں، مگر یہ کہنا کہ "فُلاں نبی، فُلاں کی بہ نسبت کوئی اعتبار نہیں رکھتا" یہ نہ تو معقول ہے، نہ رائج ہے (کیونکہ اس محاورہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ فاضل کے مقابلہ میں مفضول کالعدم ہے اور وہ کسی گنتی میں نہیں، ظاہر ہے کہ کسی نبی کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ناقص ہے، یا اُس کی کوئی حیثیت نہیں، یا اُس کا وجود وعدم برابر ہیں، نہ صرف صریح گستاخی ہے بلکہ کُفر ہے۔"

(خاتم النبیین صفحہ ۱۹۳، از انور شاہ کشمیری۔ ترجمہ وتشریح مولانا یوسف لدھیانوی)

لہٰذا خاتم الاطباء وغیرہ کی مثالیں دینا شدید گستاخی ہوئی۔ جب تطبیق دے ہی نہیں سکتے کہ ایک طرف بندوں کے دئے گئے القابات ہیں، جن سے اُن کا آخری ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا، اس لئے کہ بندوں کے فیصلوں میں خطاونسیان اور بھول چوک کا احتمال باقی رہتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے دئے گئے القابات میں خطاونسیان کا امکان ہو ہی نہیں سکتا۔ بندے جس کو آخری اور کامل کہیں، عین ممکن ہے وہ آخری اور کامل نہ ہو، لیکن خدا جسے آخری کہے، وہ آخری ہوگا۔ لہٰذا ایسی مثالوں سے مولانا نانوتوی کی خلاصی نہ ہوئی۔ نعمانی صاحب کی خاتم الاطباء والی مثال میں جہاں ختمِ زمانی کی قید نہیں رہتی وہیں فاضل کے مقابلہ میں مفضول کو کالعدم قرار دینے کا تاثر بھی موجود ہے۔

ابطالِ اغلاطِ قاسمیہ

تحذیر الناس کے ردّ میں چھپنے والے رسالۂ متبرکہ المسمّاۃ باسمِ تاریخی "ابطالِ اغلاطِ قاسمیہ" (۱۳۰۰ھ) کے پہلے صفحے کی عبارت یہ ہے:

"بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ مدّت دراز ہوئی جو مولوی اسمٰعیل

صاحب دہلوی اور مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی کے درمیان بمقام دہلی تنازع واقع ہوا تھا۔ مولوی فضل حق صاحب کذبِ حق سبحانہٗ کو ممتنع کہتے تھے اور مولوی اسماعیل صاحب ممکن ٹھہراتے تھے اور نیز مولوی فضل حق صاحب مثل جناب خاتم النبیین ﷺ کو ممتنع ٹھہراتے تھے اور مولوی اسمٰعیل صاحب ممکن بتلاتے تھے لیکن عدم وجود مثل مذکور کے، تمام عالم میں قائل تھے۔ ایک مدت کے بعد مولوی امیر حسن صاحب سہسوانی نے فرمایا کہ امکان میں بحث کرنا بیکار ہے کہ چند مثل جناب خاتم النبیین ﷺ کے، دیگر زمینوں میں موجود ہیں۔ پس آیت خاتم النبیین مقید بقید دریں زمیں ہے۔ فقط

اب چند روز سے مشہور ہُوا تھا کہ مولوی قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء کے نہیں ہیں بلکہ اصل النبیین کے ہیں۔ پس اگر سینکڑوں ہزاروں انبیاء مانند آپ کے، اس زمین میں بھی قیامت تک پیدا ہوں تو مخالف آیت خاتم النبیین کے نہیں ہے، کہ اصل سب انبیاء کے آپ رہیں گے، بلکہ اس میں زیادہ فضیلت آپ کی ہے اور آخر الانبیاء کے معنیٰ خاتم النبیین سے نکالنا موجبِ تنقیص فیض جناب سیّد المرسلین ﷺ کا ہے۔ فقط

جب یہ عقیدہ مولوی قاسم صاحب کا تحریراً وتقریراً مشہور ہُوا، بمقام دہلی مولوی قاسم صاحب سے اور مولوی محمد شاہ صاحب پنجابی سے مناظرہ ہُوا لیکن باوجود طولِ بحث کے، آخر کو اتباعِ مولوی قاسم صاحب کے، فرمانے لگے کہ مولوی قاسم غالب رہے اور اتباع مولوی محمد شاہ صاحبؒ کے فرمانے لگے کہ مولوی محمد شاہ صاحب غالب رہے۔ اس سبب سے ناواقفوں کو اور بھی زیادہ خلجان واقع ہُوا۔ لہٰذا

بندہ گنہگار عبدالغفار نے ایک استفتاء دونوں صاحبوں کے اقوال سے بنایا اور مولوی قاسم صاحب کے اقوال کو قالَ عَمرو سے تعبیر کیا اور مولوی محمد شاہ صاحب کے اقوال کو قالَ زید سے تقریر کیا۔ اکابر علمائے دہلی، رامپور اور لکھنؤ اور بمبئی وغیرہ بلاد نے اقوالِ عَمرو کو یعنی مولوی محمد قاسم صاحب کے اقوال کو باطل اور قبیح فرمایا اور اقوالِ زید یعنی مولوی محمد شاہ صاحب کے اقوال کو حق وصحیح ٹھہرایا۔ لہٰذا واسطے رفع خلجان عوام کے وہ فتویٰ مشہور کر دیا گیا۔'' (ابطال اغلاطِ قاسمیہ صفحہ ۱)

یہ رسالہ چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرے صفحے سے استفتا شروع ہوتا ہے اور صفحہ نمبر ۳۸ تک چلا گیا ہے۔ شروع کے تقریباً اڑھائی صفحات پر تحذیر الناس سے اقتباس دیے گئے ہیں۔ یہ عباراتِ نانوتوی قالَ عَمرو سے تعبیر کر کے دی گئیں۔ جبکہ صفحہ ۴ سے مولوی محمد شاہ صاحب کے دلائل نقل کیے گئے ہیں جو صفحہ ۳۸ تک پھیلے ہوئے ہیں اور ان کے دلائل کو قالَ زَید کہہ کر مزیّن فرمایا گیا۔ ان دلائل میں پہلے مولوی قاسم صاحب کی عبارات کا مطلب بیان کیا گیا اور پھر ردّ کیا گیا۔ مثلاً تحذیر الناس کی عبارت ''اوّل معنیٰ خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں..... الخ''، پر فرمایا:

''قالَ زید۔ یہ کلام عَمرو کا متضمّن (مشتمل) ہے، دو مطلب کو۔ مطلب اوّل یہ ہے کہ معنی خاتم النبیین کے، آخر الانبیاء و لا نبی بعدہ کرنا، یہ خیال عوام کا ہے اور یہ معنی ظاہر پرستوں کے ہیں، معنیٰ خاتم النبیین کے، نزدیک اہلِ فہم یعنی نزدیک خواص کے، یہ ہیں کہ نبوت آں حضرت ﷺ کی بالذات ہے اور نبوت باقی انبیاء علیہم السلام کی بالعرض ہے اور مطلب ثانی یہ ہے کہ نبوت آں حضرت ﷺ کی ذاتی ہے، بایں معنی، کہ نبوت آں حضرت (ﷺ) کی خود بخود ہے اور نبوت

باقی انبیاء کی عرضی ہے۔ بایں طور کہ آں حضرت (ﷺ) وصفِ نبوتِ انبیاء میں واسطہ فی العروض ہیں۔ پس خلاصہ کلام عَمر وکا، مطلب اوّل میں یہ ہے کہ یہ معنی خاتم النبیّین کے آخر الانبیاء لا نبی بعدہ کرنا، یہ خیال عوام اور ظاہر پرستوں کا ہے کیونکہ اس میں کچھ فضیلت نہیں۔ حالانکہ آیہ و لکن رسول اللہ وَ خاتم النبیّین کے مقامِ مدح میں وارد ہے، پس جبکہ یہ آیت خاتم النبیّین کے مقامِ مدح میں ہوئی تو اب معنی خاتم النبیّین کے، آخر الانبیاء و لا نبی بعدہٗ کرنا ہرگز صحیح نہیں کیونکہ اس میں کچھ فضیلت اور مدح نہیں۔ ہاں اگر مقامِ مدح نہ قرار دیا جائے تو البتہ خاتم النبیّین بمعنی آخر الانبیاء ولا نبی بعدہٗ صحیح ہوسکتا ہے لیکن آیت خاتم النبیّین کے قیامِ مدح میں نہ قرار دینا باطل ہے، دو وجہ سے، وجہ اوّل یہ ہے کہ اس میں زیادہ گوئی خدائے تعالیٰ کی لازم آتی ہے اور وجہ دوسری یہ ہے کہ نقصانِ قدر رسول اللہ ﷺ کا لازم آتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ خاتم النبیّین بمعنی آخر الانبیاء ولا نبی بعدہٗ میں زیادہ گوئی خدا تعالیٰ کی لازم نہیں آتی، اس واسطے کہ اس میں فائدہ عظیم الشان ہے کہ وہ سدّ باب مدعیانِ نبوت بعد آں حضرت (ﷺ) کے منظور تھا، سو یہ کہنا بھی دو وجہ سے باطل ہے۔ وجہ اول یہ ہے کہ جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور جملہ و لکن رسول اللہ و خاتم النبیّین میں بے ربطی اور بے ارتباطی خدائے تعالیٰ کے کلام معجز نظام میں لازم آتی ہے، کہ یہ کلام خدائے تعالیٰ کا، اس سے منزّہ ہے، اور وجہ دوسری یہ ہے کہ اگر سدّ باب مذکور منظور تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقع تھے، نہ یہی موقع، حاصل کلام عَمر وکا یہ ہے کہ آیہ خاتم

النبیّین کی دو امر سے خالی نہیں۔ یا تو مقامِ مدح میں وارد ہے یا نہیں۔ لیکن شقِ ثانی باطل ہے کیونکہ اس میں زیادہ گوئی خدائے تعالیٰ کی لازم آتی ہے اور نقصانِ قدر رسولِ خدا کا بھی متصوّر ہے۔ پس باقی رہا شقِ اوّل، پس جبکہ خاتم النبیّین کے مقامِ مدح میں متعیّن ہوئے تو اب معنی خاتم النبیّین کے آخر الانبیاء لا نبی بعدہٗ کرنا بالکل باطل ہوا۔ کیونکہ اس میں کچھ فضیلت نہیں، بلکہ معنی خاتم النبیّین کے۔ نزدیک خواص کے یہ ہیں کہ نبوت آں حضرت (ﷺ) کی بالذات ہے اور نبوت باقی انبیاء کی بالعرض ہے جیسا کہ دال (دلالت کرتا ہے) اس پر قول اُس کا، معنی خاتم النبیّین مدنظر ظاہر پرستان ہمیں باشد کہ زمانۂ نبوی ﷺ آخر است از زمانہ انبیاء گذشتہ و باز نبی دیگر نخواہد آمد مگر میدانی۔ اور قول اُس کا۔ ''بلکہ بناء خاتمیت اور بات پر ہے۔'' الیٰ قولہٖ ''آپ پر سلسلہ نبوت کا، مختتم ہو جاتا ہے۔'' اور قول اُس کا۔ ''اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصفِ نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے۔'' الی قولہٖ ''مگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں فرق نہ آئے گا۔'' (ابطال اغلاط قاسمیہ صفحہ ۴، ۵) اس طرح چند عباراتِ تحذیر الناس استفتا میں اور نقل کر کے لکھا۔''

فاذا عرف ذٰلك فاعلم ان كل احد منهما مخالف للشرع فاما المطلب الاول فهو باطل مردود عند الشرع لانه قول علما الاسلام و قول رسول الله صلى الله عليه وسلم و عقيدة اهل الاسلام۔ قال الشيخ عبد الحق الدهلوى فى ترجمة المشكوة فى باب اسمآيهٔ صلى الله عليه وسلم۔ بدانكه بود آں حضرت (ﷺ) راميان دو شانه ياره گوشت بلند تراز سائر اجزائے بدن

شریف کہ آنرا خاتم نبوّت میگفتند یا بکسرتا از ختم بمعنی تمام شدن کاریے در سیدن وے بآخر یابفتح تاء بمعنی مُہر و نشانِ انگہ خاتم النبییّن است و ذکر این خاتم در کتب متقدمہ از توراۃ و انجیل و حیزان بود و انبیاء علیہم السّلام بوجود ظہور وے صلی اللہ علیہ وسلم در آخر زمان بشارۃ دادہ بودند۔ انتہیٰ۔

(ترجمہ عربی وفارسی عبارت) ''پس جب یہ بات معلوم ہوگئی تو تُو جان کہ ان دونوں میں سے ہرایک شرع (شریعت) کے مخالف ہے کیونکہ پہلا مطلب تو شریعت کے مطابق باطل اور مردود ہے اس لیے کہ یہ علماء اسلام کے اقوال اور فرمان رسول ﷺ اور عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ مشکوٰۃ کے اندر حضور نبی کریم ﷺ کے اسماء مبارکہ کے باب میں لکھتے ہیں کہ تو جان حضور ﷺ کے دوشانوں کے درمیان گوشت کا ایک ٹکڑا تھا جو کہ باقی تمام اجزاء بدن سے بلند تھا اس کو ختم نبوت کہتے ہیں۔ خاتم کا لفظ یا تو تا کے کسرہ (خاتِم) کے ساتھ ہے جس کا معنیٰ ہے، ایک کام کو اس کے انجام تک پہنچا کے مکمل کرنا۔

یا لفظ خاتم تا کے فتحہ کے ساتھ ہے جس کا معنیٰ ہے مہر اور نشان یعنی انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والی مہر اور نشانی اور اس خاتم (بفتح تا) کا ذکر پہلی کتابوں، توراۃ، انجیل اور انبیاء کے صحیفوں میں موجود ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کا آخری زمانے میں تشریف لانے کی خوشخبریاں دیتے رہے۔''

اسی طرح صفحہ ۶ سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اور پھر اگلے صفحات میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، حضرت قاضی عیاض مالکی، امام زرقانی، امام قسطلانی، امام نسفی، علامہ تفتازانی، علامہ زمخشری کی کتابوں کی عبارات، تفسیر جلالین، تفسیر کمالین حاشیہ تفسیر جلالین، تفسیر بیضاوی، تفسیر

مدارک، تفسیر احمدی، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر روح البیان، شرح مسلم امام نووی، صحیح بخاری صحیح مسلم اور دیگر بے شمار کتبِ احادیث نیز متقدمین ومتاخرین کی کتابوں سے عبارات نقل فرمائی گئی ہیں اور جن سے تحذیرالناس کا بھرپور رد کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۵، ۱۶ پر لکھا ہے:

''وغیر ذلك مما لا یحصی فقد ثبت بما ذکر ان معنی خاتم النبییّن اٰخر الانبیا لا نبی بعدہ ھو قول العلماء الکرام و قول رسول علیہ السّلام و عقیدہ اھل الاسلام۔ فکان قولہ ''سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں..... الخ'' بعد کونہ مردود ابما ذکرلا یخلو من الکفر لان ذلك الکلام یستلزم ان اھل ذلك القول من العوام و قد ثبت بما ذکر ان اھل ذلك القول قول العلماء الاسلام و رسول علیہ السّلام و عقیدۃ اھل الاسلام۔ و کذلك کان قولہ ''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں فرق نہ آئے گا'' انتہیٰ۔ بعد کونہ مردودا بما ذکرلا یخلو من الکفر لانہ انکار معنی خاتم النبییّن الثابت عند اللغۃ و علماء الاسلام و رسول علیہ السلام۔ و کذلك کان قولہ ''مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقامِ مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبییّن فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے..... الخ'' مردوداً لما اخرج عن ابی ھریرہ (رضی اللہ عنہ) ان رسول اللہ ﷺ قالَ فضلت علی الانبیاء بست عطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب و احلت فی الغنائم و جعلت لی الارض مسجداً و طھورا و

ارسلت الی الخلق کافۃ و ختم بی النبیون رواہ مسلم۔"

(ابطالِ اغلاطِ قاسمیہ صفحہ ۱۶،۱۵)

ترجمہ: "اور اس کے علاوہ بے شمار دلائل ہیں۔ لہٰذا مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہوگیا کہ خاتم النبیین کا معنیٰ ہے انبیاء میں سے آخری نبی جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ یہی علماء کرام کا قول ہے اور فرمان رسول اور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے۔ پس اس کا یہ قول "سوعوام...... آخر نبی ہیں۔" مردود اور باطل ہے اس وجہ سے کہ یہ کفر سے خالی نہیں ہے اس لیے کہ یہ قول اس بات کو مستلزم ہے کہ اس قول کے قائل عوام ہیں جبکہ ثابت ہو چکا ہے کہ اس قول کے قائل علماء اسلام، مصطفیٰ کریم ﷺ ہیں اور اہل اسلام کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

اور اسی طرح اس کا یہ قول...... بلکہ اگر بالفرض...... فرق نہ آئے گا الخ۔ بھی مردود ہے کیونکہ یہ بھی کفر سے خالی نہیں ہے کیونکہ اس میں خاتم النبیین کے اس معنیٰ کا انکار ہے جو لغت، علماء اسلام اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

اور اسی طرح اس کا قول...... "مگر اہل فہم...... صحیح ہو سکتا ہے الخ۔ مردود ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے نبیوں پر چھ فضیلتیں دی گئیں۔ مجھے کلماتِ جامعہ عطا فرمائے گئے، رُعب سے میری؛ مدد کی گئی، میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ میرے لیے زمین مسجد اور پاک کرنے والی قرار دی گئی، مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا، اور میرے ساتھ نبی ختم کر دیے گئے۔" (ابطالِ اغلاطِ قاسمیہ صفحہ ۱۶،۱۵)

اس کے بعد صحیح بخاری، صحیح مسلم، مواہب قسطلانی، تفسیر ابن کثیر سے اسی طرز کی حدیثیں لائی گئی ہیں۔ پھر صفحہ ۱۷ پر لکھا ہے: "وکذلک کان قولہ" پر جملہ ما کان محمدا ابا احد من رجالکم اور جملہ و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں کیا تناسب تھا......

الخ" مردوداً لانہ علی و فق قواعد العرب فانہ تعالیٰ لما قال ما کان محمدا ابا احد من رجالکم یفہم من ذلك الكلام نفی الابوة مطلقا فعطف علیہ بلفظ لکن الموضوع لدفع التوہم الناشی من الکلام السابق لاثبات الابوة من طریق اخر و ھو کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ثم عطف علیہ قولہ و خاتم النبیین لا فادة انہ لم یکن لہ ابن بالغ و لا فادة الزیادة فکان للمعنی ھٰکذا ما کان محمدا ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و کل من کان رسول فھو ابو امتہ کما فی کتب التفسیر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما انا لکم مثل الوالد لولدہ اعلمکم رواہ ابن ماجہ و الدارمی و ابو داؤد ۔" (ایضاً صفحہ ۱۷)

(ترجمہ: اور یونہی اس کا یہ قول" پر جملہ ما کان محمد...... کیا تناسب تھا الخ بھی مردود ہے۔ اس لیے قواعدِ عرب کے مطابق جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما کان محمد ابا احد من رجالکم" تو اس کلام سے مطلقاً ابوۃ کی نفی ہوگئی۔ پھر اس پر لفظ لکن کے ساتھ عطف کیا جس (لفظ لکن) کی وضع ہی اس لیے ہے کہ کلام سابق سے جو وہم پیدا ہوا ہے اس کو دور کرنا (کلام سابق سے وہم یہ پیدا ہوتا ہے کہ) کہ آپ ﷺ کی ابوۃ کسی دوسرے طریقے سے ثابت ہے اور وہ آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کا رسول ہونا ہے۔ پھر عطف کیا گیا اس پر اللہ تعالیٰ کے فرمان خاتم النبیین کا جو کہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ کا کوئی بالغ صاحبزادہ نہیں ہے اور اس سے زیادتی پر بھی مفید ہے لہٰذا اب معنیٰ یہ ہوگا ما کان محمد...... و لکن رسول اللہ اور جو بھی رسول ہو وہ اپنی امت کا باپ ہوتا ہے جیسا کہ کتب تفسیر میں موجود ہے۔ مصطفیٰ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں تمہارے لیے ایسے ہوں جیسے اولاد کے لیے والد ہے اور میں تم کو سب سے زیادہ جانتا ہوں۔")

اس کے بعد اسی قبیل کی احادیث وغیرہ لائے جن سے مولوی قاسم صاحب نانوتوی کے اس عقیدے کا ردّ ہے کہ اگر خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی مانا جائے تو آیت کریمہ کے اندر کوئی تناسب نہیں رہتا۔ اس کے بعد نانوتوی صاحب کے بالذات اور

بالعرض کی تقسیم کا بھرپور ردّ ہے۔ صفحہ ۲۲ پر لکھا: "فقد ثبت بما ذکر ان النبوۃ و ھی کون البعثۃ و الوحی من اللّٰہ تعالیٰ حقیقۃ متساویۃ الافراد عند السلف و الخلف بالنصوص المذکورۃ بان کل نبی من الانبیاء موصوف بالنبوۃ حقیقۃ فکان القول بکونہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی وصف نبوۃ الانبیاء واسطۃ فی العروض مردوداً عند السلف و الخلف بالنصوص المذکورۃ من کلام اللّٰہ و احادیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔" (ایضاً صفحہ ۲۲)

ترجمہ: "پس مذکورہ بات سے یہ ثابت ہوگیا کہ بے شک نبوۃ یعنی بعثت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ایسی حقیقت ہے جو متساویۃ الافراد ہے سلف وخلف اور نصوص مذکورہ کے ساتھ بایں طور کہ انبیاء میں سے ہر نبی موصوف ہے نبوۃ حقیقی کے ساتھ لہٰذا یہ قول کرنا کہ مصطفیٰ کریم ﷺ وصف نبوۃ میں انبیاء علیہم السلام کے لیے واسطہ فی العروض ہیں یہ سلف وخلف اور نصوص مذکورہ یعنی قرآن وحدیث رسول ﷺ کے مطابق مردود ہے۔"

اسی طرح دلائل دیتے ہوئے صفحہ ۲۵ پر لکھا:

"فقد حصل بما ذکر من النصوص المذکورۃ من أیات کلام اللّٰہ و احادیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان القول بکونہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و اسطۃ فی العروض فی النبوّۃ الانبیاء علیھم الصّلوٰۃ و السلام مردوداً عند الشرع لا یخلو من الکفر لان حاصل ذٰلک القول ان موسٰی وغیرہ من الأنبیاء علیھم السلام لیسو انبیاء حقیقۃ کما ان الجالس فی السفینۃ لیس بمتحرک حقیقۃ و ما ھٰذا الاوھو الکفر لانہ انکار النصوص القطعیۃ و کون الانیاء علیھم السّلام مستفدین من سید المرسلین علیھم السّلام لا یستلزم کونہ صلی اللّٰہ علیہ

وسلم و اسطۃ فی العروض فی وصف نبوۃ الانبیاء علیھم السّلام کما دل علیہ حدیث المعراج ...... الخ" (ایضاً صفحہ ۲۵)

ترجمہ: "پس تحقیق نصوص مذکورہ یعنی قرآن وحدیث رسول ﷺ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ قول کرنا کہ نبی کریم ﷺ وصف نبوۃ میں دیگر انبیاء کے لیے واسطہ فی العروض ہیں شریعت میں مردود ہے اور یہ قول کفر سے خالی نہیں اس لیے کہ اس قول کا حاصل یہ ہے کہ بے شک موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام حقیقۃً نبی نہیں ہیں۔ جیسا کہ کشتی میں بیٹھا ہوا شخص حقیقۃً متحرک نہیں ہے اور یہ کفر ہے کیونکہ اس میں نصوص قطعیہ کا انکار ہے اور حضور ﷺ سے انبیاء علیہم السلام کا استفادہ کرنا اس بات کو ستلزم نہیں کہ آپ ﷺ وصف نبوت میں انبیاء کرام کے لیے واسطہ فی العروض ہیں جیسا کہ حدیث معراج اس پر دلالت کرتی ہے۔"

مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے جو لکھا کہ "کمالاتِ اصل میں جو تشبیہ تھی وہی نسبت کمالات عکوس میں بھی محفوظ رہی۔ اس صورت میں اگر اصل اور ظِل میں تساوی (برابری) بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیت پھر بھی ادھر رہے گی" اس کے ردّ میں لکھا ہے:

"یہ قول اور اعتقاد مخالف نصوص کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ کے ہے کیونکہ نصوصِ کلام اور احادیث رسول اللہ دال ہیں فضائل آں حضرت (ﷺ) پر اور عمدہ تر فضائل آں حضرت کا خواص آں حضرت کے ہیں اور خاصہ شے کا وہ ہے جو مختص ہو ساتھ اُس کے، نہ موجود ہو غیر میں۔ سو اُن میں سے یہ چند خواص آں حضرت سیّد المرسلین (ﷺ) کے یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔" (ایضاً صفحہ ۲۷، ۲۸)

اس کے بعد خصائص آں حضرت ﷺ میں آیات کریمہ اور احادیثِ مبارکہ لائی گئیں۔ جن میں ایک حدیث مبارکہ یہ بھی ہے:

"قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فضلت علی الانبیاء بست اعطیت بجوامع الکلم و نصرت بالرعب و احلت لی الغنائم و جعلت لی الارض مسجدا و طهورا و ارسلت الی الخلق کافة و ختم بی النبیون۔ متفق علیه" (ایضاً صفحہ ۲۸)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے نبیوں پر چھ فضیلتیں دی گئیں۔ مجھے کلماتِ جامعہ عطا فرمائے گئے، رُعب سے میری مدد کی گئی، میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ میرے لیے زمین مسجد اور پاک کرنے والی قرار دی گئی، مجھے تمام مخلوق کی طرف (نبی بنا کر) بھیجا گیا، اور میرے ساتھ نبی ختم کر دیے گئے۔'')

(ابطالِ اغلاطِ قاسمیہ صفحہ ۱۵، ۱۶) (صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۱۹۹/مشکوٰۃ کتاب الفتن صفحہ ۵۱۲)

یاد رہے کہ اس حدیث شریف میں ''آخری نبی'' ہونا بطورِ فضیلت بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں بلکہ اس معنیٰ کے نتیجے میں ڈیڑھ درجن خرابیاں گنوائی ہیں۔ اسی طرح یہ حدیث بھی لائی گئی، "انا قائد المرسلین و لا فخر و انا خاتم النبیّین ولا فخر۔" الخ (صفحہ ۳۶) ترجمہ: ''میں رسولوں کا قائد ہوں اور فخر سے نہیں کہہ رہا اور میں آخری نبی ہوں اور یہ فخر یہ نہیں کہہ رہا...... الخ''۔

چونکہ آخری نبی ہونا بہت بڑی فضیلت کی بات تھی اس لیے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا: مجھے اس پر فخر نہیں اس میں بارگاہ خداوندی میں عجز و انکساری بھی ہے اور اظہارِ عبودیت بھی۔ اس طرح کی بہت ساری آیاتِ مبارکہ اور احادیث مطہرہ لانے کے بعد صاحبِ رسالہ لکھتے ہیں:

"فهٰذا الخواص خواص رسول الله صلی الله علیه وسلم الثابتة بتلك النصوص لا تحلوا ما ان توجد فی احد غیره صلی الله علیه وسلم بالفعل او لم توجد فلو کان القسم الاوّل فهو

باطل تلك النصوص الدالة علی کونها خواص رسول الله صلی الله علیه وسلم و لو کان القسم الثانی فدعوی التساوی باطل بعدم الوجد ان فی غیره علیه الصّلوٰة و السّلام فقد ثبت بما ذکر من النصوص المذکورة من آیات کلام الله و احادیث رسول الله صلی الله علیه وسلم۔"

(ایضاً صفحہ ۳۷، ۳۸)

ترجمہ: ''پس یہ خواص رسول اللہ ﷺ کے وہ خواص ہیں جو ان نصوص کے ساتھ ثابت ہیں۔ یہ خواص آپ ﷺ کے علاوہ کسی غیر نبی میں بالفعل پائے جائیں گے یا نہیں پس اگر قسم اوّل ہو (بالفعل کسی غیر میں پائے جائیں) تو وہ باطل ہے۔ اس نصوص کی وجہ سے جو کہ ان کے خواص رسول ﷺ ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور اگر قسم ثانی ہو (بالفعل کسی دوسرے میں نہ پائی جائیں) تو دعویٰ تساوی باطل ہے بوجہ ان کے حضور ﷺ کے غیر میں نہ پائے جانے کے پس مذکورہ نصوص یعنی آیات کلام اللہ اور احادیث رسول ﷺ سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی''۔

صفحہ ۳۹ پر دیگر علماء کے علاوہ ابوالحسنات مولانا عبدالحی لکھنوی کے بھی دستخط و مُہر ہیں۔ جنہوں نے لکھا کہ ''اقوال زید صحیح و معتبر ہیں۔'' اس کے بعد صفحہ ۳۹، ۴۰ پر رامپور، بدایوں اور بمبئی کے علمائے کرام کے دستخط ہیں۔

یاد رہے کہ یہ مولوی عبدالحی وہی ہیں جن کے بارے مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا تھا کہ تحذیر الناس کی وجہ سے پُورے ہندوستان کے علماء نے مولوی قاسم نانوتوی کی موافقت نہیں کی سوائے مولانا عبدالحیٔ کے، کیونکہ اُنہیں ہمارے بزرگوں (اکابر علمائے دیو بند) سے بڑی عقیدت تھی۔

لیکن آخر کار مولانا عبدالحیٔ بھی ہندوستان کے علمائے حق کے ساتھ ہوگئے۔ ایک اور بات کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ مولانا عبدالحیٔ صاحب نے تحذیر الناس کی متنازعہ

عبارات (بالخصوص کفریہ عبارات) کی تائید ہرگز نہ کی تھی۔ اُنہوں نے صرف اثر ابن عباس کو صحیح ٹھہرایا تھا۔ وہ بھی اس طور پر کہ "نبی کنبیکم" سے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہے کہ خاتم الانبیاء طبقات باقیہ کا مثل خاتم الانبیاء اس طبقہ کے ہے بلکہ فقط تعلیم و تفہیم کے واسطے ہے، اس غرض سے کہ جس طرح ایک خاتم الرسل اس طبقہ میں ہے، اسی طرح سے ایک ایک خاتم ہر طبقہ میں ہے، نہ یہ کہ وہ خاتم مثل اس خاتم کے ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو اسی حدیث (اثر ابن عباس) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاتم مثل ہمارے خاتم الانبیاء کے نہیں ہے۔"

(فتاویٰ عبدالحئی جلد اوّل صفحہ ۱۲۰ ایچ۔ایم۔سعید کمپنی کراچی)

ایک جگہ لکھا:

"الحاصل حدیث مذکور صحیح ہے اور موجود ہونا امثال خاتم الانبیاء [illegible] ﷺ کا باطل ہے اور اس حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ عدم مماثلت اس سے ثابت ہے۔" (فتاویٰ صفحہ ۲۱)

جو استفتاء مولوی قاسم صاحب کو بھیجا گیا تھا وہی استفتاء مولانا عبدالحئی صاحب کو بھی بھیجا گیا۔ جو اُن کے فتاویٰ کے جلد اوّل صفحہ ۳۲ پر درج ہے۔ اس کے جواب میں بھی اُنہوں نے تین احتمال پیش کیے:

"ایک یہ کہ خواتم طبقات تحتانیہ بعد عصر (زمانہ) آں حضرت صلعم کے ہوئے ہوں" (صفحہ ۳۳) اس کے متعلق لکھتے ہیں: "احتمال اوّل حدیث لا نبی بعدی وغیرہ (میرے بعد کوئی نبی نہیں) سے باطل ہے۔"

دوسرا احتمال یہ تھا کہ "مقدم ہوئے ہوں" تو جواب میں لکھتے ہیں: "بر تقدیر احتمال ثانی آں حضرت ﷺ خاتم انبیائے ہر طبقات ہوں گے۔" تیسرا احتمال یہ لکھا کہ "ہم عصر ہوں" اس کے جواب میں بھی دو احتمال لکھے۔ پہلا یہ کہ آں حضرت ﷺ کی نبوت مخصوص ساتھ اس طبقے کے ہو اور آپ کی خاتمیت اُسی طبقے کے انبیاء کے لحاظ سے ہو اور ہر طبقہ تحتانیہ میں وہاں کے خاتم کی رسالت ہو اور ہر خاتم صاحبِ شرع جدید ہو۔ اس کے متعلق لکھتے ہیں

کہ یہ باطل ہے کیونکہ آں حضرت ﷺ کے زمانہ میں کوئی نبی صاحبِ شرع جدید نہیں ہوسکتا اور آپ کی نبوت عام ہے اور جو نبی آپ کا ہم عصر ہوگا وہ شریعتِ محمدیہ ہی کا متبع ہوگا......
پس اس امر کا اعتقاد کرنا چاہیے کہ خواتم طبقات باقیہ بعد عصر نبویہ نہیں ہوئے، یا قبل ہوئے یا ہم عصر۔ اور بر تقدیر اتحاد عصر متبع شریعت محمدیہ ہوں گے۔" (فتاویٰ عبدالحئی جلد اوّل صفحہ ۳۳،۳۴)

ابوالحسنات مولانا عبدالحئی لکھنوی کا جواب متعلق اثر ابن عباس "تحذیر الناس" کے آخر میں بھی درج ہے۔ اس پر ہمارے تحفظات اپنی جگہ، مگر یہ تحذیر الناس کی صریح کفریہ عبارات کی تائید ہرگز نہیں۔ نہ اُنہوں نے کہیں خاتم کا معنیٰ بدلا نہ یہ کہا یا تائید میں لکھا کہ "بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔"

واسطہ فی العروض اور واسطہ فی الثبوت کی مزید تشریح:

"ابطال اغلاطِ قاسمیہ" میں لکھا ہے کہ:

ترجمہ: "دوسرا مطلب بھی کئی وجوہ سے شرعاً باطل ہے لیکن اس کا باطل ہونا واسطہ فی العروض کی معرفت پر موقوف ہے اور واسطہ فی العروض ایسے امر سے عبارت ہے جو حقیقت کے اعتبار سے صفت کے ساتھ متصف ہو اور وہ صفت منسوب ہو مجازی طور پر دوسرے امر کی طرف ایک تعلق کی بنا پر جو دونوں میں ہوتا ہے۔ مولوی تراب علی لکھنوی نے بیان الکافی کتاب میں جو شرح ہے شرح قاضی کی بواسطۃ فی العروض قول کے تحت کہا ہے:

هی عبارة عن امر یکون متصفا بصفة حقیقة و تنسب تلك الصفة امر اخر بعلاقه مع ذلك الامر۔ یعنی وہ ایسے امر سے عبارت ہے جو ایک صفت کے ساتھ حقیقتاً متصف ہو اور وہ صفت دوسرے امر کی طرف کسی تعلق کی بنا پر منسوب ہو، جیسے کشتی جو کہ حرکت کی صفت کے ساتھ متصف ہے ذاتی طور پر اور وہ واسطہ ہے حرکت کے عارض ہونے کا کشتی میں بیٹھنے والے کے لیے پس یہاں عارض ایک ہوگا جو کہ واسطہ کے لیے ثابت ہے ذات کے اعتبار سے ذی واسطہ کی طرف منسوب ہے۔

بالعرض یا واسطہ فی الثبوت کی دونوں قسموں میں سے ایک کی طرف منسوب ہے بالعرض۔ تو جان لے کہ واسطہ فی الثبوت عبارت ہے اس سے کہ وہ علت بنتا ہے کہ ایک شی دوسری شی کے ساتھ متصف ہے کہ وہ شی اس صفت کے ساتھ متصف ہے حقیقتاً اور بالذات، اور ہو جائے گا وہ واسطہ علّت اس کے ساتھ متصف ہونے کی اور اس کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ا: وہ جس کو بیان کیا گیا اس قول کے ساتھ۔ وہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک یعنی واسطہ اور ذوالواسطہ عارض حقیقی ہے یعنی معروض کے لیے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر ایک ان میں سے متصف ہے صفت کے ساتھ بالذات۔ پس یہ ذوفرد ہو گئے۔ ایک وہ جو واسطہ کے ساتھ قائم ہے اور دوسرا وہ جو ذوواسطہ کے ساتھ قائم ہے لیکن قیام ان دونوں میں سے ہر ایک کا ساتھ واسطے کے ہو جانے کا سبب اس قیام کا ان دونوں میں سے جو ذوواسطہ کے ساتھ ہے۔ جیسے کہ ہاتھ کے ساتھ حرکت کا قائم ہونا سبب ہے اس حرکت کے قیام کا جو چابی کے ساتھ ہے۔ نمبر ۲: وہ جو نہیں ہے واسطہ اس موصوف کے لیے جو کہ اصلاً صفت کے ساتھ قائم ہے تو اس علّت ہونے سے حصّہ صرف ہوگا۔ جیسا کہ رَنگریز جو کہ واسطہ ہے کپڑے کو رنگنے والا۔ اور اس کو بیان کیا اپنے اس قول کے ساتھ: و ان کان بینھما واسطۃ فی الثبوت بان یکون المعروض الحقیقی ھو ذو الواسطۃ دون الواسطۃ فیکون لھا حظا فی العلیۃ۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی قدس سرہ، میر زاہد، مُلّا جلال کے حاشیے پر حدیث لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بے شک واسطہ کا اطلاق کبھی علم کی علّت پہ ہوتا ہے تو اس کو واسطہ فی الاثبات کہتے ہیں اور یہ تصدیقات میں ہوتا ہے اور کبھی اطلاق ہوتا ہے ایسے امر پہ جو کہ متصف ہے ساتھ صفت کے اور منسوب ہوگا اس تعلق کی بنا پر جو کہ دوسرے امر کی طرف ہے پس اس کو واسطہ فی العروض کہا جائے گا اس واسطہ میں صفت ایک ہوتی ہے جو کہ واسطہ کو حقیقتاً عارض ہوتی ہے اور منسوب ہوتی ہے ذوواسطہ کی طرف کسی تعلق کی بنا پر، یہ ہے جو

عارض ہوتی ہے حرکت کشتی میں بیٹھنے والے کو پس کشتی میں بیٹھنے والا کشتی کی حرکت کی وجہ سے ہی حرکت کر رہا ہے نہ کہ اپنی ذاتی حرکت کی وجہ سے، یہ وہ واسطہ ہے جس کو واسطہ فی العروض کہا گیا ہے اور کبھی اطلاق ہوتا ہے واسطے کا اس چیز پر جو کہ سبب اور علت ہو موصوف کے لیے صفت ثابت کرنے کے لیے اور یہاں ثابت ہوتی ہے ذوواسطہ کے لیے صفت حقیقتاً اور ذاتی طور پر لیکن علت کے سبب سے اور بنایا ہے بنانے والے نے اس کو واسطہ فی الثبوت اور یہ دو قسم پہ ہے۔

(۱) وہ جو بالکل واسطہ نہیں ہوتا کہ اس صفت کے ساتھ موصوف ہو اور وہ سبب کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا جیسا کہ رنگریز جو کہ واسطہ ہوتا ہے کپڑے کے لیے اور ہوگا کپڑا رنگا ہوا نہ کہ رنگریز۔ (یعنی کپڑا رنگنے والا)

(۲) ہوگا واسطہ بھی متصف بالذات پس وہاں صفت کے دو فرد ہو جائیں گے ان میں سے ایک جو کہ قائم ہے واسطہ کے ساتھ اور دوسرا قائم ذوواسطہ کے ساتھ اور متصف ہونا واسطہ کا صفت کے ساتھ علت ہوگا ذوواسطہ کے لیے۔

اور مولانا عبد الحلیم لکھنوی قدس سرّہ القول الاسلم شرح سُلّم کے ایک مقام پہ قولہ تقضی الی اخرہ یہ کہ صفت کا ثابت ہونا یہی تحقق و وجود ہوگا واسطہ کیلیے ابتداء اور بالذات اور ذوالواسطہ کے لیے بالعرض جیسا کہ واسطہ کا حال ہے عروض میں جس طرح کہ کشتی۔ کیونکہ وہ واسطہ ہے جالس کے لیے حرکت کو ثابت کرنے کا۔ جو کہ عارض ہوتی ہے کشتی کو اور منسوب ہوگی جالس کی طرف ملا ہوا ہونے کی وجہ سے۔

قولہ الواسطۃ فی الثبوت۔ بے شک اس کی بھی دو قسمیں ہیں:

(۱) واسطہ سفیر محض ہوتا ہے صفت کو ثابت کرنے کے لیے جیسا کہ رنگریز کپڑا رنگنے میں۔

(۲) واسطہ اوّلاً صفت سے متصف ہوتا ہے اور اس کے سبب سے ذوالواسطہ بھی جیسا کہ پہلے ہاتھ حرکت کرتا ہے اور پھر اس کی وجہ سے چابی۔

اور ملا مبین قدس سرہ نے حاشیہ سلّم مرآۃ الشروح میں لکھا ہے۔ اور موضوع روشنی کا وہ ہوتا ہے جس میں اس شئ کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے اور عوارض ذاتیہ وہ ہوتے ہیں جو کسی شئ کی ذات کو لاحق ہوں جیسا کہ عجیب وغریب امور کا انسان کو بالقوۃ لاحق ہونا یا امر خارج کے واسطے سے جو کہ اس کے مساوی ہے یا تعجب کا لاحق ہونا عجیب امر کے ادراک سے۔ اور ذات کو لاحق ہونے سے مراد یہ ہے واسطہ فی العروض کا نہ ہونا یہ کہ ہو عارض واسطہ بالذات کے لیے عارض اور ذی الواسطہ کے لیے بھی مجاز کے طور پر ہوگا۔ جیسے حرکت جو کہ کشتی میں بیٹھنے والے کو واسطہ کی وجہ سے عارض ہوتی ہے۔

نیز ملا مبین شرح مذکور میں اس سے تھوڑا پہلے فرماتے ہیں وہ وصف جو کہ واسطہ فی العروض میں ہے وہ متعدد نہیں ہوگا جس طرح کہ کشتی میں بیٹھنے والا۔ پس حرکت منسوب ہو گی کشتی کی طرف بالذات اور جالس کی طرف بالعرض۔

پس علم کلام کے ماہرین کی تصریحات سے یہ ثابت ہوا واسطہ فی العروض کے لیے دو امر ضروری ہیں۔

(۱) وہ وصف جو واسطہ اور ذی الواسطہ میں ہے وہ واسطہ فی العروض میں متعدد نہیں ہوگا یہ کہ ہو واسطہ موصوف ساتھ صفت کے حقیقتاً، منسوب ہو وہ صفت ذی الواسطہ کی طرف مجازاً نہ کہ حقیقتاً پس اس وقت درست ہوگا کہ یوں کہا جائے کہ کشتی حرکت کر رہی ہے حقیقتاً۔ اور اس کا جالس حقیقتاً حرکت نہیں کر رہا۔ بخلاف واسطہ فی الثبوت کے پس بے شک اس کی ہر قسم میں وصف متعدد ہو سکتے ہیں۔

(۱) جو واسطہ کے ساتھ حقیقی طور پر قائم ہے۔

(۲) جو ذی الواسطہ کے ساتھ قائم ہے حقیقی طور پر۔ پس اس وقت صحیح ہوگا کہ یوں کہا جائے کہ ہاتھ اور چابی دونوں حقیقی طور پر حرکت کرتے ہیں، بخلاف ان دونوں میں سے دوسری قسم کے اور اگر اس میں وصف ایک ہی ہے نہ کہ متعدد کے ہو ذوالواسطہ صفت کے ساتھ متصف حقیقی طور پر اور واسطہ اس صفت کے ساتھ بالکل متصف

نہ ہو، نہ حقیقی طور پر اور نہ مجازی طور پر پس ایسی صورت میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حقیقی طور پر رنگا ہوا، کپڑا ہے اور رنگریز خود رنگا ہوا نہیں ہے نہ ہی حقیقۃً اور نہ ہی مجازاً۔

دوسری بات:

متصف ہوگی واسطہ اور ذی واسطہ ایک ہی زمانے میں اگرچہ متصف ہونا واسطہ کا رتبہ کے اعتبار سے پہلے ہوتا ہے بہ نسبت ذی الواسطہ کے، جیسا کہ کشتی اور جالس کی مثال سے واضح ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو پہلے مرحلہ میں یاد رکھو کہ تمام نبی نفس نبوت میں سلف وخلف کے نزدیک مساوی ہوتے ہیں کیونکہ نبوت شریعت میں اللہ کی طرف سے احکام شریعہ کی وحی نازل ہونے کا نام ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے بعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین۔ (قصہ مختصر۔ متعدد آیات واحادیث لکھنے کے بعد فرمایا) فقد ثبت بما ذکر ان النبوۃ وھی کون البعثۃ والوحی من اللہ تعالیٰ...... یعنی جو ہم نے ذکر کیا اس سے ثابت ہو کہ نبوت بعثت اور اللہ کی طرف سے وحی کا نام ہے حقیقی طور پر۔ جو کہ تمام افراد میں برابر ہوتی ہے خلف وسلف کے نزدیک مذکورہ نصوص کی وجہ سے کیونکہ وہ نبی حقیقی طور پر نبوت سے موصوف ہوتا ہے پس یہ کہنا کہ حضور دیگر انبیاء کرام کی نبوت کے لیے واسطہ فی العروض ہیں (یعنی حضور ﷺ کی نبوت بالذات ہے اور دیگر انبیاء کی نبوت بالعرض) یہ سلف وخلف کے نزدیک مندرجہ بالا دلائل کی وجہ سے مردود ٹھہرا۔

وجہ ثانی، ثالث اور رابع میں قرآن وسنت کے بے شمار دلائل دے کر فرماتے ہیں:

قرآنی آیات اور احادیث نبویہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ یہ کہنا کہ حضور ﷺ دیگر انبیاء کی نبوت کے لیے واسطہ فی العروض ہیں (یا یہ کہ حضور ﷺ کی نبوت ذاتی اور دیگر انبیاء کی عرضی ہے) یہ نہ صرف قول مردود ہے بلکہ عند الشرع کفر سے خالی نہیں۔ خلاصۃ اصل الفاظ یہ ہیں:

ان القول بکونہ صلی اللہ علیہ وسلم واسطۃ فی العروض فی نبوہ الانبیاء علیھم الصلوۃ و السلام مردودا عند الشرع لا

يخلو من الكفر الخ۔ (ابطال اغلاط قاسمیہ صفحہ ۱۷ تا ۲۵)

تحذیر الناس کی عبارات اور دیگر پرستارانِ تحذیر الناس کی مثالوں سے واضح ہُوا کہ بالذات نبوت حقیقی ہوتی ہے اور بالعرض حقیقۃً نہیں بلکہ عرضی اور حادث، کبھی موجود، کبھی معدُوم لیکن اس کے برعکس یا خطرہ محسوس کرتے ہوئے سیّد مرتضٰی حسن چاند پوری فرماتے ہیں: ''یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ اور انبیاء علیہم السلام حقیقۃً نبی نہیں، یہ تو صریح کُفر ہے، وہ انبیاء علیہم السلام بھی حقیقۃً نبی اور فخر عالم ﷺ بھی حقیقۃً نبی مگر فرق اس قدر ہے کہ اوروں میں یہ وصف آپ کے واسطہ سے آیا ہے اور آپ کے لیے محض باعطائے الٰہی ہے کسی بشر کا واسطہ نہیں ہے، جیسے آفتاب بھی حقیقۃً روشن اور آئینہ بھی حقیقۃً روشن، مگر آفتاب میں روشنی کسی آئینہ سے نہیں آئی۔'' (السحاب المدرار صفحہ ۱۸/ رسائل حصہ دوم صفحہ ۳۵۵) خود ہی بالذات کو حقیقی کہہ کر بالعرض کے مقابلے میں رکھتے ہیں، اور ایک نبوت کو بالذات اور باقیوں کو بالعرض کہتے ہیں اور بالعرض کو عارضی کے مفہوم میں کبھی موجود، کبھی معدوم لکھتے ہیں۔ اس کی مثال آفتاب کے نور سے دیتے ہیں[1] اور خود ہی ان سب کو رد کر کے بالعرض کو حقیقی قرار دیتے ہیں اور جو نہ مانے اُسے کافر بھی کہتے ہیں۔ ''اوروں میں یہ وصف (یعنی وصفِ نبوّت) آپ کے واسطے سے آیا ہے۔'' تو اوروں کا یہ وصف آپ نے بالعرض تسلیم کر رکھا ہے۔ یہ بالعرض وصف، آپ کے واسطہ سے آیا ہے۔ واسطہ اور بالعرض الگ الگ ہوئے یا نہیں ہوئے؟ واسطہ اور شے ہے، بالعرض اور شے۔ البتہ فتوٰی کُفر رئیس المناظرین کا ہے جن کو ''ابنِ شیرِ خدا'' کے لقب سے ملقب فرمایا گیا ہے۔ کہاں پہ فِٹ آ رہا ہے فیصلہ خود کر لیجئے۔

[1] آئینے کی روشنی زائل بھی ہو سکتی ہے کیونکہ بالعرض ہے اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت بھی، بالعرض ہونے کی وجہ سے۔ اور یہ عقیدہ خلافِ اسلام ہے۔

سید مرتضٰی حسن چاند پوری کی چند عبارات:

(۱)

سیّد مرتضٰی حسن چاند پوری نے جو لکھا کہ ''جناب خان صاحب (امام احمد رضا) نے ان تینوں عبارات کو ایک عبارت بنا کر یہ مطلب نکال لیا کہ حضرت مولانا (قاسم نانوتوی)...... کے نزدیک سرورِ عالم ﷺ کے زمانہ میں بلکہ آپ کے بعد بھی نبی ہونا خاتمیت محمدی کے مخالف نہیں بلکہ نفسِ خاتمیتِ زمانی ہی کوئی فضیلت کی چیز نہیں۔'' (السحاب المدرار صفحہ ۱۴/ رسائل حصہ دوم صفحہ ۳۵۱) تو یہ قطعاً غلط نہیں بلکہ سو فیصد درست ٹھہرا کہ مولانا نانوتوی کے نزدیک خاتم کا معنیٰ آخری نبی ہونا قطعاً کوئی فضیلت کی بات نہیں۔ مختلف مقامات پر اسے ثابت کر دیا گیا ہے۔

(۲)

سیّد مرتضٰی حسن چاند پوری نے بھی لکھا: ''ہر شخص ادنیٰ غور سے سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم (قاسم نانوتوی) اس مقام پر کوئی اور خاتمیت ثابت فرماتے ہیں جو خاتمیت زمانی کے علاوہ ہے اور اُس خاتمیت محمدیہ کا یہ حال بیان فرما رہے ہیں کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آئے گا، وہ خاتمیت کون سی ہے، وہ خاتمیت مرتبی اور خاتمیت ذاتی ہے۔'' (السحاب المدرار صفحہ ۱۶)

رئیس المناظرین طول طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں:

''یعنی گو سرورِ عالم ﷺ کی موجودگی میں یا آپ ﷺ کے زمانہ کے بعد کسی نبی کا آنا محال شرعی ہے، دلائل قطعیہ نقلیہ کے خلاف ہے، اُس کا انکار کُفر ہے لیکن اگر یہ محال فرض بھی کر لیا جائے تو اس سے آپ کی خاتمیتِ ذاتی میں فرق نہیں آ سکتا، وہ بدستور باقی رہتی ہے۔'' (السحاب المدرار صفحہ ۲۰) محالِ شرعی کو فرض کرنے کے بعد اگر نتیجہ یہ آتا کہ ''خاتمیت ذاتی میں فرق آتا ہے'' تو عبارت بے غبار تھی۔ اب نتیجہ یہ آیا ہے کہ ''خاتمیتِ

ذاتی میں فرق نہیں آسکتا۔'' ذرا ہمارے دلائل کو سامنے رکھئے، ذہن میں لایئے اور بتایئے کہ فرق آتا ہے یا نہیں آتا؟ جب خاتمیتِ ذاتی میں بھی بوجہ کسرِ شانِ رسالت مآب اور بوجہ منقصتِ شانِ نبوت ﷺ فرق آگیا، اور زمانی میں تو خود علمائے دیوبند کو تسلیم، (بلکہ خاتمیتِ ذاتی میں بھی فرق سید انور شاہ کشمیری اور مفتی محمد شفیع دیوبندی کو تسلیم) تو بتایئے امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ پر ناحق برسنے کی کون سی تک بنتی ہے۔ لہٰذا حسام الحرمین میں علمائے حرمین شریفین اور الصوارم الہندیہ میں علمائے پاک و ہند کا فتویٰ درست ٹھہرا۔ وللہ الحمد۔

رئیس المناظرین کی خوش عقیدگی ملاحظہ ہو:

''حق یہ ہے کہ اس مضمون خاتمیتِ زمانی اور خاتمیتِ ذاتی کو جیسا حضرت اقدس (نانوتوی صاحب) نے بیان فرمایا ہے، یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔'' (السحاب المدرار صفحہ ۲۰)

اسی طرح صفحہ ۲۳ پر لکھا:

''جس قدر انبیاء سابقین میں سب کو نعمتِ نبوت ملی، آپ ہی کے ذریعہ سے ملی بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی وہ آپ ہی کا فیض ہوگا اور آپ کا خاتم وصف نبوت ہونا بدستور باقی رہے گا۔ بلکہ بالفرض بعد زمانۂ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیتِ محمدی ﷺ میں کچھ فرق نہ آئے گا، آیا یہ مضمون کفرِ صریح قطعی ہے کہ جو اس کے قائل کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ کیا اس میں ختمِ زمانی کا انکار ہے؟''

(السحاب المدرار صفحہ ۲۳/ رسائل چاند پوری حصہ دوم صفحہ۔۳۶)

بخدا ہم دلائل دُہرا دُہرا کر تھک گئے ہیں۔ اب اسی عبارت کو دیکھئے کہ حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کوئی فرق نہ آئے، کس بچگانہ انداز سے

پُوچھتے ہیں کہ ''آیا یہ مضمون کفرِ صریح قطعی ہے۔'' اور اگلے سوال پر تو دل دہل جاتا ہے جو پوچھا گیا کہ ''کیا اس میں ختمِ زمانی کا انکار ہے؟''

کوئی بتلاؤ ، کہ ہم بتلائیں کیا

جب بعد زمانہ نبوی ﷺ کسی نبی کے پیدا ہونے سے نہ خاتمیتِ ذاتی میں فرق، نہ ختمِ زمانی کا انکار، تو پھر مرزائیوں قادیانیوں کو کافر کس عقیدے پر کہا جاتا ہے؟ چاند پوری صاحب کی عبارت اور میرے سوال کو خوب غور سے سوچیں۔

کاش کہ رئیس المناظرین اپنے طنطنے سے باہر نکلے ہوتے اور سمجھ جاتے کہ یہاں ''بالفرض'' بھی قطعی طور پر مہمل ہے۔ اُن کے عقیدت منداگر اس بندۂ عاجز کو کچھ سمجھا دیں تو ممنون ہوں گا۔

(۳)

رئیس المناظرین چاند پوری ''بالفرض'' کے متعلق لکھتے ہیں:

''یہ بالفرض کا لفظ تو بتا رہا ہے کہ اگرچہ یہ بات ممکن الوقوع نہیں ہے لیکن اگر اس محال کو بھی تم تسلیم کر لو گے تب بھی ہمارے مطلب میں نقصان لازم نہیں آتا۔ یہی مطلب حضرت مولانا (قاسم) مرحوم کا بھی ہے کہ آپ (ﷺ) کے زمانۂ مبارک میں یا آپ کے بعد کسی کا نبی ہونا محال، لیکن بالفرض، بطورِ فرضِ محال، اگر فرض بھی کر لو، گو یہ فرض شرعاً غلط اور اس کو جائز الوقوع تسلیم کرنے والا قطعی کافر مگر آپ کے لیے جو وصفِ خاتمیت ذاتی کا ہے، اُس میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔'' (السحاب المدرار ص ۲۴)

انتہائی درجے کی احتیاط برت کر بھی نتیجہ یہ نکلا کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی واقع ہو تو آپ کے وصفِ خاتمیت ذاتی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ اسی طرح کی عبارت صفحہ ۲۹ اور ۳۰ پر لکھی ہے۔ پھر صفحہ ۳۲ پر یوں لکھا:

"گو نفس الامری صُورت یہی ہے کہ سرورِ عالم ﷺ کے بعد نبوّت کا باب بند ہو چکا، اب شرعاً کوئی نبی نہیں ہو سکتا، لیکن یہ کہنا کہ اگر بفرضِ محال سرورِ عالم ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو سرورِ عالم ﷺ اس کے بھی خاتم ہوں گے، یہ حکم بھی بلا ریب صحیح ہے، نہیں معلوم اس میں کیا تردّد ہے اور کیا وجہ کُفر کی ہے۔" (السحاب المدرار ص ۳۲)

قرآن وحدیث اور قطعی اجماعی معنیٰ کو تسلیم کیے بغیر واقعی تردّد اور وجہ کُفر سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ کیونکہ اس کا شعور قرآن وحدیث کے سمجھنے سے ہی آتا ہے۔

رئیس المناظرین ایک طرف خاتمیتِ ذاتی بدستور باقی رہنے کی رٹ لگاتے ہیں۔ (بلکہ ختمِ زمانی بھی باقی رکھتے ہیں یہ کہہ کر "کیا اس میں ختمِ زمانی کا انکار ہے۔" صفحہ ۲۳) اور دوسری طرف یہ بھی کہتے ہیں:

"جو معنیٰ ختمِ نبوت کے حضرت مولانا (قاسم نانوتوی) ...... نے بیان فرمائے ہیں، ان کے لیے تاخر زمانی یعنی آں حضرت ﷺ کا خاتم زمانی ہونا لازم ہے۔"

جب خاتم زمانی لازم ہے خاتمِ مرتبی کو، تو لازم کے بطلان سے کیا ملزوم کا بطلان نہیں ہو جاتا ہے، زمانی نہ رہی تو ذاتی بھی نہ رہی۔ دونوں کا خاتمہ ہو گیا۔ (والعیاذ باللہ)

ان حضرت کی تعلیاں اور شیخیاں آسمانوں کو چُھو رہی ہیں مگر مار کھا گئے تو ہم مبتدیوں سے، اندھی عقیدتوں اور بے جا حمایتوں کا انجام بہت خطرناک ہوتا ہے۔

یہ مناظر اس بات پہ زور مار مار کر تھک گئے بلکہ جان سے بھی گذر گئے کہ خاتمیت محمدی سے مُراد خاتمیت مرتبی ہے۔ ان سب کی پناہ گاہ یہی ہے۔ ایک نے لکھ دیا، سب نے اپنا لیا، دوسرا راستہ جو کوئی نہیں۔ مگر یہ تاویل باطلہ بھی کچھ کام نہ آئی۔ چاند پوری صاحب کی اس عبارت کا مفاد یہ ہے کہ خاتمیت ذاتی میں فرق نہیں آتا۔ جبکہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد بالفرض کوئی نبی آئے تو اس میں آپ کی تنقیص شان ہے اور خاتمیت ذاتی بھی باقی نہیں رہتی۔

بتاؤ کون بچائے گا اب تباہی سے
پناہ گاہ تھی، جو آخری سو وہ بھی گئی

(۴)

چاند پوری صاحب نے رسالہ "السحاب المدرار" کے صفحہ ۱۶، ۱۷ پر بالذات اور بالعرض کی تشریح میں ایک لمبی تقریر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "جملہ انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام بلکہ تمام مخلوقات کو جو کچھ بھی کمال حاصل ہُوا، آپ کے ذریعہ اور واسطہ سے حاصل ہُوا ہے۔" (صفحہ ۱۷) غالباً چاند پوری صاحب کی نگاہ سے یہ فرق اوجھل ہو گیا کہ واسطہ اور شے ہے اور بالعرض اور شے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دیگر تمام انبیائے کرام علیہم السّلام کو جملہ کمالات حضور ﷺ کے ذریعہ اور وسیلہ سے ملے ہیں مگر اُن کی نبوت کو "بالعرض" نہیں کہیں گے۔ واسطے کی تعریف اور ہے، اور بالعرض کی تعریف اور ہے۔ واسطہ اور بالعرض یکسر دو مختلف چیزیں ہیں۔ نانوتوی صاحب نے حضور ﷺ کی نبوت کو بالذات اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی نبوت کو بالعرض کہا ہے۔

بالعرض، حقیقی شے نہیں ہوتی۔ بلکہ خود نانوتوی صاحب بھی کہتے ہیں:

"تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے، کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔ مثال درکار ہے تو لیجیے۔ زمین و کہسار اور در و دیوار کا نُور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نُور کسی اور کا فیض نہیں۔ اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی۔ بایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو، وہی موصوف بالذات ہو گا اور اُس کا نُور ذاتی ہو گا، کسی اور سے مکتسب اور کسی اور کا فیض نہ ہو گا۔ الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا کے لیے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے یعنی ممکنات کا

وجود اور کمالاتِ وجود سب عرضی بمعنیٰ بالعرض ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم، کبھی صاحبِ کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں۔ اگر یہ امورِ مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتے تو یہ انفصال و اتّصال نہ ہُوا کرتا۔ علی الدّوام وجود اور کمالاتِ وجود ذاتِ ممکنات کو لازم ملازم رہتے۔" (تحذیر الناس صفحہ ۳۳،۳۴ مکتبہ حفیظیہ گوجرانوالہ) واسطہ اور بالعرض کا الگ الگ ہونا اس جُملے سے سمجھئے: "موصوف بالذّات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے معلوم ہے، کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا" جبکہ بالعرض بالذات کے واسطے اور وسیلے سے ہوتا ہے۔ یعنی بالذات کے درمیان کوئی ذریعہ اور واسطہ نہیں ہوتا، وہ از خود ہوتا ہے اور بالعرض کے درمیان کوئی ذریعہ اور واسطہ ہوتا ہے وہ از خود نہیں ہوسکتا۔ جب یہ کہہ دیا کہ بالعرض کا ذریعہ اور واسطہ بالذّات ہے، تو یہیں سے واضح ہوگیا کہ بالعرض اور شے ہے، اور واسطہ اور شے۔ نانوتوی صاحب نے آفتاب کے نُور کو بالذّات کہا اور زمین و کُہسار اور در و دیوار کے نُور کو بالعرض۔ اسی طرح چاند پوری صاحب نے بھی لکھا: "جیسے خدائے تعالیٰ نے نُور آفتاب کو دیا اور آفتاب کے ذریعہ سے تمام عالم منوّر ہے۔" (السّحاب المدرار صفحہ ۱۷) نانوتوی صاحب نے ایک اور جگہ لکھا: "اسی طرح سے عالمِ حقیقی رسول اللہ ﷺ ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں۔" (تحذیر الناس صفحہ ۳۷) یہاں حضور ﷺ کو عالمِ حقیقی کہا اور باقی انبیاء کو بالعرض۔ یعنی تقابل حقیقی اور عارضی کا ہوگیا۔ جب بالعرض کو حقیقی کے مقابلہ میں لایا گیا تو اُس کے معنی خود بخود عارضی کے ٹھہرے۔ علم بھی صفت ہے اور نبوّت بھی۔ ایک جگہ نبوت و علم حقیقی، دوسری جگہ علم و نبوت غیر حقیقی اور عارضی۔ اسی لیے بالعرض کو "عارضی" کے معنوں میں لے کر نانوتوی صاحب نے کہا کہ امورِ مذکورہ ممکنات کے حق میں بالذات نہ ہونے کی وجہ سے (اور بالعرض ہونے کی وجہ سے) کبھی موجود، کبھی معدوم، کبھی صاحبِ کمال اور کبھی بے کمال۔ صاحبِ حاشیہ تحذیر الناس نے بھی دلیل نمبر ۴

کے عنوان سے لکھا ہے:

"حدیث شریف کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَ الطِّیْنِ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی نبوت قدیم اور باقی نبوّتیں حادث ہیں اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ آپ کی نبوت ذاتی ہو اور باقی انبیاء کی عرضی"۔ (حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۴۰)

حادث کا معنیٰ ہوتا ہے جو چیز پہلے موجود نہ ہو اور فانی بھی ہو، ہونے کے بعد بھی اپنا وجود کھو سکتی ہے۔ یعنی کبھی موجود، کبھی معدوم۔ اسی کو عرضی بمعنیٰ بالعرض کہا گیا۔ نبوّت بالذّات اور نبوّت بالعرض کی تقسیم شریعت کے کس قاعدے کُلّیے کے تحت کی گئی یہ تو علمائے دیوبند ہی بتا سکتے ہیں اور اس کی مزید وضاحت وُہی کر سکتے ہیں کہ حضور ﷺ کی نبوت قدیم اور ذاتی کیوں ہے اور باقی انبیاء کرام علیہم السّلام کی حادث اور عارضی کیوں ہے؟ اور اس سے عقیدتاً کیا نتیجہ مرتّب ہوتا ہے؟ البتہ یہ بات بھی خوب واضح ہوگئی کہ واسطہ اور شے ہے، اور بالعرض اور شے۔ اسی طرح علمائے دیوبند نے بالذات اور بالعرض کی وضاحت کشتی اور اُس میں بیٹھے ہوئے آدمی (یعنی سفینہ و جالس سفینہ) کی مثال سے بھی کی ہے جیسے مولوی حسین احمد مدنی نے شہابِ ثاقب میں یہ مثال پیش کی۔ کشتی کی حرکت بالذّات اور اُس میں بیٹھے ہوئے آدمی کی حرکت بالعرض۔ یاد رہے کہ کشتی میں بیٹھا ہُوا آدمی یعنی جالس سفینہ حقیقی حرکت سے متّصف نہیں ہوتا بلکہ اُس کو یہ حرکت، حرکتِ کشتی سے عارض ہوئی۔ تو کشتی اُس کو حرکت عارض ہونے کا واسطہ اور ذریعہ بنی۔ لہٰذا واسطہ اور شے ہے، اور بالعرض اور شے۔ کشتی واسطہ ہے، حرکتِ کشتی بالذات اور حرکتِ جالس بالعرض۔ مولانا حافظ بخش علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "ہر مبتدی کم استعداد جانتا ہے کہ متصف بالعرض حقیقۃً و فی الواقع لا متصف ہوتا ہے۔ تو نبوت اور انبیاء کی حاجی (قاسم نانوتوی) صاحب کے طور پر برائے نام ہے، جس طرح بقول حاجی، (قاسم) صاحب، اُن کا اسلام ہے۔ کیوں نہ ہو۔ واہ شاباش! ختمِ نبوت کے معنے خوب سمجھے، سوا خاتم بالذات کے سب کی پیغمبری سے منکر ہو

بیٹھے۔'' (تنبیہ الجہال صفحہ ۱۱ مطبوعہ ۱۲۹۱ھ)

''اِغلاطِ اَبطالِ قاسمیہ'' کے صفحہ ۳۸ پر مناظر مولوی محمد شاہ پنجابی کے دلائل کا اختتام کرتے ہوئے لکھا ہے:

''پس علمائے دین کے نزدیک دونوں قول (قاسم نانوتوی و محمد شاہ پنجابی) میں سے کون سا قول حق و صحیح ہے اور کون سا باطل و قبیح، بیّنوا توجروا۔'' (اغلاطِ ابطالِ قاسمیہ، صفحہ ۳۸)

اسی صفحہ کے آخر میں ''جوابات علماء دہلی'' میں کلامِ زید یعنی مولوی محمد شاہ کے دلائل کو صحیح اور مخالف یعنی مولوی محمد قاسم نانوتوی کے عقائد کو خلافِ حق قرار دیا گیا۔ دیکھئے آخری صفحات میں اصل کتاب کا عکس۔

تنبیہ الجہال ۱۲۹۱ھ: مولانا حافظ بخش رحمۃ اللہ علیہ[1]

مولانا حافظ بخش رحمۃ اللہ علیہ ساکن آنولہ ضلع بریلی شریف کے رہنے والے تھے۔ اثر ابنِ عباس کے متعلق ۱۲۹۱ھ میں اُنہوں نے ایک کتاب ''تنبیہ الجہال'' کے نام سے تصنیف فرمائی۔ اثر ابنِ عباس کے متعلق فرماتے ہیں ''مولوی امیر حسن اور امیر احمد اشاعتِ مسئلہ تحققِ امثال کے بانی ہوئے۔ مُجادَلہ (عداوت) اور مُکابَرہ (لڑائی) میں سب سے بڑھ گئے، لاثانی ہوئے۔ چھ مثل افضل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے عالَم میں موجود و مُتحَقّق (صحیح) قرار دیئے۔ مولوی محمد اَحسن صدیقی نانوتوی وغیرہ چند ہم مشرب موافق کئے۔ ایک

[1] مولانا حافظ بخش کے متعلق پروفیسر محمد ایوب قادری دیوبندی لکھتے ہیں:
''مولانا حافظ بخش ولد شیخ خدا بخش ۱۲۶۵ھ/ ۱۸۴۸ء میں قصبہ آنولہ ضلع بریلی میں پیدا ہوئے۔ حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم کی تحصیل اپنے نانا مولوی قاری حافظ امام بخش سے کی۔ ۱۲۸۴ھ/ ۱۲۶۷ء میں مدرسہ قادریہ بدایوں پہنچے۔ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں جملہ علومِ عقلیہ ونقلیہ سے فراغت حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا فضل رسول بدایونی، مولانا عبدالقادر بدایونی اور مولوی نور احمد بدایونی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۰ء میں مدرسہ محمدیہ بدایوں میں صدر مدرس مقرر ہوئے۔ بدایوں کے مفتی اور نائب قاضی رہے۔ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء میں انتقال ہوا درگاہِ قادری بدایوں میں دفن ہوئے۔'' (مولانا محمد احسن نانوتوی حاشیہ صفحہ ۹۲)

قولِ شاذ (اثر ابنِ عباس) مدارِ اعتقاد ٹھہرایا۔ آیاتِ محکمات واحادیثِ صحیحہ سے اغماض (روگردانی) فرمایا۔ مُلحقات (بعد میں ملائی گئی چیزوں) میں تو قیامت کی۔ کُھلی کُھلی یہود کی حمایت کی۔ نصوصِ قاطعہ کا انکار کیا۔ دین اسلام سے منہ پھیرلیا۔ ہر چند علمائے عصر نے تحریراً وتقریراً الزام دیا مگر دیانت کے قربان، اصرار بدستور رہا۔

چو استعداد نبود کار از اعجاز نکشاید
مسیحا کے تواند کرد روشن چشمِ سوزن را

رسالہ مناظرۂ احمدیہ ایک شاگرد کے نام سے تالیف کیا۔ اُس میں (مولوی محمد احسن) نانوتوی صاحب کو معتقد ظاہر حدیث (اثر ابنِ عباس) قرار دیا۔ ماہِ رمضان ۱۲۹۰ ہجری میں اکابرِ شہر بریلی کی نظر سے گزرا۔ فوراً سوال واسطے دریافت حال کے (مولوی احسن) نانوتوی صاحب کے پاس پہنچا۔ نانوتوی صاحب کے ہاتھ پاؤں پھول گئے، پہلا عقیدہ بُھول گئے، حد سے زیادہ گھبرائے، نیا مضمون تحریر میں لائے کہ زمین کے طبقاتِ زیریں میں انبیاء اور چھ خاتم ہیں اور وہ ختمِ نبوت میں شریکِ جناب ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اولادِ ابنِ آدم اہل دیگر طبقات سے مکرم اور حضرت اُن سے افضل، لہٰذا مماثلت اُن کی آپ سے غیر مسلَّم'' (تنبیہ الجہال۔ صفحہ ۳۔ مطبع بہارستان کشمیر۔ ۱۲۹۱ ہجری)

''تحذیر الناس'' کے مصنف مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب کے متعلق فرماتے ہیں ''جس روز سے (مولوی محمد احسن) نانوتوی صاحب نے اشتہار مطبوع مساجد میں آویزاں کرایا جسے اُن کے اتباع اور ہواخواہوں نے توبہ نامہ مشہور کیا.... اس جانب سے کسی طرح کی نزاع و بحث نہ ہوئی مگر (مولوی محمد احسن) نانوتوی صاحب نے اُس کے بعد رسالہ (تحذیر الناس) حاجی قاسم صاحب چھاپ کر پھر اُسی عقیدہ کو شہرت دی تو ہمیں بھی اُن کی تحریرات اور عقیدہ کی کیفیت ظاہر کرنا ضرور(ی) ہوئی اور چونکہ رسالہ قاسمیہ سوا چند دلائلِ مردُودہ کے بحثِ علمی سے خالی اور خیالاتِ فاسدہ اور اوہامِ باطلہ اور تمہیداتِ بے سروپا اور تمثیلاتِ بے محل و بے جا پر مبنی ہے لہٰذا ردِّ تفصیلی اُس کا ضرور(ی) نہیں، صرف نتیجہ

وحاصل سے تعرّض کافی ہے اور تحریراتِ (مولوی محمد احسن) نانوتوی بھی ہماری ردّ وقدح کی محتاج نہیں، ایک تحریر دوسری کے ردّ میں کفایت کرتی ہے۔'' (تنبیہ الجہال۔صفحہ۴، ۵)

مولانا عبد الغفار کا رسالہ ''ابطال اغلاطِ قاسمیہ'' اور مولانا حافظ بخش کی کتاب ''تنبیہ الجہال'' دونوں کا عکس بندہ کے پاس موجود ہے اور جن کے ایک ایک دو دو صفحے کتاب ہذا میں بھی دیے جا رہے ہیں۔ تفصیل جاننے کے لیے یہاں محترم ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی صاحب کے رسالہ ''حسام الحرمین کے سو سال'' سے ایک پیرا نقل کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر سعیدی صاحب ''مولوی محمد قاسم نانوتوی کا جُرم'' کا عنوان دے کر رقم طراز ہیں:

''پس منظر یہ کہ صاحبِ تقویۃ الایمان نے دعویٰ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک آن میں چاہے تو کروڑوں نبی محمد ﷺ کے برابر پیدا کر ڈالے (تقویۃ الایمان، صفحہ ۱۶) حالانکہ سرکار دو عالم ﷺ کے برابر کا اب بننا عقلاً محال ہے کیونکہ آپ ﷺ تو اوّل الخلق، افضل الخلق، اوّل شافع، اوّل مشفع، سیّد المرسلین اور خاتم النبیین ہیں اور ان میں سے کوئی فضل دو کو ملنا محال ہے۔ ۱۲۸۸ھ/ ۱۸۷۱ء میں شیخو پور ضلع بدایوں (یو پی۔ بھارت) میں مسئلہ امکان و امتناعِ نظیر آں حضرت ﷺ پر اس سلسلے میں ایک مناظرہ ہُوا۔ مولانا عبد القادر بدایونی (اہلِ سُنّت) اور مولوی امیر احمد سہسوانی (غیر مقلد) فریقین کے مناظر تھے۔ اس کی روداد مولوی محمد نذیر سہسوانی نے مناظرۂ احمدیہ کے نام سے شائع کی۔ اس میں اثر ابن عباس بھی پیش کیا گیا کہ زمینیں سات ہیں اور ہر زمین میں ہے نبی کنبیکم۔ (ایک نبی تمہارے نبی جیسا) بریلی کالج کے اُستاد مولوی محمد احسن نانوتوی بھی اس اثر (ابن عباس) کے ظاہر کے معتقد کی حیثیت سے سامنے آئے۔ انہوں نے ہی مولوی محمد قاسم نانوتوی کو سوال بھیجا۔ جس کے نتیجے میں کتاب ''تحذیر الناس'' ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۲ء میں وجود میں آئی۔ مولوی محمد احسن نانوتوی نے اسے بریلی سے ہی شائع کیا۔ مولانا عبد القادر بدایونی کے شاگرد مولانا مفتی حافظ بخش بدایونی نے ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء میں اس کا ردّ ''تنبیہ الجہال بالھام الباسط المتعال'' کے نام سے لکھا، اور دوسرے شاگرد مولوی فصیح الدین بدایونی نے ۱۸۷۵ء میں ''قول

الفصیح'' کے نام سے اس کا ردّ لکھا۔ اس کا جواب مولوی قاسم نانوتوی نے ''تنویر النبراس'' (ردّ قول فصیح) کے نام سے دینے کی کوشش کی۔ تحذیر الناس کے مضامین پر دہلی میں مولوی قاسم نانوتوی کا مولانا محمد شاہ پنجابی سے مناظرہ ہُوا۔ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء میں بمبئی سے رسالہ ''ابطال اغلاطِ قاسمیہ'' شائع ہوا۔ جس میں مولانا عبد الحئی لکھنوی، مولانا ارشاد حسین رامپوری، مولانا عبد القادر بدایونی، مولانا محبّ احمد بدایونی، مولانا فصیح الدین بدایونی، مولوی عبید اللہ امام جامع مسجد بمبئی وغیرہ کے دستخط مولانا عبد الغفار نے لیے'' (حسام الحرمین کے سو سال صفحہ ۱۷، ۱۸) المجمل المعدد لتالیفات المجدد (۱۳۲۷ھ) میں ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ الجہال بالہام الباسط والمتعال کو ''تصنیفات اصحاب وقدسی احباب'' (۱۲۹۷ھ) کے عنوان کے تحت شمار کیا ہے۔

حافظ بخش رحمۃ اللہ علیہ مولوی محمد احسن نانوتوی کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں:

''ایک جواب (بسلسلہ اثر ابن عباس) اپنے رشتہ دار مولوی محمد قاسم صاحب صدیقی نانوتوی سے لکھوا کر چھاپا ہے۔ انہوں نے برعایت رشتہ داری زید (استفتاء میں فرضی نام) یعنی (مولوی احسن) نانوتوی صاحب کی حمایت میں بے فائدہ، کمال جانفشانی اور عرق ریزی کی ہے اور ایک بڑی لمبی تقریر بے سروپا صدہا تمہیدات وتمثیلات پر مشتمل لکھی ہے (یعنی تحذیر الناس) متعلق مسئلہ کے وہی دو چار باتیں جو مناظرۂ احمدیہ اور تحریر مولوی عبد الحی صاحب میں موجود ہیں اور جن کا ردّ ہو چکا ہے۔ باقی کچھ خیالی ڈھکوسلے، کچھ باتیں خارج از مبحث، جن سے تمام کلام مجذوب کی بڑ ہو گیا ہے۔ خدا جانے اس خبط و خلط سے کیا فائدہ۔

جز اینکہ طعنہ زند خلق و خند ہا اطفال

ایک صاحب جو حاجی قاسم صاحب (نانوتوی) کے انداز تحریر سے واقف ہیں، یہ رائے دیتے ہیں کہ حاجی صاحب کو مناظرہ میں اصلاً دخل نہیں۔ مستدل و معترض میں فرق نہیں کرتے۔ اس قدر نہیں جانتے کون بات خصم پر حُجت ہوتی ہے، کون لغو ٹھہرتی ہے،

مناظرہ کیا ہے، نقص و منع کسے کہتے ہیں، کس طریق سے دعویٰ ثابت کرتے ہیں، جواب کس طرح دیتے ہیں، بایں ہمہ ہم وطنوں اور رشتہ داروں نے اُنہیں اُڑایا ہے، علم و فضل و زہد و ورع میں بے مثل ٹھہرایا ہے اور جو کہ حاجی صاحب (قاسم نانوتوی) مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی کے معتقدین سے ہیں، اس وجہ سے وہاں بھی حضرت کو بڑا فاضل اور ولی کامل بتاتے ہیں کہ یہ لوگ مولوی اسمٰعیل کے معتقد کو خواہ مخواہ عالمِ اجلّ و عارفِ اکمل بناتے ہیں:

''پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند'' یہاں بہ نہج احسن صادق آتا ہے۔''

(تنبیہ الجہال صفحہ ۹،۸)

آگے لکھتے ہیں: ''حاجی (قاسم نانوتوی) صاحب نے اثر ابن عباس کو ماننا طبقاتِ زیریں میں انبیاء و خاتم موجود جاننا مقتضائے محبت سیّد عالم ﷺ اور اُس سے انکار خلاف طریقۂ محبت سیّدِ ابرار قرار دیا ہے کہ عظمت اور بڑائی حضرت رسالت مآب ﷺ کی اس سے زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور نہ ماننے سے شانِ سرورِ انس و جاں العیاذ باللہ گھٹ جاتی ہے۔ گویا جو تقریر واسطے اثبات اس مطلب کے بنائی ہے، بعینہٖ تقویۃ الایمان پر وارد ہو کر سارا دفتر گاؤ خورد کر دیتی ہے۔'' (ایضاً صفحہ ۱۰)

مولانا حافظ بخش رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حاجی (قاسم) صاحب زید (استفتاء میں فرضی نام مراد مولوی احسن نانوتوی) بے چارے کو ناحق بہکاتے ہیں، ایک بلا میں مبتلا ہے، دوسرا کفر تعلیم فرماتے ہیں، ہر مبتدی کم استعداد جانتا ہے کہ متصف بالعرض، حقیقۃً و فی الواقع لا متصف ہوتا ہے۔ تو نبوت اور انبیاء کی حاجی صاحب کے طور پر برائے نام ہے، جس طرح بقول حاجی (قاسم نانوتوی) صاحب، اُن کا اسلام ہے، کیوں نہ ہو، واہ شاباش! ختمِ نبوت کے معنیٰ خوب سمجھے، سوا خاتم بالذات کے سب کی پیغمبری

سے منکر ہو بیٹھے۔'' (تنبیہ الجہال صفحہ ۱۱)

یاد رہے کہ مولوی محمد احسن نانوتوی نے محمد رحمت حسین کو جو اُن کے خط کا جواب دیا تھا، اُس میں مولوی صاحب نے لکھا: ''مولوی (نقی علی خاں) صاحب نے براہ مسافر نوازی کوئی غلطی تو ثابت نہ کی اور نہ مجھ کو اُس کی اطلاع دی بلکہ اوّل ہی کُفر کا حکم شائع فرمایا۔'' (تنبیہ الجہال صفحہ ۱۵)

مولانا حافظ بخش صاحب فرماتے ہیں کہ ''اس جواب میں ہمیں دو امر سے تعرّض ہے۔ امر اوّل: (محمد احسن) نانوتوی صاحب قبل تفہیم کے اشاعتِ تکفیر کا الزام فاضل بریلوی (مولانا نقی علی خان) پر قائم کرتے ہیں حالانکہ نہ فاضل بریلوی (مولانا نقی علی خان) نے آج تک اس باب میں کوئی فتویٰ لکھا، نہ تکفیر کا حکم شائع فرمایا۔'' (ایضاً صفحہ ۱۵) اور آگے لکھا کہ ''اس کے سوا جو کہا جاوے سب افترا ہے، جھوٹ کا علاج کیا ہے...... '' فاضل بریلوی (مولانا نقی علی خان) کو نہ کسی کی تکفیر و تذلیل سے کچھ غرض نہ امامت کا شوق بلکہ وہ تو اپنی مسجد میں بھی حتی المقدور امامت نہیں کرتے اور مجمع عام میں کبھی نماز نہیں پڑھاتے۔''

(ایضاً صفحہ ۱۶)

بالعرض فضیلت

ڈاکٹر خالد محمود صاحب دیوبندی رقم طراز ہیں:

''مولانا محمد قاسم کی مراد یہ تھی کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات فضیلت نہیں، بالعرض ہے۔'' (مقدمہ صفحہ ۲۰)

اب نانوتوی صاحب کی عبارت کا نتیجہ دیکھئے:

''تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں (البتہ بالعرض فضیلت پائی جاتی ہے) پھر قیام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں (یعنی آخری نبی ہونے کی صورت میں جس میں بالعرض فضیلت پائی جاتی ہے) کیونکر صحیح ہوسکتا

ہے'' اور نانوتوی صاحب کی اس کے بعد متصل عبارت کا نتیجہ یہ نکلا کہ:

(۱) آخری نبی اور بالعرض فضیلت کا وصف اوصافِ مدح میں سے نہیں ہوسکتا

(۲) آخری نبی اور بالعرض فضیلت کے مقام کو مقامِ مدح قرار نہیں دیا جاسکتا

(۳) آخری نبی اور خدا کی جانب زیادہ گوئی کا وہم کرنا ہے

(۴) آخری نبی اور بالعرض فضیلت ماننا حضور ﷺ کی شان میں کمی پیدا کرنا ہے

(۵) آخری نبی اور بالعرض فضیلت کوئی کمال کی بات نہیں

(۶) آخری نبی اور بالعرض فضیلت ماننا حضور ﷺ کو ایسے ویسے لوگوں میں شمار کرنا ہے۔

(۷) آخری نبی اور بالعرض فضیلت ماننا کلام خدا کو بے ربط و بے ارتباط کہنا ہے۔

نانوتوی صاحب، حضور ﷺ کے سوا دیگر تمام انبیاء کی نبوت کو بالعرض مانتے ہیں۔ تو کیا جہاں جہاں قرآنِ مجید اُن کی شان اور مرتبے کا ذکر کرتا ہے، وہ درست نہیں، کیا وہاں درج بالا خرابیاں پیدا ہوتی ہیں؟ ڈاکٹر صاحب کے دعوے کو خود نانوتوی صاحب کی عبارت ردّ کر رہی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''خاتم النبیین کے معنی سطحی نظر والوں کے نزدیک تو یہی ہیں کہ زمانہ نبوی ﷺ گذشتہ انبیاء کے زمانے سے آخر کا ہے اور اب کوئی نبی نہیں آئے گا مگر آپ جانتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں (خاتم النبیین) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی بُرائی ہے پھر ''محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں'' کے جملے کو اس معنی سے کیا تعلق کہ اس سے استدراک فرما کر فرمایا ''لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین'' (انوار النجوم از نانوتوی، ص ۵۵)

آخری نبی کے معنیٰ کو تحذیر الناس میں عوام کا خیال کہا گیا تھا یہاں یہ معنیٰ لینے والوں کو ''سطحی نظر رکھنے والے'' کہا گیا۔ گویا نانوتوی صاحب کے نزدیک حضور ﷺ، صحابہ کرام اور تمام آئمہ امتِ مسلمہ سطحی نظر رکھنے والے تھے۔ معاذ اللہ۔ دوسرے یہ کہ نانوتوی صاحب کے مطابق آخری نبی ہونا کوئی تعریف کی بات نہیں۔ یہاں بالعرض فضیلت کی مطلق نفی ہے جس کا رونا علمائے دیوبند روتے ہیں۔ جو یہ کہا کہ ''اور نہ کوئی بُرائی ہے'' اگر

یہ بات سچ ہے تو تحذیر الناس میں ''آخری نبی'' معنیٰ لینے سے نانوتوی صاحب کے نزدیک وہ ڈیڑھ درجن خرابیاں کیوں لازم آتی ہیں جن کو انہوں نے شروع عبارت میں ترتیب وار گنوایا ہے۔

بالعرض فضیلت کا انکار

ایک تو آپ نے انوار النجوم کی عبارت پڑھی جس میں بالعرض فضیلت کی بھی نفی کر دی گئی ہے۔ نانوتوی صاحب نے اپنی ایک اور کتاب میں بھی اس کا بھرپور ردّ کر دیا ہے۔ عنوان دیا گیا ہے: ''تقدم و تاخرِ زمانی سببِ فضیلت نہیں'' اس عنوان کے تحت لکھا: ''علیٰ ہذا القیاس تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں۔ تاخرِ زمانی اور تقدمِ زمانی اور ہے، اور تقدمِ بالشرف اور۔ تقدم و تاخر کے لئے یہ دونوں نوعیں جدا جدا ہیں۔ ایک کو دوسرے سے کچھ علاقہ نہیں۔ البتہ خاتمیت بمعنی اتصافِ ذاتی کو تقدمِ بالشرف ضروری ہے۔ (یعنی زمانے کے اعتبار سے نہ پہلے آنے میں فضیلت ہے نہ آخر میں آنے سے البتہ خاتمیت بمعنیٰ بالذات نبی ہونے کو فضیلت ضروری حاصل ہے۔ راقم) ورنہ آپ ہی فرمائیں کہ تاخر زمانی میں بالذات کیا فضیلت ہے۔ ہاں اور مقدّمات (امور و معاملات) کو ملا کر اس سے کچھ نتیجہ نکالیں تو ہوسکتا ہے، پر وہ مقدمہ مُنضَمہ (یعنی شامل کیا گیا کوئی امر یا معاملہ) اگر یہی مقدمہ معروضۂ احقر ہے، تب تو جہاں سے بھاگے تھے وہاں ہی آنا پڑا۔ اور اگر کوئی مقدمہ اور ہے تو اوّل تو ہونا معلوم (مراد یہ کہ ہے ہی کوئی نہیں۔ راقم) جب کسی کو سنائے گا جب اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی اور اگر ہو بھی تو کلام اللہ میں تو انشاء اللہ تعالیٰ نہ ہوگا''۔

(مناظرہ عجیبہ، صفحہ ۳۲،۳۳)

بالذات فضیلت کا تو پہلے ہی سے انکار تھا بالعرض فضیلت کی نفی بھی کتنے یقینِ جزم کے ساتھ کر ڈالی۔ مناظرۂ عجیبہ کی مزید عبارات کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

تحذیر الناس کا موضوع

تحذیر الناس کا موضوع یہ ہے کہ قرآنی لفظ خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی نہیں بلکہ اس کا معنیٰ بالذات نبی ہے اور اس معنیٰ کا کمال یہ بتایا گیا ہے کہ اگر حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آتا اور آپ خاتم النبیین ہی رہتے ہیں۔ یہ بات اُس صورت میں ٹھیک ہو سکتی تھی جب آپ ﷺ کے بعد پیدا ہونے والا نبی حقیقی نبی نہ ہوتا بلکہ نبوت کا جھوٹا دعوے دار ہوتا یا جیسے آپ ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے زمین پر تشریف لانا، اس صورت میں حضور ﷺ کے مرتبے میں واقعی کچھ فرق نہ آتا اور آپ خاتم النبیین رہتے مگر تحذیر الناس کا موضوع یہ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ہمارا بیان کردہ عقیدہ تو ساری اُمّتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے، اس میں تو کسی کا اختلاف ہے ہی نہیں۔ اور صاحبِ تحذیر الناس کا اگر یہ عقیدہ ہوتا تو برّصغیر کے علمائے حق کبھی بھی اُن کی تکفیر نہ فرماتے۔ صاحبِ تحذیر الناس اور اب اُن کے پرستاروں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد اگر بالفرض حقیقی طور پر بھی کوئی نیا نبی پیدا ہو جائے کہ جسے پہلے رب نے نہیں بھیجا تو پھر بھی حضور ﷺ کے مرتبے میں کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ آپ خاتم النبیین بمعنیٰ آخری نبی نہیں بلکہ بالذّات نبی ہیں۔

ہماری بات کو یوں بھی سمجھئے کہ جیسے اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے، دوسرا کوئی خُدا نہیں۔ اب فرعون و نمرود وغیرہ خدائی کے جھوٹے دعوے دار ہوئے، مگر اس سے اللہ تعالیٰ کی الوہیّت اور وحدانیت میں کچھ فرق نہ پڑا۔ یا مشرکین نے بھی من گھڑت خدا بنائے رکھے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی وحدانیت والوہیّت میں کچھ فرق نہ پڑا لیکن اگر ایک خدا کے علاوہ حقیقی اور واقعی طور پر کوئی دوسرا خدا ہوتا تو کیا ہم پھر بھی کہہ سکتے کہ دوسرا حقیقی خدا ہونے سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت میں کچھ فرق نہ پڑتا؟ کیا پھر بھی خدا کا یہی مرتبہ رہتا؟ ہرگز نہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اُس کی اُلُوہیّت اور مرتبے میں فرق پڑ جاتا۔

بس یہی کہنا ہے تحذیر الناس کے بارے میں، کہ نانوتوی صاحب نے اپنے نئے من گھڑت معنیٰ کی خوبی یہ بتائی ہے کہ اگر میرا معنیٰ لیا جائے تو اس عقیدے سے اگر حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی حقیقۃً نبی پیدا ہو تو پھر بھی آپ کے مرتبے میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ حالانکہ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی حقیقی نبی پیدا ہو تو اس سے حضور ﷺ کے مرتبے میں فرق آجائے گا اور بے شمار خرابیاں لازم آئیں گی۔

جس طرح مرزائی قادیانی مرزا غلام احمد کو حقیقی نبی سمجھ کر اُس پر ایمان لائے بیٹھے ہیں تو دوسری جانب پُوری اُمّتِ مسلمہ اُنہیں قرآن و حدیث کی رُو سے کافر سمجھتی ہے۔ بالکل یہی معاملہ تحذیر الناس کا ہے کہ وہ اگر خاتمیت مرتبی کے لیے خاتمیت زمانی کو لازم بھی مانیں مگر یہ جُملہ اُن کے اس عقیدے کو خود ہی ردّ کر دیتا ہے کہ ''بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔'' کیونکہ ایک تو اس عقیدے سے حضور ﷺ کے مرتبے میں فرق پڑتا ہے اور جس عقیدے سے آپ کے مرتبے میں فرق پڑے، آپ کی کسرِ شان ہو، توہین و تنقیص ہو، وہ عقیدہ صریح کُفر یہ ہے۔ دوسرے یہ کہ اس جُملے میں جب خاتمیتِ مرتبی کو تو مانا جائے اور زمانی کو اس کا لازم نہ مانا جائے، اور کہا جائے کہ ''رہی خاتمیت زمانی تو اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔'' (منظور نعمانی) تو پھر یہ کہنا باطل ہُوا کہ خاتمیت مرتبی کے لیے خاتمیتِ زمانی لازم ہے۔ ملزوم اپنے لازم سے جُدا نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر بننے کے لیے انسان ہونا لازم ہے، جب انسان ہی نہ ہوگا تو ڈاکٹر کیسے بنے گا۔ آپ کے عقیدے میں مرتبی کے لیے آخری ہونا لازم ہے۔ جب آخری ہی نہ ہوگا تو مرتبی کا عہدہ کس طرح باقی رہے گا۔ جب ایک جانب آپ ''بالذات نبی'' کے لیے ''خاتمیتِ زمانی'' کو لازم مانتے ہیں تو پتہ چلا کہ جس نبی کو آپ حضور ﷺ کے بعد زمانہ میں فرض کر رہے ہیں یعنی تسلیم کر رہے ہیں، پھر تو وہ آخری ہوگا۔ ''خاتمیت زمانی'' کا عہدہ تو اُس کے پاس ہوگا۔ اور پھر تو ''بالذات نبی'' بھی وہی ہُوا، نہ کہ حضور ﷺ، کیونکہ آپ

لوگوں کے بقول ''بالذات نبی'' تو آپ اُسی وقت تک ہیں جب تک کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں —— جب آپ نے تسلیم کرلیا کہ بعد زمانہ نبی پیدا ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، تو آپ نے بعد زمانہ نبی مان لیا۔ نہ مانا تو یہ نہ مانا کہ فرق پڑتا ہے، لہٰذا جیسے قادیانیوں نے مرزے کو نبی مان کر اپنے لیے تباہ و بربادی کا سامان پیدا کرلیا ہے ویسا کچھ صاحب تحذیر الناس اور اُس کے پرستاروں کے لیے بھی ہوگا۔ نتیجہ یہ بھی نکلا کہ نانوتوی صاحب نے جو بالذات نبی کا معنیٰ کیا تھا اُس کا بھی انکار ہوگیا اور خاتمیت زمانی کو جو خاتمیت مرتبی کے لیے لازم مانا تھا، وہ بھی جھوٹ ثابت ہوا۔ ان کی اپنی تحریروں سے اُن کے کسی قول کا اعتبار نہ رہا۔

بحمد اللہ تعالیٰ! ہمارے پاس تو بے شمار دلائل ہیں جو نانوتوی صاحب کے خلاف بروزِ محشر بارگاہِ خداوندی میں بتوفیقِ الٰہی پیش کر سکتے ہیں، تحذیر الناس کے مصنف اور پرستاروں کے لیے بچاؤ کی صُورت کیا ہوگی؟

دونوں میں مماثلت

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جُھوٹا دعویٰ ۱۹۰۱ء میں کیا جبکہ تحذیر الناس کا سنِ تصنیف ۱۸۷۲ء ہے۔ گویا قادیانی کے لیے برسوں پہلے راستہ صاف کر دیا گیا۔ بہر حال انگریز نے جس کے لیے بھی جو چال چلی تھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔ پرستارانِ تحذیر الناس کے ذہنوں میں یہی بات کانٹا بن کر کھٹک رہی ہے کہ ہمارے مولانا نانوتوی صاحب نے جو خاتم النبیین کا معنیٰ ذاتی نبی کیا اور اس کو آپ کے شایانِ شان کہا اور اقرار بھی کرلیا کہ اس سے قبل کسی مسلمان نے یہ معنیٰ نہیں کیا اور انہوں نے معنی کی خوبی یہ بتائی کہ بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ نیز ''آخری نبی'' کا معنی عوام کا معنیٰ قرار دیا اور بالذات نبی (یا سب سے بلند مرتبہ نبی) اہل فہم کا معنیٰ قرار دیا وغیرہ وغیرہ۔ جیسا کہ نانوتوی صاحب کو خود بھی اس کا اقرار ہے مگر کوئی انجانا خوف ڈاکٹر

خالد صاحب کے درپے ہوا تو اُنہوں نے مقدمہ تحذیر الناس میں یہ عنوانات دیئے۔ ''مرزا غلام احمد کی تشریح ختمِ نبوت''، ''قادیانی تشریح کا خطرناک پہلو''، ''مرزا غلام احمد اور مولانا محمد قاسم کی تشریحات میں فرق۔'' یہ تیسرا عنوان بتا رہا ہے کہ دونوں کی تشریحات میں ضرور کوئی عظیم مماثلت پائی جاتی ہے جبھی تو ان کو فرق بتانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ورنہ حضور نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ کے زمانۂ اقدس سے آج تک کسی کو کسی بھی دور میں کسی جُھوٹے نبی اور مسلمانوں، دونوں کی تشریحات میں فرق بتانے کی نوبت نہیں آئی۔ انہی خدشات کی بنا پر ڈاکٹر خالد محمود صاحب کو لکھنا پڑا:

> ''علم الٰہی میں پہلے سے معلوم تھا کہ مرزا غلام احمد کس پہلو سے عقیدہ ختمِ نبوّۃ پر حملہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ذریعے اس مغالطے کو پہلے سے زائل فرما دیں۔''

(مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۹)

دیکھا! تحذیر الناس کا سارا کُفر یہ وبال معاذ اللہ حق تعالیٰ جل شانہٗ وسبحانہٗ کی ذات پر ڈال دیا گیا۔ بخدا خدا سے بے خوف ہونے کی ان لوگوں نے انتہا کر دی ہے۔ خدشات کے کانٹوں کی کھٹک ملاحظہ فرمائیے۔ ''مرزا غلام احمد کی تشریح ختمِ نبوت'' کے عنوان سے ڈاکٹر صاحب رقم طراز ہیں:

> ''مرزا غلام احمد قادیانی نے ختمِ نبوت کے عنوان سے انکار نہیں کیا، نہ کہیں یہ کہا کہ وہ اور اُس کی جماعت حضور ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ اُس نے ختمِ نبوّۃ کا یہ معنیٰ بیان کیا کہ حضور نبوت کا مرکز ہیں جن سے آگے نبوت پھیلتی ہے اور جو بھی نبوت پائے گا اس پر آپ کی نبوت کی مُہر ہوگی۔ مرزا غلام احمد اپنی اس تشریح میں ختمِ نبوت مرتبی کا عقیدہ رکھتا تھا اور ختمِ نبوت مرتبی کو ختمِ نبوت زمانی کے متوازی سمجھتے ہوئے ختمِ نبوت مرتبی کا اقرار اور ختمِ نبوت زمانی کا انکار کرتا تھا۔''

(مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۹)

نانوتوی صاحب نے بھی تو یہی کچھ کہا ہے:

''آخری نبی'' کا معنیٰ چھوڑ کر ''بالذات نبی'' معنی کیا۔ پھر اس معنیٰ کے لیے ''تاخرزمانی'' لازم مانا، لیکن بالفرض بعد زمانہ.....الخ والے جملے سے بقول وکیلانِ تحذیر الناس اس ''تاخرزمانی'' کو نکال دیا۔ جبکہ لازم کو ملزوم سے جدا کیا ہی نہیں جا سکتا۔ نتیجہ یہ کہ سارا عقیدہ ڈاکٹر صاحب کی مذکورہ بالا عبارت والا بن گیا۔ یعنی بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی (خاتمیتِ مرتبی، جس کو زمانی لازم ہے) میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

کتاب ''دیوبند سے بریلی تک''

ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور سے ایک کتاب ''دیوبند سے بریلی تک'' شائع ہو رہی ہے۔ اس کے مرتب و مصنف ابوالاوصاف رومی نامی کوئی ہندوستانی دیوبندی مولوی ہیں۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۶۵ء میں شائع ہوئی۔ جس پر قاری محمد طیب اور محمد سالم قاسمی وغیرہ کی تقاریظ بھی ہیں۔

صفحہ ۵۲ تا ۵۴ وہی بات کہ اعلیٰ حضرت نے مختلف صفحات کے جملے یکجا کر دیے ہیں۔ حالانکہ ہم بارہا دفعہ عرض کر چکے ہیں کہ عبارت کی یہ ترتیب یا بقول دیوبند ''اُلٹ پھیر'' عبارت کے مفہوم میں تبدیلی تو کیا معمولی سا نقص بھی پیدا نہیں کرتی۔ تینوں صفحات کے پورے پورے جملے صحیح طور پر نقل کیے گئے ہیں کہیں بھی کسی ایک لفظ یا مفہوم کو اُلٹ نہیں کیا۔ یعنی نَعِیْم کی جگہ جَحِیْم نہیں کیا۔ ایک بات کی جگہ دوسری بات رکھ دینا اور بات ہے، اور فقروں کو، کہ جو اپنی جگہ الگ الگ بھی وہی مفہوم ادا کر رہے ہوں، جو مسلسل عبارت سے بنتا ہے، ایک جگہ کر دینا دوسری بات ہے، قارئین پہ گراں نہ گزرے تو اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے، کیونکہ جس کسی دیوبندی مولوی نے تحذیر الناس کی صفائی میں قلم اُٹھایا ہے اُس نے دوسرے کی نقل کرتے ہوئے یہ بات ضرور لکھی۔ جس میں طعن و تشنیع سے بھی جی بھر کے کام لیا گیا۔ یہ لوگ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اگر عبارت اس طرح نہ لکھی جاتی تو

کسی کُفر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بس آگے پیچھے سے لے کر ایک مسلسل عبارت ترتیب دے کر کُفر یہ معنی پہنا دیے۔ سب نے اسی بات کو غنیمت سمجھا کہ جہاں سے بظاہر جو ہاتھ آئے، صفائی میں لکھ دو چاہے وہ اور زیادہ گدلا ہی کیوں نہ کر دے۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر خالد محمود، مانچسٹر وی نے انٹرنیٹ پہ بھی ایک پروگرام میں تحذیر الناس دکھا کر یہ تاثر دیا ہے، اس لیے ضروری ہو گیا ہے کہ اس کو پھر تفصیل سے بیان کر کے دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی کر دیا جائے۔ مولوی ابوالاوصاف رومی لکھتے ہیں: ''بڑے حضرت'' کا شاہکار تجدید اس عبارت میں یہ ہے کہ آپ نے اس کا پہلا ٹکڑا (یعنی اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے) حضرت مولانا نانوتوی کی کتاب کے صفحہ ۱۴ سے لیا اور درمیان کے ۱۳ صفحات چھوڑ کر پھر دوسرا ٹکڑا (یعنی اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی کچھ فرق نہ آئے گا) صفحہ ۲۸ سے لیا اور ان دو ٹکڑوں کو ملا کر شروع کتاب صفحہ ۳ کے اس تیسرے ٹکڑے (یعنی عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہلِ فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں) سے جوڑ دیا اور ایک مسلسل سی عبارت بنا دی۔ اب ناظرین خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ یہ کون سی دیانت ہے؟ اور کیسی امانت؟ اور یہ کہ اگر اس طرح پر کُفری معنیٰ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے تو ایسی صُورت کس کتاب میں ممکن نہیں ہے۔'' (دیوبند سے بریلی تک صفحہ ۵۳) اس کے بعد لکھتے ہیں: ''اس تنقیح کے بعد اگرچہ جواب کی کوئی خاص ضرورت نہیں رہ جاتی کیونکہ جن لوگوں کی دیانت و امانت کا یہ حال ہو کہ وہ ''الزام تراشی'' اور کافر سازی کے شوق میں عبارتوں میں کتر بیونت کر ڈالیں۔ ایک جملہ کہیں کا، دوسرا کہیں کا لے کر اس پر فتویٰ داغ دیں تو ان کے فتویٰ کی حقیقت ظاہر ہے اور ایسے فتاوے قطعاً اس قابل نہیں کہ ان کا کوئی جواب دے کر ان میں اہمیت پیدا کی جائے۔'' (ایضاً صفحہ ۵۴)

علمائے دیوبند سے ہمارا سوال یہ ہے کہ ۱۸۷۲-۷۳ء میں جب تحذیر الناس

منظرِ عام پر آئی اور بقول مولوی اشرف علی تھانوی صاحب، پورے ہندوستان کے علماء نے نانوتوی صاحب کی موافقت نہیں کی اور تکفیریں کر ڈالیں۔ اُنہوں نے تحذیر الناس کی عبارتوں کا کون سا اُلٹ پھیر اور کون سی کتر بیونت کی تھی؟ کیا وہ سارے کے سارے دیانت وامانت سے عاری، الزام تراشی اور کافر سازی کے شوقین تھے؟ کیا اُنہوں نے بھی ایک جملہ کہیں کا، دوسرا کہیں کا لے کر فتوے داغ دیے تھے؟ کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے کہ اُنہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا؟

قارئین! خوب سوچیے، غور کیجیے، کیا پورے ہندوستان کے علمائے حق میں کوئی ایک بھی ایسا عالم نہیں تھا جو تحذیر الناس کی عبارتوں کو سمجھ سکتا؟ کیا یہ حیرت در حیرت کی بات نہیں کہ دیوبندی مذہب سے تعلق رکھنے والا ہر مولوی بات کی تہہ تک پہنچ جائے اور عبارات کا مفہوم سمجھ جائے۔ (اگر چہ پھر بھی پرنالہ وہیں کا وہیں رہے) لیکن علمائے اہل سُنّت کے بڑے بڑے جیّد اور اجل علماء نہ سمجھ سکے؟ یہ ہندوستان بھر کے جیّد علماء کوئی عامی انسان تو نہ تھے کہ اگر کوئی حق پر ہوتا اور اُس کی ناحق تکفیر کی جا رہی تھی تو سب کے سب اس تکفیری مہم میں شامل ہو گئے؟ دیوبندیوں کے علاوہ کیا کوئی ایک بھی حق پرست سُنّی نہ تھا جو قاسم نانوتوی صاحب کے حق میں آواز اُٹھاتا؟

جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہی ہے کہ کوئی حق پرست عالم تحذیر الناس کی متنازعہ عبارات کی حمایت کر کے بھلا خود کو تباہی کے گڑھے میں کیوں گراتا۔ لہٰذا عبارات کو پڑھنے کے بعد ہر سُنّی عالم اس پر لگائے گئے فتوے کی، تائید وتصدیق کرتا چلا گیا بلکہ علمائے دیوبند میں سے سید انور شاہ کشمیری نے نام (بالذّات و بالعرض) لے کر اور مفتی محمد شفیع دیوبندی نے ویسے ہی تحذیر الناس کی عبارات کا رد کر دیا۔ ہمارے اس تفصیلی سوال کا آج کے علمائے دیوبند کے پاس کیا جواب ہے؟

اب ذرا اُن جملوں کو لیجیے جو مختلف صفحات سے لے کر ایک مسلسل عبارت بنا دیے گئے اور بقول علمائے دیوبند اس میں کفریہ معنیٰ پیدا ہو گئے۔ گویا الگ الگ لکھے جاتے

تو ان سے ایمان کا رس ٹپک پڑتا۔ (والعیاذ باللہ)

اب ہم ان جملوں کو الگ الگ لکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ الگ الگ یہ کیا مفہوم دیتے ہیں۔ صفحہ ۱۴ کا جُملہ جو رُومی صاحب نے نقل کیا ہے یہ ہے:

''اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔''

ہم بہت کچھ لکھ چکے ہیں، یہاں اتنا کہتے ہیں کہ آج کے تمام مفتیانِ دیوبند لکھ دیں اور شائع کر دیں کہ ہاں واقعی حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں کوئی اور نبی ہوتا تو آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا اور آپ کی خاتمیت میں کچھ فرق نہ آتا۔ ہمیں اس کا انتظار رہے گا۔ دوسرا جملہ صفحہ ۲۸ کا جو رُومی صاحب نے لکھا وہ یہ ہے:

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

اگر اس جملے میں بھی کوئی کُفر نہیں تو آج کے تمام علمائے دیوبند لکھ دیں اور شائع کر دیں کہ بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ ہمیں اس کا انتظار رہے گا۔

تیسرا جُملہ صفحہ ۳ کا جو رُومی صاحب نے نقل کیا وہ یہ ہے:

''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔''

کیا اس جملے میں واضح طور پر نہیں کہا گیا کہ ''خاتم النبیین'' سے آخری نبی کا معنیٰ یہ عوام کا عقیدہ ہے، اہل فہم کا نہیں اور کیا عوام کے مقابلہ میں اہل فہم نہیں کہا گیا؟ اور پھر یہ بھی کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں؟ ''بالذات'' کے لفظ پر بہت تفصیل سے لکھا جا چکا ہے ملاحظہ فرما لیں اور قارئین پھر سے خوب یاد رکھنا کہ تحذیر الناس میں ''بالذات کچھ

فضیلت نہیں'' کے بعد والی عبارت مکمل طور پر ''آخری نبی'' کے معنیٰ کے رد میں لائی گئی ہے۔ جیسا کہ سابقہ بحثوں میں بیان ہو چکا ہے۔

اب قارئین خود ہی الگ الگ بھی پڑھیں اور مسلسل عبارت بنا کر بھی پڑھیں اور بتائیں کہ الگ الگ جُملوں سے کون سا ایمان کا رس ٹپک رہا ہے اور مسلسل عبارت بنا لینے سے کہاں کفری مفہوم پیدا ہو گیا ہے جو الگ الگ جُملوں میں نہیں تھا؟ آج کے علمائے دیوبند وضاحت سے ثابت کریں۔ اور اگر پھر یہ حماقت دکھائیں کہ تحذیر الناس میں تو خاتمیتِ مرتبی کی بات تھی، اور ساری عبارت نقل کی جاتی تو خاتمیت مرتبی کا پتہ چلتا۔ تو اس کا ردّ بھی بھرپور طریقے سے ہو چکا ہے۔ قارئین دوبارہ ملاحظہ فرمالیں۔ بار بار دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ ایک جملہ ثبوت کے طور پر لکھ دیا جاتا ہے، چونکہ علمائے دیوبند کہتے ہیں کہ خاتمیت زمانی خاتمیت مرتبی کو لازم ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ:

''بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت مرتبی جس کو خاتمیت زمانی لازم ہے، میں کچھ فرق نہیں آتا''

اور ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی لکھتے ہیں:

''ختمِ نبوت مرتبی کو مانو تو ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں ہو سکتا بلکہ یہ دونوں مفہوم بیک وقت جمع ہو سکتے ہیں اور یہی عقیدہ اسلام ہے۔''

(مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۰) بتائیں خاتمیتِ زمانی میں بھی فرق آیا یا نہیں؟

اور مطلب یہ ہو گیا کہ ''بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ مرتبی اور زمانی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

ہاں! خاتمیت کو جنس مان کر اس کی تین نوعیں بیک وقت لے لینے کا عقیدہ بھی یاد رکھئے گا، بھول نہ جایئے گا۔

ابو الاوصاف رُومی مولوی قاسم صاحب نانوتوی کے جواب کا مفہوم اور خلاصہ یوں لکھتے ہیں:

''سائل نے غالباً آپ کو خاتم النبیین صرف اسی لحاظ سے سمجھا ہے کہ آپ کا زمانہ آخری زمانہ ہے اور بس، حالانکہ ''خاتم النبیین'' کا یہ مفہوم تو اس کا عام مفہوم ہے اور بات کا صرف ایک رُخ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ''خاتم النبیین'' دراصل ایک عہدہ اور مرتبہ کا نام ہے جو صرف آں حضرت ﷺ ہی کو حاصل ہے اور خاتم النبیین کا اصلی حقیقی مصداق حضور ہی کی ذات والا صفات ہے لہٰذا اس صورت میں کسی طرح کسی حالت میں بھی کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا نے بار بار اپنی عبارت میں ''اگر''، ''بالفرض'' کا لفظ بھی استعمال کر کے گویا یہ بات صاف کر دی کہ ''ختمِ نبوت'' اپنی جگہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے جس کے خلاف اب ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اُنہوں نے صفحہ ۱۴ پر فرمایا کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی (نبی) ہو تو بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔'' اسی طرح صفحہ ۲۸ پر فرمایا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ مولانا نے اپنا جملہ ''اگر'' ''بالفرض'' کہہ کر شروع کیا ہے جس کا صاف اور کُھلا ہوا مطلب یہی ہے کہ اول بات تو یہ ہے کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کوئی نبی ہو لیکن اگر بہ فرض محال ہم یہ مان بھی لیں تو حقیقۃ واقعہ یہ ہے کہ اس سے آپ کے ''خاتم النبیین'' ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑ سکے گا (جس کا سائل نے اندیشہ ظاہر کیا ہے) کیونکہ خاتم النبیین کا عہدہ و مرتبہ ایک ایسی خصوصی فضیلت ہے جو بہر حال آپ کو ہی حاصل ہے۔'' (دیوبند سے بریلی تک صفحہ ۵۶-۵۷)

اس دیوبندی مولوی کے نزدیک خاتم النبیین ایک الگ عہدہ ہے اور محض نبی ہونا

ایک الگ مقام ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ یہ خاتم النبیّن کا عہدہ صرف ایک ہی ہے اور ایک ہی نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے۔ چنانچہ اگر ہم مان بھی لیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی آپ کی ختمِ نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور آپ بدستور خاتم النبیین رہیں گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ''خاتم النبیین'' کا عہدہ صرف حضور پاک ﷺ کو دیا ہے، بعد میں آنے والے نبی کو نہیں۔

ناظرین کرام! ہم تو اس عقیدے پر حیرت میں ڈوب ڈوب کر اُبھر رہے ہیں اور اُبھر اُبھر کر ڈوب رہے ہیں۔ دیکھ لیا آپ نے! ان لوگوں کے نزدیک خاتم النبیین کا معنیٰ زمانے کے لحاظ سے سب سے آخر میں آنا اور آخری نبی ہونا نہیں بلکہ ایک عہدہ کا نام ہے جو پہلے بھی دیا جا سکتا ہے اور اس عہدہ کے ملنے کے بعد بھی نبی آ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ اس مولوی نے ''خاتم النبیین'' ہونا، اور ''نبی'' ہونا دو الگ الگ چیزیں بتائی ہیں۔ مراد یہ کہ بعد میں نبی تو آ سکتا ہے لیکن وہ خاتم النبیین نہیں ہوگا۔ اگر یہ لوگ خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' مانتے تو کبھی نہ کہتے کہ بعد میں نبی کے آنے سے خاتم النبیین پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔

یہ لوگ خاتم النبیین کا معنیٰ آخری نبی نہیں لیتے، خوب یاد رکھئے کہ یہ عقیدہ نانوتوی صاحب سے لے کر آج تک ان لوگوں کا ثابت ہو گیا، تقریباً سب ہی اس مسئلہ میں نانوتوی صاحب کی حمایت کر رہے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ بھی دیکھئے:

مولوی ضیاء البخاری مجددی ایم اے قاری طیّب صاحب کی ایک عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں:

''شریعت محمدی بوجہ اپنے انتہائی کمال اور ناقابل تغیر ہونے کے سابقہ شرائع کی منسوخ کرنے کی حقدار ٹھہرتی ہے اور ظاہر ہے کہ ناسخ آخر میں آتا ہے اور منسوخ اس سے مؤخر ہوتا ہے۔ اس لیے اس شریعت کا آخر میں آنا اور اس کے لانے والے کا سب کے آخر میں مبعوث ہونا بھی ضروری تھا اس لیے خاتم النبیین ہونے کے ساتھ آخر النبیین بھی

ثابت ہوئے۔'' (خاتم النبیین صفحہ ۵)

(اتمامُ الحجّہ صفحہ ۴۶ ناشر: انجمن محبین خاتم النبیین پشاور)

چونکہ یہ لوگ خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی نہیں کرتے اسی لیے قاری صاحب نے خاتم النبیین اور آخری نبی کو الگ الگ حیثیت سے لکھا:

(۱) خاتم النبیین ہونے کے ساتھ

(۲) آخر النبیین بھی ہیں۔

یہاں خاتم النبیّن کا معنیٰ ''بالذات نبی'' اور آخر النبیّن کا معنیٰ ''آخری نبی'' لیا گیا۔

ع حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو مَیں

وہی تحذیر الناس والی منطق کہ خاتم النبیین کے معنی ہیں ذاتی نبی یا سب سے بلند مرتبہ نبی اور خاتمیتِ زمانی اسے لازم۔ لہٰذا آپ آخری نبی بھی ہوئے۔

''ذاتی نبی'' کے معنیٰ صرف اور صرف نانوتوی صاحب نے کیے ہیں۔ اس سے پہلے کسی مسلمان نے یہ معنیٰ نہیں کیے۔ جیسا کہ خود نانوتوی صاحب کو اقرار بھی ہے جبکہ یہی مولوی ضیاء البخاری کہتے ہیں:

''خاتم کا معنیٰ آخری ہے جیسا کہ احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اب اس حقیقی معنیٰ کو چھوڑ کر زینت، مہر وغیرہ مراد لینا بشکلِ مجاز بنتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مجازی معنی اس وقت مراد لیا جاتا ہے جب حقیقت مُتعذِر رہو۔ کیا کوئی قادیانی تعذُّرِ حقیقت کے وجوہ بیان کر سکتا ہے کہ حقیقی معنیٰ کو چھوڑ کر مجازی معنیٰ اختیار کرنے کی کون سی مجبوری ہے؟''

(اتمام الحجہ، صفحہ ۴۹)

نانوتوی صاحب بھی ضیاء البخاری کے بتائے گئے تعذرِ حقیقت کی وجوہ بیان فرما دیتے تو کتنا اچھا ہوتا۔

مولوی ابوالاوصاف صاحب کا ایک وصف سفید جھوٹ بولنا بھی ہے، کیسے کیسے مکر و فریب سے یہ لوگ کام لیتے ہیں۔ کہاں اس مولوی کی سابقہ تشریح اور کہاں یہ بیان

ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

"غرض کہ حضرت مولانا (نانوتوی) نے تحذیر الناس میں کسی نئے نبی کے آنے کا امکان قطعاً نہیں فرمایا ہے بلکہ آپ کا کلام صرف اُنہیں انبیاء سے متعلق ہے جن کے آنے کا یا موجود ہونے کا ذکر صریح وصحیح طور پر احادیث میں موجود ہے۔" (دیوبند سے بریلی تک صفحہ ۵۹)

"تحذیر الناس میں تو ان انبیاء کی بحث ہے جن کا ذکر دوسری حدیثوں میں موجود ہے۔" (ایضاً صفحہ ۶۱)

اگر یہ بات سچ مان لی جائے تو ہندوستان بھر کے تمام علمائے حق، جنہوں نے عدم موافقت اور نانوتوی صاحب کی تکفیر کی، اور علمائے حرمین شریفین جنہوں نے بعد میں تصدیق کی اور اُس کے بعد پاک و ہند کے تمام علمائے اہل سُنت و جماعت جنہوں نے نانوتوی صاحب پر تکفیری فتوے کی تائید وتصدیق کی، معاذ اللہ کافر قرار پائیں گے کیونکہ مذکورہ بالا رومی صاحب کی عبارت والا عقیدہ تو حضور ﷺ سے لے کر آج تک اور پھر قیامت تک تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ یعنی حضور ﷺ کے بعد قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے اور اُن کا آنا ختمِ نبوت کے قطعی منافی نہیں۔ البتہ وہ نبی کی حیثیت سے نہیں، اُمتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔

اگر رُومی صاحب کی مذکورہ بالا بات مان لی جائے تو دیوبندی مولویوں کی کتابوں در کتابوں کی وضاحت کہاں جائے گی۔

قارئین کرام! چُونکہ تحذیر الناس کی عبارات کا یہ مطلب ومفہوم ہے ہی نہیں اس لیے مولوی مرتضیٰ حسن چاند پوری سے لے کر ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی تک کسی نے یہ بات نہیں لکھی، سوائے مفتی فرید صاحب کے۔ ہمارے اس جواب کے بعد ابوالاوصاف رُومی کے علمی حدود اربعہ، دیانتداری اور امانت داری کا حال جان لیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے طفیل ایسے تمام لوگوں سے محفوظ رکھے اور خاتم النبیین کا عقیدہ جملہ

اہل اسلام کے ساتھ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈاکٹر خالد محمود، ڈاکٹر خالد محمود کی زد میں

تحذیر الناس کے سلسلے میں علمائے دیوبند کا خود اپنی تحریروں میں اس قدر تضاد ہے کہ ہر مولوی کے لیے یہ عنوان دیا جا سکتا ہے، مثلاً نانوتوی، نانوتوی کی زد میں۔ منظور نعمانی، منظور نعمانی کی زد میں وغیرہ وغیرہ۔ مقدمہ تحذیر الناس میں جناب ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے بار بار لکھا کہ مولانا نانوتوی کے جُملے "بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" میں خاتمیتِ محمدی سے مراد خاتمیتِ مرتبی ہے۔ یعنی خاتمیتِ مرتبی میں فرق نہیں آتا، وہ قائم رہتی ہے اور ختم نبوت مرتبی باقی رہنے کی وجہ سے ختمِ نبوتِ مرتبی کا عقیدہ گویا قائم رکھا جا سکتا ہے۔ اب ذرا علامہ خالد صاحب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں:

"یہ قادیانی ہیں جو ان دونوں (ختمِ نبوت زمانی وختم نبوت مرتبی) میں تغایر (یعنی فرق) کے قائل ہیں۔ ہم کہتے ہیں، ختمِ نبوت مرتبی کو ختمِ نبوت زمانی لازم ہے، اس کے بغیر ختمِ نبوت مرتبی کا عقیدہ قائم نہیں رکھا جا سکتا۔"

(عقیدہ الامت فی معنے ختم النبوت صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ دار المعارف لاہور)

ع کھاؤں کہاں کی چوٹ بچاؤں کہاں کی چوٹ

ڈاکٹر صاحب! آنکھوں میں دُھول جھونکنے کا فائدہ؟ مقدمہ تحذیر الناس میں صفحہ صفحہ آپ نے زور دے دے کر لکھا ہے کہ نانوتوی صاحب کے "بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ..... الخ والے جملے میں خاتمیتِ زمانی کا کوئی ذکر نہیں، صرف خاتمیت مرتبی کا ذکر ہے اتنی بار لکھا ہے کہ اب ہمیں بار بار نقل کرتے ہوئے بھی تھکن سی ہونے لگتی ہے۔ نانوتوی صاحب کے اس جملے میں آپ ختمِ نبوت مرتبی مان کر، ختمِ نبوت زمانی چھوڑ کر تغایر

کے قائل ہُوئے یا نہ ہوئے؟

نانوتوی کا ناحق دفاع اور بے جا حمایت کرتے ہوئے آپ لکھیں کہ یہاں خاتمیتِ زمانی کا کوئی ذکر نہیں اور جو شامل کرے اُسے مغلّظات سے نوازیں اور قادیانیوں کی باری آئے تو یہ جواب دیں کہ ختمِ نبوت زمانی کے بغیر ختمِ نبوتِ مرتبی کا عقیدہ قائم نہیں رکھا جاسکتا۔ آپ کی وہ مقدمے والی بات سچ ہے یا کتاب ''عقیدۃ الامت'' والی۔ جواب ضرور ارشاد فرمائیں، اور مقدمہ کے اندر آپ نے جو ''مرزا غلام احمد اور مولانا محمد قاسم کی تشریحات میں فرق'' کا عنوان دیا تھا، وہ فرق کہاں ہے؟

''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔''

والے جملے میں ہم آپ ہی کی عبارت لائیں اور کہیں کہ ڈاکٹر صاحب! اس جملے میں آپ خاتمیتِ محمدی سے خاتمیتِ مرتبی مراد لینے کے تو قائل ہیں ہی، اگر ہم یہ کہہ دیں کہ ''اس (ختمِ نبوت زمانی) کے بغیر ختمِ نبوت مرتبی کا عقیدہ قائم نہیں رکھا جاسکتا۔'' تو آپ کیا جواب ارشاد فرمائیں گے؟ بلاتشبیہ و بلاتمثیل لازم تو ایک ایسا کمبل ہے جو ملزوم کو نہیں چھوڑے گا آپ دونوں کو الگ الگ کیسے کریں گے؟ یا تو لازم نہ مانیں، لازم مانیں گے تو اپنے قول کے مطابق اس کے بغیر ختمِ نبوت مرتبی کا عقیدہ بھی باقی نہ رہے گا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ نانوتوی صاحب کے جُملے میں ختمِ نبوت زمانی ساتھ مانیں تو مطلق ختمِ نبوت کا انکار، اور ختمِ نبوت زمانی کے بغیر مانیں تو پھر زمانی اُس کے لیے لازم نہ رہا۔ اس طرح بھی مطلق ختمِ نبوت کا انکار، اب تو آپ دونوں طرف سے گرفتارِ بلا ہیں۔ حق حق ہے اور باطل باطل، ابھی توبہ کے دروازے کُھلے ہیں توبہ کر لیجیے ہم آپ کے ہمدرد ہیں۔ باقی ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

وکیلانِ تحذیر الناس کی علمی دیانت کا ایک نمونہ

پرستارانِ تحذیر الناس نے اندھا دُھند سارا زور اس پر صرف کیا ہے کہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑی خیانت سے کام لے کر مختلف صفحات کی عبارتوں کو یکجا کر کے، اُن عبارات کو اپنی شرطوں سے کاٹ کر بغیر اضراب (ڈیش، کاما وغیرہ) ایک مسلسل عبارت کا رُوپ دے کر، اُس میں کُفر یہ معنیٰ پیدا کر کے ہمارے مولانا نانوتوی صاحب کے سر مڑھ دی ہے۔ اور بتاتے ہیں کہ مولانا نانوتوی نے اپنے اُن جملوں میں جو ''اگر بالفرض بعد زمانہ ...... الخ'' سے شروع ہوتے ہیں، خاتمیتِ محمدی سے مراد خاتمیتِ مرتبی لی ہے خاتمیتِ زمانی ہرگز نہیں۔ مولانا محمد منظور نعمانی اور ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے تو اپنی قوت و طاقت سے قدرے بڑھ کر اس پر خامہ فرسائی کی اور تحذیر الناس کے اس ایڈیشن میں آخری صفحہ پر ایک بار پھر عنوان دیا: ''احمد رضا خان صاحب بریلوی کی علمی دیانت کا ایک نمونہ''۔

نیچے حُسام الحرمین سے عبارت نقل کی۔ اور ''اصل حقیقت'' کا عنوان دے کر لکھا کہ یہ عبارت ''تحذیر الناس'' میں مسلسل نہیں ہے بلکہ متفرق جگہوں پر درج ہے، اس طرح یہ سمجھ لیا کہ بہت بڑا معرکہ سر کرلیا۔ اس پر کچھ ہم بھی عرض کرتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

مولانا نانوتوی نے جو لکھا: ''بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' اس جُملے میں ''خاتمیتِ محمدی'' سے مراد قرآنِ کریم کا ارشاد ''خاتم النبیین'' ہے۔ یعنی ''خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' ہماری اس بات کو کوئی بھی انصاف پسند دیوبندی عالم چیلنج نہیں کرسکتا۔ نانوتوی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین ہونے میں کیوں، کچھ فرق نہ آئے گا، اس لیے کہ خاتم النبیین میں لفظ ''خاتم'' کا معنیٰ اُن کے عقیدے میں ''اتصافِ ذاتی بوصفِ نبوّت'' ہے، کیا مطلب؟ مطلب یہ کہ

''بالذّات نبی''، یعنی حضور ﷺ کی نبوت ذاتی ہے، ان معنوں میں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست نبوت حاصل ہے، کسی واسطے سے نہیں۔ جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو نبوّت حضور ﷺ کے واسطے سے ملی ہے۔ (حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۳۳) یہ نانوتوی صاحب کے عقیدے میں بالعُرض نبوت ہے۔ عَرَض کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز جو دوسری چیز کی وجہ سے قائم ہو، برعکس بالذّات یا جوہر کے، کہ وہ بذاتِ خود قائم ہے۔ مثلاً رنگ اور کپڑا، اس میں رنگ عَرَض ہے اور کپڑا جوہر۔ کپڑا نہ ہو تو رنگ قائم نہیں رہ سکتا۔ کپڑے کی وجہ سے رنگ قائم ہے، جبکہ کپڑا بغیر رنگ کے بھی قائم ہے۔ چونکہ نانوتوی صاحب نے ''خاتم النبیین'' کا معنیٰ بالذات نبی کیا ہے، آخری نبی نہیں اس لیے وہ کہتے ہیں:

''ہاں اگر خاتمیت بمعنیٰ اتصاف ذاتی بوَصفِ نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان (مُراد نانوتوی صاحب) نے عرض کیا ہے۔''

(تحذیر الناس صفحہ ۷۵)

یعنی خاتم النبیین کا معنیٰ وہ نہ لیجئے جو پوری اُمّتِ مسلمہ کا متفقہ اجماعی معنیٰ ہے بلکہ جو میں نے ''بالذات نبی'' معنیٰ کیا ہے وہ لیجئے۔ ڈاکٹر خالد صاحب بھی اس کے متعلق یہی لکھتے ہیں، ''ساری بات اس شرط سے کہی جارہی ہے کہ خاتمیت اتصاف ذاتی بوصفِ نبوت کے معنیٰ میں لی جارہی ہو۔'' (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۸)

نانوتوی صاحب نے ایک تو خاتم النبیین کا معنیٰ ''بالذات نبی'' کیا۔ دوسرے اس بالذّات نبی کے لیے تاخر زمانی کو لازم مانا۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ جہاں ساری بات اس شرط سے کہی جارہی ہو کہ ''خاتمیت'' اتصافِ ذاتی بوصفِ نبوت کے معنیٰ میں ہے، وہاں یہ شرط دیکھنا بھی ضروری ہے کہ ایسی بالذات نبوت کو خاتمیتِ زمانی بھی لازم ہے۔ دونوں باتیں نانوتوی صاحب کا عقیدہ ہیں، دونوں باتیں اُنہیں کی بیان کردہ ہیں۔ اب یہ تو بے حد ناانصافی اور ظلم کی بات ہوگی کہ معنیٰ کی شرط کا تو مکمل خیال رکھا جائے اور اس معنیٰ کو جو شے لازم آرہی ہو اُسے چھوڑ دیا جائے، یہ کہاں کا انصاف ہے؟ ''معنیٰ'' بھی وہی لیا جائے گا جو مولانا نانوتوی نے لیا ہے اور ''لازم'' بھی وہی لیا جائے گا جسے وہ لازم

قرار دے رہے ہیں۔

نانوتوی صاحب جب اُمّت کے اجماعی معنیٰ ''آخری نبی'' کے ترتیب وار خرابیاں گنوا چکے۔ (تحذیر الناس صفحہ ۳۳، کا عکس ملاحظہ فرمایئے) تو لکھا: ''بناء خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدِّ باب مذکور (نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کی روک تھام) خود بخود لازم آجاتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذّات پر ختم ہوجاتا ہے۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۳۳)

اس عبارت میں پانچ باتیں کہی گئی ہیں:

(۱) خاتمیت بمعنیٰ بالذات نبی ہے۔

(۲) دیگر انبیاء کرام (علیہم السلام) کی نبوت عرضی ہے۔

(۳) اس بالذات نبوت کو تاخر زمانی خود بخود لازم ہے۔

(۴) تاخر زمانی لازم آنے کی وجہ نبوت کے جھوٹے دعوے داروں کا سدّ باب بھی خود بخود لازم آجاتا ہے۔

(۵) موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔ (یعنی دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت بالعرض تھی۔ وہ سلسلہ کہیں تو ختم ہونا تھا سو حضور ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا یعنی بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہوگیا۔)

نوٹ: اگر تاخر زمانی کو لازم نہ مانا جائے تو جھوٹے مدعیانِ نبوّت کا سدّ باب بھی لازم نہیں رہتا۔ یعنی نانوتوی صاحب کے ''بالفرض بعد زمانہ...... الخ والے جملے میں خاتمیتِ زمانی کو لازم نہ مانا جائے اور کہا جائے کہ اس جُملے میں خاتمیتِ زمانی کا کوئی ذکر نہیں جیسا کہ پرستارِ تحذیر الناس کہتے ہیں، (تحذیر الناس صفحہ ۱۱۳) تو مطلب یہ ہوگا کہ پھر ''بالذات نبی'' معنیٰ لینے سے جھوٹے مدعیانِ نبوت آسکتے ہیں اُن کا راستہ روکنے کے لیے ہمارے پاس کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ اُن کے لیے تو پھر کُھلی چھٹی ہوگئی اور سچی بات یہ ہے کہ نانوتوی صاحب کا عقیدہ تحذیر الناس کے حوالہ سے یہی بنتا ہے۔ (والعیاذ باللہ)

جب نانوتوی صاحب ''اتصاف ذاتی بوصفِ نبوت'' کے لیے تاخر زمانی لازم
مانتے ہیں تو اب صفحہ ۷۵ والی عبارت اس طرح ہو جائے گی: ''ہاں اگر خاتمیتِ بمعنی
اتصافِ ذاتی بوصفِ نبوت لیجئے جس سے تاخرِ زمانی اور سدِّ باب مذکور خود بخود لازم ہے اور
فضیلتِ نبوی دوبالا ہوجاتی ہے۔''

نوٹ: اگر تاخر زمانی لازم نہ مانا جائے تو جہاں سدِّ باب مذکور نہیں ہوتا وہیں
فضیلتِ نبوی دوبالا بھی نہیں ہوتی۔ ایک طرف نانوتوی صاحب کا عقیدہ یہ ہے کہ خاتمیتِ
مرتبی کو خاتمیتِ زمانی لازم مانا جائے تو فضیلتِ نبوی دوبالا ہوتی ہے اور دوسری طرف
پرستار کہتے ہیں کہ خاتمیتِ زمانی کو لازم نہ بھی مانا جائے (یعنی بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی
پیدا ہو) تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ اور سچی بات یہ ہے کہ
تحذیر الناس کی رُو سے نانوتوی صاحب معہ شیدایانِ تحذیر الناس کا یہی عقیدہ نکلتا ہے۔ یعنی
''اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصفِ نبوت لیجئے جس کو تاخر زمانی خود بخود
لازم ہے تو اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں
کچھ فرق نہ آئے گا۔'' آپ نے تو کہا تھا کہ اس شرط کو کاٹ کر بیان کر عبارت پر بڑا ظلم ہے
ہم نے شرط ساتھ رکھی تو آپ کو سیر کا سوا سیر پیش آ گیا چونکہ آپ لوگ خاتمیت محمدی سے
مراد خاتمیت مرتبی بتاتے ہیں لہٰذا عبارت یوں ہوگی کہ ''خاتمیت مرتبی جس سے خاتمیتِ
زمانی لازم ہے، میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' نانوتوی صاحب کے جملے میں نہ مرتبی بچی نہ
زمانی، دونوں کا خاتمہ ہو گیا جب حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے سے نہ خاتمیتِ
زمانی رہے نہ مرتبی، تو یہ عقیدہ مرزائیوں کا ہُوا یا نہیں۔ قارئین شاید مزید وضاحت کے
طلب گار ہوں کہ یہ لازم، لازم کی بار بار رٹ کیسی؟ اس کو یوں سمجھئے، کہ بارش کے لیے
بادلوں کا ہونا لازم ہے۔ بغیر بادلوں کے بارش ہو ہی نہیں سکتی۔ اب اگر کوئی بارش کا وجود تو
مانے اور جو بادل بارش کے لیے لازم ہیں، نہ مانے اور کہے کہ یہاں صرف بارش ہونے کی
بات ہے'' رہے بادل اُن کا یہاں کوئی ذکر نہیں'' تو کیا کوئی عقل مند، ہوش و حواس والا یہ
بات تسلیم کر لے گا۔ کہنے والا چاہے اپنے وقت کا سقراط بقراط ہی کیوں نہ ہو؟ یہی کچھ مولانا

محمد منظور نعمانی نے کہا ہے۔ (دیکھئے تحذیر الناس صفحہ ۱۱۳ توضیح در بعض عبارات) لکھا ہے:

''رہی خاتمیتِ زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں۔''

ذکر کیسے نہیں؟ اگر بادلوں کے بغیر بارش محال ہے تو نانوتوی صاحب کے نزدیک
ختمِ نبوت زمانی کے بغیر ختمِ نبوت مرتبی محال ہے۔ جیسے بارش کے لیے بادل لازم، ایسے ہی
مرتبی کے لیے زمانی لازم۔ بادل نہ ہوں تو بارش باطل، زمانی نہ ہو تو مرتبی باطل۔

زمانی کا مرتبہ ہُوا یا نہ؟ آخری نبی ہونے میں فضیلت ہوئی یا نہ؟

ڈاکٹر خالد صاحب کس بے دردی سے آنکھیں بند کر کے کہتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ختمِ نبوت مرتبی کا بیان تھا زمانی کا نہیں۔''

(مقدمہ صفحہ ۱۸)

نہیں صاحب! حقیقت یہ ہے کہ یہ بیان اتصافِ ذاتی بوصفِ نبوت کا تھا، جس کو
زمانی خاتمیت خود بخود لازم ہے، تو آپ کے عقیدے میں یہ معنیٰ لے کر اگر کہا جائے کہ بعد
زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو آپ کے خاتم النبیین ہونے میں کچھ فرق نہ آئے گا۔
(والعیاذ باللہ) تو اس پر:

چند اہم سوالات:

مقدمہ تحذیر الناس میں ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے بار بار جو لکھا ہے:

(۱) ''ختمِ نبوتِ مرتبی کو مانو تو ختمِ نبوت زمانی کا انکار نہیں ہو سکتا۔'' (مقدمہ صفحہ ۱۰)

جبکہ صفحہ ۱۸ پر لکھا:

''حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ختمِ نبوت مرتبی کا بیان تھا زمانی کا نہیں۔''

دونوں جُملے مخالف ہوئے یا نہ ہوئے؟ ''بالفرض بعد زمانہ..... الخ والے جملے
میں اگر صفحہ ۱۰ والا جملہ رکھا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ختمِ نبوت مرتبی کے ساتھ زمانی کا انکار
نہیں۔ اس طرح کہ بالفرض...... والے جملے میں ختمِ نبوت مرتبی کو مان کر چونکہ زمانی کا
انکار نہیں ہو سکتا اس لیے بعد زمانہ نبوی ﷺ کسی نبی کے پیدا ہونے سے نہ مرتبی میں فرق

آتا ہے نہ زمانی میں۔

(۲) ''آپ کا ختمِ نبوۃ مرتبی کا اقرار ختمِ نبوۃ زمانی کا ہرگز انکار نہیں۔'' (صفحہ ۱۰ مقدمہ)
جبکہ صفحہ ۱۸ پر لکھا: ''حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ختمِ نبوت مرتبی کا بیان تھا زمانی کا نہیں'' دونوں جملے مخالف ہوئے یا نہ ہوئے؟ اور نتیجہ مذکورہ بالا (والعیاذ باللہ)

(۳) ''اس بناء خاتمیت کو حضور ﷺ کے بالفعل تشریف لانے پر تاخر زمانی لازم ہے۔'' (مقدمہ صفحہ ۱۱) جبکہ صفحہ ۱۸ پر لکھا: ''حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ختمِ نبوت مرتبی کا بیان تھا زمانی کا نہیں'' دونوں جملے آپس میں مخالف ہوئے یا نہ ہوئے؟ لہٰذا نتیجہ مذکورہ بالا (والعیاذ باللہ)

(۴) ''خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیتِ زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔'' (مقدمہ صفحہ ۱۱) جبکہ صفحہ ۱۸ پر خاتمیتِ زمانی ہاتھ سے جاتی دکھائی گئی ہے۔ لکھا ''حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ختمِ نبوت مرتبی کا بیان تھا، زمانی کا نہیں۔'' دونوں جُملے مخالف ہوئے یا نہ ہوئے؟ اور نتیجہ مذکورہ بالا (والعیاذ باللہ)

(۵) ''آپ (نانوتوی) کے عقیدے میں بناء خاتمیت کو تاخر زمانی کہ آپ کا زمانہ آخری مانا جائے بہرحال لازم تھی۔'' (صفحہ ۱۲ مقدمہ) لفظ ''بہرحال'' قابل توجہ ہے، جس کا مطلب ہے ''ہر حالت میں''، یعنی کسی بھی حالت میں مرتبی سے زمانی کو جُدا نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ صفحہ ۱۸ پر اسی بہرحال لازم کا یوں انکار کیا: ''حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ختمِ نبوت مرتبی کا بیان تھا زمانی کا نہیں۔'' اُدھر ''بہرحال'' اِدھر ''صرف''....

ع خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

دونوں جُملے مخالف ٹھہرے اور نتیجہ مذکورہ بالا (والعیاذ باللہ)

(۶) ''آپ جس بات کو بناء خاتمیت قرار دیتے ہیں اُسے آپ کا آخری زمانہ میں ہونا خود بخود لازم آرہا ہے۔'' (مقدمہ صفحہ ۱۲) مطلب یہ کہ کوئی دیوبندی انکار بھی کر

دے تب بھی خود بخود لازم آ گیا۔ یعنی ختمِ نبوت مرتبی کے بیان کے ساتھ ختمِ نبوت زمانی خود بخود لازم آرہی ہے کوئی مانے یا نہ مانے جبکہ صفحہ ۱۸ پر کہتے ہیں: ''حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ختمِ نبوت مرتبی کا بیان تھا زمانی کا نہیں۔'' دونوں جملے مخالف ٹھہرے اور نتیجہ وُہی مذکور بالا۔ (والعیاذ باللہ)

(۷) ''یہ ختمِ نبوتِ زمانی اس بناء خاتمیت کو لازم تھی۔'' (مقدمہ صفحہ ۱۵) جبکہ صفحہ ۱۸ پر اس کے برعکس یہ لکھا: ''حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ختمِ نبوت مرتبی کا بیان تھا زمانی کا نہیں۔'' نتیجہ وُہی مذکورہ بالا (پناہ بخدا)۔

(۸) ''حکمتِ خداوندی متقاضی ہوئی کہ آپ کی تشریف آوری پر اس بناء خاتمیت کے ساتھ ختمِ نبوت زمانی بھی لازم کی جائے۔'' (مقدمہ صفحہ ۱۵)

جبکہ صفحہ ۱۸ پر اس لازم کو یہ کہہ کر اُڑا دیا گیا: ''حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ختمِ نبوت مرتبی کا بیان تھا زمانی کا نہیں۔'' دونوں جملے مخالف ٹھہرے اور نتیجہ مذکورہ بالا۔ آٹھ مقامات پر اُوپر تلے ختمِ نبوتِ زمانی کو ختمِ نبوت مرتبی کے لیے لازم مانا گیا اور یہ خاص طور پر تاکیداً کہا گیا کہ ''آپ کا ختمِ نبوۃ مرتبی کا اقرار ختمِ نبوۃ زمانی کا ہرگز انکار نہیں۔'' کہیں ''ہرگز'' اور کہیں ''ہرحال''۔ مگر ہزار ہزار افسوس کہ ''بالفرض بعد زمانہ.....الخ'' والے جملے میں ختمِ نبوتِ مرتبی کا اقرار کر کے ختمِ نبوت زمانی کا کُھلا انکار کر دیا گیا۔ یہ لوگ ''خاتمیتِ محمدی'' کو خاتمیتِ مرتبی کا نام دیتے ہیں اور بار بار کہتے ہیں کہ اس مرتبی کو زمانی لازم ہے۔ لیکن عین دوسری جانب کہتے ہیں: ''خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا''، سے ختمِ نبوت زمانی مراد لینا اس عبارت پر بڑا ظلم ہوگا۔'' (مقدمہ صفحہ ۱۷)

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

تحذیر الناس کی ''صفائی'' میں نقیصات کے جو ڈھیر ان لوگوں نے لگائے ہیں، اس کی مثال شاید ہی دُنیا کی کسی کتاب میں مل سکے۔

جس تحذیر الناس کو بنیاد بنا کر مرزا غلام احمد قادیانی میدان میں اُترا، اُس تحذیر

الناس نے تو ان لوگوں کے نزدیک ''وہ اساس مہیا کی ہے جس سے آئندہ پیدا ہونے والے ہر فتنے کی جڑ کٹتی ہے۔'' (مقدمہ صفحہ ۹) اور جس فراستِ ایمانی کے پیکر امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا قادیانی کے خلاف اُس وقت فتویٰ دیا جب گنگوہ سے اُسے ''مردِ صالح'' قرار دیا جا رہا تھا، اُس کے متعلق ڈاکٹر خالد صاحب کا نظریہ یہ ہے:

''افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے قادیانیوں کا ہاتھ مضبوط کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔'' (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۲۴)

فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی۔

یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحذیر الناس سے جو تین جُملے لیے ہیں وہ مستقل طور پر الگ الگ بھی اپنی جگہ کُفریہ ہیں۔ اکٹھا رکھیں تب، آگے پیچھے لکھیں تب، کوئی سی صُورت بنا لیں، اُن میں ختمِ نبوتِ زمانی کا انکار ضرور پایا جائے گا۔ اور جن شرائط کا ذکر علمائے دیوبند کرتے ہیں، اُن کو ساتھ رکھنے سے ان کے سروں پر بوجھ اور بڑھ گیا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا سطور میں روزِ روشن کی طرح واضح اور ثابت کر دیا گیا ہے۔ البتہ جس وسعتِ قلبی سے یہاں ختمِ نبوۃ مرتبی کو ملزوم اور ختمِ نبوۃ زمانی کو لازم مان کر بھی بالفرض والے جُملے میں لازم کے بغیر ملزوم کو باقی مان رہے ہیں اسی طرح کسی بھی ایک شے کو دوسری شے کے لیے لازم مان کر پھر ثابت کریں کہ لازم کے بغیر بھی ملزوم باقی رہ سکتا ہے۔

قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی قلابازیاں

ڈاکٹر خالد محمود رقم طراز ہیں:

''آپ (ﷺ) نے آیت خاتم النبیین کے معنیٰ یہی بیان فرمائے کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ کیونکہ لفظ خاتم النبیین جس سیاق وسباق میں وارد ہے اس کے معنیٰ ''آخری نبی'' کے سوا ہو ہی نہیں سکتے۔'' (عقیدۃ الامت فی معنی ختم النبوت صفحہ ۱۳۰)

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں: ''جب تک حقیقی معنیٰ مراد لینے میں کوئی اصولی دِقت نہ ہو، مجازی معنیٰ مراد لینے کی کیا گنجائش ہے۔'' (عقیدۃ الامت صفحہ ۱۲۷)

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ بمعنی آخری نبی کے تناظر میں مختلف احادیث کا مختصراً ذکر کرنے کے بعد ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''اس پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے آپ حضور ختمی مرتبت کے ارشادات پر غور فرمائیں اور دیکھیں کہ آں حضرت ﷺ نے لا نبی بعدی کے کیا معنیٰ سمجھائے اور عقیدہ ختمِ نبوۃ اُمّت کو کن معنوں میں دیا، ان احادیث کے اُمّت نے اب تک کیا معنیٰ سمجھے اور اس معنیٰ و مفہوم پر احادیث کی دلالت کتنی صریح اور صحیح ہے۔''

(عقیدۃ الامت صفحہ ۱۲۸)

جب تک ڈاکٹر صاحب سبیل المؤمنین پر رہے، خاتم النبیین کا معنیٰ صحیح بیان کیا لیکن جب تحذیر الناس کی صفائی کے وکیل بنتے ہیں تو کیا قلابازیاں کھاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

''مرزا غلام احمد نے ابھی اس الحاد کے کانٹے نہ بچھائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسل سے ایک مردِ حق آگاہ

(مولوی قاسم نانوتوی) کو پیدا کیا جس کے دل میں اللہ نے یہ بات
ڈالی کہ ختمِ نبوت مرتبی خود عقیدۂ اسلام ہے۔ اُس نے بتایا اور اس پر
زور دیا کہ ختمِ نبوتِ مرتبی کو مانو تو ختمِ نبوت زمانی کا انکار نہیں ہوسکتا
بلکہ یہ دونوں مفہوم بیک وقت جمع ہوسکتے ہیں۔'' (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

کہاں مذکور بالا ''عقیدۃ الامّت'' کے یہ جملے کہ خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' کے سوا ہو ہی نہیں سکتے۔ نہ کسی اور معنیٰ کی گنجائش، نہ حضور ﷺ نے سمجھائے نہ اُمّت نے سمجھے اور کہا کہ آخری نبی پر احادیث کی دلالت کتنی صریح اور صحیح ہے، مگر نانوتوی صاحب کی وکالت پہ آئے تو خاتم النبیین کا معنیٰ ''ختم نبوتِ مرتبی'' نکل آیا۔ حضور ختمی مرتبت ﷺ کے ارشادات یکسر بھول گئے، اصولی دِقّت تو نہ تھی البتہ مسلکی دِقّت پیش آگئی تو دوسرے معنیٰ کی بھی گنجائش نکل آئی۔ اُمّت نے اب تک جو معنی سمجھے تھے اور جس معنیٰ و مفہوم پر احادیث کی دلالت صریح اور صحیح تھی وہ آناً فاناً پسِ پُشت ڈال دی۔ اب معنیٰ ''آخری نبی'' رہا ہی نہیں، بلکہ ختم نبوۃ مرتبی'' نکل آیا۔ اور یہ اجماع سے ہٹ کر نیا خود ساختہ معنیٰ مرزا غلام احمد قادیانی کے معنیٰ کے اتنے قریب تھا کہ ڈاکٹر صاحب کو عنوان دینا پڑ گیا۔ ''مرزا غلام احمد اور مولانا محمد قاسم کی تشریحات میں فرق۔'' اس عنوان کے تحت جو عبارت لکھی اس میں دل کا انجانا خوف اور خدشات ملاحظہ فرمائیں۔

''مرزا غلام احمد قادیانی کے عقیدے میں ختمِ نبوۃ مرتبی اور ختمِ نبوۃ زمانی
دو متوازی اور متقابل مفہوم ہیں۔ ختمِ نبوۃ مرتبی کے اقرار سے ختمِ نبوۃ
زمانی کا انکار ہے مگر مولانا محمد قاسم نانوتوی کے عقیدے میں یہ دونوں
مفہوم حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی میں جمع تھے پس آپ کا ختمِ نبوۃ
مرتبی کا اقرار ختمِ نبوۃ زمانی کا ہرگز انکار نہیں۔'' (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

ثابت ہُوا کہ مولوی قاسم نانوتوی اور مرزا غلام احمد قادیانی دونوں نے خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' نہیں کیا۔ بلکہ دونوں نے خاتم النبیین کا معنیٰ ''ختم نبوۃ مرتبی'' کیا۔

نانوتوی صاحب کا یہاں مرتبی کا اقرار زمانی کا ہرگز انکار نہیں مگر بالفرض بعد زمانہ.... والے جملے میں بقول پرستارانِ تحذیر الناس مرتبی کا اقرار ہے اور زمانی کا انکار۔ اس کی وجہ؟

چونکہ نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' نہیں کیا بلکہ اس معنیٰ کے ردّ میں دلائل دیے، اس کے متعلق ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

''آپ (نانوتوی صاحب) جس بات کو بناء خاتمیت قرار دیتے ہیں
(یعنی بالذات نبی) اسے آپ کا سب سے آخری زمانہ میں ہونا خود
بخود لازم آرہا ہے اور یہ بھی فضیلت ہے گو بالتبع سہی۔''

(مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۲)

جب خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' کے سوا ہو ہی نہیں سکتا تو اس کا دوسرا معنیٰ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے کہ آپ کا ''آخری نبی'' ہونا ثانوی حیثیت اختیار کرلے اور وہ بھی منطق کے بل بوتے پر، قرآن و سُنّت میں جس معنیٰ کا نام و نشان نہ ہو۔ اور جو بالتبع فضیلت کا حامل ہو۔ اصلاً اُس کی کوئی فضیلت نہ ہو۔ یہی تو امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا تھا کہ نانوتوی صاحب ''آخری نبی'' میں اصلاً کوئی فضیلت نہیں مانتے۔ (لَا فَضْلَ فِیْهِ اَصْلًا) ذرا سوچئے اور بتائیے کہ اقیموا الصلوٰۃ کا حقیقی معنیٰ ورزش کردیا جائے اور بالتبع نماز بھی لے لیا جائے تو کیا درست ہوگا، لیکن ذہن نشین رہے کہ نانوتوی صاحب بالتبع کے بھی قائل نہیں ورنہ وہ صفحہ ۳۳ پر اتنی خرابیاں کیوں گنواتے؟

قرآن حکیم کو سب سے زیادہ سمجھنے والے حضور ﷺ ہیں۔ انہوں نے پوری اُمّت کو خاتم النبیین کا معنیٰ لا نبی بعدی یعنی ''آخری نبی'' سمجھایا۔ اس معنیٰ سے ہٹ کر ''بالذات نبی''، ''ختمِ نبوت مرتبی'' یا ''افضل النبیین''، معنیٰ کرنا قرآن کی نصِ قطعی کو توڑنا ہے جس معنیٰ پر احادیث کی دلالت صریح اور صحیح ہو اُسے توڑنا زندقہ والحاد ہے۔ نانوتوی صاحب کے نزدیک اصل خاتمیت تو خاتمیتِ مرتبی ہے اور اس خاتمیت کی خُوبی وہ یہ بتاتے ہیں کہ بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی اگر کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی آپ کی اس خاتمیتِ مرتبی میں کچھ فرق نہیں آتا۔ کیونکہ بعد میں آنے والا جدید نبی بہر حال رُتبے میں آپ سے کم ہوگا۔

جب نانوتوی صاحب کے مطابق اصل شایانِ شان اور انتہائی فضیلت کی حامل خاتمیت ''خاتمیتِ مرتبی'' قائم رہتی ہے، اُس میں کچھ فرق نہیں آتا اور حضور ﷺ پھر بھی خاتم النبیین کہلائے تو بتایئے کہ آپ ﷺ کا آخری زمانہ میں ہونا خود بخود لازم کیسے رہا؟ لازم تو اس لیے بتایا جا رہا ہے کہ خاتمیتِ اصلی میں فرق نہ آئے۔ جب بعد مین آجانے سے بھی بات وہیں رہی کہ فرق نہ آیا، تو خاتمیتِ مرتبی کو خاتمیتِ زمانی کا لازم بتانا مطلق بے معنی اور لغو ثابت ہوا۔ یا تو بعد میں کسی جدید نبی کی آمد سے خاتم النبیین کے اصلی مفہوم اور معنیٰ (جو نانوتوی صاحب نے بتایا) میں کوئی خلل پیدا ہوتا تو مذکورہ لازم درست ثابت ہوتا جب کوئی خرابی اور خلل آتا ہی نہیں تو یہ لازم کا تکلف کیسا؟ اور یاد رکھئے مولوی قاسم نانوتوی صاحب اسی عقیدہ پر ہیں۔ تحذیر الناس کی تشریحات اس پر شاہد عدل ہیں کہ خاتمیتِ مرتبی کو تاخر زمانی لازم نہیں۔ کیونکہ نبوت ایک صفت ہے جس کے حامل کو نبی کہا جاتا ہے۔ جب ''بالذات نبوت'' کا حامل تشریف لے آئے تو بقول نانوتوی صاحب، بالعرض کا سلسلہ اُس پر ختم ہو جاتا ہے۔ اب بالذات کا حامل نبی صرف ایک صفت کے اعتبار سے بالذات نہ ہوگا بلکہ تمام صفات میں بالذات ہوگا اور ہر صفتِ بالعرض اختتام اُسی پر ہوگا۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ نبوت میں بالذات نبی حضور ﷺ ہوں اور ایمان اور علم صفات میں کوئی دوسرا بالذات ہو۔ بالذات تو مخلوق میں ایک ہی ہوگا۔ جب نانوتوی صاحب نے کُلیہ یہ دیا کہ ہر بالعرض کی صفت بالذات پر مختتم ہوتی ہے تو نبوت کے علاوہ بھی جو صفات عالیہ ہوں گی وہ بالعرض ہونے کی صورت میں بالذات پر آکر ختم ہو جائیں گی اور صرف ایک صفت نبوت کو تاخر زمانی لازم نہ ہوگا بلکہ ہر بالذات صفت کو تاخر زمانی لازم ہوگا۔ چنانچہ ہر صفت عالیہ میں حضور ﷺ موصوف بالذات اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور دیگر غیر انبیاء مومن و مُسلم موصوف بالعرض ہوں گے۔ جیسا کہ نانوتوی صاحب نے خو بھی لکھا ہے کہ:

''عالمِ حقیقی رسول اللہ ﷺ ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء اور علماء گذشتہ و مستقبل اگر عالم ہیں تو بالعرض ہیں۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۳۷) نانوتوی صاحب نے ہی کُلیہ دیا ہے کہ ''موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۳۳، ۳۴) نتیجہ

یہ نکلا کہ جس طرح نبوت بالعرض کا اختتام نبوت بالذات (حضور ﷺ) پر ہو گیا اور اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ایمان بالعرض کا قصہ بھی ایمان بالذات پر ختم ہو گیا اور اب حضور ﷺ کے بعد کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح نانوتوی کُلیے کے مطابق عِلم بالعرض کا قصہ بھی موصوف بالذات پر ختم ہو گیا اور اب حضور ﷺ کے بعد کوئی عالم نہیں۔ یعنی اس کُلیے کے اعتبار سے اب نہ نبی، نہ مومن، نہ عالم اور نہ اور کوئی کسی اور اچھی صفت کا حامل، سب بالعرض صفات عالیہ کا خاتمہ بالذات پر ہو گیا۔ (والعیاذ باللہ) اور اگر مومن و عالم باقی ہیں اور قیامت تک آتے رہیں گے تو مطلب یہ ہُوا خاتمیتِ مرتبی کو تاخر زمانی لازم نہیں۔ جب لازم نہیں تو مطلب یہ ہُوا کہ حضور ﷺ کے بعد بھی جدید نبی ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر نبی نہیں ہو سکتا تو پھر کوئی مومن بھی نہیں ہو سکتا، اور اگر مومن ہو سکتا ہے تو پھر نبی بھی ہو سکتا ہے۔ بتایئے کہاں جائیں گے نانوتوی صاحب اور اُن کے پرستار؟ یا پھر یہ کُلیہ پیش کریں کہ کچھ بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہوتا ہے اور کچھ کا نہیں، اسی طرح کبھی خاتمیت مرتبی کو تاخر زمانی لازم آتا ہے اور کبھی نہیں۔ پھر البتہ کچھ بچاؤ کی صورت نکل سکتی ہے مگر کوئی بھی صورت اختیار کریں گے، ایمان سے تو ہاتھ دھونے ہی پڑیں گے۔

ڈاکٹر صاحب آپ نے اپنی کتاب ''عقیدہ الامت میں لکھا'' قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کو کُھلے الفاظ میں خاتم النبیین کہا گیا ہے اور اس میں سو کے قریب ایسے شواہد موجود ہیں جو حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔'' (صفحہ ۸۴)

اسی صفحہ پر آپ نے لکھا:

''پُوری تیرہ صدیوں میں اس کے یہی معنیٰ (یعنی آخری نبی) سمجھے گئے اور اس کے اس معنیٰ و مفہوم سے کبھی کسی نے اختلاف نہیں کیا۔''

(صفحہ ۸۴)

جس خاتم کا معنیٰ تاریخی تسلسل اور تواتر سے ''آخری نبی'' قبول کیا گیا اور قرآن کے الفاظ اور مُرادات اور پیغمبرانہ تعلیمات کی صحیح اور واضح ترین صورت کے تحت تیرہ صدیوں تک اُمّت نے جسے بالاتفاق قبول کیا ہے، وہ قرآن وسُنّت اور پوری اُمّت کا یقینی،

قطعی اجماعی معنیٰ ''آخری نبی'' تحذیر الناس میں دکھایئے؟ فان تفعلوا و لن تفعلوا.... اور ہاں! تحذیر الناس کی عبارت ''پھر مقامِ مدح میں و لکن رسول اللہ و خاتم النبیّٖن فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے......(سے لے کر) بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدّ باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے۔'' تک کا مفہوم و مطلب بتادیجئے۔ کیا یہ ''آخری نبی'' معنیٰ لینے کی خرابیاں نہیں گنوائی گئیں؟

مطلب یہ کہ تحذیر الناس میں تو ''آخری نبی'' کا ردّ کیا گیا ہے اسی لیے نانوتوی صاحب نے لکھا:

''اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا ہو تو اُن کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفلِ نادان (مُراد نانوتوی صاحب) نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہوگیا۔

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں — بغلط بر ہدف زند تیرے

ہاں بعد وضوحِ حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ اگلے کہہ گئے تھے، میری نہ مانیں اور وہ پرانی بات گائے جائیں۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۷۷)

یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اب تک تمام اُمت کو عقیدۂ ایمانیہ قرآنیہ میں کم التفات اور فہم میں قاصر اور بے ٹھکانہ بات کہنے والے مانا۔ دراصل یہ تینوں الزام خود حضور ﷺ پر ہیں، کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ آیت کے معنیٰ حضور ﷺ وہ سمجھے جو اس طفلِ نادان نے گھڑے بلکہ قطعاً وُہی ارشاد فرمائے جن کو مصنف تحذیر الناس کم التفاتی کا نتیجہ اور فہم کی نارسائی اور بے ٹھکانے کی بات کہتا ہے۔ اور ''آخری نبی'' کے معنیٰ جس پر متعدد قرآنی شہادتیں، احادیث کے بھرپور دلائل اور بزرگانِ اُمت کی قطعی یقینی ٹھوس تصریحات موجود ہیں، ''پُرانی بات گائے جانے'' سے تعبیر کرتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔

نانوتوی صاحب ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

آپ جانتے ہیں کہ اس دُنیا میں سے کلام اللہ کے اُٹھ جانے کے بعد قیامت کا

برپا ہونا اللہ کا طے شدہ حکم ہے، ورنہ دُنیا کے ہوتے ہوئے اگر کوئی اور نبی آئے تو مضائقہ نہیں۔'' (انوار النجوم صفحہ ۵۶ ترجمہ پروفیسر محمد انوار الحسن شیرکوٹی)

حضور شیخ الاسلام پیر قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا تحذیر الناس پر فتویٰ

جناب ڈاکٹر خالد محمود صاحب دیوبندی مانچسٹروی نے خواجہ قمر الدین سیالوی قُدس سرہٗ العزیز سے منسوب ایک عبارت، مولوی کامل الدین رتوکالوی دیوبندی کی کتاب ''ڈھول کی آواز'' سے مقدمہ تحذیر الناس میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔

''میں نے تحذیر الناس کو دیکھا، میں مولانا محمد قاسم صاحب کو اعلیٰ درجہ کا مسلمان سمجھتا ہوں۔ مجھے فخر ہے کہ میری حدیث کی سند میں ان کا نام موجود ہے۔ خاتم النبیین کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے جہاں مولانا کا دماغ پہنچا ہے، وہاں تک معترضین کی سمجھ نہیں گئی۔ قضیہ فرضیہ کو قضیہ واقعیہ حقیقیہ سمجھ لیا گیا ہے (فقیر قمر الدین سیال شریف)۔''

(مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۲۳)

جہاں تک ''مولانا'' کا دماغ پہنچا ہے، اللہ نہ کرے کسی بھی مسلمان کا دماغ وہاں تک پہنچے۔ بہرحال اس کے جواب میں اگلے صفحات میں حضرت خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوبِ گرامی کا عکس پیش کیا جارہا ہے، اصل مکتوب کی زیارت بندہ نے خود کی ہے۔ اس مکتوبِ گرامی کا عکس اگرچہ اس سے قبل حضرت علامہ مولانا محمد تابش قصوری مدظلہٗ العالی بھی اپنی کتاب ''دعوتِ فکر'' میں شائع فرما چکے ہیں مگر اس کا پسِ منظر اُنہوں نے درج نہ فرمایا۔ نیز یہ مکتوب یا فتویٰ بر تحذیر الناس مولانا مرید احمد چشتی کی تالیف ''فوز المقال'' جلد چہارم صفحہ ۵۵۳ پر موجود ہے۔ ہمیں اس کا تجسس اور شوق پیدا ہوا تو بہ نفسِ نفیس جامع نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں علمائے کرام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری اور حضرت مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ بتایا گیا کہ علامہ تابش قصوری موجود نہیں ہیں۔ ہم نے اپنا مدعا عرض کیا تو

مفتی صاحب نے مولانا محمد شمس الزمان قادری رضوی (رحمۃ اللہ علیہ) کو سمن آباد، اُن کے گھر پر فون کیا اور ساری بات بتائی۔ اُنہوں نے بتایا کہ حضرت خواجہ سیالوی کا وہ اصل فتویٰ (مکتوب گرامی) میرے پاس موجود ہے۔ چنانچہ دوسرے دن ہم سمن آباد میں مولانا شمس الزمان قادری کے درِ دولت پر جا پہنچے۔ مولانا نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ ہمیں خواجہ پیر قمر الدین سیالوی کا اصل فتویٰ (مکتوب گرامی) دکھایا۔ پھر ایک لڑکا بھیج کر اُسی اصل تحریر سے فوٹو کاپی کروا کے ہمارے حوالے کی اور اس مکتوبِ گرامی کا پسِ منظر تحریری طور پر بھی اپنے لیٹر پیڈ پر لکھ کر ہمارے حوالے کیا۔[1]

پسِ منظر کچھ یوں ہے کہ مولوی کامل الدین رتوکالوی (نزد بھیرہ شریف) کی ایک کتاب ''ڈھول کی آواز'' شائع ہوئی تو اُس میں یہ بھی درج تھا کہ پیر قمر الدین سیالوی تحذیر الناس کی عبارت کو درست اور صحیح سمجھتے ہیں۔ قبلہ خواجہ سیالوی کے عقیدت مندوں تک بھی یہ بات پہنچی۔ چنانچہ پیر صاحب کے ایک خلیفۂ مجاز الحاج ڈاکٹر تسخیر احمد صاحب (مرحوم) جو سمن آباد ہی میں رہائش پذیر تھے، اُن کے ہاں جب ایک بار حضرت خواجہ سیالوی تشریف لائے تو مولانا شمس الزمان صاحب نے سارا قصہ گوش گزار کیا۔ (اسی طرح کا استفسار مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور کئی دوسرے علمائے کرام نے بھی کیا تھا۔) قبلہ پیر صاحب نے فرمایا کہ مصنف (کامل الدین) نے خیانت کی ہے، مجھ سے ایسا سوال ہرگز نہیں کیا گیا، جس طرح کہ تحذیر الناس کی عبارت ہے، بلکہ اُس کی نوعیت اور تھی۔ چنانچہ آپ نے وعدہ فرمایا کہ سیال شریف جا کر تحذیر الناس سے متعلق فتویٰ لکھ دُوں گا۔ اُن کے تشریف لے جانے کے بعد جب ڈاکٹر تسخیر احمد صاحب مرحوم سیال شریف گئے تو قبلہ پیر قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے یہ فتویٰ تحریر فرما کر ڈاکٹر صاحب کے حوالے کر دیا اور ڈاکٹر صاحب مرحوم نے لاہور پہنچ کر یہ فتویٰ مولانا شمس الزمان قادری کو دے دیا۔

---

[1] آج ان باتوں کو پندرہ بیس برس بیت چکے، نہ حضرت مفتی صاحب رہے نہ علامہ شرف قادری اور نہ مولانا شمس الزمان قادری، کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ اللہ تعالیٰ ان نفوسِ قدسیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔

حضرت علامہ مولانا شمس الزمان قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ غوث العلوم جامعہ رحیمیہ رضویہ نیو سمن آباد لاہور کے مہتمم تھے اُن کے کتب خانے میں یقیناً اصل مکتوبِ گرامی اب بھی موجود ہوگا۔ سالہا سال سے یہ عکس کتاب ''دعوتِ فکر'' میں چھپ رہا ہے۔

پیر قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی سند میں نانوتوی کا نام نہیں

حضور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث پاک کی سند میں کہیں بھی مولوی محمد قاسم نانوتوی کا نام نہیں۔ چونکہ عرصہ دراز سے یہ بات ذہن میں تھی اور کبھی یہ بات لاہور جامعہ نظامیہ کے شیخ الحدیث علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خط لکھ کر پُوچھی تھی، جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ:

''حضرت شیخ الاسلام سیالوی کی سند میں محمد قاسم نانوتوی کا نام بھی نہیں اس لیے وہ عبارت ہی (جو مولوی کامل الدین نے اپنی کتاب ''ڈھول کی آواز'' میں دی ہے۔ راقم) جعلی معلوم ہوتی ہے۔''

(مکتوب محررہ ۱۱ر مئی ۱۹۹۲ء)

مگر ''شُنیدہ کے بود مانند دِیدہ'' (یعنی سُنی ہوئی بات کی وُقعت دیکھی ہوئی بات کے مقابلہ میں نہیں ہوسکتی) بندۂ ناچیز مورخہ ۲۰۱۱-۷-۷ بروز جمعرات شدید گرمی میں تین بجے سیال شریف پہنچا۔ سیال شریف ضلع سرگودھا کی تحصیل ساہیوال سے جھنگ روڈ پر کوئی دس بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ پانچ بجے خواجہ حمید الدین سیالوی سجادہ نشین اپنی بیٹھک پر تشریف لائے۔ ملاقات کا شرف حاصل کیا اور پھر مُدّعا عرض کیا۔ آپ نے کمال شفقت و مہربانی فرماتے ہوئے حضور شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کی سند اُن کے کمرے سے اُتروا کر دکھائی۔ مجھے حکم فرمایا۔ پڑھو! سند کافی بڑی تھی اور علامہ مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی تھی۔ میں نے ایک ایک لفظ پڑھا۔ جہاں جہاں کوئی نام آتا تھا وہ سُرخ روشنائی سے نمایاں کر کے لکھا گیا تھا۔ اس میں مولانا فضل حق خیر آبادی کے بیٹے مولانا عبدالحق خیر آبادی کا نام بھی تھا۔ خواجہ حمید الدین

صاحب نے مجھ سے پُوچھا۔ بتاؤ اس میں کہیں بھی نانوتوی کا نام ہے؟ عرض کیا، نہیں! فرمایا اگر تم یہ سند اُنہیں دکھا بھی دو وہ پھر بھی نہیں مانیں گے، کوئی اور حجت نکال لیں گے، وہ تو قرآن جیسی سند جس میں حضور نبی کریم ﷺ کے علومِ غیبیہ اور دیگر کمالات درج ہیں دیکھ کر اور پڑھ کر انکار کر دیتے ہیں اور مختلف لایعنی تاویلوں سے آپ کے جُملہ خصائص کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہ سند کب مانیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اُنہوں نے نہ تو مدرسہ دیوبند میں پڑھا ہے اور نہ کسی دیوبندی سے پڑھا، اُن کی سند میں قاسم نانوتوی کا نام کیسے آسکتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے پیر قمر الدین سیالوی کو پڑھنے کے لیے اجمیر شریف بھیجا۔ جہاں آپ نے مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں داخلہ لیا (جس کو کسی دوسرے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے) جس کے مہتمم دیوان آلِ رسول تھے۔ آپ ابھی پڑھ رہے تھے کہ حضرت خواجہ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔ ناچار پیر قمر الدین صاحب کو پڑھائی چھوڑ کر سیال شریف آنا پڑا۔ مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے صدر مدرس مولانا معین الدین اجمیری تھے۔ چونکہ پیر صاحب کی تعلیم نامکمل رہ گئی تھی جس کا صدر مدرس مولانا معین الدین اجمیری کو افسوس تھا۔ اس لیے اُنہوں نے حضرت دیوان آلِ رسول سے کہا کہ میں یہ مدرسہ چھوڑ کر پنجاب سیال شریف جانا چاہتا ہوں تاکہ صاحبزادے کی تعلیم مکمل ہو سکے۔ دیوان آلِ رسول نے فرمایا: آپ ایک طالب علم کے لیے پُورا مدرسہ چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں۔ مولانا اجمیری نے کہا: وہ ایک بچہ اور طالب علم نہیں وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ چنانچہ مولانا معین الدین اجمیری سیال شریف چلے آئے۔ یہاں رہ کر اُنہوں نے خواجہ قمر الدین کی تعلیم مکمل کروائی۔ جب مطمئن ہو گئے تو واپس اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر اُنہوں نے سند خود اپنے ہاتھ سے لکھی اور سیال شریف حضور شیخ الاسلام خواجہ پیر قمر الدین سیالوی کو بھجوا دی۔ یہ ہے وہ سند جس کی آپ زیارت کر رہے ہیں۔ سند کے نیچے مولانا معین الدین اجمیری کے اپنے دستخط اور مُہر بھی تھی۔

لیکن اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو سب حقیقت معلوم ہے مگر جھوٹ اور غلط بیانی جب عادتِ ثانیہ بن جائے تو ایسے مشاہدات بھی ناکارہ ہی ثابت ہوتے ہیں۔

قارئین کی دلچسپی کے لیے حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات بعنوان ''انوارِ قمریہ'' سے ایک اقتباس نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جس کے مؤلف قاری غلام احمد سیالوی ہیں، لکھا ہے:

''(خواجہ قمر الدین سیالوی نے) فرمایا: وہابی دیوبندی لوگ مسلمانوں کو بہکانے کے لیے دیوبند سے سند لے کر آجاتے ہیں اور اُمّتِ مصطفیٰ ﷺ میں بے دینی پھیلانے کے لیے مبلغ بن کر اپنی فرسودہ کلام و بیان شروع کر دیتے ہیں، چند دیوبندی مولویوں نے میرے پاس بھی سندیں لکھ بھیجیں جواب تک میرے ہاں موجود ہیں۔ حالانکہ نہ میں نے کسی دیوبندی کے پاس جا کر پڑھا نہ ہی دیوبند سے کوئی سند خود منگوائی۔ اگرچہ بریلوی سُنّی صحیح العقیدہ حضرات مجھ پر اعتراض کریں گے لیکن یقین جانیں نہ ہی دیوبندیوں کی سندوں سے مجھے فخر ہے نہ ان کا میں محتاج ہوں۔ وہ تو خود بخود ان لوگوں نے میرے پاس بھیج دی ہیں۔ بعض قابلِ فخر سندات دوسرے حضرات کی بھی موجود ہیں مثلاً ایک سند شیخ الحدیث حرمین شریفین حضرت عمر ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے عنایت فرمائی تھی دوسری اُندلس کے قاضی ابوبکر صاحب نے عطا فرمائی۔ تیسری اپنے اُستاد اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ اقدس سے تحریر فرما کر اجمیر شریف سے بھیج دی...... مولانا جب یہاں سے واپس اجمیر تشریف لے گئے تو وہاں سے سند روانہ فرما دی جو میرے پاس موجود ہے۔ میرے واسطے، یہ ناز اور قابلِ فخر و مباہات یہ سندیں ہیں۔'' (انوارِ قمریہ صفحہ ۲۸۰-۲۸۱ مطبوعہ ادارہ تعلیمات اسلاف لاہور، جولائی ۱۹۹۵ء)

سند کا سلسلہ اعلیٰ حضرت سے جاملا:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے حرمین شریفین میں حج کے موقعہ پر جن علماء کو سندیں عطا فرمائیں اُن میں شیخ عمر بن حمدان رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں (دیکھئے اعلیٰ حضرت کا رسالہ ''استمداد علیٰ اَجیالِ الارتداد'' مقدمہ ڈاکٹر مسعود احمد صفحہ ۱۲، صفحہ ۲۵/ الاجازۃ المتینہ از مولانا حامد رضا خان بریلوی)۔ یہ وہی شیخ عمر بن حمدان ہیں جن کا ذکر خواجہ قمر الدین سیالوی نے ''انوارِ قمریہ'' میں فرمایا کہ مجھے اُن کی عطا کردہ سند پر فخر ہے۔ یوں یہ سلسلہ بجائے نانوتوی صاحب کے اعلیٰ حضرت بریلوی سے جاملا۔ **لیجئے مکتوبِ گرامی دیکھئے۔**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ وعلی من تبعھم باحسان الی یوم الدین - امابعد ! کچھ عرصہ ہوا فقیر کے پاس ایک استفتاء پہنچا کہ زید یہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی اگر نہ بھی لیا جائے بلکہ یہ معنی بھی کر لیا جائے کہ تمام انبیاء کرام حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار و فیوض سے مقتبس ہیں تو نہایت مناسب ہوگا کیا زید پر فتوی کفر لگایا جا سکتا ہے یا نہ ؟ جواب میں لکھا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائیگا بعد میں سنا گیا کہ بعض علماء اہل سنت نے فقیر کے اس فتوی کو اس وجہ سے ناپسند کیا ہے کہ مولوی قاسم نانوتوی کے رسالہ تحذیر الناس کی اس نوعیت کی عبارت پر علمائے اہل سنت نے کفر کا فتوی دیا ہے - چنانچہ رسالہ مذکور کا مطالعہ کیا تو تحذیر الناس کی عبارت اور اس استفتاء کی عبارت میں فرق بعید ثابت ہوا

بحث رسالہ مذکور کی تمہید میں مندرجہ ذیل تصریحات پر مبنی ہے -

(۱) خاتم النبیین کا معنی لا نبی بعدہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ لینے پر مُصر ہے - حالانکہ یہ معنی احادیث صحاح سے ثابت ہے - اس پر اجماع صحابہ ہے ومن بعدہم الی یومنا ہٰذا متواتر متوارث یہی معنی کیا جا رہا ہے -

(۲) رسالہ مذکورہ میں واضح طور پر لکھا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیاء کرنے سے کلام ماقبل لکن ومابعد لکن یعنی مستدرک منہ و مستدرک کے مابین کوئی تناسب نہیں رہتا -

(۳) رسالہ میں موجود ہے کہ یہ معنی کرنے سے کلام الٰہی میں حشو و زوائد کا قول کرنا پڑے گا یعنی لکن زائد حرف ماننا پڑے گا

(۴) کہتا ہے کہ یہ مقام مدح ہے اور آخر الانبیاء ماننے سے مدح ثابت نہیں ہوتی بلکہ عام انسانوں کے عام حالات ذکر کرتے ہیں اور یہ معنی لینے میں کوئی فرق نہیں وغیر ذلک من التہافۃ الفضیلۃ الجزوی اس فقیر نے ضروری خیال کیا کہ اس صورت واقعیہ اور اس فرضی استفتاء میں فرق کی بنا پر رسالہ مذکورہ کی عبارت کے بارے میں اپنی ناقص رائے ظاہر کرے -

(۱) تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیین کا معنی خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں لیا گیا تاکہ دو معانی مانعۃ الجمع کی تاویل کی جا سکے - بلکہ آخر الانبیاء کے معنی کو غیر صحیح ثابت کرنے کے الفاظ لائے گئے ہیں لہٰذا احادیث صحیحہ سے انکار اور اجماع صحابہ سے فرار اور باقی امت کے متفق عقیدہ و اجماع سے تضاد قطعی طور پر ثابت ہے

(۲) مصنف رسالہ کے ذہن میں کلام ماقبل لکن و مابعد لکن میں تناسب کی نفی بیٹھ گئی ہے اگر اپنے کیے ہوئے معنی پر نظر ڈالتے تو اس صورت میں کبھی اس کو یہ نہیں نظر آتا - یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ تعالی کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کو فیض رساں ہیں - اب بتائیے کہ اس مستدرک منہ اور مستدرک میں فرق لکن نے کیا کیا - اور کیا مناسبت اس استدراک کی وجہ سے پیدا ہوئی ؟

(۳) اور معنی کے اعتبار سے بھی حرف لکن زائد ثابت نہ ہو تو کیا ہوا - واو عاطفہ یہ کام نہ کر سکتی تھی ؟ استدراک کی ترکیب کیوں استعمال فرمائی گئی ؟ اس کو دیکھ نادان کو سمجھ ہوتی تو معنی لا نبی بعدہ صلے اللہ علیہ وسلم کرنے سے مدح بالذات اس موصوف بالذات کیلئے اظہر من الشمس اور ابین من الامس موجود ہے - احادیث صحیحہ کے انکار کی بھی ضرورت پیش نہ آتی - شذوذ عن الجماعۃ بھی نہ کرنا پڑتا - غور فرمایئے اللہ تعالی فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۝ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تم جیسے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن تم یہ مت خیال کرو کہ باپ کی سی شفقت و رأفت و رحمت سے تم محروم ہو کیونکہ وہ رحمۃ للعالمین کافۃ للناس کیلئے قیامت تک آخری رسول ہیں جن کی شفقت و رحمت باپ سے ہزاروں درجہ زیادہ ہے جو ہمیشہ کیلئے تمہیں نصیب رہے گی وہ تو عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ کا رتبہ رکھنے والے رسول ہیں - اب بتایئے موصوف بالذات و مقام مدح والا اشکال حل ہوا یا نہ ؟ اور مستدرک منہ اور مستدرک کے مابین مناسبت سمجھ میں آئی یا نہ ؟ اور مصنف کے دماغ سے حشو و زوائد خارج ہوا یا نہ ؟ مصنف تحذیر الناس ان چند علمی مصطلحات کا ذکر کر کے بھی بالکل بے محل اور بے ربط کرتے ہوئے اپنی عامیانہ نظر و فکر پر پردہ نہ ڈال سکا اور التزاماً منکر احادیث صحیحہ و نصوص متواترہ قطعیہ ثابت ہونے کے علاوہ شاذ عن الجماعۃ و خارق اجماع ثابت ہوا - لہٰذا فقیر کا فتوی عدم تکفیر اس فرضی زید کے متعلق ہے نہ کہ مصنف تحذیر الناس کیلئے - والحق ما قد قیل فی حقہ من قبل العلماء الاعلام

فقیر محمد قمر الدین السیالوی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف

اس موقعہ پر ہم خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور فتویٰ بھی آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ آج سے سترہ اٹھارہ سال پہلے علامہ شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فتویٰ (جو اُس وقت غیر مطبوعہ تھا) ہمیں عنایت فرمایا بعد میں اس کا عکس ''دعوتِ فکر'' میں دے دیا گیا۔

اگلے صفحہ پر اس فتوے کا عکس بھی دیا جا رہا ہے۔ یہ استفتاء مورخہ ۱۷ر جنوری ۱۹۷۵ کو قاضی محمد امین صاحب امام مسجد چکوڑہ ڈاک خانہ اوڈھر والا چکوال کی جانب سے ارسال کیا گیا۔ اس میں تحذیر الناس کا ذکر واضح طور پر موجود ہے۔ فتویٰ خود قبلہ پیر صاحب نے تحریر فرمایا اور آخر میں دستخط بھی ثبت فرمائے۔ پیر صاحب نے لکھا:

''مذکورہ عقیدہ کفرِ صریح ہے، ایسے عقیدہ رکھنے والے بے دین وگمراہ و کافر، جاہل ہیں، اُن کے پیچھے نماز قطعاً ناجائز ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم۔

محمد قمر الدین غفرلہ السیالوی''

لیجئے استفتاء اور فتویٰ دونوں کا عکس ملاحظہ فرمائیں۔

از چکوال

۲۸۶/۹۲

۴ر محرم الحرام ۱۳۹۵ھ
۱۷ر جنوری ۱۹۷۵ء

بر سر تحفہ مبارک...

حضرتِ والا تبار محترم المقام قبلہ وکعبہ خواجہ صاحب! دام ظلکم العالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ و مزاجِ اقدس؟

سلامُ اللہ سلامُ اللہ علیکم

وجسمی ھٰھنا قلبی لدیکم

ازراہِ کرم گستری و بندہ پروری حسبِ ذیل استفتاء کا جواب اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں! تاکہ عوام کالانعام کے استفادے کیلئے اسے شائع کرایا جا سکے! وما توفیقی الا باللہ۔

یکے از حاشیہ نشینان: ...

قاضی محمد امین
امام مسجد چکوڑہ
ڈاکخانہ: اوڈھر وال تحصیل چکوال

حافظ غلام حسن

استفتاء ۶ نمبر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلے میں کہ ''زید کا عقیدہ حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ ہے کہ آپکی ذاتِ گرامی کو علمِ غیب عطائی بھی نہیں ہے اور آپ حاضر وناظر بھی نہیں ہیں۔

نیز ختم و نیاز و عرس بزرگانِ دین و میلاد شریف اور نمازِ جنازہ کے بعد کی دعاء وحیلہ اسقاط اور دیگر امورِ مستحبہ کو ناجائز سمجھتا ہے۔ نیز تحذیر الناس کی اس عبارت کو جس میں ''بالفرض آپکے زمانے میں یا آپکے بعد کوئی نبی آ جائے تو حضور کی خاتمیت میں فرق نہیں آتا'' صحیح سمجھتا ہے۔ اور عبارت ''حفظ الایمان'' کہ زید حضور علیہ السلام کو علمِ غیب کُل مانتا ہے تو یہ نہیں اور اگر جزئی مانتا ہے تو ایسا علم زید، عمر، بکر، مجنون و بہائم کو بھی حاصل ہے۔ جس میں آپکے نام شریف کو تشبیہ مجنون و بہائم سے دی گئی۔ اس عبارت کو بھی صحیح سمجھتا ہے۔

کیا ایسے شخص مذکور کے پیچھے نمازِ جنازہ و دیگر نمازیں پڑھنا جائز ہیں یا نہیں؟

... الجواب وھو الموفق للصواب

مذکورہ عقیدہ کفرِ صریح ہے ایسے عقیدہ رکھنے والے بے دین وگمراہ و کافر و جاہل ہیں اُنکے پیچھے نماز قطعاً ناجائز ہے واللہ ورسولہ اعلم

محمد قمر الدین غفرلہ السیالوی

اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے:

اس ضرب المثل کا صحیح مفہوم و معنیٰ سمجھنے کے لیے ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی یہ عبارت انتہائی درجے کی موزوں ثابت ہو رہی ہے، فرماتے ہیں: ''مولانا احمد رضا خان حضرت نانوتوی...... کے کلام میں ہیر پھیر نہ کرتے، مختلف مقامات سے مختلف جملے لے کر انہیں ایک مسلسل عبارت نہ بناتے اور تحذیر الناس کو سمجھنے کی کوشش کرتے تو قادیانیوں کو تحذیر الناس سے استدلال کرنے کا وہم بھی نہ ہو سکتا تھا مگر افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے قادیانیوں کا ہاتھ مضبوط کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔'' (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۲۴) اس میں شک نہیں کہ قادیانی اس مسئلے میں نانوتوی صاحب کو اپنا امام مانتے ہیں مگر یہ بات ہرگز درست نہیں کہ اس کا سبب امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ تحذیر الناس مکتبہ حفیظیہ صفحہ ۳۲ والی عبارت ''سو عوام کے خیال ہیں.... الخ''

صفحہ ۵۶ والی عبارت، ''اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو...... الخ اور صفحہ ۷۶ والی عبارت، ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو...... الخ تینوں عبارات الگ الگ مستقل طور پر اپنی جگہ صریح کُفریہ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب سے کوئی پوچھے کہ آپ امام احمد رضا خاں بریلوی پر تو ناحق الزام دھرتے اور ناحق بہتان باندھ کر کہتے ہیں کہ اُنہوں نے مختلف مقامات سے مختلف جُملے لے کر ایک مسلسل عبارت بنا دیا جس سے کُفر کے معنیٰ پیدا ہو گئے، آپ کے مولانا اشرف علی تھانوی نے جو لکھا ہے کہ تحذیر الناس کی اشاعت پر پُورے ہندوستان کے عُلماء نے موافقت نہیں کی، اُس وقت اُن کے سامنے مختلف مقامات سے مختلف جُملے لے کر ایک مسلسل عبارت کہ جس سے کُفر کا مفہوم پیدا ہو، کس نے رکھی تھی کہ اُنہوں نے فوراً نانوتوی صاحب کی مخالفت شروع کر دی؟ اس عبارت کے آگے پیچھے کرنے کی بات کے ساتھ ساتھ آپ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ اس طرح تو قرآن آیات میں بھی نعیم کی جگہ جحیم کر دیا جائے تو معنیٰ و مفہوم کُفریہ پیدا ہو جاتا ہے اور یہی کام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے، چلئے ڈاکٹر صاحب آپ چھوٹے بڑے

مل کر ان تین عبارات کی کوئی ایسی ترتیب دیجئے کہ جس سے کُفر کے معنیٰ نہ پیدا ہوں۔ یعنی نعیم کی جگہ نعیم اور جحیم کی جگہ جحیم رکھیے۔ اور بتایئے کہ اس طرح اس عبارت کو رکھا جائے تو کُفریہ مفہوم نہیں نکلتا۔ آپ نے جتنا زور مارا ہے اور جتنے ناحق بہتان باندھے ہیں فقط اس لیے کہ ان عبارات سے ''ختمِ مرتبی'' ثابت ہو جائے۔ یہ تاویل آپ کی آخری پناہ گاہ تھی جس میں آپ اپنی کم علمی، بے خبری، تعصب، ضد، ہٹ دھرمی اور تنقیص پسندی کے باعث پناہ گزیں ہوئے مگر آپ کے مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی اور سیّد انور شاہ کشمیری نے اس پناہ گاہ کو بھی خاکستر کر کے رکھ دیا۔ اور اب آپ کہیں کے نہ رہے۔ کیونکہ اب آپ کے عقیدے میں نہ مرتبی میں فرق آتا ہے اور نہ زمانی میں اور آپ ختمِ نبوت زمانی کے منکر قرار پائے۔ یہی کچھ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اور جس کی بھرپور تائید آپ کے جید علماء مولانا انور شاہ کشمیری، مفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے کر دی، اس کے بعد اگر آپ کے پاس کوئی کارآمد دلیل ہے تو پیش فرمایئے۔ تحذیر الناس کی عبارات سے دلچسپی رکھنے والے دیوبندی حضرات سے گذارش ہے کہ وہ اپنے بڑے بڑے علماء سے سوال کریں کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عبارات درج کی ہیں کہ جن کے اُلٹ پھیر کا طعنہ اور بہتان اُن کے سر رکھا جاتا ہے، اُنہیں کچھ اس طرح ترتیب دیں کہ مفہوم کُفریہ نہ رہے۔ یاد رہے اور خوب یاد رہے کہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تین جُملے اکٹھے لکھے ہیں مگر جُملوں میں ردّ و بدل نہیں کیا۔ نعیم کی جگہ جحیم نہیں لکھا۔ اس لیے کسی کا یہ سوال کہ تحذیر الناس میں یہ عبارت بعینہٖ اسی طرح دکھا دو، کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ تین مکمل جُملے بغیر کسی ردّ و بدل کے محض ایک جگہ لکھ دیے گئے ہیں۔ جبکہ الگ الگ کرنے سے بھی معنیٰ و مطلب وہی برقرار رہتا ہے جو اکٹھا لکھ دینے سے نکلتا ہے۔ ورق ورق اس کا ثبوت ہم نے دے دیا ہے۔ دوسری بات کہ جس پر طعن و تشنیع کی جاتی ہے یہ ہے کہ بریلوی ان عبارات سے ''ختمِ مرتبی'' کی تاویل نہیں کرتے۔ ختمِ مرتبی کی تاویل کو خود آپ کے جیّد علماء نے اُڑا کے رکھ دیا۔ اب بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ سوائے توبہ کرنے کے

اور کوئی صورت نہیں۔ اور توبہ کی توفیق بفضلہٖ تعالیٰ اُسے یقیناً مل جاتی ہے۔ جو سچی ہدایت کا طلب گار ہو۔

یہ خطا کار اپنے اللہ جلّ مجدہٗ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہے کہ جس نے آپ لوگوں کے باطل نظریات بالخصوص ''ختمِ مرتبی'' کی تاویل، کہ جس کو آج تک اس طرح ردّ نہیں کیا گیا، آپ ہی کے طبقے کے علماء کی عبارات کے حوالے سے ردّ کرنے کی توفیق ارزانی بخشی۔ بے شک یہ سب میرے ربّ کریم کا کرم اور حضور ﷺ کی نعلینِ مقدّسہ کا صدقہ ہے، ورنہ من آنم کہ من دانم۔ بندۂ ناچیز نے آپ کے تمام راستے بفضلہ بند کر دیئے ہیں۔

وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (یٰسٓ۔۹)

ترجمہ: اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور اُن کے پیچھے ایک دیوار اور اُنہیں اُوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ نہیں سُوجھتا۔

مکتوبِ گرامی کا تجزیہ

شاید کچھ حضرات مکتوب ہذا کی عبارت کو نظر انداز کر دیں یا سرسری سا پڑھ کر آگے نکل جائیں۔ لیکن یہ مکتوبِ گرامی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑی سی عبارت میں تحذیر الناس کی اصلیّت کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا ہے اور پرستارانِ تحذیر الناس کو اُن کا اصلی چہرہ دکھا دیا ہے۔ فجزاء ہ اللہ کثیراً و احسن الجزاء۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد اُنہوں نے پہلے اُس استفتاء کا ذکر فرمایا جو اس سے قبل کچھ عرصہ اُن کے پاس پہنچا۔ استفتاء یہ تھا:

''زید یہ کہتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی اگر نہ بھی لیا جائے بلکہ یہ معنیٰ بھی کر لیا جائے کہ تمام انبیاء کرام حضور اقدس ﷺ کے انوار و فیوض سے مُقتَبِس (روشنی لینے والے) ہیں تو نہایت مناسب ہوگا، کیا زید پر فتویٰ کُفر لگایا جا سکتا ہے یا نہ؟''

حضرت شیخ الاسلام نے جواب میں فرمایا کہ اس قول پر زید کو کافر نہ کہا جائے گا۔ کافر نہ کہنے کی وجہ صاف سمجھ میں آتی ہے کہ زید خاتم النبیین کے اصل معنیٰ ''آخری نبی'' کا انکاری نہیں بلکہ حقیقی اور اصلی معنیٰ وہ یہی لیتا ہے البتہ اس کے ساتھ وہ یہ معنیٰ بھی لے لیتا ہے کہ تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کے انوار و فیوض سے روشنی لینے والے ہیں۔ یعنی شایانِ شان معنیٰ جو شانِ نزول کے عین مطابق ہے وہ تو ''آخری نبی'' ہی ہے۔ یہ معنیٰ قائم رکھ کر آگے دوسرا معنیٰ بھی کرتا ہے۔ چونکہ زید حقیقی معنی سے ہٹا نہیں اور اجماعِ اُمت کے ساتھ ہے، اس لیے اُسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ آگے پیر سیالوی فرماتے ہیں کہ اس معنی اور تحذیر الناس کے معنی میں فرقِ بعید ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ نانوتوی صاحب اس رسالہ کی تمہید میں ''خاتم النبیین کا معنی لا نبی بعدہ (ﷺ) نہ لینے پر مُصِر ہے۔ (یعنی بضد ہے)''[1] اگر کسی سے کہا جائے کہ خاتم النبیین کا ایک معنیٰ بیان کرو اور وہ کہے: ''آخری نبی'' تو یہ عین قرآن و حدیث کے مطابق ہوگا۔ اور اگر وہ کہے: ''بالذات نبی'' تو یہ قرآن و حدیث اور اجماعِ اُمّت کے مطابق نہ ہوا۔ اس سے آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ یوں نصِ قطعی کا انکار لازم آیا اور ایسے عقیدے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ دیکھئے صرف ایک ترجمہ نانوتوی صاحب نے ''ختمِ زمانی'' نہیں بلکہ ''ختمِ مرتبی'' کیا ہے۔ اور اسے ہی اصلی، حقیقی اور شایانِ شان کہا ہے۔ ختم زمانی کے بارے میں ''نہ'' لکھ کر انکار کر دیا ہے۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

---

1. مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں: ''جب خاتم النبیین کے معنی خود قرآن مجید کی ایک سو آیات نے واضح طور پر بتلا دیے ہیں جس میں کسی قسم کے مجاز یا مبالغہ کو دخل نہیں دیا اور پھر نبی کریم ﷺ نے دو سو دس احادیث میں اس کی ایسی شرح کی ہے جس میں کوئی خِفا (پوشیدہ راز) باقی نہیں رہا، اور پھر اجماع صحابہ اور اقوالِ سلف نے اس کے ظاہری اور حقیقی معنی مراد لینے پر مُہر کر دی تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی مجازی معنیٰ مراد لے اگر چہ الفاظ میں اس کا احتمال بھی ہو۔'' (ختمِ نبوت صفحہ ۱۱۳)

"اگر بطور اطلاق یا عمومِ مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبہ سے عام لے لیجیے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مُراد ہو تو شایانِ شانِ محمدی ﷺ خاتمیتِ مرتبی ہے نہ زمانی۔" (تحذیر الناس صفحہ ۴۴)

اب اگر کہا جائے کہ نانوتوی صاحب ختمِ زمانی کے بھی قائل ہیں اور اس طرح کہا بھی جاتا ہے، تو عرض ہے کہ پہلے وہ مرتبی کے قائل ہیں اور پھر زمانی کے بدلالت التزامی قائل ہیں۔ یعنی حقیقی معنیٰ تو خاتمیت مرتبی لیتے ہیں، البتہ خاتمیتِ زمانی کو اس کے لیے لازم قرار دیتے ہیں، مطلب یہ کہ خاتمیتِ مرتبی کو خاتمیتِ زمانی لازم ہے کیونکہ

"ایسی ارفع واعلیٰ نبوت کا ٹھکانہ سوائے آخر کے اور کسی جگہ نہیں۔"

(حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۴۶)

اور بقول ڈاکٹر خالد محمود:

"سب سے آخر میں وہی ہونا چاہیے جو سب سے عالی مرتبہ ہو۔"

(مقدمہ صفحہ ۲۰)

لیکن عین دوسری جانب یہ کہہ کر زمانی کے بدلالتِ التزامی ہونے کا بھی انکار کر دیتے ہیں کہ

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" (تحذیر الناس صفحہ ۷۶)

ایک چُبھتا ہوا سوال:

نانوتوی صاحب کہتے ہیں کہ خاتمیتِ مرتبی کو خاتمیتِ زمانی لازم ہے، ڈاکٹر خالد محمود صاحب کا کہنا ہے کہ "سب سے آخر میں وہی ہونا چاہیے جو سب سے عالی مرتبہ ہو۔" حافظ عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں کہ "ایسی ارفع واعلیٰ نبوت کا ٹھکانہ سوائے آخر کے اور کسی جگہ نہیں۔" (حاشیہ صفحہ ۴۶) "پس یہ لازم ٹھہرا کہ ایسا نبی تمام نبیوں کے بعد مبعوث ہو۔" (حاشیہ صفحہ ۴۳) سوال یہ ہے کہ جب حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے سے آپ کی خاتمیتِ

مرتبی میں کچھ فرق نہیں آتا گویا مرتبہ میں کچھ فرق نہیں پڑتا تو آخر میں آنا لازم کیوں ہوا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ آخر میں نہ آنے سے مرتبہ میں فرق پڑتا ہے؟ اور آپ کی بتائی گئی خاتمیتِ مرتبی بھی باقی نہیں رہتی؟ در پردہ کوئی اُلجھن ضرور ہے۔

نانوتوی صاحب کے عقیدے میں حضور ﷺ نہ بالذّات نبی نہ تاخر زمانی لازم

جب اس بات کو مانا جائے کہ

"ایسی ارفع واعلیٰ نبوت کا ٹھکانہ سوائے آخر کے اور کسی جگہ نہیں۔"

یا "سب سے آخر میں وہی ہونا چاہیے جو سب سے عالی مرتبہ ہو۔"

تو لامحالہ مطلب یہ نکلا کہ سب سے آخر میں آنے والا نبی ہی سب سے عالی مرتبہ اور اعلیٰ وارفع ہوگا۔ اس شان کا مالک نبی، نانوتوی صاحب کے نزدیک "بالذات نبی" کہلاتا ہے۔ یعنی بالذات نبی کو آخری ہونا لازم ہے یا جو آخری ہوگا اُسے بالذات نبی ہونا ضروری ہے۔

اور دوسری طرف جب اس بات کو مانا جائے کہ

"اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہ آئے گا۔" تو نانوتوی صاحب کا اپنا اختراع شدہ معنیٰ "بالذات نبی" بھی غلط قرار پاتا ہے جو حضور ﷺ کے لیے وہ ثابت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ حضور ﷺ کے زمانہ کے بعد بھی کسی نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیتِ محمدی (مرتبی) کے خلاف نہیں سمجھتے۔ تو لامحالہ مطلب یہ نکلا کہ "بالذات نبی" حضور ﷺ نہ ہوئے بلکہ آپ کے بعد پیدا ہونے والا نبی ہُوا۔ کیونکہ "سب سے آخر میں وہی ہونا چاہیے جو سب سے عالی مرتبہ ہو۔" اور وہی نبی بالذات بھی کہلائے گا۔ آخری جو ہُوا، جسے بالذات ہونا ضروری،

اور بالذات ہوا تو آخری ہونا لازم۔ اب اس شان کا مالک وہ نبی ہوگا جو نانوتوی صاحب کے عقیدے کے مطابق حضور ﷺ کے بعد پیدا ہو بھی تو خاتمیتِ محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ لہٰذا نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کا جو معنیٰ ''بالذات نبی'' وضع کیا تھا، وہ بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو......الخ کے جُملے سے خود ہی باطل کر دیا۔ اب نانوتوی صاحب کے نزدیک حضور ﷺ بالذات نبی نہیں نہ تاخر زمانی لازم۔ یاد رہے کہ ''کچھ فرق نہ آئے گا۔'' کے الفاظ آپ ﷺ کے بعد بھی نبی کے پیدا ہونے کو ثابت کر رہے ہیں، جب نانوتوی صاحب کے عقیدے میں حضور ﷺ بالذات نبی ہی نہ رہے تو لا محالہ آخری نبی بھی نہ رہے۔ کیونکہ بالذات نبی ہی کو تاخر زمانی لازم تھا۔ یُوں خاتمیتِ زمانی و مرتبی اور بالذات نبی ہونا، سب کا خود ہی انکار کر ڈالا۔ بالفرض کو تو اب درمیان میں لائیں ہی نہیں۔ فرض کرنا تسلیم کرنا ہوتا ہے۔ نانوتوی صاحب کی ہم نوائی میں جملہ پرستاران تحذیر الناس کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر مانا جائے تو اس سے حضور ﷺ کی خاتمیتِ مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہ آئے گا۔ (مقدمہ تحذیر الناس صفحہ ۱۷)

چلئے فرق خاتمیتِ زمانی میں آئے گا۔ یہ تو آپ سب کا عقیدہ ہے۔ جس خاتمیت میں فرق آنا مانتے ہیں اُسے دوسری خاتمیتِ مرتبی کے لیے لازم بھی مانتے ہیں، جیسا کہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نانوتوی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''آپ کے عقیدے میں بناء خاتمیت (یعنی بالذات نبی) کو تاخر زمانی کہ آپ کا زمانہ آخری مانا جائے بہر حال لازم تھی۔'' (مقدمہ صفحہ ۱۲)

اب ایک طرف وہ ختم زمانی کو ختم مرتبی کے لیے لازم مانتے۔ ہیں، دوسری جانب آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیتِ محمدی (مرتبی) کے مُعارِض بھی نہیں سمجھتے، کہتے ہیں:

''اس سے حضور ﷺ کی خاتمیتِ مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہیں آئے گا۔'' (مقدمہ صفحہ ۱۷)

وہی بات کہ خاتمیتِ مرتبی کے لیے خاتمیتِ زمانی لازم۔ جب لازم نہ رہا ملزوم بھی نہ رہا۔ خاتمیتِ مرتبی بھی نہ رہی، خاتمیتِ زمانی بھی نہ رہی۔

تو ڈاکٹر خالد محمود صاحب کا یہ کہنا غلط ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہوتا تو خاتمیتِ مرتبی بہرِ حال قائم رہتی۔ (مقدمہ صفحہ ۱۵) ''بہر حال'' کا مطلب ہے، ہر حال میں، یہاں خاتمیتِ مرتبی میں ہر حالت میں کیسے قائم رہے گی۔ جیسے کہہ دیا جائے کہ اگر بالفرض بادل نہ بھی ہوں تو بارش بہر حال قائم رہتی۔ کیا کوئی صاحبِ عقل یہ بات تسلیم کر سکتا ہے؟ علاوہ ازیں اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی ہو تو اس میں آپ کی کسرِ شان ہے اس طرح بھی خاتمیتِ مرتبی باقی نہیں رہتی۔ جیسا کہ اس سے قبل دلائل کے انبار سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اب ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہُوا کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ مرتبی اور خاتمیتِ زمانی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (والعیاذ باللہ) یوں صاحبِ تحذیر الناس اور ہم نوا ختمِ نبوتِ زمانی کے منکر ٹھہرے۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب اور اُن کے عقیدت مند خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' ہی نہیں بلکہ ''بالذات نبی'' بھی نہیں لیتے اور نہ ختمِ زمانی کو ختمِ مرتبی کے لیے لازم مانتے ہیں، بلکہ سب کچھ حیلہ سازیاں ہیں تا کہ اپنے مولانا پر کوئی حرف نہ آنے پائے اگرچہ اپنی آخرت بھی تباہ و برباد ہو جائے۔ یہ ہیں تحذیر الناس کے وہ ''بلند پایہ مضمون'' جن کا متحمل بقول ڈاکٹر صاحب، بریلوی علماء کا حدود اربعہ نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اپنی پناہ میں رکھے۔

مکتوبِ گرامی کی دوسری شِق میں پیر قمر الدین سیالوی فرماتے ہیں:

''رسالہ مذکور میں واضح طور پر لکھا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیاء کرنے سے کلامِ ماقبل لِکِنْ و مابعد لِکِنْ یعنی مستدرک منہ و مستدرک کے مابین کوئی تناسب نہیں رہتا۔''

عربی میں لٰکِنْ استدراک کے لیے آتا ہے یعنی کلام کے پہلے حصّے میں جو وہم پیدا ہوتا ہے اُس کو دُور کرنے کے لیے لٰکِنْ لگا کر اگلے کلام میں سابقہ وہم کو دُور کر دیا جاتا ہے۔

نانوتوی صاحب کے نزدیک اگر آیت کریمہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ .... الخ میں خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' لیا جائے تو پہلے حصے سے جو وہم پیدا ہوتا ہے اُسے یہ معنیٰ ''آخری نبی'' دُور نہیں کر سکتا۔ جب وہم دُور نہ ہوا تو لٰکِنْ سے پہلے کلام جس کو مستدرک منہ کہتے ہیں، اُس میں اور لٰکِنْ کے بعد والے کلام جس کو مستدرک کہتے ہیں، دونوں کا آپس میں کوئی تناسب اور ربط و تعلّق نہ رہا۔ تفصیل یہ ہے کہ پہلے حصے کا معنیٰ بنتا ہے ''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔''

اب اس سے یہ وہم پیدا ہُوا کہ آپ تو صاحبِ اولاد تھے۔ حضرت قاسم، طیّب، طاہر اور ابراہیم کے باپ تھے، پھر یہ کیوں کہا گیا کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لہٰذا اس وہم کو دُور کرنے کے لیے فرمایا گیا کہ ''بلکہ وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔'' یعنی باعتبار نسب کسی مرد کے باپ نہیں لیکن باعتبارِ رسالت و نبوت ساری اُمت کے باپ ہیں، رسول اس لیے فرمایا کہ ہر رسول اپنی اُمت کے لیے شفقت و نصیحت کے اعتبار سے باپ سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے، اور فرمایا کہ آپ آخری نبی ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ لہٰذا آپ کی رحمت و شفقت قیامت تک اُمت پر باقی رہے گی۔ چونکہ آپ کے صاحبزادوں میں سے کوئی بھی مردوں کی عمر تک نہ پہنچا، سب چھوٹی عمر ہی میں وصال فرما گئے، اس لیے اُن پر لفظ رجل کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ آپ پر نبوت ختم نہ فرماتا تو وہ آپ کے بعد یقیناً آپ کے صاحبزادوں میں سے کسی کو نبی بناتا۔ وہ سب اسی لیے سن بلوغ کو نہ پہنچے اور کم عُمری میں وصال فرما گئے کیونکہ حضور ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ آپ کو آخری نبی بنا کر اب کسی اور کو نبوت کی عطائیگی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قطع کر دی۔ قیامت تک آپ ہی کی نبوت و رسالت جاری و ساری رہے گی۔

شانِ نزول کے اعتبار سے کفار و مشرکین کے اعتراضات کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی۔ مخالفین اعتراض کرتے تھے کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے۔ اس کے جواب

میں ارشاد فرمایا گیا کہ ''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔'' یعنی جس شخص کی مطلقہ سے حضور ﷺ نے نکاح فرمایا ہے وہ حقیقی بیٹا تھا ہی کب؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ...... یعنی ہم نے آپ کے لیے زینب (آپ کی پھوپھی زاد اور حضرتِ زید کی مطلقہ) کے ساتھ نکاح اس لیے مباح کر دیا تا کہ مُنہ بولے بیٹوں کی مطلقہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے میں اہل ایمان پر کوئی حرج باقی نہ رہے۔ اسی لیے سورۃ احزاب کے شروع میں فرمادیا:

''اور نہ تمہارے لے پالکوں (منہ بولے بیٹوں) کو تمہارا (حقیقی) بیٹا بنایا، یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا ہے۔''

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ حقیقی بیٹا نہ سہی تب بھی اُس کی چھوڑی ہوئی عورت سے نکاح کرنا کیا ضروری تھا؟ اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: ''بلکہ وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔'' یعنی رسول ہونے کی حیثیت سے اُن پر فرض ہے کہ جن حلال اشیاء کو تمہاری جاہلانہ رسموں نے حرام کر رکھا ہے اُس کا خاتمہ کر دیں اور خاتم النبیین اس لیے فرمایا کہ اب ان کے بعد تو کوئی نبی آنے والا ہے ہی نہیں اگر اب کوئی اصلاح کا قانون نافذ نہ ہو سکا تو بعد میں نافذ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ اور بھی ضروری ہو گیا تھا کہ رسمِ جاہلیّت کا خاتمہ حضور ﷺ خود فرما کے جائیں۔ اور آیت کے آخر میں فرمایا:

''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

یعنی یہ بات اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ اس وقت کسی جاہلانہ رسم کو آخری نبی کے ہاتھوں ختم کرانا کیوں ضروری ہے۔ اس لیے کہ اس رسم کا اگر اب خاتمہ نہ ہوا تو پھر قیامت تک کوئی دوسری ہستی دُنیا میں ایسی نہیں ہوگی جس کے ذریعے اس رسم کا خاتمہ کیا جا سکے اور جس کی اتباع میں پوری دُنیا کے مسلمان ہم آواز ہوں۔ بہر صُورت عربوں میں مُتبنّیٰ (منہ بولے بیٹے) بنانے کا بہت رواج تھا جس پر حکمِ الٰہی اور حضور ﷺ کے عمل کے ذریعے کاری ضرب لگا کر جاہلیت کی اس رسم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔

اب دیکھ لیجئے مستدرک منہ اور مستدرک میں کتنا عظیم الشان تناسب ثابت ہوا لیکن نانوتوی صاحب کے نزدیک آخری نبی کا معنی لینے سے خدا کے کلام میں بے ربطی و بے ارتباطی متصوّر رہوتی ہے، لہٰذا حضرت شیخ الاسلام نے سچ فرمایا کہ ''تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیّن کا معنی خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لیا گیا۔''

اس کے بعد پیر سیالوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''رسالہ (تحذیر الناس) میں موجود ہے کہ یہ معنیٰ (آخری نبی) کرنے سے کلامِ الٰہی میں حشو وزائد کا قول کرنا پڑے گا یعنی لٰکِن زاید حرف ماننا پڑے گا۔''

صاحبِ تحذیر الناس نے لکھا کہ آخری نبی کا معنیٰ لینے سے اس میں خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے پھر پیر صاحب نے لکھا کہ:

''کہتا ہے کہ یہ مقامِ مدح ہے اور آخر الانبیاء ماننے سے مدح ثابت نہیں ہوتی بلکہ عام انسانوں کے عام حالات ذکر کرنے میں اور یہ معنیٰ (آخری نبی) لینے میں کوئی فرق نہیں۔''

فیصلہ کُن عبارات:

(۱) ''تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیین کا معنیٰ خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ ﷺ نہیں لیا گیا تا کہ دو معانی مَانِعَةُ الْجَمع کی تاویل کی جا سکے۔ بلکہ آخر الانبیاء کے معنی کو غیر صحیح ثابت کرنے کے الفاظ لائے گئے ہیں لہٰذا احادیثِ صحیحہ سے انکار اور اجماعِ صحابہ سے فرار اور باقی اُمّت کے متفق عقیدہ و اجماع سے تضاد قطعی طور پر ثابت ہے۔''

(۲) ''مصنف تحذیر الناس ان چند علمی مصطلحات کا ذکر وہ بھی بالکل بے محل اور بے ربط کرتے ہوئے اپنی عامیانہ نظر وفکر پر پردہ نہ ڈال سکا اور التزاماً منکرِ احادیثِ صحیحہ و نصوصِ متواترہ قطعیہ ثابت ہونے کے علاوہ شاذ عن الجماعۃ و فارقِ اجماع ثابت ہوا۔ لہٰذا فقیر کا فتویٰ عدم تکفیر اس فرضی زید کے متعلق ہے نہ کہ مصنّف تحذیر الناس کے لیے۔''

ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے لکھا تھا کہ خواجہ قمر الدین سیالوی کی تحریر تحذیر الناس کے حق ہونے پر اور مولانا احمد رضا خان کی صریح تردید کر رہی ہے۔ لیکن خواجہ سیالوی تو فرماتے ہیں کہ بھیجے گئے استفتاء کی عبارت اور تحذیر الناس کے مطالعہ کے بعد دونوں میں فرقِ بعید ثابت ہوا۔ خواجہ سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے کے عکس کو ملاحظہ فرمائیں۔ اُنہوں نے تحذیر الناس کے مطالعہ کے بعد لُطف و سرُور حاصل نہیں کیا بلکہ پُوری تحذیر الناس میں کہیں بھی خاتم النبیین بمعنیٰ آخر الانبیاء نہیں پایا، اس کے برعکس آخر الانبیاء کے معنیٰ کو غیر صحیح ثابت کرنے کے الفاظ پائے اور لکھا کہ عدم تکفیر کا فتویٰ اُس بھیجے گئے استفتاء کے لیے ہے جس کا مضمون تحذیر الناس سے قطعی الگ تھلگ ہے، لہٰذا حضرت شیخ الاسلام خواجہ پیر قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی ان دو فیصلہ کُن عبارات سے تکفیری فتویٰ صریح طور پر ثابت ہوا۔

علمی بد دیانتی اور شدید تضاد:

مولوی منظور نعمانی صاحب اپنے طبقے کے مناظرِ اعظم سمجھے جاتے ہیں، جس وقت ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۳ء کے درمیانی عرصے میں ہم نے یہ مضمون مرتب کیا تھا اُس وقت نعمانی صاحب بقیدِ حیات تھے۔ بعض وجوہات کی بنا پر مضمون اشاعت پذیر نہ ہو سکا۔ کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهَا۔ اُن کے عقیدت مند موجود ہیں وہی توجہ فرمائیں، مولوی محمد منظور نعمانی صاحب لکھتے ہیں:

''بہر حال حضرت مولانا مرحوم (نانوتوی) اور عوام کا نزاع نہ ختمِ نبوت زمانی میں ہے نہ اس میں کہ قرآنی لفظ خاتم النبیین سے خاتمیتِ زمانی مراد لی جائے کیونکہ مولانا کو یہ دونوں چیزیں تسلیم ہیں بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کے ساتھ خاتمیتِ ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں، حضرت مولانا اس کے قائل اور مُثبت ہیں اور اُنہوں نے اس کی چند صُورتیں لکھی ہیں۔

ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاتمیت زمانی اور ذاتی کے لیے مُشْتَرِك معنوی مانا جائے اور جس طرح مُشْتَرِك معنوی سے اس کے متعدّد افراد مراد لیے جاتے ہیں اسی طرح یہاں آیۂ کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمیت مراد لی جائے۔

دوسری صُورت یہ ہے کہ ایک معنیٰ کو حقیقی اور دوسرے معنیٰ کو مجازی کہا جائے اور آیۂ کریمہ میں لفظ خاتم سے بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنیٰ مراد لیے جائیں جو دونوں قسم کی خاتمیت کو حاوی ہوں، ان دونوں صُورتوں میں لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمیت پر ایک ساتھ اور مطابقی ہوگی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیتِ ذاتی مراد لی جائے مگر چونکہ اس کے لیے بدلائل عقلیہ ونقلیہ خاتمیتِ زمانی لازم ہے لہٰذا اس صورت میں بھی خاتمیتِ زمانی پر آیۂ کریمہ کی دلالت بطورِ التزام ہوگی۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۱۱۰،۱۱۱)

اب ہم اس عبارت کا تجزیہ کر کے علمی بد دیانتی اور شدید تضاد کا ظاہر ہونا بیان کرتے ہیں۔

(۱) پہلے جملے میں کہا کہ نانوتوی صاحب کا نزاع عوام کے ساتھ۔ حالانکہ یہ نزاع عوام کے علاوہ خواص کے ساتھ بھی ہے، نہ صرف خواص کے ساتھ بلکہ پُوری اُمّتِ مسلمہ، نبی کریم ﷺ اور خود خالق و مالک جلّ شانہٗ کے کلامِ پاک کے ساتھ بھی ہے کہ ان سب کے ہاں خاتم النبیین کا معنیٰ صرف اور صرف آخری نبی ہے، نانوتوی صاحب کے ہاں نہیں۔

(۲) نہ اس میں نزاع ہے کہ قرآنی لفظ خاتم النبیین سے خاتمیتِ زمانی مراد لی جائے۔ اُمّتِ مسلمہ خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' لیتی ہے یعنی زمانے کے لحاظ سے

حضور ﷺ سب نبیوں کے بعد اور آخری نبی ہیں، نانوتوی صاحب کا نزاع ہی یہ ہے کہ یہ خیال عوام کا ہے، اہل فہم کا نہیں۔

وُہ کہتے ہیں کہ اہل فہم پر روشن ہے کہ آخری نبی ہونے میں کچھ فضیلت نہیں، آخری نبی معنیٰ لینے کی صورت میں آیت کریمہ مقامِ مدح میں کیونکر صحیح ہوسکتی ہے، البتہ اس کو مقامِ مدح قرار نہ دیا جائے تو ''آخری نبی'' کا معنیٰ صحیح ہوسکتا ہے، مگر ایسا کرنے سے خدا کی جانب زیادہ گوئی کا وہم پیدا ہوگا، اس لیے عام انسانوں کے عام اوصاف اور اس ''آخری نبی'' کے وصف میں کوئی فرق نہیں، ''آخری نبی'' کا وصف بھی عام انسانوں کے عام حالات بیان کرنے کے ہی برابر ہے، اگر آخری نبی کا معنیٰ اس لیے لیا جائے کہ اس طرح جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سدّ باب ہوگا تو اس کے لیے یہ کوئی موقع نہ تھا، سدّ باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقع تھے، یہاں آخری نبی کا معنیٰ کرنے سے ما کان محمد ابا احد من رجالکم اور و لکن رسول الله و خاتم النبیین میں کوئی تناسب نہیں رہتا۔

نعمانی صاحب و نانوتوی صاحب کے عقیدتمند بتائیں کہ تحذیر الناس کی یہ عبارات ختمِ زمانی کے نزاع اور ردّ میں نہیں تو کس اختلافی مسئلے میں لکھی گئی ہیں۔ اور نانوتوی صاحب نے جو اور ''بیسیوں موقع'' بتائے وہ کون کون سے مواقع ہیں۔ معلوم ہوا نانوتوی صاحب اس آیت کریمہ کو جھوٹے مدعیانِ نبوت کے سدِّ باب کو کافی نہیں سمجھتے اس لئے کہ اُن کے نزدیک اس کا معنیٰ ''آخری نبی'' ہے ہی نہیں۔ تحذیر الناس اور دیگر اختلافی مسائل کے ''ایکسپرٹ'' ڈاکٹر خالد محمود صاحب سے یہ سوال ضرور کیے جائیں۔ آگے چلیے:

(۳) ''بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاتمیتِ زمانی کے ساتھ خاتمیتِ ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں۔'' بتایا جائے کہ تحذیر الناس میں کس صفحہ اور کس سطر میں یہ عبارت لکھی ہے کہ خاتم النبیین کا اصلی اور حقیقی معنیٰ تو ''آخری نبی'' ہے یعنی خاتمیتِ زمانی، اب اس کے ساتھ خاتمیتِ ذاتی بھی مراد لی جائے

یا نہیں؟ نشاندہی کی جائے۔ ہاں اس کا مطلب ضرور بتا دیجئے۔

الف: اس مفہوم کا مضاف الیہ وصفِ نبوت ہے زمانۂ نبوت نہیں۔ (تحذیر الناس صفحہ ۴۴)

ب: شایانِ شانِ محمدی ﷺ خاتمیتِ مرتبی ہے نہ زمانی۔ (تحذیر الناس صفحہ ۴۴)

(۴) آپ نے لکھا کہ مولانا اس کے قائل ہیں کہ زمانی کے ساتھ ذاتی لی جائے۔ آپ سارا زور اس پہ مار رہے ہیں کہ ہمارے مولانا لفظ خاتم النبیین سے کسی جگہ بھی زمانی کو خارج نہیں سمجھتے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے تحذیر الناس صفحہ ۴۷ کے حوالے سے نانوتوی صاحب کی یہ عبارت ''سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوتِ خاتمیتِ زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیمِ لزوم خاتمیتِ زمانی بدلالتِ التزامی ضرور ثابت ہے.....الخ'' دے کر لکھا: ''اس عبارت میں مولانا مرحوم نے آں حضرت ﷺ کی خاتمیتِ زمانی کو پانچ طریقوں سے ثابت فرمایا ہے۔'' (تحذیر الناس صفحہ ۱۰۶) اور آپ کی یہی عبارت جو ہم نے نقل کی، صفحہ ۱۱۰ پر لکھی گئی ہے جس میں تین صورتیں درج ہیں اور یہ تین صُورتیں وہی ہیں جو صفحہ ۱۰۶ پر پہلے تین طریقوں سے خاتمیتِ زمانی کے لیے درج کی گئیں۔ یہاں تین صورتیں آپ نے (۱) اطلاق (۲) عموم (۳) دلالتِ التزامی کی صورت میں بیان کی ہیں کہ یہ ہمارے مولانا کا عقیدہ ہے جس کو ہم نے اُوپر ''سو اگر اطلاق اور عموم.....الخ'' کے جُملے کو نقل کیا ہے۔

قارئین پھر سے ذہن نشین کر لیں کہ مولانا منظور نعمانی صاحب دلائل کا سارا زور اس پر صَرف کر رہے ہیں کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی زمانی اور ذاتی دونوں قسم کی خاتمیت کے قائل ہیں، منطق کے اعتبار سے یہ تین صُورتیں بنتی تھیں نانوتوی صاحب نے بقول نعمانی صاحب، تینوں صورتوں میں ختمِ زمانی اور ختمِ ذاتی کو ثابت کیا اور کہیں بھی ختمِ زمانی کا انکار نہیں کیا۔ ذاتی کے ساتھ ختمِ زمانی کو بھی مانتے ہیں، ہمیں افسوس ہے کہ نانوتوی صاحب یا نعمانی صاحب نے ایک چوتھی صُورت نہیں لکھی جو مشکل میں کام آتی۔ وہ ہم آخر میں بیان

کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

پہلی صُورت: ''لفظ خاتم کو خاتمیتِ زمانی اور ذاتی کے لیے مشترکِ معنوی مانا جائے۔'' ''آیۂ کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاتمیت مراد لی جائے۔''

اس پہلی صُورت کا لحاظ رکھتے ہوئے نانوتوی صاحب کی عبارت ''اور اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' والی عبارت میں ''خاتمیتِ محمدی'' میں مشترک معنیٰ مانا جائے یا نہ؟ خاتمیتِ محمدی، خاتم النبیین ہی کا ترجمہ تو ہے، پھر آپ لوگ کیوں کہتے ہیں کہ بالفرض......الخ والے جُملے میں خاتمیتِ زمانی کا کوئی ذکر نہیں۔ بتائیے یہ پہلی صُورت باطل ہو گئی یا نہ؟ اور اگر آپ کہیں کہ نانوتوی صاحب نے خاتمیتِ محمدی کا مطلب صرف اور صرف ''خاتمیتِ مرتبی'' لیا ہے، تو یہ جواب آپ لوگوں کے ذمہ ہے کہ لفظ یا اصطلاح ''خاتمیتِ محمدی'' قرآنی لفظ ''خاتم النبیین'' ہی سے اخذ کی گئی ہے یا نہ؟ تو نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کا ترجمہ ایسا کیوں اختیار کیا جس سے خاتمیتِ زمانی کی نفی ہو رہی ہے۔ اُس کی وجہ یہ تو نہیں کہ وہ خاتم النبیین کا ترجمہ ''بالذات نبی'' کرتے ہیں، آخری نبی نہیں۔ بالفاظِ دیگر خاتم النبیین کا معنیٰ ''خاتمیتِ مرتبی'' کرتے ہیں ''خاتمیتِ زمانی'' نہیں۔ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو کیا واقعی ''خاتمیتِ مرتبی'' میں کچھ فرق نہیں آتا۔ دلائل سے ثابت کیجئے اور یہ سوال ہرگز نظر انداز نہ ہو اور اگر فرق آتا ہے یعنی اس میں حضور ﷺ کی توہین و تنقیص ہوتی ہے اور اس میں آپ ﷺ کی کسرِ شان ہے تو ایسا عقیدہ رکھ کر آپ کی توہین و تنقیص کرنے والے پر از روئے شرعِ متین کیا فتویٰ عائد ہوتا ہے؟ اس استفتاء کا جواب ہر دیوبندی مفتی دے سکتا ہے اور ضرور دے، خاموشی اختیار نہ کرے اور اس کا جواب بھی ضروری ہے کہ خاتمیت مرتبی کے لیے خاتمیتِ زمانی لازم ہے یا نہیں؟ لازم ہے تو بالفرض......الخ والے جُملے میں ''لازم'' کیوں لازم نہیں رہا؟ وجہ ضرور بیان کی جائے۔

دوسری صورت: ''ایک معنیٰ کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آیۂ کریمہ میں لفظ خاتم سے بطور عموم مجاز ایک ایسے عام معنیٰ مراد لیے جائیں جو دونوں قسم کی خاتمیت

کو حاوی ہو۔''

اس دوسری صورت کا لحاظ رکھتے ہوئے ''اگر بالفرض.......الخ والی عبارت میں ''خاتمیت محمدی'' میں ایک معنیٰ حقیقی اور دوسرے معنیٰ کو مجازی کہہ کر مانا جائے یا نہ؟ اور یہ تو خاص طور پر بتایئے گا کہ ''خاتمیت محمدی'' میں حقیقی معنیٰ کون سا رکھا جائے گا، خاتمیتِ مرتبی یا خاتمیتِ زمانی؟ اور ظاہر ہے کہ آپ لوگ تو اس میں صرف ایک ہی معنیٰ رکھتے ہیں، خاتمیتِ مرتبی، یہ اتنا بڑا دعویٰ نانوتوی صاحب نے کس برتے پر کر دیا کہ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو تو آپ کی خاتمیتِ محمدی (مرتبی) میں کچھ فرق نہیں آتا؟ کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ اُنہوں نے اجماعی معنیٰ ''خاتمیتِ زمانی'' کا انکار کر کے خاتم النبیین کا معنیٰ ''خاتمیتِ مرتبی'' کر ڈالا؟ اگر اس معنیٰ پر اُنہیں غرور و ناز نہ تھا تو کیوں لکھا کہ ''ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصفِ نبوت لیجئے۔'' کیا اس جُملے سے ''آخری نبی'' کا معنیٰ نکلتا ہے، یا ''بالذات نبی'' کا؟ یہ ''خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی''، یعنی بالذات نبی کا معنیٰ اس سے قبل کس نے کیا؟ کوئی ایک، فقط ایک دلیل؟

تو اس دوسری صورت کا لحاظ رکھ کر بالفرض.....الخ والے جملے میں بطورِ عموم مجاز ایک ایسے عام معنیٰ مراد لیے جائیں یا نہ، جو دونوں قسم کی خاتمیت (یعنی حقیقی اور مجازی) کو حاوی ہو؟ آخر خاتمیت محمدی، خاتم النبیّن کا ہی ترجمہ تو ہے۔ بالفرض والے جملے پر آپ اس دوسری صورت کا اطلاق کیوں نہیں کرتے؟ اگر اس لئے نہیں کرتے کہ وہاں صرف اور صرف خاتمیتِ مرتبی کا ذکر ہے، زمانی کا نہیں تو آپ کی اس دوسری صُورت کا بھی جنازہ نکل گیا یا نہیں؟ آخر نانوتوی صاحب کو گھمنڈ کس بات کا تھا کہ اتنا بڑا دعویٰ کر ڈالا جیسے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے دیا ہو۔ باقی سوالات وہی جو پہلی صُورت میں بیان کیے گئے ہیں، دوبارہ پڑھ لیجئے اور جواب سے مستفید فرمایا جائے۔ (جو بھی نعمانی صاحب کے عقیدتمند ہیں)۔

تیسری صُورت: قرآنِ کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیت ذاتی مراد لی جائے مگر چونکہ اس کے لیے بدلائلِ عقلیہ ونقلیہ خاتمیتِ زمانی لازم ہے لہٰذا اس صُورت میں خاتمیت زمانی پر آیۂ کریمہ کی دلالت بطورِ التزام ہوگی۔''

نانوتوی صاحب نے یہ تیسری صُورت پسند فرمائی ہے۔ تحذیر الناس کی ابتدا ہی میں خاتم النبیین کا معنیٰ ''ذاتی نبی'' لیا۔ یعنی قرآنِ کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاتمیتِ ذاتی مراد لی اور خاتمیتِ زمانی کو اس کے لیے لازم بتایا۔ تحذیر الناس کا متن اور حاشیے اس عقیدے سے بھرے نظر آتے ہیں اور آپ لوگوں کی یہ تشریحات اس پر مُستزاد ہیں۔

ایک مضبوط حوالہ پڑھ لیتے ہیں۔ سید مرتضیٰ حسن چاند پوری لکھتے ہیں:

''یہاں خاتمیت کے ایسے معنی لیے جائیں جس میں مدح ذاتی ہو اور بالذات وہ وصف کمال ہوتا کہ مقام مدح میں بیان کیے جانے کے لائق ہو[1] اور خاتمیتِ زمانی اس کو لازم ہو اور جُدا نہ ہو سکے۔''

(السحاب المدرار صفحہ ۲۶)

کیا اس تیسری صُورت کا لحاظ رکھتے ہوئے نانوتوی صاحب کی عبارت ''بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔'' میں ''خاتمیت محمدی'' سے مراد صرف خاتمیتِ ذاتی مراد لے کر خاتمیتِ زمانی کو اس کا لازم مانا جائے یا نہ؟ اگر آپ کہیں کہ اس بالفرض والے جُملے میں خاتمیتِ زمانی کا کوئی ذکر نہیں تو پھر

1. نانوتوی صاحب کے نزدیک اگر خاتم النبیین کے معنی میں کچھ بھی فضیلت ہوتی تو سید مرتضیٰ حسن کیوں لکھتے کہ خاتمیت کے یہ معنی کیے جائیں جو مقام مدح میں بیان کیے جانے کے لائق ہو۔ معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کا معنیٰ ''آخری نبی'' نانوتوی صاحب کے نزدیک مقامِ مدح میں بیان کیے جانے کے لائق ہی نہیں۔ ''تا کہ مقامِ مدح میں بیان کیے جانے کے لائق ہو'' کے الفاظ بار بار پڑھیں اور سوچیں کہ اگر امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مع انہ لافضل فیہ اصلاً عند اھل الفھم یعنی آخری نبی ہونے میں اہلِ فہم کے نزدیک کچھ فضیلت نہیں، لکھا تو ان پر معنوی تحریف کا الزام کیسا؟ کیا نانوتوی صاحب نے خود بھی نہ لکھا کہ ہاں اگر اس (آخری نبی کے) وصف کو اوصافِ مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے اور اگلے الفاظ میں لکھا کہ اس وصف (آخری نبی کو) فضائل میں کچھ دخل نہیں۔ اور حافظ عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں: ''اگر آیت میں خاص معنی مراد لیا جائے تو ختم نبوت مرتبی مراد لینا ہی بہتر ہے کیونکہ ختم نبوت زمانی سے آپ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔''

(حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۷۵)

ع اب بھی ہم سے یہ گلا ہے کہ وفادار نہیں؟

آپ نے یہ تیسری صورت کس خوشی میں لکھی ہے؟ جب بدلائل عقلیہ ونقلیہ خاتمیتِ مرتبی کو خاتمیتِ زمانی لازم ہے تو بالفرض والے جملے میں ان دلائل عقلیہ ونقلیہ کو ٹھکرا کر خاتمیتِ زمانی کو لازم ماننے سے کیونکر انکار کر دیا جاتا ہے؟ آپ کی بتائی گئی تیسری صورت کا جنازہ بھی نکل گیا یا نہ؟ یہ بات ضرور بتائی جائے کہ آپ کی بتائی گئی تینوں صورتوں کا اطلاق بالفرض......الخ والی عبارت پر کیوں نہیں کیا جائے گا؟ اور برِّصغیر کے ہر اُس دیوبندی مفتی جو اپنے مولانا محمد قاسم نانوتوی کو حجۃ الاسلام اور قاسم العلوم والخیرات مانتا ہے، سے سوال ہے کہ:

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو (بقول نانوتوی صاحب) کیا واقعی خاتمیتِ محمدی بمعنیٰ مرتبی میں کچھ فرق نہیں آئے گا؟ اگر فرق آتا ہے اور اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی تنقیص اور کسرِ شان ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے والے پر از روئے شریعتِ اسلامیہ کیا فتویٰ عائد ہوگا؟ باقی سوالات پچھلی صُورتوں کے یہاں بھی شامل کر لیجیے۔

ہم نے ایک چوتھی صُورت کا ذکر کیا تھا کہ کاش! ایک چوتھی صورت بھی نانوتوی صاحب بتا دیتے، اور وہ صورت ''تحذیری'' ہے کہ خاتم النبیین کا معنیٰ بالذات نبی کیجیے۔ اور زمانی کو ذاتی کا لازم مان لیجیے مگر اس شرط کے ساتھ کہ کبھی ضرورت پڑنے پر اس کو شامل کر لیجیے اور کبھی اس کو نکال دیجیے۔ یعنی شامل کرنے میں ''فائدہ'' ہو تو شامل کر لیجیے اور نکالنے میں ''فائدہ'' ہو تو نکال دیجیے۔ آگے بات بنے یا نہ بنے اور یہ تحذیری صورت ایسی ہو کہ جس کے پیٹ میں تحریف، تحقیر، توہین، تنقیص تضاد وغیرہ سب کچھ سما جائیں۔

(والعیاذ باللہ)

حافظ عزیز الرحمٰن اور مولانا حسین احمد مدنی کے بیانات

خوب یاد رکھئے کہ آیتِ کریمہ خاتم النبیین ...... الخ کا مقام ''آخری نبی'' کے ثبوت میں ہے افضلیت کے ثبوت میں نہیں۔

مولوی حسین احمد ٹانڈوی ''بالذات نبی'' کے متعلق لکھتے ہیں:

''ایسا شخص اس تمام مرتبہ کا خاتم ہو سکتا ہے چاہے کسی زمانہ میں پایا جائے بنظر اس کے علو مرتبے کے، اور اس کی ذات والا صفات کے لیے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر۔'' (الشہاب الثاقب صفحہ ۷۷)

آخر میں لکھ دیا:

''اگرچہ اور دوسرے وجوہ سے اس کا آخر زمانہ میں ہونا ضروری ہو۔''

کوئی دیوبندی عالم بتائے کہ وہ دوسرے وجوہ کون سے ہیں جن کے سبب آپ کا آخر میں آنا ضروری ہے، مولانا حسین احمد ٹانڈوی صاحب نے آخر میں نہ ہونے کے لیے بھی لفظ ''ضروری'' لکھا۔ اور آخر میں ہونے کے لیے بھی لفظ ''ضروری'' لکھا۔ اب ان دونوں کے بارے میں فیصلہ کریں کہ کون سی بات پر ایمان رکھا جائے۔

(۱) آخر میں آنا ضروری نہیں۔

(۲) آخر میں آنا ضروری ہے۔

ہے کوئی دیوبندی عالم جو اس میں تطبیق دے دے؟ اگر مثالوں کے ذریعے کوئی جواب دینے کی کوشش کرے تو یہ سوچ لے کہ وہ پہلے جُملے کے لیے مثال دے کر جب ثابت کرے گا کہ آپ کا آخر میں آنا ضروری نہیں تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ ہم کہتے ہیں کہ بنظر اس کے علو مرتبے کے اور اس کی ذات والا صفات کے، اگر ایسے عظیم المرتبت نبی کے بعد کوئی نبی آئے تو اس میں اُس کے علو مرتبے کی تنقیص ہے اور ذات والا صفات کے لیے کسرِ شان ہے۔ (یاد رہے کہ بالذات کو تاخر زمانی لازم ہے والا معاملہ بالکل جُدا ہے)

دوسری بات یہ کہ ٹانڈوی صاحب نے لکھا:

''بنظر اس کے علو مرتبہ کے اور اس کی ذات والا صفات کے لیے نہ زمانہ اول ضروری ہے نہ اوسط نہ آخر۔''

اور حافظ عزیز الرحمٰن محشی تحذیر لکھتے ہیں:

"مگر ایسی نبوت کا مقام نہ اوّل میں نہ درمیان میں ہوسکتا ہے بلکہ سب سے آخر میں آنا ضروری ہے۔" (حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۵۵)

ٹانڈوی صاحب لکھتے ہیں کہ سب سے آخر میں آنا ضروری نہیں، حافظ صاحب لکھتے ہیں، ضروری ہے، کس کی بات مانی جائے اور کس کی بات کو رد کیا جائے؟ ان تضادات کا کوئی حل ہو تو کس طرح ہو؟

ع پاؤں رکھتے ہیں کہیں اور وہ پڑتے ہیں کہیں

"ایسی نبوت" یعنی بالذات نبوت کے لیے آخر میں آنا ضروری (حافظ صاحب) اور ٹانڈوی صاحب اس علوِ مرتبے اور ذات والاصفات (یعنی بالذات نبوت) کے لیے آخر میں آنا ضروری نہیں سمجھتے۔ یعنی حافظ صاحب کے نزدیک جس وجہ سے آخر میں آنا ضروری ہے ٹانڈوی صاحب کے نزدیک اُس وجہ سے آخر میں آنا ضروری نہیں۔ آخر میں آنے کے لیے اُن کے نزدیک وجہ کوئی اور ہے انہوں نے وہ بیان نہیں کی۔ اب اگر کوئی بیان کر دے تو اُس کا بہت ہی بھلا ہوگا۔

تضاد

تحذیر الناس کے حاشیہ نگار حافظ عزیز الرحمٰن لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے جو مرتبہ آپ کو عطا کیا ہے، پہلے انبیاء بھی آپ کے محتاج ہیں اور بالفرض اب اگر کوئی نبی آئے تو وہ بھی آپ ہی کا محتاج ہوگا، اسے آپ کے مرتبہ میں کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا۔"

(حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۵۵)

جبکہ مفتی محمد شفیع، مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا محمد یوسف لدھیانوی کا کہنا یہ ہے کہ اس سے آپ ﷺ کی تنقیص نکلتی اور کسرِ شان ثابت ہوتی ہے، اور بالفرض آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے تو پھر آپ کی تمام تعلیمات ناکافی قرار پائیں گی۔ احکام منسوخ ہو جائیں گے۔ آیاتِ قرآنیہ کی تکذیب ہوگی۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) گویا سارا کا سارا دین

مشکوک ہو جائے گا۔ سوچئے دیگر مذاہب باطلہ کے سامنے اہلِ اسلام کی کتنی سُبکی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ اب کسی نبی کے آنے سے حضور ﷺ کا مرتبہ کم ہو جاتا ہے جبکہ حافظ صاحب کہتے ہیں کہ آپ کے مرتبہ میں کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا۔ گویا حافظ صاحب کے نزدیک دین میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ حافظ صاحب بقیدِ حیات ہوں گے، وہ یا کوئی دیوبندی عالم جواب دے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے سے کیا واقعی حضور ﷺ کے مرتبہ میں کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا؟ کیا ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے یا حضور ﷺ کی تنقیص اور کسرِ شان کا مرتکب؟ اور اس بارے میں جو مُفتی محمد شفیع دیوبندی اور مولانا انور شاہ کشمیری دیوبندی وغیرہ کی تشریحات ہیں وہ کس کھاتے میں جائیں گی؟ فوری جواب درکار ہے۔

اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو اور آپ کی شان اور مرتبہ میں کوئی کمی نہ آئے اور نہ کوئی دوسری خرابی لازم آئے (یعنی قرآن و حدیث سے کسی حکم کی تکذیب نہ ہو) تو ظاہر ہے پیدا ہونے والے کے نئے نبی کو ماننے سے کُفر بھی لازم نہ آیا۔

اور اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو اور آپ کی شان اور مرتبہ میں کمی آجائے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی خرابیاں لازم آئیں (یعنی قرآن و حدیث میں سے نصوصِ قطعیہ کی تکذیب ہو) تو ظاہر ہے کہ پھر کسی کی نبوت کو ماننا کُفر ہوگا۔ اس لیے تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں رکھا کہ اس سے آپ کے مرتبے اور شان میں کمی ہوتی تھی اور خود اُس کے اپنے احکام کی معاذ اللہ تکذیب ہوتی ہے اور نئے نبی کے ماننے سے اُمت کافر ہوتی تھی لہٰذا حضور ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ تو حافظ صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کے بعد کسی دوسری نبوت کو ماننے سے آپ کے مرتبہ میں کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ "پس آپ کی نبوت کے بعد کسی دوسری نبوت کو ماننا کُفر ہے۔" (حاشیہ تحذیر الناس صفحہ ۵۵) جب آپ کے مرتبہ میں کسی قسم کا فرق نہ پڑا۔ کیونکہ فرق تو تب پڑتا اور مرتبہ تب کم ہوتا کہ نئے نبی کے آنے سے قرآن کے کسی حکم کی تکذیب ہوتی اس لیے کہ قرآن آپ کی وساطت سے ہم تک پہنچا گویا ان دیوبندیوں کے نزدیک نئے نبی

کے آنے سے قرآنی آیات کی تکذیب بھی نہیں ہوتی، جن آیات میں آتا ہے کہ آپ سارے انسانوں کے رسول ہیں، مومن وہ ہے جو ہر جھگڑے میں آپ ہی کو اپنا حَکَمْ مانے، آپ کا لایا ہوا دین مکمل، قیامت تک کے لیے اُمّت کو کافی اور نعمتوں کا اتمام وغیرہ وغیرہ۔۔۔ مرتبہ تبھی قائم رہ سکتا ہے کہ قرآنی آیات کی تکذیب نہ ہو اور تکذیب کا ہونا لازم بلکہ ایسا شخص معاذ اللہ حضور ﷺ کو بھی کاذب کہنے والا ہوا۔ تو اب جس دیوبندی نے یہ لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کو ماننے سے آپ کے مرتبہ میں کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا۔ تو گویا اُس کے نزدیک نہ آسمانی احکام منسوخ ہوں گے نہ قرآن و حدیث کی تکذیب لازم آئے گی۔ اور حافظ صاحب کا یہ جملہ خود اُن پر فتویٰ ہے: ''پس آپ کی نبوت کے بعد کسی دوسری نبوت کا ماننا کفر ہے۔''

غیر مقلدین کی کتابوں سے اعلیٰ حضرت کی تائید

(۱) ایک کتاب ''کیا علماء دیوبند اہل سنت ہیں'' ۱۴۲۱ھ میں ریاض سعودی عرب سے شائع ہوئی ہے جس کے مترجم سید توصیف الرحمٰن راشد ہیں۔ مطبوعہ ''المکتب التعاونی للدعوۃ والارشاد وتوعیۃ الجالیات بالسلی''۔ تحذیر الناس کے حوالے سے لکھا ہے:

قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں ''غرض اختتام اگر بایں معنیٰ تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گذشتہ سے خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ (تحذیر الناس) ایک اور جملہ لکھتے ہیں: ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا (تحذیر الناس)'' (صفحہ ۲۶،۲۷)

اس کے بعد ''المہند'' کی عبارت دی گئی ہے کہ ''اس دقیق مضمون میں جس طرح جلالت و عظمتِ نبوی کا بیان ہے یہ مولانا نانوتوی کا مکاشفہ ہے'' (صفحہ ۲۸) اور پھر ان عبارات سے یہ نتیجہ نکالا کہ ایسے عقائد والے لوگ اہل سُنت و جماعت نہیں ہو سکتے۔ جیسا

کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔

(۲) کتاب ''براءۃ اہلِ حدیث'' افادات ابو محمد بدیع الدین، مترجم ڈاکٹر ابو عمیر خورشید احمد شیخ، تقدیم و تصحیح حافظ عبدالحمید گوندل۔ سلسلہ مطبوعات نمبر ۶، مطبوعہ الدار الراشدیہ نزد جامع مسجد اہل حدیث الراشدی موسیٰ لین لیاری کراچی، مئی ۲۰۰۲ء۔

''ختمِ نبوت کو کون مانتا ہے؟'' کے عنوان سے لکھا ہے:

''ختمِ نبوت کو بھی یہ (دیوبندی) جس طرح تسلیم کرتے ہیں وہ بھی آپ لوگوں کو سناتا ہوں۔ جب رسول اللہ ﷺ کے بعد وحی کا سلسلہ جاری رہا تو پھر ختم نبوت تو نہیں رہی۔ یہ میرے پاس مولوی محمد قاسم نانوتوی، بانی دار العلوم دیوبند کی کتاب ''تحذیر الناس'' موجود ہے۔ قرآن میں ہے کہ:

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ (الاحزاب: ۴۰) رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ مسلمانوں کا یہ اہم عقیدہ ہے، ہم کہتے ہیں یہ آپ ﷺ کی عظیم ترین فضیلت ہے کہ آپ آخری نبی ہیں، جو کوئی رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا نبی مانے تو کیا آپ ﷺ (اس نام نہاد مسلم کی نظر میں) خاتم النبیین رہیں گے؟ ہرگز نہیں۔ تحذیر الناس صفحہ ۱۲ میں لکھتے ہیں کہ ''اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیتِ محمدیہ ﷺ میں فرق نہیں آئے گا''۔ مانا کہ دوسرا نبی آئے گا، تب بھی آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں پھر کیسے خاتم النبیین رہے؟ نبوت کی جگہ کو تم نے خود توڑا ہے، اس میں تم نے خود رخنہ اندازی کی ہے۔ مرزائی بھی تو ایک اُمتی ہی کو آگے کرتے ہیں۔ آپ نے بھی امتی کو آگے کیا ہے۔ نبی کے پیچھے نہ آپ ہیں، نہ وہ ہیں۔ بات ایک ہی ہے، ''تم ایک ہی گائے کے چور ہو'' (حاشیہ میں لکھا ہے ''یہ محاورہ ہے یعنی نظریہ دونوں کا ایک ہی ہے'')۔

''میرے دوستو! یہ جو آپ نے ڈھونگ رچایا ہے اس سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ انگریزوں کے زمانہ سے تمہاری جماعت شروع ہوئی، مدرسہ دار العلوم دیوبند انگریزوں کے

زمانے سے شروع ہوا ہے، اس سے قبل دیو بند کا نام ہی نہیں تھا"۔

(براءۃ اہل حدیث، صفحہ ۵۰، ۵۱)

(۳) کتاب کا نام ہے "بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم" تالیف حافظ زبیر علی زئی۔ مکتبہ الحدیث حضرو ضلع اٹک، جولائی ۲۰۰۰ء۔

"ختمِ نبوت پر ڈاکہ" کے عنوان سے حافظ زبیر علی زئی رقمطراز ہیں:

"اہل حدیث کو مسجدوں سے نکالنے والوں کا ختمِ نبوت کے بارے میں عجیب و غریب عقیدہ ہے۔ محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیو بند صاحب لکھتے ہیں کہ:

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" (تحذیر الناس، صفحہ ۳۴)۔ (صفحہ ۲۵) حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

"آج کل دیو بندیوں کے علماء اور عوام عقائدِ دیو بند پر اس قدر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہیں کہ وہ سمجھانے کے باوجود بھی ان باطل عقائد و نظریات کو ترک کرنے کے لئے کسی طور پر تیار نہیں ہوتے بلکہ وہ یہ کہہ کر جان چھوڑتے ہیں کہ علماء نے جو لکھا ہے درست ہی لکھا ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۳۱) ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"بعض چالاک دیو بندی اپنے اکابر کے مشرکانہ عقائد کے بارے میں تقیہ کرتے ہوئے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے یہ عقائد نہیں ہیں اور ہم صرف قرآن و حدیث ہی مانتے ہیں۔ انہیں علمائے اہل سنت (اہل حدیث) کہتے ہیں کہ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اپنے ان اکابر سے برأت کا اعلان کرو جن کی کتابوں میں یہ عقائد مذکورہ درج ہیں اور ان کے شرک و بدعت کا اعلانیہ اعتراف کرو۔ مگر ایسا اعتراف اور اعلانِ برأت وہ کبھی نہیں کرتے بلکہ پکے اکابر پرست ہیں لہٰذا جب تک وہ اپنے ان اکابر سے صریح برأت نہ کریں ان کا وہی حکم ہے جو ان کے اکابر کا ہے"۔ (ایضاً صفحہ ۳۲)

(۴) کتاب کا نام "طمانچہ" ہے، مصنف عبدالمنان شورش (اہل حدیث) متعلم دارالحدیث محمدیہ جلالپور پیروالہ "عقیدہ ختم نبوت" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"بانی دیو بندیت قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" (تحذیر الناس، ص ۲۵) قادیانی بھی اسی طرح کہتے ہیں کہ نبی ﷺ خاتم النبیین ہیں لیکن مرزے کی نبوت سے آپ ﷺ کی ختمِ نبوت میں کچھ فرق نہیں آتا اور مولانا (رشید احمد) گنگوہی نے تو حد ہی کر دی کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ تیری زبان (سے) غلط نہیں نکلوائے گا" (ارواح ثلاثہ، ص ۲۷۶، حکایت نمبر ۳۰۸) یہ دعویٰ نبوت نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ وعدہ تو اللہ نے نبی ﷺ سے کیا تھا اب وہی دعویٰ علمائے دیو بند کر رہے ہیں"۔

(السیف المسلول المعروف طمانچہ، صفحہ ۵۸، ۵۹)

(۵) کتاب "امین اوکاڑوی کا تعاقب"، مؤلف حافظ زبیر علی زئی۔ "دیو بند اور قادیانیت" کے عنوان سے چند عبارات سے ایک عبارت یہ بھی ہے۔ لکھتے ہیں:

"محمد قاسم نانوتوی لکھتے ہیں: "بلکہ اگر بالفرض بعض زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں پڑے گا"۔

(تحذیر الناس، صفحہ ۸۵) (آمین اوکاڑوی کا تعاقب، ص ۸)

لگے ہاتھوں یہ بھی بتاتے چلیں کہ اس کتاب میں اس سے بھی "دیو بند اور انگریز" کے عنوان سے لکھا ہے:

"لڑنے کا کیا فائدہ؟ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں"

(حاشیہ سوانح قاسمی جلد ۲، صفحہ ۱۰۳ و حاشیہ علمائے ہند کا شاندار ماضی، جلد ۴، صفحہ ۲۸۰)"۔ (ایضاً ص ۷)

زبیر علی زئی مزید لکھتے ہیں: "برٹش انڈیا کے لیفٹیننٹ گورنر کے ایک خفیہ معتمد انگریز پامر نے مدرسہ دیو بند کا معائنہ کیا اور درج ذیل الفاظ لکھے:

"یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے"

(محمد احسن نانوتوی، ص ۲۱۷، تصنیف محمد ایوب قادری دیو بندی، و فخر العلماء، صفحہ ۶۰)۔ (ایضاً ص ۷)

دیگر حوالہ جات بھی ہیں۔

حافظ زبیر علی زئی اہلِ حدیث نے ''دیوبند اور ہندو'' کے عنوان سے کچھ حوالے دیئے ہیں اور جن ہندوؤں نے مدرسہ دیوبند کے لئے چندہ دیا تھا ان کے نام ''سوانح قاسمی'' سے نقل کئے ہیں جن کی تائید قاری محمد طیب صاحب نے ''خطباتِ حکیم الاسلام'' میں بھی کی ہے۔ دیوبندیوں کے ممدوح ایک مولوی صاحب کا موہن چند کرم داس گاندھی کے بارے یہ اعلانِ بھی نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

''البتہ یہ جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد میرے اوپر گاندھی جی کا حکم نافذ ہے''۔ (کتاب شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، تصنیف: فرید الوحیدی دیوبندی، صفحہ ۳۵۰)

ان دیوبندی ہندو تعلقات کو اس وقت عروج حاصل ہوا جب دیوبند کی صد سالہ تقریب میں آنجہانی اندرا گاندھی کو بطورِ مہمانِ خصوصی بلایا گیا اور اس نے وہاں تقریر کی''

(امین اوکاڑوی کا تعاقب، ص ۷)

(۶) کتاب ''حنفیت اور مرزائیت'' مؤلفہ: مولوی عبد الغفور اثری اہل حدیث، مطبوعہ: اہل حدیث یوتھ فورس، سیالکوٹ)

اس کے صفحہ ۱۴۰ اور ۱۴۱ پر تحذیر الناس کی تین چار مشہور عبارات کہ جن سے ختمِ نبوتِ زمانی کا صریح انکار ثابت ہے۔ نقل کی گئی ہیں یعنی پہلی عبارت ''سو عوام کے خیال میں تو............الخ، دوسری دو عبارتیں ''بالفرض......الخ'' والی بھی نقل کی گئی ہیں۔

مناظرۂ عجیبہ سے ہماری تائید:

اس کتاب کے مرتب مولوی حسین احمد نجیب (رفیق دار التصنیف دار العلوم کراچی) ہیں۔ اندر کے ٹائٹل کے اوپر لکھا ہے:

''تحذیر الناس کے مشکل مقامات کی تشریح وتوضیح''

اس کے ناشر سیّد محمد معروف مکتبہ قاسم العلوم کورنگی کراچی ہیں اور سنِ طباعت جولائی ۱۹۷۸ء ہے۔ مرتب نجیب صاحب لکھتے ہیں۔ ''تحذیر الناس'' کی ''مناظرۂ عجیبہ'' کے نام سے یہ شرح حقیقۃً تحذیر الناس کو سمجھنے کے لئے ایک لازمی حیثیت رکھتی ہے، اس کی افادیت کا اندازہ تو مطالعہ کے بعد ہی ہوگا'' (صفحہ ۷) اس سے پہلے لکھا:

''مناظرہ عجیبہ'' اگرچہ ''تحذیر الناس'' کی بعض عبارتوں پر علمی اعتراضات کے جواب اور اسی سلسلہ کے چند مکاتیب پر مشتمل ہے، مگر چونکہ حضرت حجۃ الاسلام (نانوتوی صاحب) کے سامنے یہ اعتراضات واشکالات پیش کرنے والے حضرت مولانا عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ علم شخصیت تھے اس لئے اس سوال و جواب کے نتیجے میں ''تحذیر الناس'' کی ایک لاجواب شرح وجود میں آ گئی'' (صفحہ ۶)۔ یاد رہے کہ نانوتوی صاحب خاتم النبیین کا معنی بالذات نبی کر کے ''افضلیت'' ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہے اور ''آخریت'' کا انکار کر دیا۔ اجماعی معنیٰ ''آخری نبی'' کو عوام کا خیال کہا اور اپنے معنیٰ پر بھی تفسیر بالرّائے کا اندیشہ ظاہر کیا۔ جس پر ہندوستان بھر کے علماء آپ کے مخالف ہو گئے اور آپ پر فتوے عائد ہونے لگے۔ جس کا ذکر دیوبندی کتب میں کئی مقامات پر ملتا ہے۔

یہاں ''مناظرہ عجیبہ'' کی کچھ عبارات دیکھیں۔ مولانا عبد العزیز صاحب امروہی کو مکتوب میں لکھتے ہیں۔ ''کل آپ کا والا نامہ میرے افتخار کا باعث ہوا مگر کھول کر دیکھا تو وہ بھی طومارِ اعتراضات ہی تھا۔ وحشت سابقہ فرو (کم) ہونے نہ پائی تھی کہ ایک اور سامانِ دل تنگی کھڑا ہو گیا۔

جی میں کہتا ہوں کہ یارب کون سی تقصیر تھی
جس کے بدلے دوست میری دھجیاں لینے لگے

بحث و مباحثہ کا نام ہی سُنا کرتے تھے یہ خبر نہ تھی، کس کو کہتے ہیں، تحذیر الناس کی بدولت یہ دن بھی دیکھ لئے .... ہاں اگر اندیشہ تھا تو اس کا اندیشہ تھا کہ اس تفسیر کو تفسیر بالرائے سمجھیں گے .... اس لئے تفسیر بالرّائے کی تفسیر بھی آخر تحذیر میں لکھ دی...... مگر تِس (اِس) پر یہ شور اُٹھا کہ خدا کی پناہ، یہ ناکارہ تو سب چھک پو بھول گیا (یعنی حواس بجانہ رہے) اُلٹی ازار گلے میں آ گئی، احسان کے بدلے الزام نقصان لگانے لگے۔ مولانا! جائے انصاف ہے میں نے کون سے عقیدۂ مسلّمہ کو توڑ دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں میری تحریر سے کیا نقصان آ گیا۔ ہاں اثباتِ افضلیت کا دم بھروں تو آپ ہی فرمائیں کیا جھوٹ ہوگا''۔ (مناظرۂ عجیبہ، صفحہ ۶۵ تا ۶۷)

نانوتوی نے صفحہ ۶۵ تا ۶۷ یہی رونا رویا ہے۔ خوفِ طوالت کے پیشِ نظر تمام جملے نقل نہیں کیے جا سکتے۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ہندوستان بھر کے علماء کے اعتراضات اور فتووں کی بوچھاڑ کے پیچھے کیا امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ تھا؟ اگر نہیں تو پھر بریلی کا یہ مردِ حق علمائے دیوبند کے گلے کی پھانس کیوں بن کر رہ گیا ہے۔

☆ ثبوتِ افضلیّت میں نانوتوی صاحب کو پورے کلام اللہ شریف میں صرف ''خاتم النبیین'' کے الفاظ ہی دکھائی دیئے۔ اور کوئی آیت کریمہ انہیں نظر نہیں آئی۔ لکھتے ہیں:

''تاخر زمانی سے بالبداہتہً افضلیت ثابت نہیں ہو سکتی۔ کوئی اور ایسی نص کلام اللہ میں موجود نہیں، جو موجود ہیں اُن سے ثبوتِ افضلیت معلوم، اور اگر کوئی آیت ہو بھی تو مجھ کو توقع نہیں ہمارا آپ کا ذہن وہاں تک پہنچے، بجز اس کے کہ حدیث یا اجماع کی طرف رُخ کریں اور کیا ہوگا''۔ (صفحہ ۷۲)

اسی بات کو آگے جا کر یُوں دُہراتے ہیں: ''مولٰینا! وجہ اس تحریر کی آپ یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ اگر معنے مُرادِ احقر، مُراد نہ لئے جائیں تو پھر نہ ثبوتِ افضلیتِ محمدی ﷺ کلام

اللہ سے ہونا نظر آتا ہے اور نہ اثر عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) کی تغلیط کر سکتے ہیں''۔

(ایضاً صفحہ ۸۶)

یعنی خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی لئے جائیں تو اس میں نہ کوئی تعریف نہ فضیلت اور نہ سب سے اعلیٰ اور افضل نبی ہونا ثابت، لہٰذا نانوتوی صاحب نے یہ معنیٰ ہی ختم کر ڈالا اور اپنی طرف سے یہ معنیٰ کر ڈالا کہ جس کی نبوت سے دوسرے نبی فیضیاب ہوں۔ گویا خاتم النبیین کے یہ ''نانوتوی معنیٰ'' نہ لئے جائیں تو ثبوت افضلیت کے لئے پھر حدیث یا اجماع کی جانب رُخ کرنا پڑے گا۔ ام المومنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سارا قرآن حضور ﷺ کی شان میں ہے۔ ظاہر ہے یہ بڑی فضیلت ہے مگر نانوتوی صاحب کو بھرے قرآنِ مجید میں ثبوت افضلیت میں کوئی آیت نظر ہی نہیں آتی اور جس کو لیا اُس کے معنیٰ ہی بدل ڈالے۔ بتایئے: ع کیا لقب جچتا ہے اُن کو حُجۃ الاسلام کا

☆ نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس کا سارا تانا بانا اس پر بُنا کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہوتا ہے اور حضور ﷺ کی نبوت، ایمان اور علم کو اصل اور ذاتی کہا۔ مگر ''مناظرہ عجیبہ'' میں لکھتے ہیں: ''میں خود کہتا ہوں کہ نبوت میں آپ (ﷺ) موصوف بالذات، خاتمیت میں موصوف بالعرض اور کیوں نہ ہوں، اوصافِ اضافیہ ذواتِ مفردہ کے حق میں اوصافِ عرضیہ ہوتے ہیں، اوصافِ ذاتیہ نہیں ہوتے''۔ (ایضاً صفحہ ۱۱۲)

اس عبارت میں بھی نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنیٰ آخری نبی کو اضافی قرار دیا اور حقیقی کا انکار کر دیا۔

نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں موصوف بالذات کی تعریف یہ لکھی کہ جس کا وصف ذاتی ہو یا غیر سے مُکتَسَبْ (حاصل کیا گیا) نہ ہو۔ اور موصوف بالعرض کی تعریف یہ کی کہ جس کا وصف ذاتی نہ ہو، غیر سے مستعار ہو۔ جب صفحہ ۱۱۲ پر نبوت کو ذاتی کہا اور خاتمیت کو عرض، تو ہم پوچھتے ہیں یہ خاتمیت عرضی حضور ﷺ نے کس سے مستعار لی؟ ختمِ ذاتی کون ہے؟ اُمید ہے علمائے دیوبند ضرور جواب دیں گے۔

☆ ''مناظرہ عجیبہ'' میں مولانا عبدالعزیز صاحب کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہمارا بھی یہی مطلب ہے کہ رسول اللہ ﷺ در بارۂ کمالات اگرچہ بمقابلہ کائنات لاثانی ہیں اور بلحاظِ وعدہ کوئی آپ کا ثانی نہ ہوا ہے نہ ہو۔ مگر خدائے قدیر کو ایسے صاحبِ کمال کا ثانی بنا دینا کچھ دشوار نہیں بلکہ اس کی قدرتِ لاانتہا کے سامنے ایسے ایسے افرادِ غیر متناہی کا بنا دینا ایسا ہی آسان ہے جیسا خود رسول اللہ ﷺ کا پیدا ہونا۔ ولا یمسہ لغوبہ۔ (صفحہ ۸۶،۸۷)

اس عبارت میں وعدۂ الٰہیہ یہ بتایا کہ وہ آپ ﷺ کا ثانی نہیں بنائے گا، پھر لکھ دیا کہ وہ ثانی بنائے تو اُسے کچھ دشوار نہیں اُسے تھکاوٹ مَس نہیں کرتی گویا وعدہ کے خلاف کرے تو حرج نہیں۔ ثانی بھی ٹھہرا دیا اور وعدہ الٰہیہ کو بھی جھٹلا دیا، یعنی اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادْ کی بھی تکذیب کر ڈالی۔

اس عبارت میں تو لکھ دیا کہ حضور ﷺ جیسے صاحبِ کمال لاکھوں کروڑوں غیر متناہی افراد کا بنا دینا قدرتِ خداوندی کو دشوار نہیں، وہی شاہ اسماعیل کی بولی بولی لیکن ایک دوسرے مقام پر اس بات کو کذبِ خداوندی ٹھہرایا۔ یعنی بزعم خود قدرتِ خداوندی کو کذبِ خداوندی میں تبدیل کر دیا۔ نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

''اب قصہ وجودِ نبی آخر الزمان سنیئے۔ اگر خداوند کریم یوں کہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی ﷺ نہ ہوگا تو اب اگر کوئی نبی مساوی یا افضل یا کمتر پیدا ہو تو کذبِ خداوندی لازم آئے اور خداوند کریم کی نسبت چونکہ صادق القول ہونے کا اقرار ہے تو درصورتِ تَوَلُّدِ نبی دیگر بعد نبی آخر الزمان ﷺ نعوذ باللہ کذبِ خداوندی کا تسلیم کرنا بھی ضرور ہے''۔

(مناظرہ عجیبہ، صفحہ ۸۰)

تحذیر الناس کا بھی رد کر دیا کہ بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ کیونکہ ایک تو خاتمیتِ محمدی میں فرق نہ آنے کا عقیدہ غلط، دوسرے یہ کہ کسی نبی کے تولّد سے کذبِ خداوندی کا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ تو اب جب نانوتوی صاحب خود اور اُن کے جملہ عقیدت منداس پر مُصر ہیں اور لکھ لکھ کر قلم گھسا چکے ہیں کہ بعد

زمانہ نبوی ﷺ کسی نبی کے تولُّد سے خاتمیتِ مرتبی میں کچھ فرق نہیں آتا تو اقرار کر لیا کہ کذبِ خداوندی محال نہیں، برحق ہے اور ہمیں تسلیم ہے۔ والعیاذ باللہ۔ یہ لوگ بعد زمانہ نبوی ﷺ کسی نبی کا آنا مانتے ہیں البتہ اُسے خاتم کا لقب دینے سے انکار کرتے ہیں۔ یہی ہے تحذیر الناس کا لُبِّ لباب۔

اللہ تعالیٰ ایسے خلافِ اسلام عقیدوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ لُطف یہ کہ آگے جا کر پھر نانوتوی صاحب نے لکھا: ''اور اگر نظیر بمعنی اصل مطلوب ہے تو سُنیئے۔ بعد لحاظ خاتمیتِ زمانی بھی نظیر خاتم النبیین ﷺ ممکن ہے اور اگر اب بھی ممتنع ہے تو یوں کہو خدا تعالیٰ ایسا عالم اور کوئی نہیں بنا سکتا تو ہمارا تو ایسے خدا کو سلام ہے، آپ کا خدا ایسا عاجز خدا ہوگا''۔

(مناظرہ عجیبہ، صفحہ ۸۹)

نبی کا امکان تو پہلے ہی بتا رہے تھے یہاں خاتم النبیین ہونا بھی ممکن بتا دیا۔ نانوتوی صاحب کی عبارتیں تضادات کا مجموعہ ہیں۔ کہیں کچھ کہتے ہیں کہیں کچھ۔ مگر

ع کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

وہ بھی بغیر توبہ کیے مر گئے، عقیدت مندوں نے بھی اُسی طرح کی ٹھانی ہے، اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

☆ علامہ بدر عالم میرٹھی دیوبندی اپنے رسالہ ''ختم نبوۃ'' میں لکھتے ہیں:

''سنت الٰہیہ یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو ختم کرتا ہے تو کامل ہی ختم کرتا ہے، ناقص ختم نہیں کرتا۔ نبوت بھی اب اپنے کمال کو پہنچ چکی تھی اس لئے مقدریوں ہوا کہ اس کو بھی ختم کر دیا جائے۔ اگر آنخضرت ﷺ کے بعد نبوت جاری ہو تو لازم آئے گا کہ اس کا خاتمہ نقصان پر ہوا۔ ظاہر ہے ایک نہ ایک دن اس عالم کو فنا ہونا ضرور ہے۔ اس سے قبل کسی نہ کسی کا آخری نبی ہونا بھی عقلاً لازم ہے۔ اب اگر وہ آپ (ﷺ) سے زیادہ کامل ہو تو اس کے لئے اسلامی عقیدہ میں گنجائش نہیں۔ اور اگر ناقص ہو تو نبوت کا خاتمہ نقصان پر تسلیم کرنا لازم ہوگا''۔ (احتساب قادیانیت، صفحہ ۴۳۳/ختم نبوت رسالہ، صفحہ ۶۹)

لیکن نانوتوی صاحب کو اثر بن عباس تو خاتمیتِ زمانی کے مخالف بھی معلوم نہیں ہوتا۔ بعد کو اگر کوئی نبی آئے تو بے شک آئے، چاہے اس نبوت کا خاتمہ نقصان ہی پر کیوں نہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں:

''کمترین کو نہ اثر (ابن عباس) معلوم مخالف خاتم النبیین معلوم ہوتا ہے، خواہ خاتمیتِ زمانی ہو، چنانچہ آپ کو معلوم ہی ہوگا خواہ خاتمیتِ مرتبی''۔ (مناظرہ عجیبہ، صفحہ ۴۰)

اپنے مضمون میں ہم نے بار بار لکھا ہے کہ نانوتوی صاحب حضور ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کو خاتمیتِ زمانی کے مخالف بھی نہیں سمجھتے۔ اب تحذیر الناس کی وضاحت میں مناظرہ عجیبہ میں بھی وہ ہماری بات کی تصدیق کر رہے ہیں کہ اثر ابن عباس نہ خاتمیتِ زمانی کے مخالف ہے نہ خاتمیتِ مرتبی کے۔ گویا بعد کے آنے والے اپنے عقیدت مند شارحینِ تحذیر الناس کی ان دلیلوں پر پانی پھیر دیا جواب تک کہتے ہیں کہ بعد میں نبی کے آنے سے خاتمیتِ مرتبی میں فرق نہیں آتا صرف زمانی میں فرق آتا ہے۔ نانوتوی صاحب کہتے ہیں دونوں میں فرق نہیں آتا خواہ زمانی ہو خواہ مرتبی۔ وہ تو زمانی کے مخالف بھی نہیں سمجھتے۔ دیکھئے مولانا عبدالعزیز صاحب نے اپنے محذور میں نانوتوی صاحب کا عقیدہ اپنے الفاظ میں یوں لکھا ہے:

''اور اقرار بھی ہے کہ اگر کوئی نبی کسی طبقۂ سماء یا ارض میں قبل (آپ سے پہلے) مع (آپ کے زمانہ میں) یا بعد آپ کے فرض کیا جائے تو وہ بھی موصوف بالعرض ہی ہوگا، اس کا سلسلہ آپ ہی پر ختم ہوگا۔ کچھ فضیلت خاتم مطلق ﷺ میں نقصان نہ آئے گا بلکہ (فضیلت) زیادہ ہو جائے گی''۔ (مناظرہ عجیبہ، صفحہ ۴۱)

مولانا عبدالعزیز صاحب نے وہی بات سمجھی جس کو ہم بیان کر رہے ہیں اور اس عقیدے کی تردید نانوتوی صاحب کے جواب میں کہیں نہیں۔

☆ ایک دیوبندی مولوی صاحب نے بحث و مباحثہ میں لکھا ہے کہ محض خاتمیتِ زمانی بایں طور کہ خاتمیتِ ذاتی کو اس سے جدا رکھا جائے، بطورِ عقیدہ اختیار کی جائے تو یہ سعی

مذموم ہے۔ (والعیاذ باللہ)

مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ قرآنی لفظ ''خاتم النبیین'' کا معنیٰ صرف ''آخری نبی'' سمجھنا یہ بہت بُری کوشش ہے۔ اور یہ بھی لکھا کہ ختمِ زمانی کی قرآن و حدیث میں کوئی مدح نہیں نیز یہ بھی کہ صرف ختمِ زمانی قرآن و حدیث کا دیا ہوا عقیدہ نہیں بلکہ یہ تو عوام کا خیال ہے۔ (والعیاذ باللہ)

جب صرف خاتمیتِ زمانی قرآن و حدیث کا دیا ہوا عقیدہ نہیں بلکہ عوام کا خیال ہے، نہ یہ مدح کے قابل اور صرف یہ معنیٰ کرنا ایک بُری کوشش تو ظاہر ہے کہ ایسے عقیدے کا انکار کفر بھی نہیں۔ کیونکہ کفر تو قرآن و حدیث کے دیئے ہوئے عقیدے کے انکار سے لازم آتا ہے۔ دوسرے اس دیوبندی مولوی نے مفتی محمد شفیع دیوبندی کراچی اور سید انور شاہ کشمیری وغیرہ سب کو رگڑا دے دیا۔ البتہ بہت دُکھ اور افسوس اس بات پر ہے کہ اپنے مولوی کو بچانے کے لئے (حالانکہ وہ اپنا انجام خراب کر کے گئے ہیں) اللہ و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم)، جملہ صحابہ کرام اور آئمہ کبار بلکہ اول آخر سب مسلمانوں کی بھی توہین کر ڈالی۔ اس لئے کہ حضور ﷺ سے لے کر آج تک کسی مسلمان نے خاتم کی نوعیں، قسمیں، درجے اور مختلف مفہوم بیان نہیں کئے سب نے یہی لکھا کہ اس کے معنیٰ صرف اور صرف آخری نبی ہی کے ہیں، اس کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن نانوتوی صاحب خاتم النبیین کا معنیٰ صرف ''بالذات نبی'' کرتے ہیں اور خاتمیتِ زمانی کو اس کا لازم قرار دے کر پھر اُس کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ کسی ایک جگہ پر ان کے پاؤں ٹکتے ہی نہیں اور خیال جمتا ہی نہیں۔ حیرت اس پر ہے کہ مکتوب قاسم العلوم صفحہ ۴۳۹، ۴۴۰ میں لکھا: (ترجمہ) ''اسی طرح انبیاء سے وعدہ لینا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کی طرف نیاز مندی کا رُخ رکھیں۔ مگر اس کی وجہ معلوم نہ تھی۔ مضمون خاتم النبیین نے اس کی وجہ بیان کر دی۔ اور خاتم النبیین کے ظاہری الفاظ میں خِفا (پوشیدگی) تھی۔ چنانچہ آیت میثاق (واذ اخذ اللہ میثاق النبیین) نے مقصد کے مخالف احتمال کو اُٹھا دیا مگر کچھ بھی ہو آیاتِ متشابہات اور احادیثِ متشابہ عوام کو غلطی میں ڈالنے اور قدموں کے

ڈگمگا جانے کا نام ہے۔نہیں کہا جا سکتا کہ ہم جیسے نالائق واقعہ کی حقیقت اور شارع کے مقصد کو پہنچ گئے اور پوشیدہ معانی کو ظاہر کر دیا کیونکہ متشابہاتِ آیات واحادیث کھولنے کا منصب صرف انبیاءعلیہم السلام اور علمائے راسخین ، جو انبیاء کے تابع ہو کر صاحبِ کرامت ہو گئے ، کو حاصل ہے ، باقی کوئی نہیں کر سکتا۔ ہاں کبھی ناسمجھ بچہ نشانہ پر تیر پھینک دیتا ہے (مراد نانوتوی صاحب ہیں۔راقم) اس سبب سے تفسیر عوام کی اور انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سوا سب عوام ہیں ، یہ پختہ عقیدہ اور اطمینان قلبی کے قابل نہیں ہیں''۔نانوتوی صاحب نے اپنا معنیٰ ثابت کرنے کے لئے آیت خاتم النبیین ہی کو متشابہ قرار دے دیا اور کہا کہ اس میں جو خِفا تھی وہ دوسری آیت (آیتِ میثاق) نے دور کر دی۔آج تک کسی مفسر نے اس آیت کو متشابہ نہیں کہا اور نہ اس میں خِفا بتائی بلکہ سب نے اس کو اس کے ظاہری معنوں ''آخری نبی'' پر ہی رکھا۔ اور اس کے منکر کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔اپنے آپ کو ''کودکِ نادان'' کہنا بھی در پردہ خودنمائی ہے کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک جو بات کسی کی سمجھ میں نہ آئی وہ میں نے کر دی (والعیاذ باللہ)۔

تحذیر الناس کی عبارت کی روشنی میں یہ بھی معلوم ہوا کہ نانوتوی صاحب اہل فہم اور خواص میں سے ہیں۔جنہوں نے آیت کا اصلی راز کھول دیا اور خاتم النبیین کا صحیح معنیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ، صحابہ کرام ، تابعین و تبع تابعین بلکہ تمام مفسرینِ متقدمین ومتاخرین نہیں سمجھے ، وہ اس کا معنیٰ ''آخری نبی'' ہی بتاتے رہے جو کہ عوام کا خیال ہے۔خود کو اہل فہم میں رکھا اور باقی سب کو عوام میں شامل کر دیا۔ اگر نانوتوی صاحب واقعی پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو اہلِ فہم سمجھتے ہیں اور اُن کے نزدیک انبیاء علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سوا سب عوام ہیں تو بتایا جائے کہ نبی علیہ السلام اور راسخین فی العلم نے ''خاتم النبیین'' کا معنی کس کتاب میں ''بالذات نبی'' کیا ہے؟ نہیں تو نانوتوی صاحب نے معاذ اللہ ''بے التفاتی'' کا طعنہ دیا اور اپنی بے تکی بات کو ٹھکانے کی بات کہا۔ ہم ایسے عقیدے اور ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

تحذیر الناس اور دیگر کتابوں کی عبارات کا عکس اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

تحذیرُ النّاس

مِن اِنکارِ أثرِ إبن عبّاس رضی اللہ عنہ

تالیف

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ

بانیٔ دار العلوم دیوبند (م ۱۲۹۷ھ)

مقدمہ

علامہ ڈاکٹر خالد محمود ڈائرکٹر اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر

حاشیہ

مولانا حافظ عزیز الرحمن ایم۔اے؛ ایل ایل بی

توضیح بعض عبارات

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم

○

مکتبہ حفیظیہ

مکی مسجد ○ بخاری روڈ ○ گوجرانوالہ

پوسٹ بکس ۳۳۱

مطابق یہ دو متقابل نظریات تھے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد کے پیرو ختم نبوت مرتبی کا اقرار کرتے ہیں اور ختم نبوّت زمانی کے منکر ہیں۔

قادیانی تشریح کا خطرناک پہلو

مُسلم عوام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے مرتبہ و شان سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔ جب وہ قادیانی مبلّغین سے سنتے ہیں کہ ختم نبوت کا اصل مفہوم یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم پر سارے کمالات ختم مانے جائیں اور یہی حضوؐر کی ختم نبوت ہے تو کئی عوام جوشِ عقیدت میں قادیانیوں کے پنجۂ الحاد میں آجاتے ہیں۔ ختم نبوّت زمانی کتنا پختہ عقیدہ کیوں نہ ہو ختم نبوت مرتبی میں عقیدت بہرحال زیادہ ہے۔ اور وہ ظاہر میں لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے۔

اسلام کا اعجاز اور مسلمانوں کی الٰہی رہنمائی

مرزا غلام احمد نے ابھی اس الحاد کے کانٹے نہ بچھائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرۃ ابوبکر صدیقؓ کی نسل سے ایک مردِ حق آگاہ کو پیدا کیا۔ جس کے دل میں اللہ نے یہ بات ڈالی کہ ختم نبوّت مرتبی خود عقیدۂ اسلام ہے۔ اس نے یہ احساس پیدا کردیا کہ ختم نبوّت مرتبی کو مانو تو ختم نبوت زمانی کا انکار نہیں ہوسکتا بلکہ یہ دونوں مفہوم بیک وقت جمع ہوسکتے ہیں اور یہی عقیدہ اسلام ہے کہ حضوؐر پر سب کمالات نبوت بھی ختم ہیں اور حضور زمانے میں بھی سب سے آخر میں ہیں۔ یہ مردِ حق آگاہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ تھے۔

مرزا غلام احمد اور مولانا محمد قاسم کی تشریحات میں فرق

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقیدے میں ختم نبوۃ مرتبی اور ختم نبوۃ زمانی دو متوازی اور متقابل مفہوم ہیں۔ ختم نبوۃ مرتبی کے اقرار سے ختم نبوۃ زمانی کا انکار ہے، مگر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے عقیدے میں یہ دونوں مفہوم حضوؐر اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی میں جمع تھے۔ پس آپ کا ختم نبوۃ مرتبی کا اقرار ختم نبوت زمانی کا ہرگز انکار نہیں۔

عکس مقدمہ تحذیر الناس

لزُومِ ختمِ نبوّۃ زمانی پر مولانا محمد قاسمؒ کی تقریر

حضرت مولانا تحذیر الناس میں لکھتے ہیں:

"بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وصفِ نبوّت میں موصوف بالذات اور سوائے آپ کے اور انبیاء موصوف بالعرض اس صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اول یا اوسط میں رکھتے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دینِ محمدی ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسُوخ ہونا لازم آتا اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات تو ضرور ہے کہ متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی ــــ سو اس صوُرت میں اگر وہی علومِ محمدی ہوتے تو بعد وعدۂ محکم اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ان کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر علوم انبیاء متاخرین علومِ محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ہونا غلط ہوجاتا ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروف کو تاخرِ زمانی لازم ہے"[1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی کے ہاں بناءِ خاتمیت تو یہ ہے کہ آپ وصفِ نبوت سے موصوف بالذات ہیں، لیکن آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس بناءِ خاتمیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے بالفعل تشریف لانے پر تاخرِ زمانی لازم ہے۔ آپ تحذیر الناس میں بھی اس کی تصریح فرما رہے ہیں۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"خاتمیّت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیّت زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی"[2]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں حضرت مولانا محمد قاسمؒ نے یہ کہا تھا کہ عوام کے خیال میں حضوؐر صلی اللہ علیہ وسلّم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ اس سے مراد اس عقیدے کی

---

[1] تحذیر الناس ص۲۲ [2] تحذیر الناس ص۴۸

عکس مقدمہ تحذیر الناس

تردید نہ تھی لفظ خاتم کو صرف اس معنی میں محدود کرنے کو آپ عوام کا خیال کہہ رہے تھے۔ آپ کے عقیدے میں بنارِ خاتمیّت کو تاخر زمانی کہ آپ کا زمانہ آخری مانا جائے بہرحال لازم تھی اور اس میں آئندہ آنے والے مدعیانِ نبوّت کا سدِّباب بھی تھا۔ مولانا مرحوم لکھتے ہیں :

"عوام کے خیال میں تو رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہلِ فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا تھا ... بلکہ بنارِ خاتمیّت اور بات ہے جس سے تاخر زمانی اور سدِّباب مذکور[1] خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلتِ نبوی دوبالا ہو جاتی ہے[2]"

اس عبارت کو دیکھئے اور بار بار دیکھئے۔ یہ بات آپ پر خود بخود روشن ہو جائے گی کہ آپ عوام کے عقیدے کی تردید نہیں کر رہے اسے صرف ایک معنی میں محدود کرنے کی اصلاح کر رہے ہیں۔ آپ جس بات کو بنارِ خاتمیت قرار دیتے ہیں اسے آپ کا سب سے آخری زمانہ میں ہونا خود بخود لازم آرہا ہے۔ اور یہ بھی فضیلت ہے گو بالتبع سہی، نفی صرف بالذات فضیلت کی ہے۔

ہاں خاتمیّت مرتبی کا وہ پہلو جس کے تحت انبیار سابقین کو آپ کا فیض ملا اور انہوں نے آپ سے اس طرح جلا پائی جیسے چاند سورج سے مستنیر ہوتا ہے۔ انبیار کے افرادِ خارجیہ (جو عملاً دنیا میں تشریف لاتے رہے) سے ہی خاص نہیں ان کے افرادِ مقدرہ (جو صرف فرض کیے جائیں) کے لحاظ سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ بالفرض آپ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو بھی آپ کی خاتمیّت

---

[1] مولانا لکھتے ہیں۔ "یہ احتمال کہ یہ آخری دین تھا اس لیے سدباب مدعیان نبوت کیا جو کل جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے، البتہ فی حد ذاتہ قابلِ لحاظ ہے۔" اس میں بھی ختم نبوت زمانی کا واضح اقرار ہے۔

[2] تحذیرالناس ص۳۲ و ص۳۳

عکس مقدمہ تحذیرالناس

مرتبی بے شک قائم رہتی اور وہ آپ کے ماتحت ہوتا۔ ہاں اس کے بالفعل آنے سے ختمِ نبوّت زمانی بے شک قائم نہ رہتی اور یہ خلاف عقیدہ اسلام ہوتا، کیونکہ اسلام میں ختمِ نبوّت زمانی پر ایمان لانا بھی ضروریاتِ دین میں سے ہے۔

حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتوی پر بہتان

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ یہ بات ہر مسلمان کو معلوم ہے۔ جس نے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آخری نبی نہیں جانا وہ مسلمان نہیں، کیونکہ آپ کے آخری نبی ہونے پر ایمان رکھنا ضروریاتِ دینِ اسلام میں سے ہے۔

علمار راسخین نہ صرف مسائل جانتے ہیں، بلکہ ان کے اصول اور علل واسباب کو بھی پہچانتے ہیں۔ دینِ حکیم کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے آخری نبی ہونے کی اساس اور حکمت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب علمار اسلام کے ذمّہ تھا۔ عوام صرف اتنا جانتے تھے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا زمانہ انبیار سابقین کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب سے آخری نبی ہیں اور بس ــــ اس کی وجہ کہ آپ کو سب سے آخر میں کیوں رکھا ہنوز محتاج تفصیل تھی۔

جن علمارِ امت نے شریعت کے اسرار و حِکم کھول کھول کر بیان فرمائے ان میں امام غزالیؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا نام سرِ فہرست ہے۔ آپ نے ختم نبوت کی اساس اور حکمت سے بحث کی اور حق یہ ہے کہ آپ نے اس انتہائی لائق احترام موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔

آیئے پہلے اس پر غور کریں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النّبیین کہنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے اور معلوم کریں کہ آپ کو کس وجہ سے آخری نبی بنایا گیا۔ اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔

ا ــــ چونکہ آپ کی لائی ہوئی کتاب کی ابدی حفاظت کا وعدہ تھا اس لیے آئندہ کسی نبی کی ضرورت نہ تھی۔ آپ پر نبوّت و رسالت کا دروازہ اس لیے بند فرمایا کہ اب اس کی ضرورت نہ رہی تھی۔

عکس مقدمہ تحذیرالناس

مولانا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ باقی سب انبیاء کی نبوّت آپ کی نبوّت کا فیض اور اثر ہے۔ جیسے آفتاب سے چاند کو روشنی ملتی ہے اس طرح ہر پیغمبر نے اس آفتاب نبوّت سے روشنی پائی ہے۔ آپ صرف اس امت کے نبی نہیں آفتاب نبوّت کی حیثیت سے نبی الانبیاء بھی ہیں اور باقی سب انبیاء اپنی اُمتوں سمیت آپ کی مرکزی سیادت کے ماتحت ہیں۔ جس طرح موصوف بالذات پر موصوف بالعرض کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کی تشریف آوری پر اس سلسلے کا ختم ضرور تھا۔ اس لیے آپ نبیوں کے ختم پر تشریف لائے۔

بنار خاتمیت بس یہی ہے۔ اس کے آثار و نتائج میں سے تھا کہ آپ کو سب سے آخر میں رکھتے۔ یہ ختم نبوّت زمانی اس بنار خاتمیّت کو لازم تھی۔ ہاں آپ کی خاتمیّت کی جو نسبت انبیاءؑ سابقین کے ساتھ تھی وہ خاتمیت مرتبی تھی جیسے موصوف بالعرض موصوف بالذات سے مستفیض اور چاند سورج سے مستنیر ہوتا ہے۔ اس ختم نبوت مرتبی کے ساتھ زمانے کی قید نہیں آپ انبیاء سابقین کے بھی مرکز ہیں۔ آپ کی شان مرتبی کا یہ پہلو انبیاء سابقین سے ہی خاص نہیں بلکہ اگر بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا تو بھی آپ کی اس معنی کی خاتمیت میں فرق نہ آتا۔ خاتمیت مرتبی بہر حال قائم تھی۔

لیکن حکمتِ خداوندی متقاضی ہوئی کہ آپ کی تشریف آوری پر اس بنار خاتمیّت کے ساتھ ختم نبوّت زمانی بھی لازم کی جاتے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا زمانہ آخری زمانہ ہو اور آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو اور یہی عقیدۂ اسلام ہے۔

خاتمیّت مرتبی کا بیان

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا خاتم ہونا اگر وصف نبوّت سے موصوف بالذات ہونے کے معنی میں لیا جائے تو بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی نبی ہوتا تو اس کے باوجود آپ کی خاتمیّت مرتبی قائم رہتی۔ مولانا فرماتے ہیں:

عکس مقدمہ تحذیر الناس

"غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاءؑ گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں نبی ہو۔ جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے، مگر جیسے اطلاق خاتم النبیین اس بات کا مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ کیجئے اور علی العموم تمام انبیاء کا خاتم کہیئے اسی طرح ..... الخ۔" ص۵۶

یہ ساری بات اس شرط پر کہی جا رہی ہے۔ "اگر بایں معنی تجویز کیا جائے" آگے اس کی جزا مذکور ہے وہ معنی کیا ہے؛ "حضورؐ کا وصف نبوت سے موصوف بالذات ہونا" ظاہر ہے اس معنی کے اعتبار سے آپ کے زمانہ میں بھی کہیں نبوّت ہو تو آپ کا خاتم ہونا ختم نبوت مرتبی کے لحاظ سے بدستور قائم رہتا ہے۔ افسوس کہ ملحدین ان خط کشیدہ الفاظ کو سر اسر مٹا دیتے ہیں اور بات الجھ کر رہ جاتی ہے۔

اس عبارت کو اس شرط سے کاٹ کر بیان کرنا اور خاتمیّت سے ختم نبوّت مرتبی مراد نہ لینا اس عبارت پر بڑا ظلم ہوگا۔ اسلام کے مجموعی عقیدے کے لیے ختم نبوّت مرتبی اور ختم نبوّت زمانی دونوں کو ماننا ضروری ہے۔ اسی طرح تحذیر الناس میں ایک دوسری جگہ ہے؛ ص۲۸

"ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوّت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اور کسی کو افراد مقصودہ بالخلق میں سے مماثل نبوی نہیں کہہ سکتے، بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی (جو عملاً دنیا میں تشریف لائے) ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہو گی افراد مقدرہ (جو صرف فرض کیے جائیں) پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"[1]

---

[1] کسی نہ ہونے والی بات کو فرض کر کے بیان کرنا اہل علم کے نزدیک کبھی قابلِ اعتراض نہیں رہا۔ قرآنِ کریم میں ہے
(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عکس مقدمہ تحذیر الناس

یہاں یہی بات شرط کے ساتھ کہی جارہی ہے اور موضوع ختم نبوت مرتبی کا بیان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مقدر مانا جائے تو اسے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نبوۃ سے مستنیر مقدر مانا جائے گا۔ اور اس سے حضور کی خاتمیت مرتبی میں واقعی کچھ فرق نہیں آئے گا۔

اس بات کو اس شرط سے کاٹ کر بیان کرنا اور آخری الفاظ "خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا" سے ختم نبوت زمانی مراد لینا اس عبارت میں بڑا ظلم ہوگا، کیونکہ اسلام کے مجموعی عقیدے میں ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں کو ماننا ضروری ہے۔

اس عبارت میں پہلے شرط ہے پھر اس کی جزا تین حصوں میں مذکور ہے۔ پہلا حصہ "تو پھر" سے شروع ہوتا ہے۔ دوسرا "بلکہ اس صورت میں"۔ تیسرا "بلکہ اگر بالفرض" سے تیسرا حصہ پھر آگے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا (پ۱۷ الانبیاء آیت ۲۲)

ترجمہ: اگر ہوتے دونوں (زمین و آسمان) میں اور معبود سوائے اللہ کے تو دونوں خراب ہو جاتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوکان نبی بعدی لکان عمر" (جامع ترمذی ص۲۰۹ ج ۲) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے۔ فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے اس سوال کے جواب میں کہ میدانِ جہاد میں اگر کوئی پیغمبر کسی مسلمان کی اوٹ میں آ جائے تو مسلمان کیا کرے، آپ نے فرمایا "لیس ذالک النبی"۔ یہ مسئلہ اسی نبی سے پوچھ لیا جائے۔ (الاشباہ والنظائر ابن نجیم ص۳۲۷) اس وقت کسی نے نکتہ کہا کہ فقیہ ابو اللیث نے امکانِ نبوت مان لیا اور ختم نبوت کے منکر ہو گئے۔

الشیخ الکامل حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نے کہا تھا:

"اگر فرضاً دریں امت پیغمبرے مبعوث مے شد موافق فقہ حنفی عمل میکرد۔"

(مکتوبات شریف دفتر اول ص۳۶۵ مکتوب ۲۸۲)

ان کے بارے میں کسی نے نہ کہا کہ وہ (معاذ اللہ) ختم نبوت کے منکر ہو گئے، مگر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے جب انہیں یہاں افراد مقدرہ کے طور پر ذکر کیا تو حکومتِ برطانیہ نے مولانا کے خلاف اس سے سیاسی فائدہ اٹھا لیا۔ افسوس ان لوگوں پر جو لقمۂ اغیار بنے رہے۔ اور حضرت نانوتویؒ پہ انکار ختم نبوت کی تہمت لگاتے رہے

قضیہ فرضیہ تک ہے اور ساری بات اس شرط سے کہی جارہی ہے کہ خاتمیت اتصاف ذاتی بوصف نبوت کے معنی میں لی جارہی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ختم نبوت مرتبی کا بیان تھا زمانی کا نہیں

مولانا احمد رضا خاں کے ہاتھ کی صفائی

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے پہلے ص۵۶ کی عبارت میں سے شرط کو حذف کرکے جزا کا صرف دوسرا حصہ لے لیا پھر اس کے ساتھ ص۷۶ کی مذکورہ عبارت میں سے شرط کو حذف کر کے بلکہ جزا کے بھی پہلے اور دوسرے حصے کو چھوڑ کر صرف تیسرے حصے کو جوڑا اور اس کے بعد اسی کتاب کے ص۳۲ سے ایک عبارت اس کے اضراب کو (جو ص۳۳ پر "بلکہ" سے شروع ہو رہا ہے) چھوڑ کر اس کے ساتھ جوڑ دی ہے۔ اس طرح مولانا احمد رضا خانصاحب نے تحذیر الناس کے ص۵۶، ص۷۶ اور ص۳۲ کی عبارتیں (ہر ہر عبارت کی شرطیں اور اضراب حذف کرکے) جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنا دی ہے۔

اس مسلسل عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولانا محمد قاسم ختم نبوت زمانی کے منکر تھے اور یہ عبارت ختم نبوۃ زمانی کے انکار کے لیے ہی آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ حالانکہ آپ نے اسی کتاب میں جگہ جگہ ختم نبوت زمانی کا اثبات فرمایا تھا مگر مولانا احمد رضا خاں نے ان تمام تصریحات کو انگریزوں کے کہنے میں ڈال دیا مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ایک اور مقام پر ختم نبوۃ زمانی کی اس طرح تصریح کرتے ہیں

"منجملہ حرکات سلسلہ نبوت بھی تھی۔ سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم وہ حرکت مبدل بہ سکون ہوئی، البتہ اور حرکتیں ابھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک وجہ یہ بھی ہے"[1]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ہونے کا عقیدہ اتنا اہم اور ضروری ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسمؒ اس کے منکر کو کافر بتلاتے ہیں۔

---

[1] تحذیر الناس ص۹۵

یہ کانٹے اب تک امت کے پاؤں کو زخمی کر رہے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے ہاتھ کی صفائی سے جو عبارت ترتیب دی اسے ہم یہاں حسام الحرمین سے نقل کرتے ہیں۔ اس عبارت کو بھی دیکھئے اور تحذیر الناس کے ان گہرے اور علمی مضامین پر بھی غور کیجئے جنہیں ہم اوپر نقل کر آئے ہیں۔ اصل کتاب تحذیر الناس کو ملاحظہ کیجئے اور ستم کیشوں کے ستم کی داد دیجئے۔ مولانا احمد رضا خاں نے حسام الحرمین میں عبارت اس طرح بنا کر پیش کی ہے:

"بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدم یا تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔[1] الخ"

آخری فقرہ جو عوام کے خیال سے شروع ہوتا ہے وہ تحذیر الناس کے ص۳ پر ہے۔ شروع کا جملہ ص۵۶ پر ہے درمیانہ جملہ ص۲۸ پر ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے انہیں ایسی ترتیب سے جوڑا ہے کہ یہ مسلسل عبارت تحذیر الناس کی دکھائی دے رہی ہے اور ان عبارات سے جن میں خاتمیت زمانی کا صریح اقرار ہے صریح طور پر ٹکرا رہی ہے اسے مولانا کے ہاتھ کی صفائی کہیے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر کی تصدیق کہ اس امت میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو یہود کی راہوں پر چلیں گے۔ شبراً بشبرٍ و ذراعًا بذراع او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

پھر آخری الفاظ میں لفظ بالذات پر غور کیجئے۔ اطلاقات بالذات اور بالعرض اہل علم پر مخفی نہیں۔ مولانا محمد قاسم کی مراد یہ تھی کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات فضیلت نہیں بالعرض ہے کہ سب سے آخر میں وہی ہونا چاہیئے جو سب سے عالی مرتبہ ہو۔

---

[1] تحذیر الناس ص۵۶

عکس مقدمہ تحذیر الناس

الجواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَسَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

تمہید: بعد حمد و صلوٰۃ کے: قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اوّل معنیٰ خاتم النبیین[1] معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال[2] میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[3] کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں، پھر مقام مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس

---

[1] یعنی آیۃ کریمہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا گیا ہے۔ اوّل اس کے معنیٰ سمجھنے چاہئیں ۱۲۔ [2] سو عوام کے خیال میں الخ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ لفظ خاتم النبیین کا معنیٰ عوام تو یہی لیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمانے کے لحاظ سے سب نبیوں کے بعد تشریف لائے ہیں اور بس۔ لیکن اہل علم و عقل بخوبی جانتے ہیں کہ محض زمانے کے لحاظ سے پیچھے آنا باعث فضیلت نہیں بلکہ کچھ اوصاف و کمالات ہوتے ہیں جو بعد میں آنے والے کو پہلے لوگوں پر فوقیت دیتے ہیں۔ ورنہ محض آخر میں آنا اگر فضیلت کا موجب ہوتا تو سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بعد سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ولی آئے ہیں مگر ان کا ہم مرتبہ کوئی نہیں۔ اسی طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد ہزاروں صحابہ کرامؓ نے سرور کائنات علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی لیکن کوئی صحابی آپ کا ہم پلہ و ہم مرتبہ نہیں۔ یہی نہیں بلکہ اگر زمانے کے لحاظ سے بعد میں آنا ہی فضیلت و برتری کے لیے کافی ہوتا تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بعد سرور کائنات سے پہلے کئی انبیاء تشریف لائے لیکن ان میں سے کوئی نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فضیلت نہیں رکھتا۔ جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا متفقہ عقیدہ ہے۔

[3] اصل کتاب میں "صلعم" لکھا ہوا ہے ہم نے مکمل الفاظ میں لکھا ہے۔ ۱۲۔

عکس تحذیر الناس

مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبارِ تاخرِ زمانی صحیح ہو سکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہلِ اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے۔ آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں، کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا، اوروں کو ذکر نہ کیا۔ دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہلِ کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا، اس لیے سدِّ باب اتباعِ مدعیانِ نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوے کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حدّ ذاتہٖ قابل لحاظ ہے۔ پر جملہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور جملہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط میں کیا تناسب تھا جو ایک کو دوسرے پر عطف کیا اور ایک کو مستدرک منہ اور دوسرے کو استدراک قرار دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی بے ربطی و بے ارتباطی خدا کے کلامِ معجز نظام میں متصوّر نہیں۔ اگر سدِّ باب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لیے اور بیسیوں موقع تھے۔

بناء خاتمیّت کی تعیین

بلکہ بناء خاتمیت[1] اور بات پر ہے جس سے تاخرِ زمانی اور سدِّ باب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلتِ نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصّہ موصوف بالذات

[1] بنائے خاتمیت آپ کی ایسی وصف کمال پر ہے جس سے آپ کا سب انبیاءؑ کے بعد آنا بھی ثابت ہو جائے گا اور مدعیان نبوت کاذبہ کے لیے بھی سدباب ہو جائے گا۔ خاتمیت کا دار و مدار آپ کے مرتبہ پر ہے کہ آپ کو نبوت براہ راست بلا واسطہ اللہ تعالےٰ سے حاصل ہے اور آپ کی نبوت ذاتی ہے باقی انبیاءؑ کو نبوت آپ کے واسطے اور فیضان سے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ملی ہے۔ لہٰذا دوسرے

(باقی صفحہ ۳۴ پر)

پر ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذّات سے مکتسب ہوتا ہے۔ موصوف بالذّات کا وصف جس کا ذاتی ہونا اور غیر مکتسب من الغیر ہونا لفظ بالذات ہی سے مفہوم ہے کسی غیر سے مکتسب اور مستعار نہیں ہوتا۔ مثال درکار ہے تو لیجئے۔ زمین و کہسار اور در و دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں۔ اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی۔ بایں ہمہ یہ وصف اگر آفتاب کا ذاتی نہیں تو جس کا تم کہو، وہی موصوف بالذّات ہوگا، اور اس کا نور ذاتی ہوگا، کسی اور سے مکتسب اور کسی اور کا فیض نہ ہوگا۔ الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذّات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خدا کے لیے کسی اور خدا کے نہ ہونے کی وجہ اگر ہے تو یہی ہے۔ یعنی ممکنات کا وجود اور کمالات وجود سب عرضی بمعنیٰ بالعرض ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ کبھی موجود کبھی معدوم کبھی صاحبِ کمال کبھی بے کمال رہتے ہیں۔ اگر یہ امور مذکورہ ممکنات کے حق میں ذاتی ہوتے تو یہ انفصال و اتّصال نہ ہوا کرتا۔ علی الدوام وجود اور کمالاتِ وجود ذاتِ ممکنات کو لازم ملازم رہتے۔

بقیہ حاشیہ :- انبیاء کی نبوت عرضی ہے۔ اس ذاتی نبوّت اور عرضی نبوت کو قاسم العلوم والخیرات حضرت نانوتویؒ بالتفصیل اور بادلائل ثابت کریں گے۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء اور امام الانبیاء ہیں۔ اس پر صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک ساری امّت کا اجماع ہے اور یہی اجماع اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کی نبوّت ذاتی ہے۔ جب کہ باقی انبیاءؑ کی نبوّت عرضی ہے۔ کیونکہ اگر باقی انبیاء کو بھی نبوت بلا واسطہ اور براہ راست اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سے ملے۔ تو پھر اُن کا تعلق آپ کے ساتھ کیا باقی رہ جاتا ہے۔ اور آپ نبی الانبیاء کیسے اور کن معنی میں ہوئے۔ گویا آپ کو امام الانبیاء اور نبی الانبیاء کہنا محض خوش فہمی اور فرطِ عقیدت پر مبنی ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ جیسا کہ کتاب و سنّت اس پر شاہد ہیں۔ ۱۲

سو آپؐ کے اور انبیاء موصوف بالعرض۔

ختمِ نبوت ذاتی اور ختمِ نبوت زمانی میں تلازم

اس صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوّل یا اوسط میں رکھیئے تو انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دینِ محمدیؐ ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا۔ حالانکہ خود فرماتے ہیں مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اور کیوں نہ ہو۔ یوں نہ ہو تو اعطاء دین منجملہ رحمت نہ رہے، آثارِ غضب میں سے ہو جاوے۔ ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجہ کے علماء کے علوم ادنیٰ درجہ کے علماء کے علوم سے کم تر اور اَدوَن ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا۔ پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مرتبہ ہونا مراتب علوم پر موقوف ہے۔ یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا۔ ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی؟ سو اس صورت میں اگر وہی علومِ محمدی ہوتے تو بعد وعدۂ محکم اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہیئے اور بشہادت آیۃ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ جامع العلوم ہے کیا ضرورت تھی۔ اور اگر علومِ انبیاء متاخرین علومِ محمدی کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہونا غلط ہو جاتا۔ بالجملہ جیسے ایسے نبی جامع العلوم کے لیے ایسی ہی کتاب جامع چاہیئے۔

بقیہ حاشیہ: علومِ قرآنی تو صرف آپ کے ساتھ مختص ہیں لہذا اُسے کچھ علوم ملیں گے اور یقینا اس نبی کا درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کم ہوگا تو لازم آئے گا اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا۔ جو از روئے قرآن درست نہیں۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا۔ پس یہ لازم ٹھہرا کہ ایسا نبی تمام نبیوں کے بعد مبعوث ہو، خاتم النبیین کے معانی یہ ہوئے پہلا معنی: کہ بلندیٔ رتبہ میں سب سے بلند اور آخری رتبہ پانے والے۔ دوسرا معنی یہ کہ مرتبہ میں سب نبیوں سے آخری مرتبہ والے اور زمانہ کے لحاظ سے آخر میں آنے والے۔ ۱۲

تھی تاکہ علوِّ مراتبِ نبوت جو لاجرم علوِ مراتبِ علمی ہے چنانچہ معروض ہو چکا، میسّر آئے ورنہ یہ علوِّ مراتب نبوت بیشک ایک قولِ دروغ اور حکایت غلط ہوتی، ایسے ہی ختم نبوت بمعنیٔ معروض کو تاخرِ زمانی لازم ہے۔ چنانچہ اضافت الی النبیین باین اعتبار کہ نبوت منجملہ اقسام مراتب ہے یہی ہے کہ اس مفہوم کا مضاف الیہ وصف نبوت ہے زمانۂ نبوت نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ درصورت ارادہ تاخرِ زمانی مضاف الیہ حقیقی زمانہ ہوگا اور امرِ زمانی اعنی نبوت بالعرض۔ ہاں اگر بطور اطلاق یا عمومِ مجاز اس خاتمیت کو زمانی اور مرتبہ سے عام لے لیجیے تو پھر دونوں طرح کا ختم مراد ہوگا۔ پر ایک مُراد ہو تو شایانِ شانِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیتِ مرتبی ہے نہ زمانی۔

تقدم و تاخر کے اقسام

اور مجھ سے پوچھیے تو میرے خیالِ ناقص میں تو وہ بات ہے، کہ سامع منصف انشاء اللہ انکار ہی نہ کر سکے۔ سو وہ یہ ہے کہ تقدّم، تاخر یا زمانی ہوگا یا مکانی یا مرتبی۔ یہ تین نوعیں ہیں۔ باقی مفہوم تقدّم و تاخر ان تینوں کے

لہ تقدم تاخر ایک جامع لفظ ہے جس کے تحت تقدم تاخرِ مرتبی، مکانی اور زمانی سب آجاتے ہیں۔ تقدّم کا معنی پہلے اور تاخر کا معنی پیچھے۔ آگے پیچھے ایک وسیع لفظ ہے جس کی وسعت کو منطقی اصطلاح میں "جنس" کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے، اس کے تین قسم ہو سکتے ہیں۔

(۱) آگے پیچھے مرتبہ کے لحاظ سے جیسے فوج کا سپاہی اور کمانڈر انچیف۔ سپاہی کا مرتبہ پہلا یعنی سب سے نچلا، اور کمانڈر انچیف کا مرتبہ آخری یعنی سب سے اونچا۔

(۲) آگے پیچھے زمانہ کے لحاظ سے، جیسے حضرت آدم علیہ السلام اور ہم۔ حضرت آدمؑ پہلے ہیں یعنی اُن کا زمانہ پہلے ہے اور ہم آخری ہیں یعنی ہمارا زمانہ پیچھے ہے۔

ان دونوں درجوں کے تعیّن میں نیچے سے اُوپر کی طرف جاؤ گے۔

(۳) تقدّم تاخر مکانی۔ اس کے تعیّن کے لیے کوئی قرینہ چاہیئے جیسا کہ لوگ کہتے ہیں قبلہ کی طرف پہلے کھڑی صف کو پہلی یا اگلی کہتے ہیں اور سب سے پچھلی صف کو آخری کہتے ہیں۔ لیکن اگر اس کا عکس کیا جائے کہ آخری صف سے گنتی شروع کی جائے تو وہ پہلی اور قبلہ کی جانب والی صف آخری کہلائے گی۔

لفظِ رِجس سے خاتم کے معنیٰ میں عموم پر استدلال

جیسے آیت اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ میں مفہوم رِجْسٌ جنسِ عام ہے کہ اس کے لیے خَمر جدا نوع ہے اور مَیسر وغیرہ جدا۔ وہاں رِجس نے اور طرح ظہور کیا یہاں اور طرح یعنی خمر میں نجاستِ ظاہری بھی ظاہر ہوئی۔ انواعِ باقیہ میں فقط نجاست باطنی ہی رہی سو جیسی عِلّت اختلافِ ظہور مذکور یہ ہوئی کہ یہاں فعل شرب شراب کے باعث ممنوع ہوا اس لیے پانی وغیرہ کا پینا ممنوع نہیں تو یہاں "رِجس" صفتِ اصلی جسم شراب کی ہوگی اور "مَیسر" وغیرہ میں اشیاء معلومہ اعمال کے باعث بُری ہوئیں۔ کیونکہ اشیاء معلومہ آلاتِ افعال معلومہ ہیں۔ اس لیے رِجس صفت اصلی افعال کی ہوگی۔ سو ان کی ناپاکی وہی نجاست باطنی۔ مگر جیسے افعال و شراب میں فرق ہے اور پھر وصفِ رِجس میں متحد۔ ایسے ہی یہاں قصہ ہے بلکہ یہاں تینوں نوعوں کا موصوف بتقدّم و تأخر ہونا ایسا ظاہر ہے، جیسے شراب کا موصوف برجس ہونا مثل اتصاف افعال برجس مخفی محتمل تجوز نہیں۔ سو اگر یہاں خاتم مثل رجس جنس عام رکھا جائے تو بدرجۂ اولےٰ قابلِ قبول ہے۔ اس میں خاتمیتِ زمانی اور مرتبی کو ضرورتِ تعیین مبدأ بتقدم نہیں، ہاں مکانی میں ہے۔ سو بقیاس تأخر مرتبی یہاں بھی نیچے سے شروع سمجھا جائے گا اور زمین علیا پر اختتام ہوگا۔ سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوتِ خاتمیتِ زمانی ظاہر ہے ورنہ تسلیم لزوم خاتمیتِ زمانی بدلالتِ التزامی ضرور ثابت ہے۔ ادھر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لانبی بعدی اوکما قال۔ جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی۔ کیونکہ یہ مضمون درجۂ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا۔ گو الفاظ مذکور بسندِ تواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدمِ تواترِ الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا۔ جیسا تواتر عددِ رکعات فرائض و وتر وغیرہ باوجودیکہ الفاظِ حدیث مشعرہ تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا اُن کا منکر کافر ہے، ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا

اب[1] دیکھیے کہ اس صورت میں عطف بین الجملتین اور استدراک اور استثناء مذکور بھی بغایت درجہ چسپاں نظر آتا ہے اور خاتمیت بھی بوجہ احسن ثابت ہوتی ہے اور خاتمیتِ زمانی بھی ہاتھ سے نہیں جاتی۔ اور نیز اس صورت میں جیسے قرأۃ خاتِم بکسر التاء چسپاں ہے، ایسے ہی قرأۃ خاتَم بفتح التاء بھی بنہایت درجہ کو بے تکلّف موزوں ہو جاتی ہے کیونکہ جیسے خاتم بفتح التاء کا اثر اور نقش مختوم علیہ میں ہوتا ہے ایسے موصوف بالذّات کا اثر موصوف بالعرض میں ہوتا ہے۔

آیتِ ختمِ نبوت کا مفہوم

حاصل[2] مطلب آیۃ کریمہ کا اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوۃ معروفہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں۔ پر ابوۃ معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو لفظ خاتم النبیین شاہد ہے۔ کیونکہ اوصاف معروض و موصوف بالعرض موصوف بالذّات کے فرع ہوتے ہیں۔ موصوف بالذات اوصافِ عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور وہ اس کی نسل۔ اور ظاہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ یہ اس سے پیدا ہوتے ہیں وہ فاعل ہوتا ہے۔ چنانچہ والد

---

[1] یہاں بحث مذکور کا خلاصہ اور نتیجہ بیان فرماتے ہیں۔ اب آیت کے دو جملوں مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اور وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ میں ربط ظاہر ہوگیا کہ ابوۃ جسمانی تو نہیں مگر ابوۃ روحانی ضرور ہے اور خاتمیت بوجہ احسن یعنی جو تینوں قسم کی خاتمیت کو شامل ہے، ثابت ہوگئی خاتمیتِ زمانی بھی ثابت ہوگئی۔ اور خاتم بفتحہ تاء کے ساتھ اور خاتِم کسرہ تاء کے ساتھ، ان دونوں میں یک جہتی بھی پیدا ہوگئی۔ ۱۲

[2] اب آیت مذکور کا مفہوم یہ ہوگا۔ ابوّتِ نسبی تو کسی مرد کے لیے نہیں، پر ابوۃ معنوی امتیوں کی بہ نسبت حاصل ہے اور دیگر انبیاء کی بہ نسبت بھی کیونکہ آپ کی نبوت ذاتی ہے اور باقی آپ کے فیضان سے نبی ہیں جیسے باپ کے فیضان والے ذریعہ سے بیٹا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے باپ کو والد اور بیٹے کو مولود کہا جاتا ہے۔ ۱۲

اس کے منافی نہیں بلکہ اس کے تحقق پر ایسی طرح دال ہیں جیسے نور آفتاب طلوعِ آفتاب پر دلالت کرتا ہے۔ سو جیسے طلوعِ آفتاب وجودِ نور پر مقدّم ہے ایسے ہی تحققِ اولویّت بمعنیٰ اقربیت، تحققِ اولویت بالتصرف اور اولویّت بمعنیٰ احبیّت پر مقدّم ہوگی۔ غرض اقربیّت مذکورہ کا مابین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اُمّتِ مرحومہ ہونا بایں طور کہ آپ اقرب الامّۃ المرحومہ من انفسہم ہوں ضرور ہے۔ اور یہ بجز اس کے متصوّر نہیں کہ آپ علّت ہوں اور امۃ مرحومہ اعنی مؤمنین معلول۔ اور ظاہر ہے، کہ معلول میں جو کچھ ہوتا ہے۔ فیضِ علّت اور عطاءِ علّت ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے لیے صیغہ مفعول تجویز کیا گیا۔ اس صورت میں علّت میں ضرور ہے کہ وہ فیض ذاتی ہو، ورنہ وہاں بھی عرضی ہو تو کوئی اور ہی مفیضِ حقیقی ہوگا۔ کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ وصفِ عرضی خود بخود ہو جائے۔ کوئی موصوف بالذّات ضرور ہے سو وہی ہمارے نزدیک علّتِ اصلی ہے۔

الغرض لفظ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) جو مترادف نبی اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یا متضمن معنیٰ نبی اللہ کو ہے، جب صغریٰ بنلیئے تو بوجہ اجتماعِ شرائطِ ضروریہ جو شکل اوّل میں ہونی چاہئیں، یہ نتیجہ نکلے گا محمد اولی بالمؤمنین من انفسہم۔

ایمان بالذّات اور ایمان بالعرض

اور یہ بات اس بات کو مستلزم ہے کہ وصف ایمانی آپ میں بالذّات ہو، اور مؤمنین میں بالعرض۔ آپ اس امر میں مومنین کے حق میں والد معنوی ہیں۔ یعنی اوروں کا ایمان آپ کے ایمان سے پیدا ہوا ہے۔ آپ کا ایمان اوروں کے ایمان کی اصل ہے۔ اوروں کا ایمان آپ کے ایمان کی نسل۔ اس تقریر پر وجہ عطف مذکور اور استدراکِ مسطور خوب واضح ہوگئی اس لیے اس مضمون کو یہیں ختم کرتا ہوں۔ اگرچہ خوبی مزید توضیح اس بات کو مقتضی تھی کہ مثل علم ایمان کا ایک وصف فطری ہونا۔ اور یہ بات کہ ایمان کمالاتِ علمی میں سے ہے پر علم پر موقوف اور نبوّت کمالاتِ علمی میں سے ہے پر عمل کو مستلزم۔ اور نیز یہ امر کہ انبیاء کس بات میں آپ کے ساتھ علاقہ مولودیّت رکھتے ہیں اور امّت کس بات میں، اور پھر

کیوں لفظ مشیر تولّد مومنین کو لفظ مشیر تولد انبیاء سے مقدّم رکھا، یہ باتیں بیان کرتا اور حسبِ فہم موجہ کر پاتا۔ پر باندیشۂ تطویل قدرِ ضرورت پر اکتفا کر کے عرض پر داز ہوں کہ:

لفظ خاتم کے اطلاق کا فائدہ

اطلاقِ خاتم اس بات کو مقتضی ہے کہ تمام انبیاء کا سلسلۂ نبوت آپ پر ختم ہوتا ہے جیسے انبیاء گذشتہ کا وصف نبوت میں حسبِ تقریر مسطور اس لفظِ خاتم سے آپ کی طرف محتاج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ کا اس وصف میں کسی طرف محتاج نہ ہونا، اس میں انبیاء گذشتہ ہوں

لہ اس تقریر سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وصفِ نبوۃ اصلی اور ذاتی ہے اور باقی نبیوں کے لیے بالواسطہ اور بالعرض ہے نیز وصفِ نبوّت میں باقی نبی آپ کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو جو مرتبہ عطا کیا ہے، پہلے انبیاء بھی آپ کے محتاج ہیں۔ اور بالفرض اب اگر کوئی نبی آئے تو وہ بھی آپ ہی کا محتاج ہوگا۔ اس سے آپ کے مرتبہ میں کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا کیونکہ آپ نبوت میں سوائے خدائے لم یزل کے کسی کے محتاج نہیں۔ اس کے برعکس باقی انبیاء خواہ پہلے آچکے ہیں یا بالفرض اب آئیں، آپ ہی کے واسطے سے نبی بنے ہیں یا بنیں گے۔ مگر ایسی نبوت کا مقام نہ اوّل میں نہ درمیان میں ہو سکتا ہے، بلکہ سب سے آخر میں آنا ضروری ہے۔ پس آپ کی نبوت کے بعد کسی دوسری نبوّت کو ماننا کفر ہے بالکل اسی طرح جیسے نمازِ فجر کے دو فرضوں کا انکار کرنا صریح کفر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ یہاں بالفرض کی قید لگاتے ہیں کہ ایسا ہونا یعنی کسی نبوّت کا وقوع یا وجود تو ناممکن اور محال بلکہ ممتنع ہے لیکن اگر بالفرض ایسا ہو بھی جائے تو آپ کے مرتبہ میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ اب اگر کوئی مرزائی یا کسی نبوت کاذبہ کے مدعی کا پیروکار یا ان کا ہمنوا اس سے امکانِ نبوت ثابت کرے تو پھر اس کو لازم ہے کہ قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ میں بھی رحمٰن کے لیے اولاد کا ہونا تسلیم کرے یا لَوْ کَانَ فِیْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ میں بہت سے خداؤں کا وجود ممکن مانے۔ کیونکہ دونوں آیات میں اِن اور لَوْ بالفرض کا معنیٰ ادا کرتے ہیں۔ اگر یہاں بالفرض کے لفظ آجانے کے باوجود امکان کا تصوّر باقی رہتا ہے، پھر آیاتِ مذکورہ میں بھی یہ امکان کیوں نہیں ہو سکتا۔ کیا کوئی انصاف پسند بلکہ ذی ہوش و حواس اور صاحبِ عقل و خرد بالفرض کے لفظ کو نظر انداز کر سکتا ہے۔ یا اس کے بعد بھی امکان کا قائل ہو سکتا ہے۔

یا کوئی اور اسی طرح اگر فرض کیجئے، آپ کے زمانے میں بھی اس زمین میں یا کسی اور زمین میں یا آسمان میں کوئی نبی ہو تو وہ بھی اس وصفِ نبوّت میں آپ ہی کا محتاج ہوگا۔ اور اس کا سلسلۂ نبوت بہر طور آپ پر مختتم ہوگا۔ اور کیوں نہ ہو، عمل کا سلسلہ علم پر ختم ہوتا ہے۔ جب علم ممکن للبشر ہی ختم ہو لیا تو پھر سلسلہ علم و عمل کیا چلے۔

غرض اختتام اگر بایں معنیٰ تجویز کیا جاوے جو میں نے عرض کیا، تو آپ کا خاتم ہونا انبیاءِ گذشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ مگر جیسے[1] اطلاق خاتم النبیین اس بات کو مقتضی ہے، کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ کیجئے اور علی العموم تمام انبیاء کا خاتم کہئے۔

لفظ مِثْلَهُنَّ سے سات زمینوں کا ثبوت

اسی طرح اطلاق لفظِ مِثْلَهُنَّ جو آیۃ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ میں واقع ہے اس بات کو مقتضی ہے کہ سوائے تباین ذاتی ارض و سما جو لفظ سمٰوٰت اور لفظ ارض سے مفہوم ہے اور ان دونوں لفظوں کا ذکر کرنا اس باب میں بمنزلۂ استثناء ہے اور نیز علاوہ اس تباین کے جو بوجہ اختلافِ لوازمِ ذاتی یا اختلافِ مناسباتِ ذاتی، خواہ منجملہ لوازم وجود ہوں یا مفارق بین السماء والارض متصوّر ہے اور بالالتزام مستثنیٰ ہے۔ بجمیع الوجوہ بین السّماء والارض مماثلت ہونی چاہیئے۔ سو اس میں سے مماثلت فی العدد اور مماثلت فی البُعد اور فوق و تحت ہونے میں مماثلت تو اسی حدیث مرفوع سے معلوم ہوتی ہے جس سے تحقّق سبع ارضین معلوم ہوا ہے۔

---

[1] جیسے لفظ خاتم النبیّن میں تعمیم مراد ہے اور تمام نبیوں کے آپ خاتم ہیں۔ اسی طرح لفظ مِثْلَهُنَّ میں بھی عموم ہے۔ آسمان اور زمین کے درمیان مماثلتِ تامہ ہے سوائے دونوں کی ذات اور لوازمِ ذات کے اعتبار سے کیونکہ اس اعتبار سے دونوں میں تباین ہے۔ جیسے اگلی حدیث میں تعداد اور فوق و تحت کے اعتبار سے تماثل بیان کیا گیا ہے۔

پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کیجئے۔ ناظرینِ اوراق جب یہ بات سمجھ گئے ہیں کہ تشبیہ متضمن آیت اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ تشبیہ نسبت ہے تشبیہ مفرد نہیں جو تساوی مقادیر اجرام و ما فیہا لازم آئے تو یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی۔

زمینِ اوّل کے فردِ اکمل کی نسبت باقی زمینوں کے باشندوں سے

کہ اگر بطور تشبیہ یوں کہا جائے کہ فردِ اکمل فلک ہفتم کو افرادِ باقیہ فلک مذکور کے ساتھ وہ نسبت ہے جو فردِ اکمل فلک ششم کو اس کے افرادِ باقیہ کے ساتھ یا فردِ اکمل زمین ہذا یعنی خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کو فردِ اکمل زمین دوم سے اس طرح تشبیہ دیں اور مراد یہ ہو کہ آپ کو حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھ مثلاً وہ نسبت ہے جو فردِ اکمل زمینِ دوم کو حضرت آدم وغیرہم علیہم السّلام کے مقابل کے افراد زمین دوم کے ساتھ، اور اسی طرح اور افلاک اور اراضی باقیہ میں سمجھ لو۔ تو محبانِ نبوی جو فہم خداداد بھی رکھتے ہیں متامّل تو کیا ہوں گے، برضا و رغبت اس مضمون کو قبول کریں گے کیونکہ قطع نظر اشارہ حسنِ انتظامِ خداوندی اور دلالتِ آیت اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ الخ اس صورت میں عظمتِ شانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر ہے۔ اگر ہفت زمین کو بطور مذکور بہ ترتیب فوق و تحت نہ مانئے تو پھر عظمتِ شانِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) بہ نسبت اس قدر عظمت کے جو در صورتِ تسلیم اراضی ہفتگانہ بطور مذکور لازم آتی تھی، چھ گنی کم ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ بادشاہِ ہفت اقلیم کو اگر کوئی نادان فقط اسی اقلیم کا بادشاہ سمجھے جس میں وہ رونق افروز ہے تو یوں کہو اس کی عظمت کے چھ حصّے گھٹا دیے فقط ایک ہی پر قناعت کی۔ غرض خاتم ہونا ایک امرِ اضافی ہے بے مضاف علیہ متحقق نہیں ہو سکتا۔ سو جس قدر اس کے مضاف الیہ ہوں گے، اسی قدر خاتمیت کو افزائش ہوگی۔ جیسے بادشاہت ایک امرِ اضافی ہے محکوموں اور رعیّت کی افزائش پر اس کی ترقی اور عظمت موقوف ہے۔ مگر ہاں کوئی نادان آج کل کے نوابوں کو دیکھ کر دھوکا کھائے اور کہے کہ جیسے آج کے نواب بے ملک

النّاس یفسرون الشاذۃ بمفرد الراوی من غیر اعتبار مخالفۃ الثقات کما سبق ویقولون صحیح شاذ وصحیح غیر شاذ فالشذوذ بھذا المعنی ایضا لاینا فی الصحۃ کالغرابۃ والذی یذکر فی مقام الطعن ھو مخالف الثقات۔ انتہٰی

یہ عبارت بعینہٖ وہی کہتی ہے جو مَیں نے عرض کیا۔ سو لفظ شاذ سے کوئی صاحب دھوکہ نہ کھائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ جب اثر مذکور شاذ ہوا، تو صحیح کیونکر ہو سکتا ہے۔ وہ شذوذ جو قادحِ صحت ہے بمعنی مخالفت ثقات ہے۔ چنانچہ سیّد شریف ہی رسالہ مذکور میں تعریفِ صحیح میں یہ فرماتے ہیں۔

ھو ما اتصل سندہ بنقل العدل الضابط عن مثلہ وسلم عن شذوذ وعلۃ ونعنی بالمتصل ما لم یکن مقطوعا بایّ وجہ کان وبالعدل من لم یکن مستورَ العدالۃ ولا مجروحا وبالضابط من یکون حافظاً متیقظاً وبالشذوذ ما یرویہ الثقۃ مخالفاً لما یرویہ النّاس وبالعلۃ ما فیہ اسباب خفیۃ غامضۃ قادحۃ

اس تقریر سے اہلِ علم پر روشن ہو گیا ہو گا کہ شذوذ بمعنی مخالفتِ ثقات مراد نہیں کیونکہ شذوذ بمعنیٰ مخالفت ثقات صحت کے لیے مضر ہے جو حدیث بایں معنیٰ شاذ ہے وہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ بایں ہمہ مخالفت وعدمِ مخالفت کا عقدہ بھی تقریر گذشتہ سے کھل گیا۔ اگر اثر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ مخالف تھا تو جملہ خاتم النّبیّین کے مخالف تھا۔ یا ان احادیث کے معارض تھا جو مبیّن اور مفسّر معنی خاتم النّبیّین ہیں۔ سو بعد مطالعہ تقریر گذشتہ اہلِ فہم کو تو انشاء اللہ کچھ تردّد نہ رہے گا کہ اثر مذکور مؤیّد مثبت معنی خاتم النّبیّین ہے نہ مخالف۔ بلکہ اثر مذکور کا غلط ہوتا البتہ ثبوتِ خاتمیت میں بہت قادح ہے کیوں نہ ہو، درصورتِ انکار اثر معلوم خاتمیت کے سات حصّوں میں سے ایک ہی حصّہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس صورت میں مدعیانِ محبّتِ نبویؐ سے ہم کو یہ توقع ہے کہ جیسا اس اثر کا انکار کرتے تھے، اب اتنا ہی اقرار

کریں بلکہ اس سے بڑھ کر انکار میں تو تکذیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی کھٹکا تھا اقرار میں کچھ اندیشہ ہی نہیں بلکہ سات زمینوں کی جگہ اگر لاکھ دو لاکھ اُوپر نیچے اسی طرح اور زمینیں تسلیم کر لیں تو مَیں ذمہ کش ہوں کہ انکار سے زیادہ اس اقرار میں کچھ دقّت نہ ہوگی۔ نہ کسی آیت کا تعارض، نہ کسی حدیث سے معارضہ۔ رہا اثر معلوم اس میں سات سے زیادہ کی نفی نہیں۔ سو جب انکارِ اثر مذکور میں باوجود تصحیح آئمۂ حدیث یہ جرأت ہے تو اقرار اراضی زائدہ از سبع میں تو کچھ ڈر ہی نہیں۔ علاوہ بریں بر تقدیر خاتمیتِ زمانی انکار اثر مذکور میں قدر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ افزائش نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر ایک شہر آباد ہو اور اس کا ایک شخص حاکم ہو یا سب میں افضل تو بعد اس کے کہ اس شہر کے برابر دوسرا ویسا ہی شہر آباد کیا جائے اور اس میں بھی ایسا ہی ایک حاکم ہو یا سب میں افضل، تو اس شہر کی آبادی اور اس کے حاکم کی حکومت یا اس کے فردِ افضل کی افضلیت سے حاکم یا افضل شہر اوّل کی حکومت یا افضلیت میں کچھ کمی نہ آجائے گی اور اگر درصورتِ تسلیم اور چھ زمینوں کے وہاں کے آدم ونوح وغیرہم علیہم السّلام یہاں کے آدم ونوح علیہم السّلام وغیرہم سے زمانہ سابق میں ہوں تو باوجود مماثلتِ کُلّی بھی آپ کی خاتمیتِ زمانی سے انکار نہ ہو سکے گا۔ جو وہاں کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوات میں کچھ حُجّت کیجیے۔

حضورؐ کی افضلیت سب انبیاء سے

ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصافِ ذاتی بوصفِ نبوت لیجیے، جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا،

لہ حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں کہ میرا مختار اور پسندیدہ معنی تو یہ ہے کہ آیۃ خاتم النّبیّین میں خاتم کا معنی عام لیا جائے کہ کوئی آپ کے مرتبہ کا نہیں اور نہ ہی آپ کے بعد کوئی نبی ہوگا اور آپ ہی کی نبوت ہر جگہ ہے۔ اس معنیٰ کے مراد لینے سے تینوں قسم کی ختم نبوۃ زمانی، مکانی اور رتبی اسی آیۃ سے ثابت ہو جائیگی۔ اگر آیۃ میں خاص معنیٰ مراد لیا جائے تو ختم نبوّت مرتبی مراد لینا ہی بہتر ہے کیونکہ ختم نبوتِ زمانی سے آپکی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور اس صورت میں یہ امکان باقی رہتا ہے کہ آپکے ہم مرتبہ کئی نبی ہیں فرق صرف اتنا ہے آپ سب کے بعد تشریف لائے ہیں محض پیچھے اور سب کے آخر آنے سے آپکی شان کا نرالا پن ظاہر نہیں ہوتا۔ پس اس صورت میں آیۃ کا معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ تمام نبیوں سے مرتبہ کے لحاظ سے بلند ہیں اور کوئی آپکا مثل اور ہم مرتبہ نہیں۔ ۱۲

تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افرادِ مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افرادِ خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہوگی، افرادِ مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہو جائے گی۔ بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔

بالجملہ ثبوت اثر مذکور دونا مثبتِ خاتمیت ہے، معارض و مخالف خاتم النبیین نہیں جو یوں کہا جائے کہ یہ اثر شاذ بمعنی مخالف روایت ثقات ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ حسب مزعوم منکرانِ اثر اس اثر میں کوئی علتِ غامضہ بھی نہیں جو اسی راہ سے انکار صحت کیجیے کیونکہ اول تو امام بیہقی کا اس اثر کی نسبت صحیح کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کوئی علتِ غامضہ خفیہ قادحہ فی الصحۃ نہیں۔ دوسرے شذوذ تھا تو یہی تھا کہ مخالف جملہ خاتم النبیین ہے اور علت تھی تب یہی تھی، اگر اور کوئی آیہ یا حدیث ایسی ہوتی جس سے سات سے کم زیادہ زمینوں کا ہونا یا انبیاء کا کم و بیش ہونا یا نہ ہونا ثابت ہوتا، تو کہہ سکتے تھے کہ وجہِ شذوذ یہ ہے۔ مگر آج تک نہ کسی نے ایسی آیت و حدیث سنی نہ مدعیوں نے پیش کی۔ علیٰ ہذا القیاس مضمونِ علتِ قادحہ کو خیال فرمایئے آج تک سوائے مخالفت مضمون مذکور کسی نے کوئی وجہ قادح فی الاثر المذکور پیش نہیں کی اور فقط احتمالِ بے دلیل اس باب میں کافی نہیں ورنہ بخاری و مسلم کی حدیثیں بھی اس حساب سے شاذ و معلل ہو جاویں گی۔ اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا ہو گا کہ یہ تاویل کہ یہ اثر اسرائیلیات سے ماخوذ ہے یا انبیاء ارضین ماتحت سے مبلغانِ احکام مراد ہیں، ہرگز قابلِ التفات نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ باعث تاویلاتِ مذکورہ فقط یہی مخالفت خاتمیت تھی۔ جب مخالفت ہی نہیں تو ایسی تاویلیں کیوں کیجیے جن کو مدلول معنی مطابقی سے کچھ علاقہ ہی نہیں۔

دلیل کے ساتھ بڑوں کی رائے سے اختلاف جائز ہے

باقی رہی یہ بات کہ بڑوں کی تاویل کو نہ مانیئے تو ان کی تحقیر نعوذ باللہ

لازم آئے گی۔ یہ انہی لوگوں کے خیال میں آ سکتی ہے جو بڑوں کی بات از راہِ بے ادبی نہیں مانا کرتے۔ ایسے لوگ اگر ایسا سمجھیں تو بجا ہے۔ المرء یقیس علیٰ نفسہ اپنا یہ وطیرہ نہیں۔ نقصانِ شان اور چیز ہے خطا اور نسیان اور چیز ہے۔ اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا ہو تو اُن کی شان میں کیا نقصان آ گیا، اور کسی طفلِ نادان نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی، تو کیا اتنی بات سے وہ عظیم الشان ہو گیا۔

گاہ باشد کہ کودکے ناداں   بغلط بر ہدف زند تیرے

محدثین کا اصول

ہاں بعد وضوحِ حق اگر فقط اس وجہ سے کہ یہ بات میں نے کہی اور وہ اگلے کہہ گئے تھے، میری نہ مانیں اور وہ پرانی بات گائے جائیں۔ تو قطع نظر اس کے قانونِ محبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات بہت بعید ہے، ویسے بھی اپنی عقل و فہم کی خوبی پر گواہی دیتی ہے پھر با ایں ہمہ یہ اثر اگرچہ بظاہر موقوف ہے مگر بالمعنیٰ مرفوع ہے اس لیے کہ صحابی کا بطورِ جزم ان امور کا بیان کرنا جن میں عقل کو دخل نہ ہو اہلِ حدیث کے نزدیک مرفوع ہوتا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ صحابہ سب کے سب عدول اور پھر عدول بھی اول درجہ کے، تقویٰ میں ایسے پکے کہ اور کسی سے ان کی برابری نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ عمداً جھوٹ بولیں اور وہ بھی دین کے مقدمہ میں۔ ہاں بطورِ احتمال جیسا کہ استنباط میں ہوا کرتا ہے، ایسی باتوں میں جن میں عقل کو مداخلت ہے دخل دے دینا ان سے ممکن ہے بلکہ واقع اور ان سے کیا تمام اکابر سے یہ بات منقول ہے۔ مگر اثر مذکور کا بطورِ جزم ہونا اور مضمون مذکور کا عقلیات میں سے نہ ہونا ظاہر و باہر ہے۔ سو جب اثر مذکور مرفوع ہوا، اور سند اس کی صحیح آیۃ مذکور اس کی مؤید، محبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف مائل، حُسنِ انتظام جو ہر نوع میں مشہور ہے اس پر شاہد، عظمتِ قدرت اس پہ دال، تس پر بھی انکار کیا جائے تو بجز اس کے کیا کہا جائے کہ امثال روافض و خوارج و اہلِ اعتزال ایسی باتیں کیا کرتے ہیں۔ ان فرقوں نے بھی بوجہ قصورِ فہم آیاتِ دالہ رؤیت و تقدیر و خلق افعال میں تاویلیں کیں اور احادیثِ مصرحہ مضامینِ مذکورہ کو تسلیم نہ کیا، بلکہ تکذیب سے پیش آئے، سو

سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور اراضی سافلہ کے خواتم کی آپ کے ساتھ مشابہت دونوں معاً ایسی طرح ثابت ہو جائینگے کہ پھر کوئی حالتِ منتظرہ باقی نہ رہے۔ اور نیز یہ اشکال بھی مرتفع ہو جائے کہ مماثلت فی النسبت کا آیۃ اَللّٰہُ الَّذِیْ میں مراد ہونا مسلّم وجوہ مذکورہ بالا اس بات کے اثبات کے لیے کافی پُر اثر ہیں۔ اس تشبیہ کو جو اوّل سے آخر تک موجود ہے تشبیہ فی النسبۃ کہنا بظاہر مخالف ظاہر ہے۔ یہاں تو تشبیہ مفرد کہیے تو بجا ہے۔ تشبیہ فی النسبۃ کہیں گے تو وہی تشبیہ مرکب لازم آئے گی۔ بالجملہ بغرض توضیح مشار الیہا و دفع شبہ مسطور کا یہ ہیچمدان اور بھی کچھ رقم طراز ہے پہ اہلِ فہم و انصاف سے توجہ و اقرارِ حق کا خواستگار ہے۔

کمالِ نبوّت بہت سی چیزوں پر موقوف ہے

سُنیے نبوّت وہ کمال ہے جو مثل جمالِ اُمورِ کثیرہ پر موقوف ہے۔ حدیث الرؤیا جزء من ستۃ وار بعین جزءًا من النبوۃ سب ہی کو یاد ہوگی۔ بخاری وغیرہ صحاح میں موجود ہے۔ دیکھیے اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ کمالِ نبوت کوئی امر بسیط نہیں۔ سو جیسے جمالِ جملہ اعضاء ضروریہ کے مجتمع ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے ایسے ہی کمالِ نبوّت بھی تمام کمالات ضروریہ کے اجتماع سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر جیسے تناسب جمال کا کوئی ایک قاعدہ نہیں، ہر حسین میں ایک جُدا ہی تناسب ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تناسبِ کمالاتِ نبوّت بھی ایک ہی انداز پر نہیں ہوتا۔ کہیں کوئی تناسب ہوتا ہے کہیں کوئی تناسب ہوتا ہے۔ سو اگر دو نبیوں کے کمالات میں ایک ہی تناسب ہو تو ایک کی نبوت دوسرے کی نبوّت کے مماثل ہوگی، نہیں تو نہیں۔ مگر جیسے اس عالم میں دو جمال ایک تناسب کے نظر نہیں آتے، اگرچہ فی حدِ ذاتہٖ ممکن ہو، ایسے ہی دو کمالاتِ نبوت بھی ایک تناسب کے عالم میں ——————————

—————— معلوم نہیں ہوتے۔ ہاں جیسے آئینہ میں عکس جمال کا تناسب بھی وہی ہوتا ہے جو اصل جمال کا تناسب، ایسے ہی معکوسِ کمالِ نبوت کا تناسب بھی وہی ہوگا جو اصل کمال کا تناسب ہے۔ اگر کہیں فرق پڑے گا تو آئینہ یا ہیئتِ

معروض کی وجہ سے فرق پڑے گا جیسے تناسب عکس جمال میں آئینہ کی وجہ سے کہیں فرق پڑ جاتا ہے یعنی کہیں عکسِ مذکور اس تناسب پر معلوم نہیں ہوتا جو اصل میں ہوتا ہے بلکہ اس کی نسبت لمبا یا موٹا یا چوڑا نظر آنے لگتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس آئینۂ بے رنگ میں جیسے عکس برنگِ اصل ہوتا ہے، اور آئینۂ سبز و سُرخ میں عکس برنگِ اصل نہیں رہتا بلکہ الوانِ آئینہ کے تابع ہو جاتا ہے ایسے ہی کیفیاتِ عکوسِ نبوّت میں اگر فرق پڑے گا تو اس کا باعث کوئی کیفیتِ خاصہ آئینہ یا ہیئتِ معروضِ نبوّت ہوگا۔ جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو آگے سُنیے۔

تقریر متعلّق معنی خاتم النّبیّین سے تو یہ بات سب ہی اہلِ فہم سمجھ گئے ہوں گے کہ موصوف بوصفِ نبوّت بالذّات تو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ باقی اور انبیاء میں اگر کمالِ نبوّت آیا ہے۔ تو جنابِ ختم مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے آیا ہے مگر بایں لحاظ کہ ہر نبی کی رُوح اُس کے اُمتیوں کی ارواح کے لیے معدن اور اصل ہوتی ہے۔ چنانچہ تقریر متعلق آیۃ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ میں ادنیٰ تامّل کیجیے تو اس پر شاہد ہے۔ یوں سمجھ میں آتا ہے کہ اور انبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لے کر اُمتیوں کو پہنچاتے ہیں۔ غرض بیچ میں واسطۂ فیض ہیں۔ مستقل بالذّات نہیں۔ مگر یہ بات بعینہٖ وہی ہے جو آئینہ کی نور افشانی میں ہوتی ہے۔ غرض جیسے آئینہ آفتاب اور اس دھوپ میں واسطہ ہوتا ہے۔ جو اس کے وسیلہ سے ان موضع میں پیدا ہوتی ہے جو خود مقابلِ آفتاب نہیں ہوتی پر آئینہ مقابل آفتاب کے مقابل ہوتی ہے ایسے ہی انبیاء باقی بھی مثل آئینہ بیچ میں واسطۂ فیض ہیں غرض اور انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظلّ اور عکسِ محمدی ہے کوئی کمال ذاتی نہیں۔ پر کسی نبی میں وہ عکس اسی تناسب پہ ہے جو جمالِ کمالِ محمدّی میں تھا۔ اور کسی نبی میں بوجہ معلوم وہ تناسب نہ رہا ہو۔ سو جہاں کہیں نبیٌّ کنبیّکُمْ فرمایا ہے۔ اس میں بقاء تناسب کی جانب اشارہ ہے۔

بہرحال بعد لحاظ معنی خاتم النّبیّین اور تشبیہ مندرجہ نبیٌّ کنبیّکم یہ بات عیاں

ہو جاتی ہے کہ اور زمینوں میں عکوس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اسی تناسب کے ساتھ ہیں اور مفہوم تناسب سے اس تشبیہ کا تشبیہ فی النسبۃ ہونا بھی ظاہر ہو گیا یعنی کمالات اصل میں جو تشبیہ تھی وہی نسبت کمالات عکوس میں بھی محفوظ ہے۔ اس صورت میں اگر اصل و ظل میں تساوی بھی ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ افضلیت بوجہ اصلیت پھر بھی ادھر ہی رہے گی۔ اور اگر یوں کہئے مشبہ بہ ذات محمدی ہے اور مشبہ فرادی فرادی ہر نبی کی ذات، اس لیے اس تشبیہ کو تشبیہ مفرد کہنا چاہیے نہ مرکب۔ سو ہماری طرف سے بھی سلمنا۔ مگر بہر حال مشبہ بہ اور مشبہ کو واحد کہو یا متعدد وجہ شبہ تناسب داخلی یعنی تناسب بین الکمالات اور تناسب خارجی یعنی تناسب بین الانبیاء۔ دونوں ہی کو کہنا پڑے گا تاکہ اطلاق تشبیہ ہاتھ سے نہ جائے اور افضلیت محمدی کے لیے یہ وجہ اور ہاتھ آجائے کہ جیسے آئینہ میں عکس زمین کی دھوپ، عکس آفتاب کا طفیل ہے اور اس وجہ سے آفتاب ہی کی طرف منسوب ہونی چاہیے، ایسے اور زمینوں کے خاتموں کے فیوض خواہ ارواح انبیاء ہوں یا ارواح اُمّت ان کے کمال ہوں یا اُن کے سب آپ ہی کی طرف منسوب ہوں گے۔ ان تمام مضامین کے مطالعہ کرنے والوں کو یہ بات بخوبی روشن ہو گئی ہوگی کہ در صورت تسلیم اراضی دیگر بطور معلوم بشہادت جملہ خاتم النبیین تمام زمینوں میں ہمارے نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری ہوگی اور وہاں کے انبیاء آپ ہی کے دریوزہ گر ہوں گے۔ اور سب جانتے ہیں کہ اس میں جو فضیلت ہے در صورت انکار اراضی ماتحت وہ فضیلت ہاتھ سے جاتی رہے گی۔

ایک شبہ اور اُس کا جواب

مگر ہاں شاید کسی صاحب کو یہ وسوسہ حیران کرے کہ اگر اور چھ زمینوں کے بطور معلوم ہونے میں حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کو یہ افزائش ہے تو اور چھ خداؤں کے تسلیم کرنے میں مثلاً اسی طور خدا کی خدائی کو بقدر معلوم افزائش ہوگی۔ سو ہر چند یہ شبہ انہی لوگوں کو ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے برابر اور آپ کی نبوّت کو خدا کی خدائی کے برابر سمجھتے ہیں۔ یعنی اس کے تعدّد سے اس کا تعدّد اور اس کی وحدت سے اس کی وحدت

عکس تحذیر الناس

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں:

زید ایک متبع سنت عالم دین ہے لیکن اس کا قول ہے کہ "حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی نبوت بخشی بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آگیا نبی ہو گیا۔" جبکہ عمرو کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ اللہ جل شانہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لیے مہر دی جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ مرزا قادیانی کے اس بیان کی روشنی میں دیکھیں تو حضور کو نبوت بخش بتایا ہے اور مرزا صاحب نبی تراش کہہ رہے ہیں۔ جن دونوں کا فرق لفظی ہے معنی کا نہیں۔ اور قادیانیوں کا یہ استدلال بھی ہے کہ روح محمدی تو بہرحال ختم نہیں ہوئی وہ آج بھی کہیں نہ کہیں موجود ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ پہلے اس نے ہزاروں انسانوں کو نبوت بخشی تو اب نہ بخشے۔

لہٰذا گذارش ہے کہ (1) زید کے بارے میں حکم کیا ہے قرآن و سنت کی روشنی میں واضح فرمائیں۔

(2) کیا زید کو اس قول پر مطلع ہونے کے بعد امام بنایا جا سکتا ہے اور اس کی تعظیم کرنا درست ہے؟

(3) کیا زید کے قول کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا یا تاویل کی گنجائش ہے؟

بینوا و توجروا

سائل: محمد حنیف

(1) صورت مسئولہ میں زید کا یہ کہنا کہ "حضور کی شان نبوت ہی نہیں نکلتی نبوت بخشی بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آگیا نبی ہو گیا" سراسر غلط ہے،

استفتاء کا عکس

اس لئے کہ آپ علیہ السلام کی صفت خاتم النبیین ہے یعنی آپ اللہ کے آخری نبی ہیں آپؐ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے، آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا یہ امت کا اجماعی عقیدہ ہے، جو قرآن و احادیثِ متواترہ سے ثابت ہے، اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ آپ کی صفت نبوت بخشی ہے تو وہ ختم نبوت کا منکر ہونے اور نبوت کو کسبی چیز کہنے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

۲۔ زید کے اس قول پر مطلع ہونے کے بعد اس کو امام بنانا اور اسکی تعظیم کرنا کسی صورت صحیح نہیں ہے۔

۳۔ اگر زید کے الفاظ واقعی یہی ہیں جو سوال میں نقل کئے گئے ہیں تو اس کے اس قول کو ظاہر پر محمول کریں گے، اسکی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی ہے۔

فی الجامع لاحکام القرآن (۱۴/ ۱۲۷)

قولہ تعالیٰ ولکن رسول اللہ ... وخاتم .... قراء الجمہور بکسر التاء بمعنی انہ ختمہم ای جاء آخرہم ... قال ابن عطیہ: ہذہ الالفاظ عند جماعۃ علماء الامۃ خلفاً وسلفاً متلقاہ علی العموم التام مقتضیہ نصاً انہ لا نبی بعدہ صلی اللہ علیہ وسلم وما ذکرہ القاضی .... وتطرق خبیث الی تشویش عقیدۃ المسلمین فی ختم محمد صلی اللہ علیہ وسلم النبوۃ فالحذر الحذر منہ

وفی احکام القرآن للتھانوی (۳/ ۳۷۲)

ومن زعم انہا مکتسبۃ فہو زندیق یجب قتلہ لانہ یقتضی کلامہ واعتقادہ ان لا تنقطع وہو مخالف للنص القرآنی والاحادیث المتواترہ بان نبینا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین

وفی الاقتصاد فی الاعتقاد للامام الغزالی: ان الامۃ فہمت بالاجماع من ہذا اللفظ۔

عکس فتویٰ

(بقیہ مسئلہ اگلے ورق پر ملاحظہ ہو)

یعنی لا نبی بعدہ، ومن قرائن احوالہ انہ افہم عدم نبی بعدہ ابداً وعدم رسول بعدہ ابداً وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص فمنکر ہذا لا یکون الا منکر الاجماع۔

وفی الدر المختار (۱/ ۵۴۲)

ویشترط کونہ مسلماً حراً ذکراً بالغاً .... ویکرہ ... امامۃ عبد ... وفاسق ... وان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بہا .... فلا یصح الاقتداء بہ اصلاً۔

وفی احکام القرآن (۳/ ۳۶۷)

ومنہا ما روی عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی رضی اللہ عنہ "انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی" ... فانظر کیف صرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بانقطاع النبوۃ ولو کان من غیر شریعۃ وکتاب جدید۔

وفی الجامع لاحکام (۷/ ۲۱۳)

قولہ تعالیٰ "قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا" ... وقیل لا املک لنفسی الہدی والضلال

وفی تکملۃ فتح الملہم (۴/ ۲۹۵)

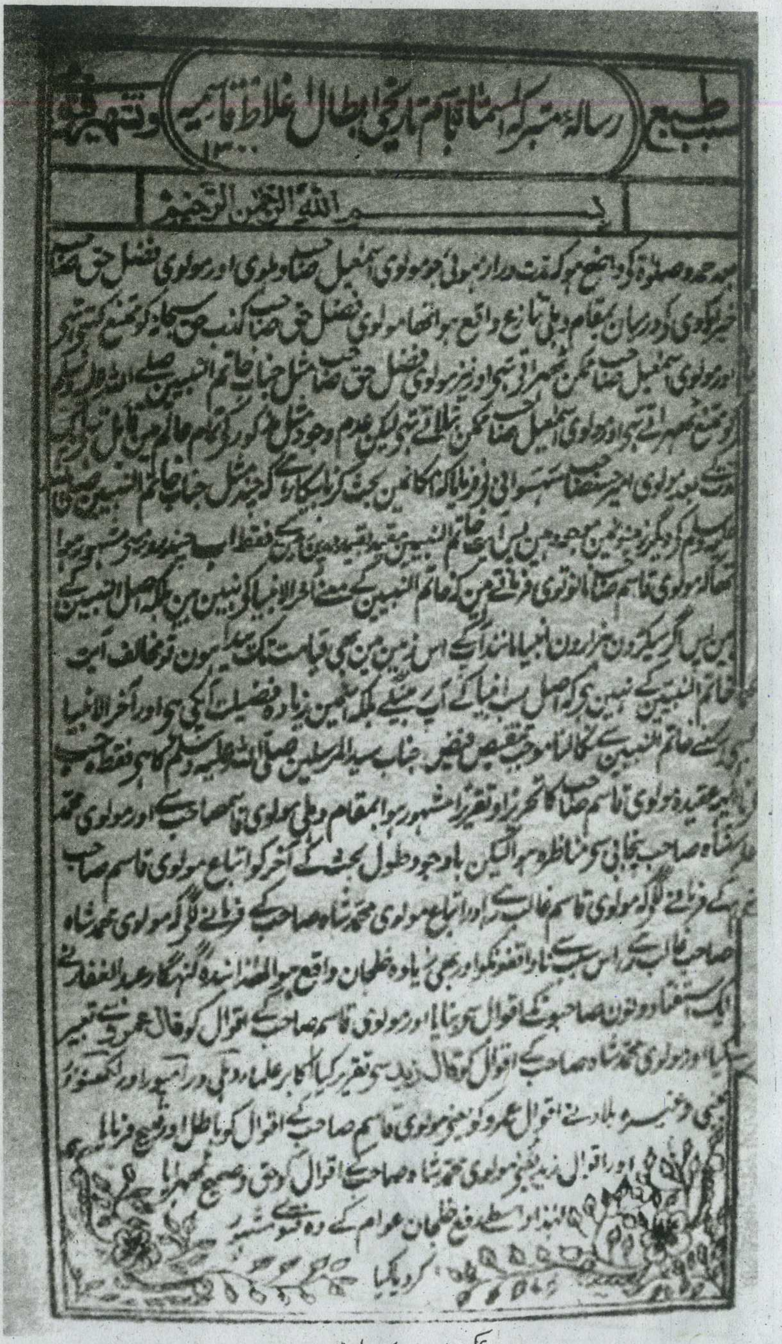
قولہ "انا خاتم النبیین" یعنی آخر النبیین لا نبی بعدی وکونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین لا نبی بعدہ ثابت بنصوص قطعیۃ متواترہ لا شبہۃ فیہا وعقیدہ ختم النبوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم مما ثبت من الدین ضرورۃ یکفر جاحدہا دون ای شک فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

عنایت الرحمٰن
دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی
۵/ ۲/ ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح
ریاض محمد
دار الافتاء تعلیم القرآن راولپنڈی
۵/ ۲/ ۱۴۳۰ھ

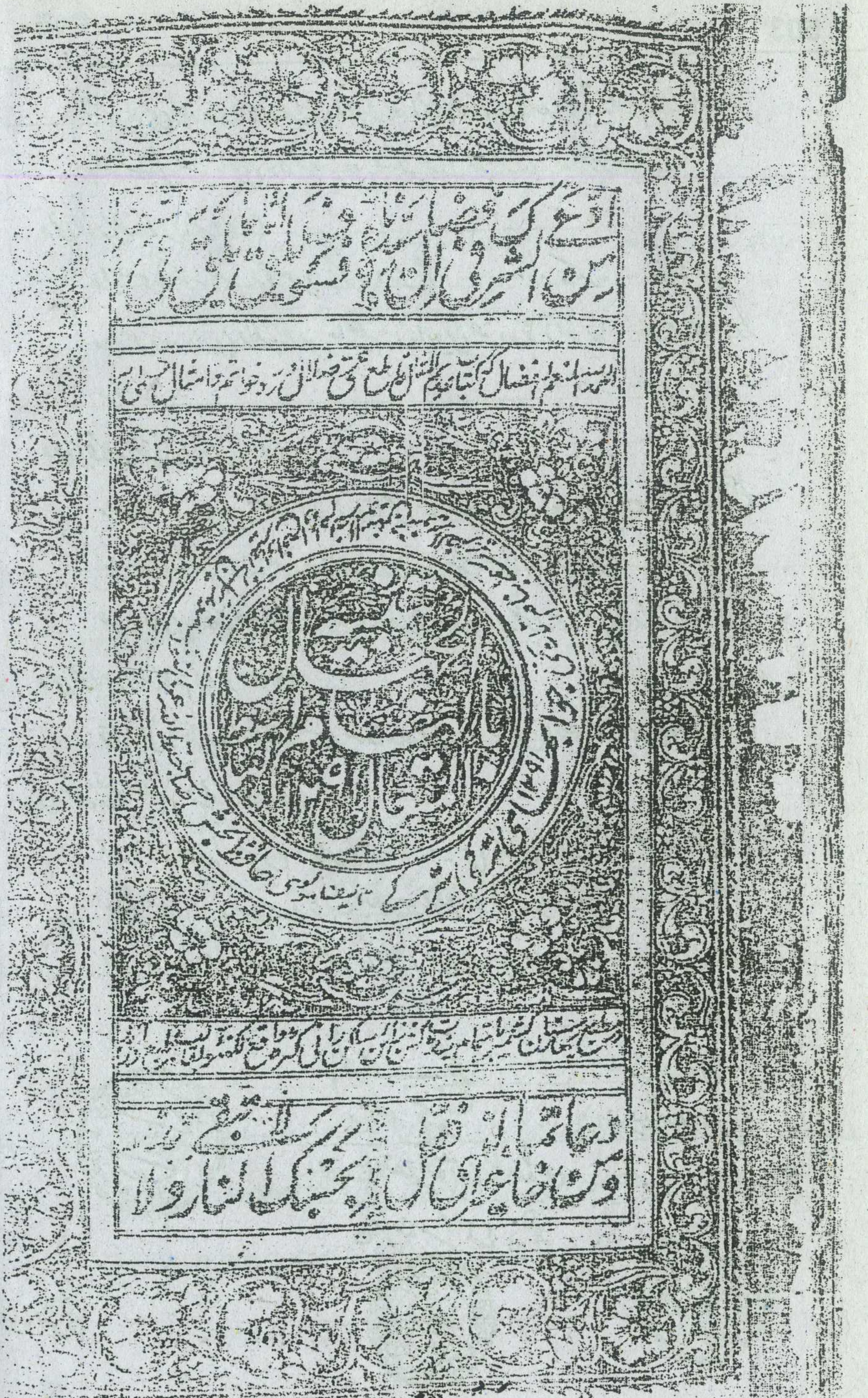
عکس فتویٰ



رسالہ متبرکہ المسمی بنام تاریخی ابطال اغلاط قاسمیہ ۱۳۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عکس اغلاطِ ابطالِ قاسمیہ



عکس تنبیہ الجہال

فتویٰ علمای دہلی و رامپور و لکھنؤ و بدایوں و بمبئی وغیرہ در تصدیق اقوال مولوی محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و تردید اقوال مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی

استفتا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ الطیبین واصحابہ المکرمین کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ قال عمرو بعد حمد و صلوٰۃ کے قبل عرض جواب کے گذارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہو سکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی کہ اس میں ایک تو خدا کی جانب نعوذ باللہ زیادہ گوئی کا وہم ہے آخر اس وصف میں اور قد و قامت و شکل و رنگ و حسب و نسب و سکونت وغیرہ اوصاف میں جن کو نبوت یا اور فضائل میں کچھ دخل نہیں کیا فرق ہے جو اس کو ذکر کیا اور ان کو ذکر نہ کیا دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نقصان قدر کا احتمال کیونکہ اہل کمال کے کمالات ذکر کیا کرتے ہیں اور ایسے ویسے لوگوں کے اس قسم کے احوال بیان کیا کرتے ہیں اعتبار نہ ہو تو تاریخوں کو دیکھ لیجئے باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سد باب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے جو کل کو جھوٹے دعوی کر کے خلائق کو گمراہ کریں گے البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ ہے پر جملہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم

عکس اغلاطِ ابطالِ قاسمیہ

ما قال زید فہو الصحیح وما قال عمرو فہو القبیح واللہ المستعان وعلیہ التکلان فقط

ما قال زید فہو حق موافق بالکتاب والسنۃ والاجماع وما قال عمرو باطل مخالف الکتاب والسنۃ والاجماع واللہ الموفق للصواب وعندہ ام الکتاب فقط

قول زید حق و قول عمرو مردود

زید نے جو دلائل لکھے موافق کتاب و سنت کے ہیں اور دلائل عمرو کے غلط و طبعی و وضعی فقط

حررہ محمد افضل الدین عفا عنہ

ما قال زید فہو حق وما قال عمرو فہو باطل واللہ الموفق والمعین

دستخط علماء لکھنؤ

اقوال زید صحیح و معتبر ہیں واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الخفی والجلی۔

محمد عبد الحی
ابو الحسنات

مواہیر علماء رامپور

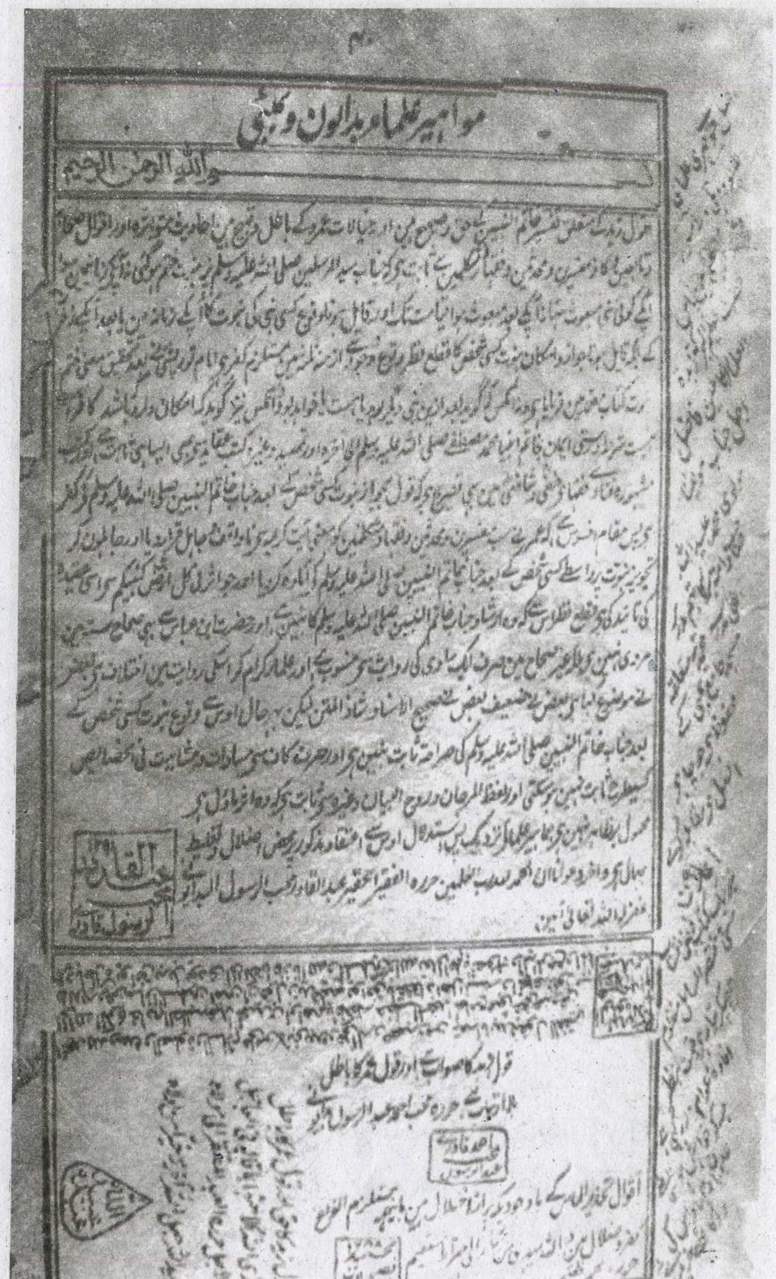
لا شک فی ان معنی کونہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم آخر النبیین لا نبی بعدہ وان نبوۃ الانبیاء صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بالذات بمعنی نفی الواسطۃ فی العروض ہذا الایاء [?] فی النبوت فمن خالفہ فقد خالف الحق العبد الراجی محمد ارشاد حسین عفی عنہ

ہذا ہو الحق من نفی الواسطۃ فی العروض وردہا وان معنی کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین انہ لا نبی بعدہ فحجج قاطعۃ وبراہینہ ساطعۃ ومن خالفہ فانہ لہ ضعیفۃ وبیانہ رکیکۃ حررہ محمد عبد القادر الرامپوری عفی عنہ

ما قال الیہ عمرو امر باطل لا ینبغی ان یصغی الیہ بما لہ مخالفۃ لمعنی المفسرین لا یلیق الاعتقاد علیہ بل معنی کونہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء انہ لا نبی بعدہ والنبوۃ [illegible] بمعنی نفی الواسطۃ [illegible] واللہ اعلم بالصواب [illegible]

قول زید حق [illegible] العبد محمد [illegible] عفی عنہ

عکس اغلاطِ ابطالِ قاسمیہ



مواہیر علماء بدایون و بمبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

C.P. PRESS BOMBAY

عکس اغلاطِ ابطالِ قاسمیہ

اعلیٰحضرت عظیم البرکتہ مولٰنا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں

ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم، تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے اُستاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، ان کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ، پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے، دوستی، اُلفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی غلامی کی بنا پر تھا جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا؟ اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جُبے نہیں پہنتے؟ عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام وعلم وظاہری فضل کو لے کر کیا کریں؟ کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم وفنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضورؐ سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اسے ہر بُرے سے بدتر بُرا نہ جانا یا اسے بُرا کہنے پر بُرا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پروائی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کر لو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے۔ قرآن وحدیث نے جس پر حصولِ ایمان کا مدار رکھا تھا اس سے کتنی دُور نکل گئے۔ مسلمانو! کیا جس کے دل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہو گی وہ ان کے بدگو کی وقعت کر سکے گا اگرچہ اس کا پیر یا اُستاد یا پدر ہی کیوں نہ ہو، کیا جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہان سے زیادہ پیارے ہوں وہ ان کے گستاخ سے فوراً سخت شدید نفرت نہ کرے گا اگرچہ اس کا دوست یا برادر یا پسر ہی کیوں نہ ہو، واللہ اپنے حال پر رحم کرو۔

(تمہیدِ ایمان ص۷-۶ مطبوعہ لاہور)

ادارہ اشاعت العلوم

وسن پورہ لاہور